تالیف:

شہید اسلام امام العصر علامہ احسان الٰہی ظہیر رحمۃ اللہ علیہ

۱۹۴۱ء — ۱۹۸۷ء





تصوف

تاریخ و حقائق









ادارہ ترجمان السنۃ

لاہور، پاکستان

ناشر ——————— ادارہ ترجمان السنہ ، 53- لارنس روڈ، لاہور

طبع اول ——————— اگست 2010ء

فہرست

إهـــداء...

إلى الشيخ الذي لا يرتضي أن يذكر اسمه كيلا يضيع أجره

يقاسمني همومي وآلامي، ويقف ورائي في نوائب الزمان

والحوائج وقفة شريف وكريم.

إن لم تعني خيله وسلاحه

فمتى أقود إلى الأعادي عسكرا؟

أهدي إليه هذا الكتاب احتراماً لشخصيه، وحباً

لشمائله، وتقديراً للموافقة ووفاء للإخلاصه واعتزازا به.

المؤلف

عرض مترجم

الحمدلله رب العلمین و الصلوة و السلام علی رسوله

محمد و علی آله و اصحابه اجمعین

امابعد:

دینی خدمات کے حوالے سے علامہ احسان الٰہی ظہیر شہید کا نام اظہر من الشمس ہے، وہ ہمہ جہت شخصیت تھے جنہوں نے انتہائی کم وقت میں عظیم خدمات سرانجام دیں۔ میدانِ خطابت کے شہسوار تھے تو قلم کے دھنی۔ یہ ان کا اخلاص اور للہیت ہی تھی کہ قدرت نے مختصر وقت میں ان سے عظیم کام لئے۔ ایسی نابغہ روزگار ہستیاں روز روز پیدا نہیں ہوتیں جو بیک وقت کئی محاذوں پر خدمات سرانجام دیں۔ کتاب و سنت کا پرچار کیا اور مخالفین کا پردہ چاک کیا اور انہیں علمی و عملی میدان میں دندان شکن جواب دیئے۔

میرے لئے سعادت کا موقع ہے کہ میں علامہ احسان الٰہی ظہیر شہید کی عربی تصانیف کا ترجمہ کر رہا ہوں (وانی یدرك الضالع شأو الضلیع) دورانِ ترجمہ حتیٰ الامکان کوشش رہی کہ میں علامہ شہید کے فرمودات کو انہی کے انداز میں بیان کروں تاکہ ترجمہ کے بجائے طبع زاد تالیف ہونے کا تاثر ملے۔ وما توفیقی الا باللہ. میری یہ کوشش کس حد تک کامیاب رہی، اس کا فیصلہ تو قارئین ہی کریں گے۔ افادہ عام کیلئے سہل زبان استعمال کی گئی تاہم علامہ شہید کا علمی انداز بھی ملحوظ خاطر رہا۔ تمام مندرجات کے حوالہ جات بھی ساتھ دیئے گئے جس کی وجہ سے نتیجہ تک پہنچنا کسی بھی صاحب شعور کیلئے مشکل نہ ہوگا۔

دعا ہے کہ باری تعالٰی کے ہاں بھی یہ خدمت سند قبولیت حاصل کرے۔

حافظ محمد مسعود

0321-4212353

المقدمة

حمداً لله على نعمه الظاهرة و الباطنة كما يليق بجلاله و جنابه ، وصلاة و سلاما على رسوله خير النبيين و اشرف المرسلين ، ومن تمسك بسنته ، وعض عليها بالنواجذ ، واهتدى به من اصحابه و اهل بيته و اتباعه الى يوم الدين ، و بعد:

تصوف کا موضوع طویل عرصے سے زیر مطالعہ تھا' مگر اپنی کچھ مصروفیات کی بنا پر میں اس پر کچھ لکھنے بارے پس و پیش سے کام لیتا رہا۔ کبھی میں اس بارے اپنا ذہن بنا لیتا اور کبھی دیگر مصروفیات رکاوٹ بن جاتیں۔

لیکن جب میں نے دیکھا کہ لوگ تصوف کے بارے میں جاننے اور پڑھنے کے بہت مشتاق ہیں' اس جماعت کے بارے میں' ان کے افکار' آراء اور عقائد کے بارے میں جاننے کیلئے بے چین ہیں' اور متجسس ہیں کہ تصوف کی حقیقت کیا ہے اور اس کا اصل مقام کیا ہے؟ چنانچہ لوگوں تک صحیح بات پہنچانے کیلئے میں نے اپنا تردد ختم کیا، کیونکہ مجھے احساس تھا کہ اگر میں اسی طرح تذبذب کا شکار رہا تو کہیں ایسا نہ ہو کہ میں اللہ پاک کی اس وعید کا شکار ہو جاؤں:

﴿وان فريقا منهم ليكتمون الحق و هم يعلمون﴾(۱)

و ﴿ولا تكتموا الشهادة و من يكتمها فانه اثم قلبه﴾(۲)

و قوله: ﴿لم تلبسون الحق بالباطل و تكتمون الحق وانتم تعلمون﴾(۳)

خدا شاہد ہے کہ ہمارا یہ تذبذب کسی خوف اور خطرے کے پیش نظر نہ تھا' کیونکہ ہمیں تو طویل عرصے سے گمراہ' غالی اور باطل فرقوں کی طرف سے تہدید آمیز پیغامات مل رہے تھے، ہم نے ان گمراہ فرقوں کا سارا کچا چٹھا کھول دیا تھا اور اس کو عوام کے سامنے پیش کر دیا۔ جن چیزوں کو یہ چھپا رہے تھے اور جو باتیں ان کے ہاں عام لوگوں کیلئے شجر ممنوعہ تھیں' ہم نے صاف صاف اسے دوسروں کے سامنے بیان کر دیا۔ ان کے چہرے سے تقیہ کا وہ نقاب نوچ ڈالا جو انہوں نے حقیقت

کو چھپانے کیلئے اپنے چہروں پر اوڑھا ہوا تھا۔ اسی طرح ان کے اصل عقائد اور تعلیمات سے بھی نقاب کشائی کی۔ اس لئے میری جان، مال اور میری عزت تو ہمیشہ ہی اللہ تعالیٰ کی رضا اور اس کی خوشنودی کیلئے وقف رہی ہے:

﴿ان صلاتی ونسکی و محیای و مماتی لله رب العالمین لا شریك له وبذلك امرت و انا اول المسلمین﴾ (۴)

میری جان، میری عزت اور میرا مال اللہ تعالیٰ کے احکام اور حضور کی سنت پر قربان ہے۔

فان ابی و والدتی و عرضی
لعرض محمد منکم وقاء

میرے ماں باپ اور میری عزت محمدؐ کے ناموس اور تحفظ کیلئے قربان ہے۔

یہی طریقہ صحابہ کرامؓ کا بھی تھا، جو حضورؐ کے تلامذہ اور رفقاء تھے۔

فدت نفسی و ما ملکت یمینی
فوارس صدقوا فیهم ظنونی

میری جان اور میری ہر چیز قربان، ان شہسواروں پر جنہوں نے میرا گمان سچ کر دکھایا۔

میرا تذبذب اپنی جان اور مال کے تحفظ کیلئے نہ تھا، کیونکہ زندگی کیلئے تو اللہ تعالیٰ نے ایک وقت مقرر کر رکھا ہے، اور وقت جب آتا ہے تو پورا ہو کر ہی رہتا ہے۔

﴿ولکل امة اجل فاذا جاء اجلهم لا یستاخرون ساعة ولا یستقدمون﴾ (۵)

﴿و کان امر الله قدرا مقدورا﴾ (۶)

﴿کل نفس بما کسبت رهینة﴾ (۷)

ابتدا میں میرا خیال تھا کہ بعض غالی لوگوں کی وجہ سے تصوف اور صوفی بدنام ہوئے ہیں اور ان کے اس غلو کی وجہ سے ہر طرف سے ان پر طعن و تشنیع ہو رہی ہے اور انہیں شیعیت سے مشابہت دی جا رہی ہے، لیکن جب میں نے اس موضوع کو گہرائی میں جا کر پڑھا اور صوفیوں کی کتابوں اور

خطوط کا مطالعہ کیا' ان کے طریقوں اور اجتماعات کا مشاہدہ کیا' ان کی خودنوشتوں اور تراجم کے بارے تحقیق کی تو میرے سامنے یہ بات آئی کہ شیعہ کی طرح ان کے ہاں بھی کسی بھی معاملے میں اعتدال نہیں ہے۔ اعتدال ان کے ہاں عنقا ہے۔ جس طرح کوئی شیعہ اس وقت تک کامل شیعہ نہیں کہلاتا جب تک وہ غالی اور متشدد نہ ہو' اسی طرح کوئی بھی صوفی اس وقت تک صوفی نہیں کہلاتا' جب تک کہ وہ اپنے عقائد میں غلو نہ کرے۔ اور اسے اولیا اللہ میں سے اس وقت تک شمار نہیں کیا جاتا' جب تک کہ وہ مخلوق کیلئے بھی اسی طرح کی صفات ثابت نہ کرے' جیسا کہ باری تعالیٰ کی ہیں۔

اسی طرح ابتدا میں میرا خیال یہ تھا کہ میں تصوف کے موضوع پر جو کتاب لکھوں گا' اس کا موضوع ہوگا ''تصوف' اعتدال اور غلو کے درمیان''۔ لیکن جب میں نے یہ کتاب لکھی تو مجھے محسوس ہوا کہ اس طرح کا کوئی موضوع اسم بامسمّٰی نہ ہوگا اور موضوع اور کتاب کے درمیان کوئی مناسبت نہیں ہوگی۔ اس لئے کہ تمام تر کوششوں کے باوجود میں صوفیوں میں اعتدال والی کوئی بات تلاش نہ کرسکا۔ میری خواہش تھی کہ میں اعتدال والا پہلو ان میں تلاش کروں اور ان کے حق میں دلائل دوں اور اگر توافق کی کوئی راہ نکلے تو اس کی تعریف و توصیف کروں اور ان کے باقی مسائل پر مدافعانہ لہجہ اختیار کروں۔ لیکن صوفیوں کی کتابوں کی طویل اور گہری تحقیق کے بعد میرے سامنے دو ہی راستے تھے' یا تو میں خدانخواستہ شیطان کی پیروی کرتے ہوئے بغیر کسی دلیل اور حجت کے خوامخواہ ٹامک ٹوئیاں مارتا پھرتا' یا میں حق اور سچ بات کہتا اور اس بارے میں کسی ملامت کرنے والے کا کوف بھی دل میں نہ رکھتا۔ میری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ مجھے ان دوسرے لوگوں میں شمار کرے۔ مجھے صادقین میں سے بنائے اور مجھے استقامت اور ثابت قدمی عطا کرے۔

امابعد:

یہ ایک نئی کتاب ہے جو ہم اپنے قارئین کے سامنے پیش کرنے جارہے ہیں۔ اس کا موضوع جدید بھی ہے اور قدیم بھی۔ جدید اس اعتبار سے کہ یہ تصوف اور صوفیوں کے بارے میں ہے اور قدیم اس اعتبار سے کہ یہ کتابوں کی تصنیف کا وہی سلسلہ ہے جو ہم طویل عرصے سے شروع

کئے ہوئے ہیں، جس کے بارے میں ہم نے اللہ تعالیٰ سے یہ عہد کیا تھا کہ ہم کتاب وسنت کی روشنی میں ان مسائل کو واضح کرتے رہیں گے۔ان کے بارے میں گفتگو کرتے رہیں گے اور کتاب و سنت کی کسوٹی پر تمام مسائل کو پرکھتے رہیں گے۔ جب تک ہم کتابت اور خطابت پر قادر رہیں گے، جب تک ہماری انگلیوں میں قلم پکڑنے کی سکت رہے گی اور جب تک ہماری قوت گویائی باقی رہے گی، ہم ہر چیز کو تحقیق اور تنقید کے میزان پر رکھیں گے، تاکہ حق اور سچ کھل کر سامنے آئے اور ہم اس کی تبلیغ کریں، اعلاء کلمۃ اللہ کریں، باطل کی تردید کریں اور حق کے چہرے سے شبہات کے بادلوں کو ہٹا کر اسے صاف اور واضح شکل میں مسلمانوں کے سامنے پیش کریں۔

جب ہم نے اس کتاب کا آغاز کیا تو ہمارا خیال یہ تھا کہ ہم اس موضوع پر ایک کتاب لکھیں گے جو تقریباً 300 صفحات پر مشتمل ہوگی، جس میں تصوف کی تاریخ، ابتدا، اس کے بنیادی اصول اور تعلیمات، عقائد، تصوف کا نظام، تصوف کے سلسلے اور تصوف کی مشہور شخصیات شامل ہوں گی، لیکن کتاب کو شروع کرنے کے بعد ہمیں اس بات کا شدت سے احساس ہوا کہ یہ موضوع اتنا اہم اور طویل ہے کہ ایک سے زائد کتابوں کا متقاضی ہے اور کم از کم دو کتابیں تو ہونی ہی چاہئیں۔ پہلی کتاب ایسی ہو جو کہ تصوف کی بنیاد اور اس کے مصادر پر مشتمل ہو۔ یہ ایک ایسا موضوع ہے جو بنیادی اہمیت کا حامل ہے اور آج تک بہت کم لوگوں نے اس کو تفصیل سے بیان کیا ہے۔ جو لوگ اس موضوع پر لکھتے رہے، انہوں نے تصوف کے بارے میں بحث تو کی لیکن تصوف کی بنیاد اور اس کے مصادر پر صرف ایک طائرانہ نظر ہی ڈالی، حالانکہ مصادر اور مآخذ کی اہمیت زیادہ ہے اور مصادر اور مآخذ سے ہی کسی بھی جماعت کے افکار اور اس کے بنیادی خیالات کا ہمیں پتہ چلتا ہے۔ بعض دفعہ ایسا بھی ہوتا ہے کہ کسی بھی علم یا کسی بھی چیز کے مصادر اس جماعت کے دیگر افکار سے زیادہ اہمیت کے حامل ہوتے ہیں، کیونکہ جب دلائل پیش کئے جاتے ہیں یا جب اس مسلک کے عقائد سامنے لائے جاتے ہیں تو اس وقت اُن دلائل اور عقائد کے پیچھے یہی اصول اور مصادر کام کر رہے ہوتے ہیں اور وہ سارے دلائل اور عقائد ان اصولوں اور مصادر کے تابع ہوتے ہیں، لہٰذا ہم نے اپنی اس کتاب میں تصوف کے اصول، بنیاد اور مصادر کو انتہائی تفصیل سے بیان کیا، تاکہ ہر شخص کو

آغاز ہی سے اس کے بارے میں مکمل معلومات حاصل ہوسکیں۔اس کتاب میں ہم نے تصوف کی بنیادوں کو بیان کیا اور اس کتاب کو مکمل کرنے کے بعد ہم اب اسے قارئین اور محققین کے سامنے پیش کر رہے ہیں اور اللہ تعالیٰ سے دعا گو ہیں اور امید کرتے ہیں کہ یہ کتاب پڑھنے والوں کی رضامندی حاصل کرلے گی۔

مجھے یہ بھی یقین ہے کہ اس کتاب کے لکھنے کے ذریعے ہم نے ایک اہم کام مکمل کیا ہے اور ایک ایسے راستے کو بند کرنے کی کوشش کی ہے جسے بہر حال بند کیا جانا چاہئے۔اس کتاب میں ہم نے بھرپور کوشش کی ہے کہ حوالہ جات مکمل طور پر بیان کئے جائیں۔ جہاں کوئی لفظ یا عبارت کسی اور کتاب سے نقل کی گئی ہے تو اس کتاب کا نام اور مکمل حوالہ موجود ہو۔جو اقتباس نقل کیا گیا ہے اس اقتباس کے اوپر اس کتاب کے بارے میں معلومات ہوں جس سے وہ اقتباس لیا گیا ہے۔یہ تمام حوالے جو میں نے پیش کئے ہیں' انتہائی قابل اعتماد کتابوں کے ہیں اور یہ ایسے مصادر ہیں جن پر ہر شخص اعتماد کرتا ہے' بالخصوص اس کتاب کا جو تیسرا باب ہے' یعنی تصوف اور تشیع۔اس میں' میں نے ایسے حوالہ جات نقل کئے ہیں جنہیں شیعہ حضرات بھی تسلیم کرتے ہیں اور وہ کتابیں ان کے ہاں بھی مسلمۃ الثبوت ہیں۔ مجھے یہ اعتراف کرنے میں کوئی عار نہیں ہے کہ اس کتاب کی تالیف کے دوران میں نے بہت سے ایسے محققین کے حوالے نقل کئے ہیں جنہوں نے اس موضوع پر قابل قدر کام کیا ہے۔چنانچہ قارئین ان حوالہ جات کو دیکھیں گے' لیکن اس کتاب میں انھیں یہ بات بھی واضح طور پر نظر آئے گی کہ ہم نے کچھ ایسی اشیاء پیش کی ہیں جن سے ابھی تک کسی اور نے بحث نہیں کی اور ایسے پہلو سامنے لائے ہیں جن کی طرف عام محققین کی نظر نہیں گئی۔اسی طرح ہم نے تصوف کی دوسرے مذاہب کے ساتھ واضح مشابہت کو بھی بیان کیا اور اس مشابہت کو ثابت کرنے کیلئے ہم نے دونوں طرف سے بہت سے دلائل نقل کئے۔میری کوشش یہ رہی کہ ان دلائل کو نقل کرنے میں کوئی تصنع یا تکلف نظر نہ آئے اور عبارت بالکل بدیہی اور استدلالی محسوس ہو۔بہر حال ہر اعتبار سے میں نے اس موضوع کو جامع اور مانع بنایا ہے اور اس کے مالھا و ماعلیھا کو مکمل طور پر بلا ردو قدح نقل کردیا ہے' لیکن اس انداز سے نقل کیا ہے کہ ہر سننے والا اس کے مندرجات اور حوالہ

جات سے قطعاً انکار نہیں کر سکتا۔ ایک اور پہلو جو انتہائی اہم ہے مگر اس پر پہلے محققین کی نظر نہیں گئی' اس اعتبار سے مجھے یہ تفرد حاصل ہے کہ میں نے اس کو نقل کیا۔ وہ یہ ہے کہ شیعہ اور صوفی بہت سے عقائد میں مشترک ہیں' مثلاً شیعہ اور صوفی' دونوں حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کے بعد نبوت کے اجراء پر متفق ہیں۔ اسی طرح ان دونوں کا عقیدہ یہ ہے کہ ختمی مرتبتؐ کے بعد بھی وحی نازل ہوتی ہے' فرشتے آتے ہیں' اللہ تعالیٰ ان سے کلام کرتے ہیں' زمین میں ہر وقت ایک شخص ضرور ایسا رہتا ہے جس کی وجہ سے یہ دنیا قائم ہے' کوئی بھی عبادت اس کے بغیر قبول نہیں ہوتی' وصی اور ولی کو نبی پر فضیلت ہے، شریعت منسوخ ہو چکی ہے' بہت سی چیزیں جو دورِ رسالتؐ میں ممنوع تھیں' اب وہ مباح ہو چکی ہیں۔ اور اس طرح کے بہت سے اہم اور متعدد موضوعات میں نے بیان کئے ہیں اور اس پر میں اللہ تعالیٰ کا شکر گزار ہوں۔ اس کتاب کے دوسرے حصے میں میں ہم نے عیسائیت کو تصوف کا ایک اہم مصدر بتایا ہے' اور اپنے اس موٴقف کو بہت سے حوالوں سے ثابت کیا جو عیسائیوں اور صوفیوں کی کتب سے منقول ہیں اور بفضل اللہ تعالیٰ اس پہلو کو سب سے پہلے میں نے ہی بیان کیا ہے۔ اس کتاب اور تصوف کی بحث کو شروع کرتے ہوئے میں نے تین چیزوں کو مدنظر رکھا:

1- صرف صوفیوں کی کتابوں سے حوالہ جات نقل نہیں کئے بلکہ اس کے ساتھ ساتھ دیگر مذاہب کی کتابوں کے حوالے بھی نقل کئے اور ان کی ایسی کتابوں سے حوالے بیان کئے ہیں جنہیں عام طور پر ثقہ سمجھا جاتا ہے اور جو اُن کے ہاں معروف کتابیں ہیں۔ اس لئے جب دونوں طرف کے موٴقف سامنے آجاتے ہیں تو ایک عام قاری کو آسانی سے بات سمجھ میں آجاتی ہے اور بات کو سمجھنے یا کسی نتیجے تک پہنچنے کیلئے اس کا عالم یا کسی مسئلے پر محقق ہونا ضروری نہیں ہے۔ ہر آدمی وضاحت کے ساتھ اور آسانی سے نتیجے تک پہنچ جاتا ہے۔

2- صوفیوں اور عیسائیوں کے دلائل کے علاوہ میں نے دیگر مسلمانوں اور مستشرقین کی باتیں بھی نقل کی ہیں جنہوں نے تصوف کے موضوع پر تحقیق کی اور ایک اعتبار سے یہ خارجی گواہی بن جاتی ہے کہ وہ تصوف اور عیسائیت کے اشتراک کو کس نظر سے دیکھتے ہیں؟

3- تمام نصوص اور دلائل نقل کرتے ہوئے میں نے اس امر کو ملحوظ خاطر رکھا کہ متقدمین اور متاخرین صوفیوں کے اقوال نقل کئے جائیں۔ ایسے صوفی جو اعتدال کے حوالے سے معروف و مشہور ہیں' اور ایسے ہی وہ لوگ بھی جن کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ یہ غالی ہیں' تاکہ دونوں طرف کی باتیں سامنے آجائیں اور قاری کو کسی نتیجے تک پہنچنا آسان ہو۔

اسی طرح ہم نے یہ بھی کوشش کی ہے کہ تمام حوالہ جات مختلف کتابوں سے لئے جائیں اور یہ کتابیں بھی کسی ایک زمانے کی نہ ہوں بلکہ ابتدائی' درمیانی اور آخری زمانے کی تمام کتابوں کو شامل کیا گیا ہے تاکہ یہ موضوع ہر اعتبار سے کامل، مکمل اور جامع و مانع ہو جائے اور اس کا کوئی پہلو بھی تشنہ نہ رہے۔ اللہ پاک کا شکر ہے کہ جس نے مجھے اس کام کی توفیق دی ہے اور اللہ تعالیٰ کی مدد میرے شامل حال رہی اور اسی کی وجہ سے میرے لئے اس کتاب کو مکمل کرنا ممکن ہوا۔ یہاں یہ بات بھی قابل ذکر ہے کہ یہ پہلی کتاب تو تصوف کی بنیاد اور اسکے ابتدائی اصول پر مبنی ہے' لیکن اس موضوع پر جو دوسری کتاب ہوگی' وہ انشاء اللہ صوفیوں کے عقائد اور ان کی تعلیمات پر مشتمل ہوگی' اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ یہ کتاب صوفیوں کے عقائد سے خالی ہے' بلکہ اس کا بھی بڑا حصہ صوفیوں کے عقائد پر مشتمل ہے' لیکن چونکہ ہم نے اس کتاب میں تصوف کے مبادی کو انتہائی تفصیل سے بیان کیا ہے' اس لئے بعض دفعہ پڑھنے والا یہ سمجھتا ہے کہ شاید اس کتاب میں صرف مبادی اور مصادر سے ہی بحث کی گئی ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ ان مبادی اور مصادر کو ثابت کرنے کیلئے ہم نے صوفیوں کے عقائد کو بھی بطور ثبوت پیش کیا جو ان کے اور دیگر مسالک کے درمیان مابہ الامتیاز ہیں۔ پھر ہم نے بحث کو آگے بڑھاتے ہوئے یہ بات بیان کی کہ یہ سارے عقائد صوفیوں نے کن سے لئے ہیں؟ اصل میں صوفیوں کی یہ تعلیمات کن کی ہیں؟ یہ ساری داخلی شہادات ہیں۔ اس لئے اس کتاب کا عنوان "التصوف' المنشا و المصادر" رکھا' یعنی موضوع کا ہر پہلو سے احاطہ کرنے کیلئے ہم نے اس کی بنیادی باتوں کو بیان کر دیا تاکہ حقیقت حال کھل کر سامنے آجائے اور دودھ کا دودھ اور پانی کا پانی ہو جائے۔ ہر چیز کی حقیقت نکھر کر سامنے آجائے' میرا خیال ہے کہ یہی عقل اور انصاف کی بات ہے۔

ایک اور اہم نکتہ جس کی طرف اس سے قبل بھی میں نے اشارہ کیا ہے اور میں دوبارہ اسے بیان کرنا چاہتا ہوں' وہ یہ ہے کہ ہم نے غیر جانبدار رہ کر اس پوری بحث کو بیان کیا ہے۔ کتاب کو پڑھنے والا ہر شخص واضح طور پر اس بات کو محسوس کرے گا کہ میں نے کہیں بھی اپنا فیصلہ نہیں سنایا۔ میں نے اقوال بھی مشہور اور معروف صوفیوں کے نقل کیے ہیں جو اس فرقے کے ماننے والوں کے ہاں معتبر ہیں' اور ان کے یہ اقوال میں بطور استشہاد لے کے آیا ہوں' یعنی وہ بات کو ثابت کرنے کیلئے شہادت ہیں' یہ ان کے موقف کیخلاف دلیل نہیں ہیں۔ حلاج اور اس طرح کے مشہور لوگ جو غالی صوفی ہیں' ان کی کسی بات کو نقل نہیں کیا' تاکہ کوئی شخص یہ تہمت نہ لگائے کہ ہم نے صرف غالی صوفیوں کے عقائد کو بیان کیا ہے اور غالی صوفیوں کی باتوں کو نقل کر کے ہم نے پورے تصوف پر اپنا فیصلہ ثابت کر دیا۔ اگرچہ ہم یہ بات پہلے ہی بیان کر چکے ہیں کہ صوفیوں اور تصوف میں کوئی اعتدال نہیں ہے لیکن اس کے باوجود میں نے کوشش کی ہے کہ ایسے صوفیوں کے حوالے نقل کیے جائیں جنہیں ہر شخص تسلیم کرے۔ یہاں یہ بات بھی میں واضح کر دینا چاہتا ہوں کہ تصوف اور زہد میں بڑا فرق ہے۔ کوئی زاہد صوفی اور صوفی زاہد نہیں ہوتا۔ تصوف زہد سے بالکل علیحدہ چیز ہے' اس لئے کہ تصوف کی اپنی ایک شکل ہے' نظام ہے' اصول ہے' قواعد اور بنیادیں ہیں' کتابیں اور تصنیفات ہیں۔ جبکہ آخرت کو دنیا پر ترجیح دینے کا نام ہے اور تصوف دنیا کو چھوڑ دینے کا نام ہے۔ زہد حرام سے بچنے' حلال پر قناعت کرنے' اللہ پاک کی تمام نعمتوں سے بھرپور فائدہ اٹھانے اور دوسروں کو اللہ کی نعمتوں میں شامل کرنے' گھر والوں' بھائیوں اور دوستوں کی خدمت کرنے کا نام ہے۔ جبکہ تصوف حلال کو حرام کرنا' حلال چیزوں کو چھوڑنا' ترک از دواج' گھر بار چھوڑنا اور اپنے آپ کو تکلیف اور سزا دینے کا نام ہے۔ زہد کی بنیاد کتاب وسنت ہے' جبکہ تصوف کی بنیاد یہ نہیں ہے۔ اس لئے میں اپنی دوسری کتاب میں انشاء اللہ تصوف کی جو بنیادی کتب ہیں' ان کو بیان کروں گا' جن میں مشہور اہل تصوف کا تعارف' بہت سی کتب جن میں سے قواعد التصوف' الرسالہ القشیریہ' قوت القلوب اور عوارف المعارف ہیں' اس کے علاوہ بھی بہت سی کتابیں ہیں جن کا ذکر آپ اس کتاب کے دوسرے حصے میں پڑھیں گے۔ لہٰذا جب ہم تصوف کے بارے میں کہتے ہیں تو اس سے مراد زہد نہیں ہوتا بلکہ

تصوف کی وہ معروف صورت ہے جس کے بارے میں ہم آگے تفصیل سے بیان کریں گے۔ زہد کے بارے میں تو ترمذی شریف میں ایک مشہور بات نقل ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

''زہد حرام کو حلال کرنے اور مال کو ضائع کرنے کا نام نہیں ہے بلکہ زہد یہ ہے کہ جو تیرے ہاتھ میں ہے تجھے اس سے زیادہ اللہ کی قدرت پر یقین ہو اور جب تو کسی مصیبت میں پڑ جائے تو اس میں رہنے کی بجائے اس کے ثواب کی زیادہ رغبت ہو اس لئے کہ اللہ تعالیٰ کا ارشادِ مبارک ہے ''لکیلا تاسوا علی مافاتکم ولا تفرحوا بما آتاکم''(۸) (جو چیز گزر گئی، اس پر افسوس مت ظاہر کرو اور جو چیز آنے والی ہے اس پر بے جا خوشی کا اظہار نہ کرو)۔

صوفیوں اور شیعوں کے درمیان ایک اور قدر مشترک یہ ہے کہ ان دونوں کے درمیان اعتدال کہیں بھی نہیں ہے۔ شیعیت پر طویل تحقیق کے بعد یہ بات ہمارے سامنے آئی کہ شیعوں کا کوئی فرقہ بھی ایسا نہیں ہے جس کے بارے میں کہا جا سکے کہ وہ معتدل ہے۔ غلو مذہب شیعہ کے لوازمات میں سے ہے اور اسی کو مشہور شیعہ مصنف مامقانی بھی اپنی کتاب میں بار بار ذکر کرتا ہے، اسی طرح تصوف بھی غلو سے خالی نہیں۔

میری دعا ہے کہ باری تعالیٰ ہمیں امت وسطہ بنائے۔ وہ امت جو اعتدال کی راہ پر چلنے والی ہے۔ جو اللہ کی بات کو سنتی ہے اور اس کا اتباع کرتی ہے۔ جو کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ ﷺ کو مضبوطی سے پکڑتی ہے۔ جو ہر صورت میں اللہ اور اللہ کے رسول کے احکامات کا دفاع کرتی ہے۔ جو اصحابِ محمد و اہل بیت کی عظمت کو بیان کرتی ہے۔ جو مسلک حقہ اور سلف صالحین کے منہج پر قائم ہے۔ جو گمراہ لوگوں کے عقائد کا پردہ چاک کرتی ہے۔ جو باطل اور کج رو لوگوں کے مکر کو عوام کے سامنے لاتی ہے، جن کے دلوں کو اللہ تعالیٰ نے اتنا مضبوط کر دیا ہے کہ وہ باطل کی کثرت اور ان کے گروہوں اور فرقوں سے خوف نہیں کھاتے، بلکہ وہ ان حاسد اور منتقم مزاج لوگوں سے یہ کہتے ہیں کہ ''ان ولیی اللہ الذی نزل الکتاب وھو یتولی الصالحین''(۹) ''ہمارا ہمدم اور ساتھی تو اللہ تعالیٰ ہے جس نے کتاب نازل کی اور جو نیک لوگوں کا دوست ہے۔'' وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین۔

احسان الٰہی ظہیر

ابتسام کاٹیج شادمان لاہور

فروری 1986 بمطابق جمادی الآخر 1406ھ

حوالہ جات

(۱) سورۃ البقرہ، آیت 146

(۲) سورۃ البقرہ، آیت 283

(۳) سورۃ آل عمران، آیت 71

(۴) سورۃ الانعام، آیت 163

(۵) سورۃ الاعراف، آیت 34

(۶) سورۃ الاحزاب، آیت 38

(۷) سورۃ المدثر، آیت 38

(۸) فتاویٰ شیخ الاسلام، جلد 10، ص 641، مطبوعہ الریاض

(۹) سورۃ الاعراف، آیت 96-195

پہلا باب

تصوف کی بنیاد اور تاریخ

اسلام آسانی اور فطرت کا دین ہے۔ اسی فطرت پر اللہ تعالیٰ نے ہر انسان کو پیدا کیا۔ یہ دین اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب ﷺ کے قلب اطہر پر اُتارا۔ چنانچہ ارشاد ربانی ہے: ”**ھو الذی ارسل رسوله بالھدی و دین الحق لیظھرہ علی الدین و کفی باللہ شھیداً**“(۱)(وہ اللہ تعالیٰ جس نے اپنے رسول کو دین حق دے کر بھیجا تا کہ یہ دین تمام دیگر ادیان پر غالب آجائے اور اللہ کی گواہی کافی ہے)۔

اسی طرح اللہ تعالیٰ نے ہمیں یہ حکم دیا ہے کہ ہم اس دین کو مضبوطی سے پکڑیں اور اس دین کی حقانیت کو لوگوں کے سامنے پیش کریں تا کہ ہر شخص اسے تسلیم کرے اور اس پر مضبوطی سے عمل کرے۔ دین اللہ تعالیٰ کی وحدانیت اور نبی اکرم ﷺ کی رسالت کے اقرار کا نام ہے۔ اسی طرح اس کے دیگر بنیادی ارکان: پانچ نمازوں کو ادا کرنا' سال گزرنے کے بعد نصاب کے مالک ہونے پر زکوۃ ادا کرنا' بارہ مہینوں میں سے ایک یعنی رمضان کے روزے رکھنا اور حج ادا کرنا۔ حدیث جبریل میں ہے کہ حضرت جبریلؑ ایک مرتبہ انسانی شکل میں حضورؐ کے پاس حاضر ہوئے اور سوال کیا: یا رسول اللہ! مجھے اسلام کے بارے میں بتائیں۔ حضورؐ نے ارشاد فرمایا کہ اسلام یہ ہے کہ تو اللہ کی وحدانیت اور محمد ﷺ کی رسالت کا اقرار کرے' نماز ادا کرے' زکوۃ دے' رمضان کے روزے رکھے' اور اگر تجھے قدرت ہو تو بیت اللہ کا حج کرے۔ (۲)

مشہور حدیث اعرابی ہے کہ ایک دیہاتی شخص حضورؐ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوا اور کہا یا رسول اللہؐ مجھے وہ عمل بتائیں کہ جسے میں کروں تو سیدھا جنت میں داخل ہو جاؤں۔ حضورؐ نے ارشاد فرمایا: اللہ کی عبادت کرو اور کسی کو اللہ کے ساتھ شریک نہ کرو' فرض نماز ادا کرو' فرض زکوۃ ادا کرو' فرض رمضان کے روزے رکھو۔ وہ دیہاتی کہنے لگا ”اس ذات کی قسم جس کے قبضے میں میری جان ہے' میں ان چیزوں میں سے کوئی چیز کم کروں گا اور نہ ہی کوئی

زیادہ۔'' جب وہ شخص جانے لگا تو حضورؐ نے صحابہؓ سے ارشاد فرمایا کہ جو شخص کسی جنتی کو دیکھنا چاہتا ہے' وہ اس شخص کو دیکھ لے۔(۳)

ایک اور اعتبار سے آپ کہہ سکتے ہیں کہ اسلام اللہ اور اس کے رسول کے احکام کو ماننے اور جن چیزوں سے اللہ اور اس کے رسول نے منع کیا ہے' ان سے بچنے کا نام ہے۔اسی طرح حضورؐ کی زندگی کی طرح اپنی زندگی گزارنا اور ان طریقوں اور عادتوں کو اپنانا' جنہیں حضورؐ کے صحابہ کرام نے اپنایا۔جیسا کہ قرآن حکیم میں آیا ہے:

"اطیعوا اللہ والرسول لعلکم ترحمون"(۴)

نیز"اطیعوا اللہ ورسولہ ولا تولوا عنہ و انتم تسمعون"(۵)

نیز"من یشاقق اللہ ورسولہ فان اللہ شدید العقاب"(۶)

نیز"الم یعلموا انہ من یحادد اللہ و رسولہ فان لہ نار جھنم خالدا فیھا ذلك الخزی العظیم"(۷)

نیز"وما آتاکم الرسول فخذوہ وما نھاکم عنہ فانتھوا"(۸)

نیز"ومن یطع اللہ ورسولہ فقد فاز فوزا عظیما"(۹)

نیز"لقد کان لکم فی رسول اللہ اسوۃ حسنۃ لمن کان یرجو اللہ والیوم الآخر"(۱۰)

نیز"واتبع سبیل من اناب الی ثم الی مرجعکم فانبئکم بما کنتم تعلمون"(۱۱)

اللہ تعالیٰ اور اس کے رسولؐ کے اوامر و نواہی کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ ﷺ میں موجود اور محفوظ ہیں۔وہ کتاب جسے اللہ تعالیٰ نے سید البشر' خاتم الانبیا والرسل پر نازل کیا' جس کو خدا نے ذکرِ حکیم' فرقان مجید' فرقانِ حمید اور قرآن مجید کا لقب دیا' جسے اللہ تعالیٰ نے شفا' ذریعہ ہدایت اور رحمۃ للمومنین قرار دیا اور حضورؐ کی سنت جسے خدا نے حکمت کہا' جیسا کہ اللہ پاک کا ارشاد ہے:"ویعلمکم الکتاب والحکمۃ" اسی طرح حدیث نبوی بھی ہمارے پاس موجود ہے جو

حضورؐ کے اقوال، افعال اور آپ کی تقریرات پر مشتمل ہے۔ یہ دونوں چیزیں یعنی کتاب وسنت جن کا ذکر حضورؐ نے کیا اور اپنی اُمت کو بھی حکم دیا کہ وہ ان دونوں چیزوں کو مضبوطی سے پکڑیں اور اس پر عمل کریں۔ چنانچہ حدیث نبوی ہے ''میں تم میں دو چیزوں کو چھوڑ کر جا رہا ہوں۔ جب تک تم ان دو چیزوں کو مضبوطی سے پکڑے رہو گے کبھی گمراہ نہیں ہو گے۔ وہ اللہ کی کتاب اور اس کے رسول کی سنت ہے۔'' (۱۲)

پھر حضورؐ نے کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ ﷺ کی روشنی میں اپنے صحابہ کی یہ مثالی تربیت کی تاکہ قیامت تک آنے والے تمام انسانوں کیلئے صحابہ کرامؓ رہنمائی کا فریضہ سرانجام دے سکیں۔ تاکہ جو حضور کی سنت پر چلنا چاہے، اس کے کیلئے صحابہؓ کا عمل مشعل راہ بنے۔ صحابہ کرامؓ، اللہ تعالیٰ کے احکام اور حضورؐ کے فرمودات کی عملی صورت ہیں۔ جو حضور کی ہر بات کا اتباع کرتے ہیں، اقتدا کرتے ہیں اور اس میں اپنی طرف سے کوئی بھی چیز شامل نہیں کرتے۔ جو ہر معاملے کو حضورؐ کے سامنے پیش کر دیتے تھے اور ہر صورت میں اللہ تعالیٰ کی مرضی کے تابع تھے۔ حضورؐ کے احکامات پر مکمل عمل پیرا تھے۔ حضور کے طریقے پر چلنے والے اور حضور کے نہج کا اتباع کرنے والے تھے۔ نہ کبھی انہوں نے احکاماتِ خداوندی سے بغاوت کی اور نہ ہی اس کی مخالفت کی، نہ ہی کبھی دین اور دنیا کے معاملے میں افراط وتفریط کا شکار ہوئے۔ انہی لوگوں کے بارے میں اللہ پاک کا ارشاد ہے "اولئك الذين هدى الله فبهداهم اقتده" (۱۳) ''یہی وہ لوگ ہیں جن کی رہنمائی اللہ تعالیٰ نے کی ہے اور آپ بھی ان کی زندگی کی اقتدا کریں۔''

صحابہ کرامؓ سارے ہی منتخب، برگزیدہ اور چنیدہ لوگ تھے اور صحابہ کی تمام مخلوق پر فضیلت تو ثابت ہے ہی، ان صحابہ میں سے بیعت الرضوان میں جو لوگ شریک ہوئے اور جنہوں نے حضورؐ کے ہاتھ پر حدیبیہ کے موقع پر بیعت کی، وہ سب سے افضل ہیں۔ ان کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے اپنی رضا کی خوشخبری نازل کی اور ان کے بارے میں کہا کہ ان کے ہاتھ کے اوپر اللہ کا ہاتھ تھا، چنانچہ ارشادِ ربانی ہے "لقد رضی الله عن المومنین اِذ یبایعونك تحت الشجرة" (۱۴) ''اللہ تعالیٰ ان مومنوں سے راضی ہو گئے جب وہ بیعت کر رہے تھے آپ کے ہاتھ پر،

درخت کے نیچے۔"

اسی طرح ایک اور مقام پر ارشاد فرمایا "ان الذین یبایعونك انما یبایعون الله ید الله فوق ایدیھم" (۱۵) "وہ لوگ جو آپ کے ہاتھ پر بیعت کر رہے تھے، وہ دراصل اللہ کے ہاتھ پر بیعت کر رہے تھے۔ اللہ کا ہاتھ ان کے ہاتھ کے اوپر تھا۔"

پھر ان حضرات سے مرتبت اور مقام کے اعتبار سے اہلِ بدر افضل ہیں جن کے بارے میں اللہ پاک کا ارشاد ہے: "اے اہل بدر اب تم جو چاہے کرو تمہارے لیے جنت واجب ہوگئی۔" (۱۶) اہل بدر سے زیادہ فضیلت والے وہ لوگ ہیں جن کو اس دنیا میں ہی حضورؐ نے زبانِ اطہر کے ذریعے جنت کی خوشخبری دی۔ وہ زبان جس سے یاوہ گوئی کا کوئی امکان ہی نہیں اور جو زبان وحی کے علاوہ کچھ کہتی ہی نہیں، اس زبان سے ان لوگوں کو جنت کی خوشخبری ملی۔ یہ دس صحابی ہیں جو عشرہ مبشرہ کے نام سے مشہور ہیں۔ "لھم البشری فی الحیاۃ الدینا و فی الآخرۃ لا تبدیل لکلمات الله، ذلك ھو الفوز العظیم" (دنیا اور آخرت میں ان کیلئے خوشخبری ہے، اللہ کا یہ فیصلہ ہے اور اللہ کے فیصلے میں کوئی تبدیلی نہیں ہوتی، یہ بہت بڑی خوشخبری ہے)۔

عشرہ مبشرہ سے بھی افضل وہ لوگ ہیں جن کے بارے میں حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا ارشاد ہے "خیر الخلائق بعد نبی الله ابوبکر ثم عمر" (۱۷) "حضورؐ کے بعد اللہ پاک کی ساری مخلوق میں سے سب سے بہتر حضرت ابوبکرؓ اور پھر حضرت عمرؓ ہیں۔" لہٰذا جو شخص اسلام کو عملی صورت میں دیکھنا چاہتا ہے تو اسے صحابہ کرام کی زندگی کا مطالعہ کرنا چاہئے۔ ان کی ذات، اخلاق، عادات، اقوال و افعال کا مطالعہ کرنا چاہئے، اس لئے کہ یہ اسلام کی صحیح مثال ہے، اسلام کی کامل اور مکمل عملی صورت ہے۔

صحابہ کرام اس دینی درسگاہ کے اولین طالبعلم تھے، جس کے استاد حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم تھے، جو نبی ہونے کی وجہ سے معصوم اور محفوظ تھے اور جنہیں اللہ تعالیٰ کی وحی کے ذریعے تائید حاصل ہوتی تھی، جنہوں نے انسانیت کی صراطِ مستقیم کی طرف رہنمائی کی۔ اس لئے اللہ تعالیٰ نے اپنی رضا اور جنت میں داخل ہونے کیلئے حضورؐ کی اتباع کو شرطِ اول قرار دیا اور قرآن پاک میں واضح طور پر

ارشاد فرمایا"والذین اتبعوهم باحسان رضی الله عنهم و رضوا عنه"(۱۸) درحقیقت یہی لوگ اولیاء اللہ تھے جن کے بارے میں اللہ پاک فرماتے ہیں" یہ وہ لوگ ہیں جن کیلئے اللہ تعالیٰ نے ایمان کو پسند کیا اور جن کے لئے کفر اور فسوق اور عصیان کو ناپسند کیا' یہی لوگ کامیاب ہیں۔" امت کیلئے یہ رہنما اور مشعل راہ ہیں اور حق اور باطل کی پہچان اور فرق کرنے کیلئے یہ واضح معیار ہیں' انہیں دیکھ کر اور ان کی زندگیوں کا مطالعہ کرکے ہر شخص حق اور باطل کے درمیان واضح لکیر کھینچ سکتا ہے۔

تو ہر وہ عمل جو صحابہ کرام کے عمل کے مخالف ہوگا' ہر وہ قول جو ان کے قول کے مخالف ہوگا اور زندگی گزارنے کا ہر وہ طریقہ جو صحابہ کی زندگی گزارنے کے طریقہ سے مخالف ہوگا' اس طریقے کا اسلام میں کوئی اعتبار نہیں ہے اور ایسا کوئی بھی طریقہ مردود اور غیر مقبول ہوگا۔ اس لئے کہ صحابہ کرام نے حضورؐ کی زندگی کا مشاہدہ اور مطالعہ کیا۔ حضورؐ کے اقوال اور آپؐ کے فرمودات آپ کی زبان سے سنے اور یہ ایسا امتیاز ہے جو کسی اور کو حاصل نہیں۔ اسی طرح ان صحابہ کرامؓ کی تربیت حضورؐ نے فرمائی اور آپ جیسی تربیت ظاہر ہے کہ اور کوئی بھی نہیں کر سکتا۔ انہیں حضورؐ کے سامنے زانوئے تلمذ تہہ کرنے کا شرف حاصل ہوا ہے۔ یہ صحابہ کرام حضورؐ کے ساتھ اقوال وافعال میں انتہائی مشابہت رکھتے تھے' ان کے اخلاق' عادات' عبادات' معاملات' رہن سہن اور معیشت کا انداز بالکل وہی تھا جو حضورؐ کا تھا۔ لہٰذا حضورؐ نے مسلمانوں کو صحابہ کرام کی اتباع کا حکم دیا اور ایک حدیث مبارکہ میں اسی حکم کی جانب اشارہ ہے۔ حضورؐ نے فرمایا"ما انا علیه و اصحابی"(کہ ہدایت کا راستہ وہ ہے جس پر میں اور میرے صحابہ کرام ہیں)۔ اس حدیث کی رو سے یہ بات معلوم ہوئی کہ حضورؐ نے اپنے اور صحابہ کرام کے راستے کو ایک ہی قرار دیا ہے۔ یہ ایک ایسی فضیلت اور تخصیص ہے کہ صحابہ کرام کے علاوہ کسی کو بھی حاصل نہیں ہے۔ یہ فضیلت صحابہ کرام کو بھی خدا تعالیٰ کے حکم سے حاصل ہوئی۔

اللہ تعالیٰ نے حضورؐ کے اس انتخاب پر مہر توثیق ثبت کرتے ہوئے اپنی کتابِ محکم قرآن پاک میں واضح طور پر ارشاد فرمادیا"قل هذه سبیلی ادعو الی الله علی بصیرة انا

ومن اتبعنی" (۱۹) "اے نبی اکرم آپ فرما دیجئے یہی میرا راستہ ہے جس کے ذریعے میں اللہ تعالیٰ کی طرف بلاتا ہوں حکمت اور بصیرت کے ساتھ۔ یہ میرا بھی راستہ ہے اور میری اتباع کرنے والوں کا بھی راستہ ہے۔" ظاہر بات ہے کہ من اتبعنی یعنی اتباع کرنے والوں سے مراد صحابہ کرام ہیں جو حضورؐ کے ساتھی' شاگرد اور رفقائے کار تھے' جنہیں ہادی اور مہدی ہونے کی سند حضورؐ نے عنایت فرمائی۔

کتاب وسنت، حضورؐ کی سیرت' صحابہ کرام کے عمل اور ان کی زندگی کی روشنی میں مسلمانوں کے عمل کو پرکھا جاتا ہے۔ جو چیز مستند ہو اور حضورؐ یا صحابہ کرام کی زندگی سے اس کا ثبوت مل جائے تو ایسے عمل کے بارے میں ہم درستگی اور ثواب کا اعلان کریں گے۔ اس سے قطع نظر کہ یہ کام کس نے کیا۔ لیکن جو عمل کتاب وسنت کے مطابق نہیں اور کتاب وسنت سے ہمیں اس کی تائید میں کوئی حوالہ نہیں ملتا' یا صحابہ کرام کی زندگی میں اس کی کوئی سند نہیں ملتی تو ایسے عمل کے بارے میں ہم یہی حکم لگائیں گے کہ یہ عمل فاسد' باطل اور شریعت کیخلاف ہے' چاہے ایسا عمل کرنے والا چھوٹا ہو یا بڑا' نیک ہو یا بدبخت۔ حضورؐ نے اس بارے میں ہمارے لئے ایک معیار مقرر کر دیا ہے' رہنما اصول وضع فرما دیا ہے کہ "احسن الکتاب کتاب اللہ' و خیر الامور اوسطها' و شر الامور محدثاتها' و کل محدثة بدعة' و کل بدعة ضلالة' و کل ضلالة فی النار"۔ (۲۰) ایسے ہی ایک اور حدیث میں حضورؐ نے ارشاد فرمایا "من احدث فی امرنا هذا ما لیس منه فهو رد" (۲۱) "جو شخص دین میں کسی نئے کام کو داخل کرے گا جو اس میں شامل نہیں ہے' ایسا کام رد اور غیر مقبول ہوگا۔" اسی لئے مسلمانوں پر لازم ہے کہ وہ اس بات پر ایمان لائیں کہ حضورؐ نے ہر خیر اور بھلائی کی بات کو بیان کر دیا ہے اور ہر شر اور برائی کی بات سے مسلمانوں کو منع کر دیا ہے۔ حضورؐ نے کسی بات کو چھوڑا نہیں' ہر چیز کو وضاحت کے ساتھ بیان کر دیا۔ تبلیغ میں حضورؐ نے کوئی کمی نہیں کی' مخلوق کو اللہ تعالیٰ کے احکامات سے مطلع کیا' آگاہ کیا' باخبر کیا جیسا کہ اس کا حق تھا۔ تاکہ مسلمان بلکہ پوری انسانیت صلاح حاصل کرے' رہنمائی حاصل کرے اور کامیاب ہو۔ حضورؐ نے واضح اصول وضع فرمائے اور ہدایت کر دی کہ جو شخص ان پر عمل کرے گا وہ کامیاب ہوگا۔ اس حکم

میں کسی شخص کی تخصیص نہیں ہے کہ اگر فلاں شخص کرے گا تو کامیاب ہوگا، اور اگر فلاں کرے گا تو ناکام۔ کیونکہ "وما هو على الغيب بضنين"(۲۲) "حضورؐ غیب کی باتیں بتانے میں بخیل نہیں تھے۔" حضورؐ اللہ پاک کی طرف سے اس بات کے مامور تھے کہ جو کچھ اللہ تعالیٰ نے نازل فرمایا، حضورؐ نے اسے امت تک مکمل طور پر پہنچایا۔ چنانچہ قرآن پاک میں ارشادِ ربانی ہے "یاایها الرسول بلغ ما انزل اليك من ربك فان لم تفعل فما بلغت رسالته(۲۳)" "اے رسولؐ رب کی طرف سے آپ کو جو پیغام ملا اسے آپ مکمل طور پر آگے تک پہنچائیں، اس کی تبلیغ کریں، اگر آپ نے ایسا نہ کیا تو پھر آپ اس رسالت کو اللہ کے پیغام کو مکمل طور پر پہنچانے والے نہیں ہوں گے۔"

اسی طرح مسلمانوں سے اس بات کا مطالبہ بھی کیا گیا کہ وہ تسلیم کریں کہ دین حضورؐ کی زندگی میں ہی مکمل ہو گیا تھا اور اسلام اور دین کے مکمل ہونے کے بعد اللہ تعالیٰ نے حضورؐ کو اس دنیا سے اٹھایا۔ چنانچہ قرآن پاک میں ارشاد ہے "اليوم اكملت لكم دينكم واتممت عليكم نعمتي ورضيت لكم الاسلام دينا"(۲۴)

لہٰذا جس شخص کا یہ عقیدہ ہو کہ کوئی چھوٹی سے چھوٹی چیز بھی اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی پر نازل نہیں کی یا حضورؐ نے اس کو بیان نہیں کیا، تو گویا وہ حضورؐ کے ذریعے تکمیل دین پر ایمان نہیں رکھتا۔ گویا وہ شخص حضورؐ کی زندگی میں اسلام کے مکمل ہونے کو نہیں مانتا۔ اس لئے کہ اس بات کو مانے بغیر اسلام مکمل نہیں ہوتا بلکہ ناقص رہتا ہے اور ایسا کوئی بھی عقیدہ قرآن پاک کی اس واضح آیت، جس کا ذکر ہم نے چند سطور قبل ہی کیا ہے، کے معارض ہوگا۔ ایسا عقیدہ حضورؐ کے ختم نبوت کے بھی منافی اور مخالف ہے۔ مسلمان کیلئے ضروری ہے کہ وہ حضورؐ پر تکمیل نبوت، اور تکمیل دین کا عقیدہ رکھے۔ جو شخص اس کو نہیں مانتا، یا اس کا دعویٰ یہ ہو کہ حضورؐ کے بعد بھی احکامِ خداوندی نازل ہوتے رہے، تو ایسا دعویٰ عین کفر اور گمراہی ہے اور ایسا دعویٰ کرنے والا شخص مسلمان نہیں ہے۔ اسے واضح طور پر اپنے عقیدے کی تشخیص کرتے ہوئے ایک طرف ہو جانا چاہئے۔ یا تو وہ حق اور ایمان والوں کے ساتھ ہو یا ان کے مخالف ہو، کیونکہ یہ ممکن نہیں ہے کہ ان دونوں کو جمع کیا جائے اور بیک وقت

دونوں راستوں پر چلا جائے۔ قرآن پاک میں اللہ پاک کا ارشاد ہے "لیهلك من هلك عن بينة و يحيى من حى عن بينة وان الله لسميع عليم"(۲۵) "تاکہ جو ہلاک ہوں واضح دلائل کی بنیاد پر ہلاک ہوں اور جسے ایمان کی زندگی اور سعادت کی زندگی نصیب ہو تو واضح دلائل کی بنیاد پر ہو اور بیشک اللہ تعالیٰ سننے اور جاننے والا ہے۔"

اسی طرح ایک اور آیت ہے۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں "هو الذى خلقكم فمنكم كافر و منكم مومن والله بما تعملون بصير"(۲۶) "وہ اللہ جس نے تمہیں پیدا کیا پس تم میں سے کچھ لوگ کافر ہیں اور کچھ ایمان والے اور اللہ تعالیٰ جو تم کرتے ہو اسے دیکھ رہے ہیں۔"

اسی اصول کو مدنظر رکھتے ہوئے ہم تصوف اور صوفیا کے بارے میں بحث کریں گے۔ ہم ان کے قواعد، اصول، بنیاد، طریقہ اور مسالک کو پرکھیں گے، آیا قرآن پاک اور سنت رسولؐ میں اس کی کوئی اصل موجود ہے یا صحابہ کرام کے عمل کے ذریعے صوفیا کے اعمال کی سند ملتی ہے؟ صحابہ کرام دراصل اولیاء اللہ تھے اور یہی وہ لوگ ہیں جن کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا "والذين آمنو و هاجروا و جاهدو فى سبيل الله والذين آووا ونصروا اولئك هم المومنون حقا لهم مغفرة و رزق كريم"(۲۷) "وہ لوگ جو ایمان لائے جنہوں نے ہجرت کی اور جنہوں نے اللہ کی راہ میں جہاد کیا اور جنہوں نے ان کی مدد کی، یہی لوگ حقیقی مومن ہیں، ان کیلئے اللہ پاک کی طرف سے مغفرت اور رزق کریم کا وعدہ ہے۔"

ایک اور آیت میں ارشادِ خداوندی ہے جس کا ترجمہ یوں ہے "وہ لوگ جو ایمان لائے اور جنہوں نے ہجرت کی اور اپنے مال اور جان کے ساتھ اللہ کے راستے میں جہاد کیا، یہ لوگ اللہ کے ہاں بڑے بلند مقام والے ہیں اور یہی لوگ کامیاب ہیں۔ ان کا رب ان کو خوشخبری دیتا ہے کہ اس کے ہاں ان کیلئے رحمت اور رضامندی ہے اور ان کیلئے ایسے باغات ہیں جس میں ہمیشہ کیلئے نعمتیں ہیں۔ یہ لوگ ان باغات میں ہمیشہ رہیں گے اور اللہ کے پاس اس کے علاوہ بھی ان کے لئے اجر عظیم ہے۔"(۲۸)

اسی طرح ایک اور آیت میں ارشادِ خداوندی ہے "فالذين آمنو به وعزروه ونصروه

واتبعوا النور الذی انزل معه اولئك هم المفلحون(۲۹) ''جو لوگ حضورؐ پر ایمان لائے، آپ کا ساتھ دیا، آپ کی مدد کی اور حضورؐ کے ساتھ جو نور یعنی قرآن پاک نازل ہوا اس کی اتباع کی، تو یہی لوگ کامیاب ہیں۔''

قرآن پاک کی یہ آیات بڑی واضح ہیں اور مسلمانوں کیلئے انہیں تسلیم کرنے، ماننے اور ان پر عمل کرنے کے علاوہ کوئی چارہ نہیں ہے۔ کسی مسلمان کو یہ اختیار نہیں ہے کہ وہ ان میں سے جس کو چاہے قبول کرے اور جس کو چاہے ترک کردے۔

اس بارے میں قرآن پاک کا ایک حکم ہے ''وما کان لمومن ولا مومنة اذا قضی الله ورسوله امرا ان یکون لهم الخیرة من امرهم ومن یعص الله ورسوله فقد ضل ضلالا مبینا'' (۳۰) ''جب اللہ تعالیٰ اور حضورؐ کسی معاملے میں فیصلہ کردیں تو کسی مسلمان مرد یا عورت کو کوئی اختیار باقی نہیں رہتا۔ اس فیصلے کے بعد جو اللہ اور اللہ کے رسول کی نافرمانی کرے گا وہ واضح طور پر گمراہی کا راستہ اختیار کرے گا۔''

ایک اور مقام پر اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ''فلا و ربك لا یومنون حتی یحکموك فیما شجر بینهم ثم لا یجدوا فی انفسهم حرجا مما قضیت و یسلموا تسلیما'' (۳۱) ''تیرے رب کی عزت کی قسم اس وقت تک یہ لوگ کامل ایمان والے نہیں کہلائیں گے جب تک اپنے تمام متنازعہ امور میں آپ کو حکم نہ بنائیں، پھر آپ کے فیصلے کو مکمل تسلیم کریں اور اس پر اُن کے دِلوں میں قلق اور افسوس پیدا نہ ہو۔''

ایک اور اہم قرآنی آیت میں اللہ تعالیٰ نے حضورؐ کے ساتھ آپ کے صحابہ کرامؓ کو بھی شامل کر لیا کیونکہ صحابہ کرام آپ ہی کے عمل کا اتباع کرنے والے تھے۔ چنانچہ ارشاد خداوندی ہے ''ومن یشاقق الرسول من بعد ما تبین له الهدی و یتبع غیر سبیل المومنین نوله ما تولی ونصله جهنم وساءت مصیرا'' (۳۲)

اس بارے میں امام ابو اسحٰق الشاطبی اپنی کتاب ''الاعتصام'' میں لکھتے ہیں: شریعت مکمل طور پر حضورؐ کی زندگی میں نازل ہو چکی ہے، اس میں کمی یا زیادتی کا کوئی احتمال نہیں ہے، اس لئے کہ اللہ

تعالیٰ نے ارشاد فرما دیا ہے "الیوم اکملت لکم دینکم واتممت علیکم نعمتی ورضیت لکم الاسلام دینا" (آج کے دن میں نے تمہارے لئے تمہارا دین مکمل کر دیا۔ اپنی نعمتیں تم پر تمام کر دیں اور اسلام کو بطور دین تمہارے لئے پسند کر لیا)۔

حضرت عرباض بن ساریہ فرماتے ہیں "حضورؐ نے ہمیں وعظ فرمایا' ایسا وعظ جس سے آنکھیں بہہ پڑیں اور ہمارے دل دہل گئے۔ ہم نے کہا یا رسول اللہؐ یہ وعظ تو ایسا ہے جیسا کوئی جانے والا شخص کسی کو کرتا ہے۔ تو آپ ہمیں کیا حکم ارشاد فرماتے ہیں؟ حضورؐ نے ارشاد فرمایا کہ میں ہر معاملے کو تمہارے لئے واضح کر کے جا رہا ہوں۔ جہاں دن اور رات واضح ہونے کے اعتبار سے برابر ہیں۔ میرے احکام انتہائی واضح ہیں اور جو ان احکام سے کج روی اختیار کرے گا وہ ہلاکت میں پڑنے والا ہوگا۔ تم میں سے جو شخص میرے بعد زندہ رہے گا تو بہت سی اختلافی باتیں اس کے سامنے آئیں گی۔ پس تم پر لازم ہے کہ تم اسی طریقے کو پکڑو جو تم نے مجھ سے یا میرے خلفائے راشدین سے دیکھا ہے۔"

اس سے یہ بات ثابت ہوئی کہ حضورؐ جب اس دنیا سے رحلت فرما گئے تو اس وقت آپ تمام احکامِ الٰہیہ کو بیان کر چکے تھے۔ ہر اس چیز کو امت کے سامنے پیش کر چکے تھے جس کی دینی یا دنیاوی معاملے میں ضرورت پڑتی ہو۔ یہ ایسا موقف اور دعویٰ ہے جس میں اہل سنت کو کوئی اختلاف نہیں ہے۔ جب یہ بات ثابت ہو گئی تو اس کا مطلب یہ ہوا کہ بدعت کا ارتکاب کرنے والا شخص زبانِ حال یا قال سے یہ کہتا ہے کہ شریعت ابھی مکمل نہیں ہوئی' اور کچھ چیزیں ابھی باقی ہیں جنہیں بعد میں آنا ہے۔ گو کہ اگر اس کا عقیدہ ختم نبوت کا ہوتا یا حضور کی زندگی میں خدا کے تمام احکام کے مکمل اور پورا ہونے کا ہوتا تو وہ کبھی بھی بدعت یعنی کسی نئے کام کا ارتکاب نہ کرتا۔ بدعت کا ارتکاب کرنے والا بہر حال صراطِ مستقیم سے ہٹنے والا اور گمراہ شخص ہے۔



ابن الماجشون فرماتے ہیں کہ میں نے امام مالکؒ کو یہ کہتے ہوئے سنا "جو شخص اسلام میں کسی نئی چیز کو شامل کرے اور اسے اچھا سمجھے تو گویا اس کا خیال یہ ہے کہ حضورؐ نے اللہ تعالیٰ کا پیغام پہنچانے میں خیانت کی ہے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں "الیوم اکملت لکم دینکم"

تو اس سے یہ بات معلوم ہوئی کہ جو چیز اس وقت دین نہیں تھی وہ آج بھی دین نہیں ہے۔

نمبر3۔ بدعتی آدمی شریعت کی مخالفت اور اس سے تصادم اختیار کرنے والا ہوتا ہے۔ اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے ابدی کامیابی کا مخصوص طریقہ وضع کیا ہے اور مخلوق کو اوامر، نواہی، وعیدوں اور انعامات کے بارے میں آگاہ کر دیا اور یہ بھی بتا دیا کہ ان چیزوں میں خیر ہے اور احکامات کو نہ ماننے میں گمراہی اور تباہی ہے۔ اب کن چیزوں میں تباہی اور شر ہے، اس کا علم تو اللہ پاک کو ہی ہے، ہمیں تو اس کا علم نہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ہمیں ان چیزوں سے آگاہ کرنے کیلئے حضور کو رحمت اللعالمین بنا کر بھیجا۔ بدعتی آدمی گویا ان سب باتوں کا انکار کرتا ہے۔ وہ زبانِ حال سے یہ کہتا ہے کہ ہدایت کے راستے اس کے علاوہ بھی ہیں جن کو شریعت نے بیان کیا۔ گویا اس کا عقیدہ یہ ہوتا ہے کہ کامیابی صرف شریعت کے بیان کردہ اصولوں اور معین کردہ راستوں میں نہیں ہے بلکہ اس کے علاوہ اور چیزوں میں بھی ہے۔ ایسے بدعتی آدمی کا عقیدہ یہ ہوتا ہے کہ جس طرح اللہ تعالیٰ کو علم ہے اسی طرح انسان کو بھی اس کا علم ہے۔ جس طرح اللہ تعالیٰ نے انسان کی ہدایت کیلئے اصول اور قوانین وضع کیے، اسی طرح انسان بھی اس کے متوازی اپنے قوانین اور اصول وضع کر سکتا ہے۔ بلکہ بدعتی آدمی کا عقیدہ تو یہ ہوتا ہے کہ وہ ان چیزوں کو بھی جانتا ہے جنہیں اللہ تعالیٰ نہ جان سکے کیونکہ اگر وہ جانتے تو اس کو ضرور بیان کرتے۔

اگر کوئی بدعتی آدمی اس طرح کے عقائد اور خیالات رکھتا ہے تو ظاہر بات ہے کہ وہ دائرہ اسلام سے خارج ہے اور اگر اس کے یہ عقائد نہیں ہیں تو بہر حال وہ واضح گمراہی کا مرتکب ہے۔ اسی طرف حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ نے اشارہ کیا، انہوں نے حضرت عدی بن ارطاۃ کو خط لکھا اور قدریہ فرقے کے بارے میں بتاتے ہوئے لکھا "امابعد میں تجھے وصیت کرتا ہوں کہ تو ہر حالت میں اللہ تعالیٰ سے ڈرتا رہے۔ اللہ تعالیٰ کے احکام اور حضورؐ کی سنت کا ہمیشہ اتباع کرتے رہو۔ جس معاملے میں حضورؐ کی سنت موجود ہے اس میں کسی محدث کی بات کی اتباع نہ کرو۔ تم پر لازم ہے کہ تم سنت کی اتباع کرو۔ تم اپنے لئے وہی پسند کرو جسے تم سے پہلی قوم یعنی صحابہ کرام نے اپنے لئے پسند کیا، اس لئے کہ صحابہ کرام ان معاملات کی اصل کو جانتے تھے اور ان کی حقیقت سے واقف تھے۔ حقائق کی تہہ تک

پہنچنے کے بعد انہوں نے جن باتوں پر اکتفا کیا تم بھی ان پر اکتفا کرو کہ وہ تم سے زیادہ صاحب عقل اور سمجھ تھے۔ اگر تم یہ کہو کہ یہ کام ان کے بعد واقع ہوا ہے' تو یاد رکھو نیا کام جو بھی ہوگا اسے وہی سامنے لائے گا' اس کا ارتکاب وہی کرے گا جو ان کی سنت پر عمل کرنے والا نہیں ہوگا اور جو ان کے طریقے سے اعراض کرنے والا ہوگا۔ صحابہ کرام سابقون الاولون تھے۔ جو چیز ہمارے لئے کافی ہے' اس کو انہوں نے بیان کر دیا' جس میں ہمارے لئے شفا ہے' اس کی انہوں نے وضاحت کر دی۔ جو ان احکامات پر عمل نہیں کرے گا یا ان میں کمی کرے گا تو وہ تقصیر کرنے اور نقصان اٹھانے والا ہے۔ جو اس کے علاوہ اور باتوں کو مانے گا' وہ زیادتی کا ارتکاب کرنے والا ہوگا۔

نمبر 4۔ بدعتی آدمی شریعت کے احکام کی خلاف ورزی کرتا ہے۔ اس لئے کہ حق تعالیٰ نے شریعت کو وضع کیا اور مخلوق کیلئے اس پر عمل کو لازم کیا۔ گویا وہ اس اعتبار سے منفرد ہے اور اسے ہی یہ حق حاصل ہے کہ وہ شریعت کو لازم کرے اور اس کے بنیادی اصولوں کو وضع کرے' اس لئے کہ ہم پہلے آیات کے ذریعے اس بات کو بیان کر چکے ہیں کہ مخلوق کے درمیان کسی بھی اختلاف کی صورت میں آخری اور حتمی فیصلہ اللہ تعالیٰ اور نبی کا ہوتا ہے۔ اگر شریعت کو تشکیل دینا مخلوق کی ذمہ داریوں میں سے ہوتا تو اللہ تعالیٰ کسی شریعت کو نازل نہ فرماتے اور لوگوں کے درمیان اختلاف بھی باقی نہ رہتا، کسی نبی کو مبعوث فرمانے کی بھی ضرورت باقی نہ رہتی۔ شریعت کو تشکیل دینا صرف اللہ تعالیٰ کا حق اور اختیار ہے۔ بدعت کا ارتکاب کرنے والا گویا خدا کے مقابلے میں آ کر کھڑا ہو جاتا ہے اور خدا کی شریعت کے مقابلے میں اپنی شریعت لاتا ہے' اختلاف کے نئے دروازے کھولتا ہے اور شریعت کی تشکیل کا جو حق صرف خدا کا تھا' اسے چھیننے کی کوشش کرتا ہے۔" (۳۳)

اس مختصر سی تمہید اور اصولوں کی وضاحت کے بعد اب ہم اصل' مقصد اور مطلب کی طرف آتے ہیں۔ وہ ہے تصوف اور صوفیا کے بارے میں حقائق کو جاننا۔ قرآن پاک کی آیات اور احکام کو ہم نے بیان کر دیا ہے۔ اب ان احکامات کی روشنی میں ہم صوفیوں کے عقائد کا جائزہ لیں گے اور اس کسوٹی پر ہم ان کے افکار' خیالات کو پرکھیں گے۔

دوسری فصل

تصوف کا اصل اور اس کے مشتقات

تصوف کے بارے میں بحث کرنے سے پہلے ہم تصوف کے اصل اور اس کے مشتقات کو بیان کرنا چاہتے ہیں کہ یہ لفظ اصل کے اعتبار سے کیا ہے' کس لفظ سے نکلا ہے' صوفیوں کو اس نام سے کیوں پکارا جاتا ہے' وجہ تسمیہ کیا ہے اور اس لفظ صوفی میں مختلف محققین کے کیا اقوال ہیں اور خود صوفیوں کے اس بارے کیا اختلافات ہیں؟

شبلی سے ایک بار پوچھا گیا کہ صوفیوں کا نام صوفی کیوں ہے؟ انہیں اس نام سے پکارا کیوں جاتا ہے؟ وہ کہنے لگا کہ یہ نام جو صوفیوں کے لئے استعمال ہوتا ہے' اس کے اصل' مصادر اور مشتقات میں بہت سے اختلافات ہیں۔ (۳۴) اور یہ اختلافات آج تک جاری ہیں۔

ابوالنصر سراج طوسی (۳۵) نے اپنی کتاب میں نقل کیا ہے کہ صوفی کا لفظ اصل میں صفوی تھا۔ چونکہ یہ لفظ تلفظ میں ثقیل' بھاری اور مشکل ہے' اس لئے صفوی کے بجائے صوفی کا لفظ استعمال کیا گیا۔ اسی طرح ابوالحسن الکناد سے بھی منقول ہے کہ وہ کہتے ہیں ''صوفی کا لفظ صفا سے ماخوذ ہے۔'' (۳۶)

ابوبکر محمد الکلاباذی (۳۷) جو مشہور صوفی ہیں' انہوں نے اس لفظ کے بارے میں بہت سے اقوال بیان کئے جس سے اس لفظ کے اصل اور اشتقاق پر روشنی پڑتی ہے۔ کلاباذی کے مطابق ایک گروہ کا خیال یہ ہے کہ صوفی کو صوفی اس لئے کہتے ہیں کہ اس کے معاملات' صفا اور صاف ہوتے ہیں تو صفا کے ساتھ مناسبت کی وجہ سے اس کو صوفی کہا جاتا ہے۔

بشر بن الحارث کا اس بارے میں خیال یہ ہے کہ صوفی اس کو کہتے ہیں جس نے اپنے معاملات اللہ کے حوالے کر دیئے ہوں۔ تو اللہ پاک بھی اسے عزت اور کرامت سے نوازتے ہیں۔

ایک اور گروہ کا خیال ہے کہ صوفیوں کو صوفی اس لئے کہتے ہیں کہ وہ صف اوّل میں ہوتے ہیں' یعنی بلند خیال اور مشقت اور محنت کی وجہ سے وہ اللہ کے انتہائی قریب ہوتے ہیں اور اپنے تمام

معاملات اللہ کے سپرد کرتے ہیں۔ صف اوّل میں ہونے کی وجہ سے ان کو صوفی کہا جاتا ہے۔

بعض لوگوں کا خیال یہ ہے کہ صوفیوں کو صوفی اس لئے کہا جاتا ہے کہ ان میں وہ اوصاف' عادات اور صفتیں پائی جاتی ہیں جو اہلِ صفہ کی تھیں۔ اہلِ صفہ حضورؐ کے دور میں فقرا اور مساکین کا ایک گروہ تھا' ان کے ساتھ مشابہت کی وجہ سے ان کو صوفی کہا جاتا ہے۔

بعض لوگوں کا خیال یہ ہے کہ انہیں صوفی اس لئے کہا جاتا ہے کہ یہ صوف یعنی اون کا لباس پہنتے ہیں' اُونی لباس پہننے کی وجہ سے انہیں صوفی کہا جاتا ہے۔

جس نے ان کی نسبت اصحابِ صفہ اور صوف یعنی اُون کی جانب کی ہے' تو اس نے ان کے ظاہری احوال کو سامنے رکھا' اس لئے کہ صوفی حضرات دُنیا کو چھوڑنے' گھر بار سے نکلنے' بستر سے دُور رہنے' شہروں کی سیر کرنے' بھوکا رہنے' برہنہ رہنے پر یقین رکھتے ہیں اور دنیا میں سے اپنا حصہ اتنا وصول کرتے ہیں جو کہ واجب اور ضروری ہے۔ گھروں' اپنے آباؤ اجداد اور علاقوں کو چھوڑنے کی وجہ سے ان کو غربا کہا جاتا ہے اور مختلف ممالک کی سیاحت اور مختلف مقامات کی سفر کی وجہ سے انہیں سیاحین کہا جاتا ہے۔ چونکہ عام طور پر عبادات' تخلیہ کیلئے یہ بیابانوں اور جنگلوں کا رُخ کرتے ہیں اس لئے بعض علاقے کے لوگ انہیں شگفتیہ بھی کہتے ہیں۔ شگفت اس لغت کے مطابق پہاڑ اور غار کو کہتے ہیں۔ اسی طرح ملک شام کے لوگ صوفیوں کو ''جوعیہ'' کہتے ہیں۔ جوعیہ کا لفظ جوع سے ہے جس کا معنی ہوتا ہے بھوک۔ کیونکہ صوفی لوگ صرف اتنا کھانا کھاتے ہیں جس سے ان کے جسم کو ضروری طاقت میسر آجائے۔ جیسا کہ ایک حدیث میں حضورؐ نے ارشاد فرمایا ''ابن آدم کیلئے اتنا کھانا ہی کافی ہے جس سے اس کے جسم کی بنیادی ضرورت پوری ہو جائے۔''

سری سقطی جو مشہور صوفی ہیں' صوفیوں کی تعریف کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ ان کا کھانا اتنا ہی ہوتا ہے جیسا کہ کوئی بیمار آدمی کھاتا ہے۔ ان کی نیند اتنی ہی ہوتی ہے جیسا کہ کوئی ڈوبنے والا آدمی نیند کرتا ہے۔ اور ان کی بات' گفتگو اتنی ہی ہوتی ہے جتنا کہ کوئی گونگا آدمی کرتا ہے۔

چونکہ یہ لوگ آبادی والے علاقے سے دُور اور اپنی ملکیت میں کوئی چیز نہیں رکھتے' اس لئے انہیں فقرا بھی کہا جاتا ہے۔

بعض حضرات سے یہ سوال کیا گیا کہ صوفی کس کو کہتے ہیں؟ تو انہوں نے کہا جو کسی چیز کا مالک نہ ہو اور نہ ہی کوئی اور چیز اس کی مالک ہو یعنی جو طمع' لالچ اور ذاتی اغراض کا غلام اور بندہ نہ ہو۔ اسی طرح ایک اور قول ہے کہ صوفی وہ ہوتا ہے جو کسی چیز کا مالک نہیں ہوتا اور اگر کوئی چیز اس کی ملکیت میں آ بھی جائے تو اسے وہ فی الفور خرچ کر دیتا ہے۔ ان کے لباس اور ان کے حلیے کی وجہ سے انہیں صوفیا کہا جاتا ہے اس لئے کہ عام طور پر وہ ایسا لباس نہیں پہنتے جو نرم و نازک' خوبصورت اور خوشنما ہو' بلکہ لباس پہننے سے ان کا بنیادی مقصد سترِ عورت یعنی ستر کو ڈھانپنا ہوتا ہے۔ جو بھی چیز انہیں دستیاب ہو وہ پہن لیتے ہیں' چاہے وہ بھاری اور بدنما اُون ہی کیوں نہ ہو۔

اہلِ صفہ حضورؐ کے دور میں غربا' فقرا اور مہاجرین کو کہتے تھے جو کہ مکہ مکرمہ میں ہجرت کے بعد اپنے گھر بار چھوڑ آئے تھے' جن کے بارے میں حضرت ابو ہریرہؓ اور حضرت فضالہ بن عبیدؓ فرماتے ہیں کہ جب اُن کو بھوک لگتی تو ان کی حالت ایسے ہو جاتی کہ دیہاتی لوگ انہیں مجنوں سمجھتے تھے' وہ اُون کا لباس پہنے رکھتے تھے' یہاں تک کہ مسلسل پہنے رکھنے کی وجہ سے اس لباس سے پسینے کی بو آ جاتی تھی۔ راوی کے مطابق اُن کی یہ بو ایسی ہوتی تھی جیسے بارش کے بعد بکری کی کھال سے آتی ہے۔

بعض حضرات نے اُن اصحاب صفہ کے لباس پر مزید روشنی ڈالتے ہوئے کہا کہ اُن کا لباس اس طرح کا تھا کہ اُون مسلسل استعمال کرنے کی وجہ سے اُس میں سے بو آتی تھی۔ عینہ بن حصن حضورؐ کے پاس آیا تو اس نے آ کر حضورؐ سے یہی شکایت کی کہ مجھے تو ان لوگوں کے پاس بیٹھے رہنے سے' ان کے جسم سے اٹھنے والی بو مانع ہے۔ میں تو ان کی بو کی وجہ سے ان کے پاس نہیں بیٹھ سکتا' کیا آپ کو ان کی بو ناگوار نہیں گزرتی؟

اُون کا استعمال انبیاء کرام سے ثابت ہے۔ اسی طرح اولیاء اللہ بھی اُون کا استعمال کرتے تھے۔ حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ سے روایت ہے کہ حضورؐ نے ارشاد فرمایا ''روحا کے مقام سے ستر نبی گزرے ہیں جو اُون کا بنا ہوا جبہ پہنتے تھے اور روحا کے مقام سے گزر کر وہ بین العتیق یعنی مکہ مکرمہ آتے تھے۔''

حضرت حسن بصریؒ سے منقول ہے: حضرت عیسیٰ علیہ السلام اُون کا بنا لباس پہنتے تھے' درختوں

کے پتے اور چھال کھالیا کرتے تھے اور جہاں شام ہو جائے وہیں رات گزار لیا کرتے تھے۔

ابو موسیٰ سے منقول ہے: حضورؐ اون کا لباس پہنتے تھے حمار پر سواری فرماتے تھے اور ہر کمزور آدمی کی پکار پر خود تشریف لاتے تھے۔

حسن بصریؒ سے منقول ہے وہ فرماتے ہیں: میں نے 70 بدری صحابیوں کو دیکھا اُن کا لباس اُون تھا۔ چونکہ یہ صوفی حضرات بھی اہل صفہ کی طرح کا لباس پہنتے ہیں ان کا لباس اور ان کی وضع قطع ان جیسا ہوتا ہے اس لئے ان کا نام صفیہ یا صوفی رکھا گیا۔ جن حضرات نے صوفیا کی نسبت صفائے قلب اور صف اوّل سے کی ہے انہوں نے صوفیا کے اسرار اور ان کے باطن کا اقرار کیا ہے۔ اس لئے کہ جو شخص دنیا چھوڑتا ہے زہد اختیار کرتا ہے اور دنیا سے اعراض کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کی روح کو پاکیزہ اور اس کے دِل کو منور فرما دیتے ہیں۔

حضورؐ کا ارشاد ہے: جب نور کسی کے دِل میں داخل ہوتا ہے تو اس کا دِل روشن اور کشادہ ہو جاتا ہے۔ صحابہ کرام نے پوچھا یا رسول اللہ ﷺ اس کی ظاہری علامت کیا ہوتی ہیں؟ تو حضورؐ نے فرمایا: وہ شخص دھوکے کے گھر یعنی دنیا سے دُور ہو جاتا ہے ہمیشہ رہنے والے گھر یعنی آخرت کی طرف متوجہ ہو جاتا ہے اور موت آنے سے پہلے ہی موت کی تیاری شروع کر دیتا ہے۔ حضورؐ نے ہمیں اس بات کی خبر دی ہے کہ جو شخص دنیا سے دُور ہو جاتا ہے اللہ تعالیٰ اس کے دِل کو منور فرما دیتے ہیں۔ اسی طرح جب حضورؐ نے حارثہ سے سوال کیا "ماحقیقة ایمانك میرے ایمان کی حقیقت کیا ہے؟ تو انہوں نے فرمایا میں نے اپنے نفس کو دنیا سے ہٹا لیا ہے۔ میں نے اپنے دِن کو پیاسا بنا لیا اور رات کو بیداری کا سلسلہ شروع کر دیا اس حالت میں مجھے اپنے سامنے اپنے رب کا عرش نظر آتا تھا اور گویا کہ میں جنت والوں کو بھی اپنی آنکھوں کے سامنے دیکھتا تھا کہ وہ ایک دوسرے کے پاس جا رہے ہیں اور جہنم والوں سے پناہ مانگ رہے ہیں۔ تو اس سے یہ بات معلوم ہوئی کہ جب کوئی انسان دنیا سے کنارہ کشی اختیار کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کے دِل کو منور فرما دیتے ہیں۔ جب اُس کا دِل روشن ہو جاتا ہے تو جو چیزیں اس کے سامنے نہیں ہوتیں جو اشیاء غائب ہوتی ہیں وہ بھی اسے معرفت کی آنکھوں سے نظر آنے لگتی ہیں۔ ابو حارثہ کا جواب سن کر حضورؐ نے ارشاد

فرمایا"جو شخص کسی ایسے آدمی کو دیکھنا چاہے، جس کا دِل منور ہو تو اس کو چاہئے کہ وہ حارثہ کو دیکھے۔"

گویا حضورؐ نے اطلاع دی کہ یہ ایسے شخص ہیں جن کا دِل روشن ہے۔ انہی اوصاف کی بنا پر دِل کے صفا اور منور ہونے کی بنیاد پر صوفیوں کو بعض مقامات پر فرقہ نوریہ کے نام سے بھی پکارا جاتا ہے اور یہ بھی اصحابِ صفہ کے اوصاف میں سے ہے۔

اصحابِ صفہ کے بارے میں اللہ پاک کا ارشاد ہے"اُن میں سے کچھ لوگ ایسے ہیں جو بہرصورت صفائی اور پاکیزگی کو پسند کرتے ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ بھی صاف اور پاکیزہ لوگوں کو پسند کرتا ہے۔" اس آیت مبارکہ میں تطہر کا لفظ استعمال ہوا ہے۔ تطہر کہتے ہیں ظاہر میں ناپاکیوں سے پاک ہونا اور باطنی اعتبار سے وساوس اور برے خیالات سے اپنے آپ کو دُور رکھنا۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے"یہ ایسے لوگ ہیں جنہیں تجارت یا بیع خرید و فروخت اور اللہ کے ذِکر سے نہیں روکتی۔" تو دِل کی صفائی کی وجہ سے ان کی فراست کھل کر سامنے آجاتی ہے۔ ایسا شخص جس کا دِل صاف ہو، وہ صاحبِ فراست اور سمجھ بوجھ والا ہوتا ہے۔

حضرت ابوامامہ باہلیؓ روایت فرماتے ہیں کہ حضورؐ نے ارشاد فرمایا"مومن کی فراست سے بچو، اس لئے کہ وہ اللہ کے نور سے دیکھتا ہے۔" اسی طرح حضرت ابوبکر صدیقؓ، حضرت عمرؓ کے بارے میں بھی حضورؐ کے ارشادات اور فرمودات ہیں جس سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ یہ لوگ صاحبِ فراست تھے۔ حضرت عمرؓ کے بارے میں حضورؐ نے فرمایا کہ حق عمر کی زبان سے ظاہر ہوتا ہے۔ اسی طرح ابواویس قرنی کی ملاقات ہرم بن حیان سے ہوئی تو ہرم بن حیان کے سلام کے جواب میں ابواویس قرنی نے ان کا نام لے کر وعلیکم السلام کہا۔ حالانکہ اس سے پہلے کبھی بھی ابواویس قرنی اور ہرم بن حیان کی ملاقات نہیں ہوئی تھی۔ سلام کا جواب دینے کے بعد ابواویس قرنی نے ہرم بن حیان سے کہا"میری روح نے تیری روح کو پہچان لیا ہے۔" ابوعبداللہ الانطا کی کہتے ہیں"جب تم نیک لوگوں کی مجلس میں بیٹھو تو صدقِ دِل اور خلوص کے ساتھ بیٹھو، اس لئے کہ نیک لوگ دِل کے جاسوس ہوتے ہیں، وہ تمہارے رازوں میں داخل ہو جاتے ہیں، اور تمہارے ارادوں سے مطلع ہو جاتے ہیں۔

یہ صفات اہلِ صفہ کی تھیں۔ اُن کے دِل روشن تھے' اُن کے سینے ایمان کے نور سے منور تھے اور وہ لوگ صفِ اول کے لوگ ہیں۔ ان کے ساتھ مشابہت کی وجہ سے بعض لوگ صوفیوں کو بھی صوفی کہہ دیتے ہیں۔

صف اول سے دراصل اس حدیث کی طرف اشارہ ہے کہ جس میں حضورؐ نے ارشاد فرمایا ''میری امت میں ستر ہزار لوگ ایسے ہوں گے جو بغیر حساب کتاب کے جنت میں داخل ہوں گے۔'' ان لوگوں کے سینے روشن اور دِل پاکیزہ ہوتے ہیں اس لئے یہ اسباب کی بجائے اللہ تعالیٰ کی ذات پر بھروسہ کرتے ہیں' اللہ پر توکل کرتے ہیں اور قضا پر بہرصورت راضی رہتے ہیں۔ صفا مراد لیا جائے تو اس سے صوفی آسکتا ہے۔ اور اگر صفوا سے کہا جائے تو اس سے لفظ صفویہ آنا چاہئے۔ ایسے ہی اگر اضافت لفظ صف یا صفہ کی طرف ہو تو پھر لفظ صفیہ یا صوفیہ آنا چاہے۔ ربی زبان میں چونکہ بہت سی لغات استعمال ہوتی ہیں اس لئے عین ممکن ہے کہ کسی لفظ میں صَفیہ یاصُفیہ کے لفظ میں ''ف'' سے پہلے ''و'' آگیا ہو اور صوفی کا لفظ استعمال میں آگیا ہو۔ لیکن اگر اس لفظ کے بارے میں یہ تسلیم کر لیا جائے کہ یہ صوف سے ہے تو سارے اعتراضات ختم ہو جاتے ہیں اور یہ لفظ بالکل درست اور اس کی عبارت بالکل ٹھیک ہو جاتی ہے۔

بہرحال یہ سارے معانی اس بات پر دلالت کرتے ہیں کہ اگر لفظ صوفی ان سے مشتق ہو تو اس کا معنی دنیا سے علیحدگی اختیار کرنا' وطن کو چھوڑنا' سفر میں ہمیشہ رہنا' خواہشاتِ نفسانی کا اتباع نہ کرنا' دِل اور سینے کا روشن ہونا۔ یہ معنی سارے لفظ صوفی کے نکلتے ہیں۔

بندار بن حسین کا صوفی کے بارے میں قول یہ ہے: صوفی وہ ہوتا ہے جسے اللہ تعالیٰ اپنے لیئے اپنے بندوں میں منتخب کر لیتے ہیں اور پھر اس کے دل کو صاف فرما دیتے ہیں اور اسے خواہشاتِ نفسانی سے دُور کر دیتے ہیں اور پھر وہ تکلفات میں نہیں پڑتا۔

صوفی کا لفظ عوفی کے وزن پر ہے۔ عوفی کا مطلب ہوتا ہے عافاہ اللہ یعنی اللہ نے اسے معاف کر دیا۔ اسی طرح کوفی کا وزن بھی یہی ہے یعنی اللہ تعالیٰ اس کیلئے کافی ہو گیا۔ جوزی کا لفظ بھی یہی ہے کہ اللہ نے اسے بدلہ دے دیا۔ صوفی کا لفظ بھی اسی وزن پر لایا جائے تو اس کا

معنی بھی یہی نکل سکتا ہے کہ صوفی یعنی اللہ نے اس کے دِل کی صفائی فرمادی۔ اس کے دل کو صاف فرمادیا۔(۳۸)

یہ سارے اقوال، یہ ساری بحث جو ہم نے نقل کی ہے، یہ درحقیقت کلاباذی نے اپنی کتاب میں نقل کی ہے۔ اور ان اقوال میں سے بہت سے اقوال غلط اور ضعیف ہیں۔ کلاباذی نے اس ساری بحث میں ضعیف اور غلط باتوں کو آپس میں خلط ملط کردیا ہے۔ ابوعباس احمد بن زروق (۳۹) جو مشہور صوفی ہیں، وہ اپنی کتاب ''قواعد تصوف'' میں لکھتے ہیں کہ تصوف کے اشتقاق کے بارے میں بہت سے اقوال ہیں جن میں سے دنیاوی طور پر پانچ قول مشہور ہیں۔

پہلا قول یہ ہے کہ صوفی کا لفظ صوفہ سے ہے۔ صوفہ اس لئے کہ صوفی صوف یعنی اُون کی طرح عاجزی اختیار کرتا ہے اور پڑا رہتا ہے۔

دوسرا قول یہ ہے کہ صوفی کا لفظ صوف سے ہے۔ جس طرح صوف یعنی اُون نرم ہوتی ہے اسی طرح صوفی بھی اپنی عادات کے اعتبار سے نرم ہوتا ہے۔

تیسرا قول یہ ہے کہ صوفی کا لفظ صفت سے ہے۔ صفت کا معنی اچھی عادتیں۔ چونکہ صوفی اچھی عادات اپناتا ہے اور بری عادات کو ترک کرتا ہے اسی لئے اسے صوفی کہا جاتا ہے۔

چوتھا قول یہ ہے کہ صوفی صفاءٌ سے ہے۔ اسی قول کی بنیاد پر ابوالفتح البستیؒ نے اپنے اشعار میں کہا:

لوگ صوفی کے لفظ پر اختلاف کرتے ہیں
بعض لوگوں کا خیال ہے کہ یہ صوفا سے مشتق ہے
لیکن میرا خیال یہ ہے کہ صوفی کا لفظ اس شخص کیلئے استعمال کیا جاتا ہے
جس کا دِل صاف ہو
دِل صاف ہونے کی وجہ سے اسے صوفی کہا گیا۔

پانچواں قول یہ ہے کہ یہ لفظ صفہ سے ماخوذ ہے۔ اس لئے کہ صوفی اصحابِ صفہ کے طور طریقے پر عمل کرتا ہے اور اصحابِ صفہ کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: وہ دن رات اللہ

کے سامنے عاجزی اختیار کرتے ہیں اس سے دعا مانگتے ہیں اور اس کی رضا طلب کرتے ہیں۔

ابو عباس احمد بن زروق کے مطابق یہ پانچ وجوہات ہیں اور عام طور پر تمام اقوال انہی پانچ وجوہات کی طرف لوٹتے ہیں۔(۴۰)

ابونعیم الاصبہانی المتوفی 430ھ اپنی کتاب "حلیہ" میں فرماتے ہیں صوفی کا لفظ لغت کے اعتبار سے ان چار الفاظ میں سے کسی ایک سے مشتق ہوا ہے۔ یا تو صوفی کا لفظ صوفانہ سے مشتق ہے۔ صوفانہ چھوٹے سے لوبیے کے دانے کو کہتے ہیں۔ یا یہ لفظ صوفہ سے ہے۔ صوفہ ایک قبیلے کا نام ہے جو پرانے زمانے میں بیت اللہ کی خدمت کرتا تھا اور آنے والے حجاج کرام کی مہمان نوازی کرتا تھا۔ یا یہ گدی پر اگنے والے بالوں سے لیا گیا جس کو صوفۃ القفا کہتے ہیں۔ یا یہ لفظ معروف صوف یعنی اُون والے معنی سے لیا گیا ہے۔(۴۱) تاہم راجح قول یہ ہے کہ یہ لفظ صفاء سے ماخوذ ہے۔(۴۲) یہی قول فریدالدین العطار المتوفی 586ھ کا بھی ہے۔ اور انہوں نے یہ قول بشر حافی سے نقل کیا۔(۴۳)

ہندوستان کے مشہور صوفی فریدالدین جو گنج شکر کے لقب سے مشہور ہیں(۴۴) جن کی وفات 669ھ میں ہوئی' ان کا بھی خیال یہی ہے کہ صوفی کا لفظ صفاء سے ماخوذ ہے۔ لیکن سہروردی کا اس بارے میں ایک اور قول ہے۔ وہ یہ کہتے ہیں کہ صوفی کا لفظ صوف یعنی اُون اور اس کو پہننے کے حوالے سے ہے۔ چونکہ صوفی اُونی لباس پہنتے ہیں اس لئے صوف کی طرف نسبت کرتے ہوئے انہیں صوفی کہا گیا۔

سہروردی اپنی کتاب "عوارف المعارف" میں چھٹے باب کے ذیل میں ایک عنوان "صوفیاء کی وجہ تسمیہ" میں لکھتے ہیں "ہمیں شیخ ابوزرعہ طاہر بن محمد بن طاہر نے ہمیں بتایا' انہوں نے اپنے والد سے' انہوں نے ابوعلی شافعی سے' انہوں نے احمد ابن ابراہیم سے' انہوں نے ابوجعفر محمد بن ابراہیم سے' انہوں نے ابوعبداللہ المخزومی سے نقل کیا کہ سفیان نے مسلم اور انہوں نے حضرت انس بن مالکؓ سے حدیث بیان کی ہے: حضورؐ غلاموں کی دعوت بھی قبول کرتے تھے اور حمار پر سواری فرماتے تھے اور اُون کے لباس کو پسند کرتے تھے۔ اس بنیاد پر بعض لوگوں کا خیال یہ ہے کہ ظاہری

لباس کی وجہ سے ان کا نام صوفی پڑ گیا اس لئے کہ انہوں نے اُون والے لباس کو پسند کیا۔ اس وجہ سے کہ یہ لباس پہننے میں نرم ہوتا ہے اور اس لئے کہ یہ لباس تمام انبیاء کرام کا بھی ہے۔

حضورؐ سے منقول ہے "روحا کے مقام پر ستر نبی گزرے ہیں جنہوں نے اُونی لباس کے کپڑے پہنے تھے' اُون والا جبہ پہنا تھا اور وہ سب بیت اللہ کی نیت سے آئے۔" اسی طرح منقول ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اُون کے بنے کپڑے پہنتے تھے' درخت کے پتے اور چھال کھاتے تھے اور جہاں شام ہو جائے وہیں رات گزار لیا کرتے تھے۔

حضرت حسن بصریؒ سے منقول ہے کہ وہ فرماتے ہیں کہ میں نے ستر بدری صحابیوں کو دیکھا' اُن کا لباس اُون تھا اور انہی کے بارے میں حضرت ابو ہریرہؓ اور حضرت فضالہ بن عبید فرماتے ہیں "وہ بھوک سے جب بیتاب ہوتے تو انہیں دیہاتی لوگ مجنون سمجھتے تھے' ان کا لباس اُون ہوتا تھا یہاں تک کہ پسینے کی زیادتی کی وجہ سے ان کے کپڑوں سے ایسی بو آتی جیسا کہ بکری کی کھال سے بارش کے بعد آتی ہے۔" اسی طرح ایک شخص حضورؐ کے پاس آئے اور کہنے لگے یا رسول اللہ ﷺ ان لوگوں کے جسم کی بو مجھ سے تو برداشت نہیں ہوتی' آپ کو یہ بو نا گوار نہیں گزرتی؟ گویا اُونی لباس انہوں نے دنیا کی زینت اور آرائش کو ترک کرنے کیلئے پہنا تھا' اس لئے کہ وہ صاحبِ قناعت تھے اور صرف اتنا لباس اختیار کرتے تھے کہ جس سے سترِ عورت ہو جائے۔ انہیں دنیا کی تعیشات اور راحت کی فراغت نہ تھی بلکہ وہ اپنے مولا عزوجل کی عبادت میں ہمہ تن مستغرق ہوتے تھے اور ان کی پوری توجہ آخرت کے امور کی طرف ہوتی تھی۔ اگر یہ مراد لیا جائے تو پھر یہ معنی بھی ٹھیک بنتا ہے اور وجہ تسمیہ بھی درست ہے کہ صوفی کا لفظ صوفا سے ہے۔ چونکہ یہ ہر حالت میں خوب سے خوب تر کی تلاش میں رہتے تھے' بلند سے بلند تر کی طرف ان کی نظر جاتی تھی' تعریف کے حریص اور بھوکے نہیں ہوتے تھے' علم اور عمل کے دروازے ان پر کھلتے ہی جاتے تھے' ان میں سے ہر ایک گویا معلومات کا خزانہ ہے اس لئے وہ لباس کی قید کو قبول نہیں کرتے تھے اور وہ بس اپنے باطن کی طرف توجہ دیتے تھے۔ بجائے نیا لباس ایجاد کرنے کے انہوں نے وہی لباس اختیار کیا جو اس سے پہلے کے لوگ پہنتے تھے۔

تصوف کا بنیادی مقصد ہی اللہ پاک کے قریب ہونا ہے' اللہ پاک سے قریب ہونے کیلئے ان کے پاس بظاہر کوئی راستہ تو نہیں تھا اور اس کا اظہار بھی ایک مشکل امر ہے' اس کیلئے انہوں نے لباس کا سہارا لیا اور یہ بات ظاہر اور واضح ہوگئی کہ جو شخص یہ لباس پہنتا ہے تو وہ اللہ تعالیٰ سے قریب ہونے کی کوشش کر رہا ہے۔ یہ طریقہ زیادہ ادب واحترام والا ہے اور اہلِ تصوف کے ہاں تو اصل چیز ہے ہی احترام۔

ایک اور اہم پہلو یہ ہے کہ صوفیوں کی نسبت لباس کی طرف ہو تو اس سے یہ بات ظاہر ہوتی ہے کہ دنیا کی طرف ان کی توجہ کم ہے' ان کی رغبت کم ہے' وہ نرم و نازک لباس کی طرف متوجہ ہونے کے بجائے صرف ضرورت کے لباس کو اپناتے تھے۔ جب کوئی نیا شخص تصوف کے راستے پر چلنا چاہے تو اس کیلئے بھی وہ اسی امر کو لازم قرار دیتے تھے کہ وہ ان جیسا حلیہ اختیار کرے' دنیاوی لباس اور پر تعیش پوشاک کو چھوڑے' کم سے کم چیزوں پر قناعت کرے' ایسا کرنے والا ان کے راستے یعنی تصوف میں داخل ہو سکتا ہے۔ بجائے اس کے کہ وہ ہر آنے والے کو طریقے بتاتے' لمبے لمبے وعظوں کے ذریعے اسے اپنا مقصد سمجھاتے' انہوں نے لباس والا راستہ اختیار کیا' ہر آنے والا اس گلی میں داخل ہونے سے پہلے اپنے لباس کو ان جیسا بنالیتا ہے اور پھر وہ انہی میں شامل ہو جاتا ہے۔

بہر حال ایک طویل عرصے تک صالحین زاہدین اور عابدین کا لباس اُون ہی رہا ہے۔

ابوزرعہ طاہر روایت نقل کرتے ہیں اپنے والد سے' وہ عبدالرزاق بن عبدالکریم سے' وہ ابوالحسن محمد بن محمد سے' وہ ابوعلی بن اسماعیل بن محمد سے' وہ الحسن بن عرفہ سے' وہ خلف بن خلیفہ سے' وہ حمید بن الحرج سے' وہ نقل کرتے ہیں عبداللہ ابن حارث سے' اور وہ حضرت عبداللہ ابن مسعودؓ سے کہ حضورؐ نے فرمایا ''جس دِن اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام سے کلام کیا' اس دِن موسی علیہ السلام نے جبہ اُون کا پہنا ہوا تھا' شلوار بھی اُون کی تھی' چادر بھی اُون کی پہنی ہوئی تھی اور آپ کے جوتے حمار کے چمڑے کے تھے۔ ایسا حمار جس کے چمڑے کی دباغت نہیں کی گئی تھی۔''

ایک قول یہ بھی ہے کہ صوفیوں کو صوفی اس لئے کہا جاتا ہے کہ وہ اللہ پاک کے سامنے گویا صف اول میں ہوتے ہیں' کہ وہ بلند ہمت اور حوصلے والے ہوتے ہیں' اللہ کے سامنے اپنے دِل کو

کھول کر پیش کر دیتے ہیں اور دِل میں کوئی بھی راز نہیں رکھتے' اسی طرح کہا گیا ہے کہ صوفی کا لفظ اصل میں صفوی تھا۔ تلفظ میں ثقیل ہونے کی وجہ سے صوفی استعمال کیا گیا۔ یہ قول بھی ہے کہ صوفی کی نسبت صفہ کی طرف ہے اور اصحابِ صفہ وہ فقرا' مہاجرین تھے' جن کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ''کچھ فقرا ایسے ہیں جو اللہ کے راستے میں روک دیئے گئے کہ وہ کہیں اور سفر بھی نہیں کرسکتے۔'' اگر ہم یہ تسلیم کرلیں کہ صوفی کا لفظ اصحابِ صفہ سے لیا گیا ہے تو اگرچہ لغوی اعتبار سے یہ لفظ اور اشتقاق درست نہیں بنتا' لیکن معنی کے اعتبار سے یہ لفظ درست بنتا ہے' اس لئے کہ صوفی بھی عام طور پر اپنی عادات کے اعتبار سے اصحابِ صفہ سے مشابہ ہوتے ہیں' ان کی طرح یہ بھی اکٹھے رہتے ہیں' ان کے دِل نرم ہوتے ہیں اور ایک دوسرے کے ساتھ ان کا تعلق صرف اللہ کی رضا کی خاطر ہوتا ہے۔

یہی معاملہ اصحابِ صفہ کا تھا جو تقریباً چار سو صحابی تھے۔ مدینہ منورہ میں ان کے پاس کوئی رہائش تھی نہ ہی ان کا کوئی قبیلہ تھا' چنانچہ وہ مسجد نبوی میں اکٹھے ہوئے جس طرح صوفی اکٹھے ہوتے ہیں۔ وہ نہ کھیتی باڑی کیلئے جاتے تھے' نہ کسی تجارت کیلئے جاتے تھے۔ دِن کے وقت لکڑیاں اکٹھے کرتے تھے اور رات کے وقت وہ عبادت اور قرآن پاک کی تلاوت میں مصروف رہتے تھے۔ حضورؐ بھی ان کے ساتھ دلجوئی والا معاملہ فرماتے تھے اور حضورؐ صحابہ کو بھی اسی کی ترغیب دیتے تھے کہ وہ ان مہاجرین فقراء کے ساتھ نرم دِلی والا معاملہ فرمائیں' ان کے ساتھ بیٹھیں اور ان کے ساتھ کھائیں۔

یہ اصحابِ صفہ ہی ہیں جن کے بارے میں اللہ پاک نے ارشاد فرمایا ''اے نبی اکرمؐ آپ ان لوگوں کو اپنے آپ سے دُور نہ کریں جو اپنے رب کو دِن رات پکارتے رہتے ہیں' صرف اس کی رضا حاصل کرنے کیلئے۔'' اسی طرح ایک اور مقام پر اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ''آپؐ ان لوگوں کے ساتھ ٹھہرے رہیں جو اپنے رب کو دِن رات پکارتے ہیں۔'' اور سورہ عبس کا شان نزول تو مشہور ہے کہ یہ سورۃ حضرت ابن ام مکتومؓ کے بارے میں نازل ہوئی' حضرت ابن مکتومؓ بھی اصحاب صفہ میں سے تھے۔ حضرت ابن ام مکتومؓ کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے حضورؐ سے باز پرس کی۔

حضورؐ جب اصحابِ صفہ سے مصافحہ کرتے تو اپنا ہاتھ ان کے ہاتھ سے چھڑاتے نہیں تھے' اور جب بھی اصحابِ صفہ آتے تو حضورؐ صاحبِ ثروت صحابہ کرام پر ان اصحاب صفہ کو تقسیم کر دیتے۔ ایک شخص کے ساتھ تین اصحابِ صفہ میں سے صحابیوں کو روانہ کرتے اور بعض کے ساتھ چار بھی روانہ کرتے۔ حضرت سعد ابن معاذؓ چونکہ مالدار صحابی تھے اس لئے یہ اپنے ساتھ بعض دفعہ 80 صحابہ کو لے جاتے اور ان کو کھانا کھلاتے۔

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ میں نے اصحاب صفہ میں سے ستر صحابہ کو دیکھا کہ ان کے پاس پہننے کیلئے ایک ہی کپڑا تھا' بعض کے پاس کپڑا ایسا تھا کہ وہ ان کے گھٹنوں تک بھی نہیں پہنچتا تھا' جب وہ رکوع میں جاتے تو اس کپڑے کو اپنے ہاتھ سے مضبوطی سے پکڑ لیتے تاکہ سترِ عورت رہے۔ بعض اصحابِ اہل صفہ کا یہ بھی کہنا ہے کہ ہم جماعت کی شکل میں حضورؐ کے پاس آئے اور کہا: یارسول اللہ! کھجوروں نے ہمارے پیٹ کو جلا ڈالا۔ حضورؐ نے جب یہ بات سنی تو آپ منبر پر تشریف لے گئے اور فرمایا ''کیا ہوا اُن لوگوں کو جو یہ کہتے ہیں کہ ہمارے پیٹ کھجور کھانے سے جل گئے' کیا تم اس بات کو جانتے نہیں کہ یہ کھجور مدینہ والوں کی خوراک ہے' مدینہ والوں نے ہماری حوصلہ افزائی کی' ہمیں رہائش دی۔ اس ذات کی قسم جس کے قبضے میں محمدؐ کی جان ہے' دو ماہ گزر گئے محمد کے گھر سے روٹی پکنے کا دھواں بلند نہیں ہوا اور محمدؐ کے گھر میں بھی یہی دو چیزیں پانی اور کھجور ہیں۔''

شیخ ابوالفتوح محمد عبدالباقی نے اپنی کتاب میں نقل کیا' وہ کہتے ہیں: ہمیں شیخ ابوبکر بن زکریا الطریثیثی نے' انہوں نے شیخ عبدالرحمٰن سلمی' انہوں نے محمد بن محمد ابن سعید الانماطی سے' انہوں نے الحسن بن یحیٰی بن سلام سے' انہوں نے محمد ابن علی الترمذی سے' انہوں نے سعید بن حاتم البلخی سے' انہوں نے سہل بن اسلم سے' انہوں خلاد بن محمد سے' انہوں نے ابی عبدالرحمٰن السکری سے' انہوں نے یزید نحوی سے' انہوں نے عکرمہ سے' اور عکرمہ نے حضرت ابن عباسؓ سے روایت نقل کی ہے کہ حضورؐ ایک دفعہ اہل صفہ کے پاس کھڑے ہوئے تو اصحابِ صفہ کے چہروں سے ان کا فقر اور ان کی محنت اور کوشش ظاہر ہو رہی تھی' حضورؐ نے فرمایا کہ اے اہل صفہ خوش ہو جاؤ تم میں سے جو شخص بھی موجودہ حالت میں مرا' تو وہ قیامت کے دِن میرے رفقائے کار میں سے ہوگا۔

ایک قول یہ ہے کہ ان میں سے ایک گروہ خراسان میں غاروں اور پہاڑوں میں رہتا تھا اور عام طور پر شہروں اور میدانی علاقوں میں رہائش پذیر نہیں ہوتا تھا' انہیں خراسان میں شکفتیہ کے نام سے پکارا جاتا تھا' اس لئے کہ شکفت خراسان کی زبان میں غار اور پہاڑ کی چوٹی کو کہتے ہیں' اس وجہ سے ان کا نام شکفتیہ پڑ گیا۔ شام میں انہیں جوعیہ کے نام سے پکارا جاتا ہے۔

قرآن پاک میں اللہ تعالیٰ نے نیک لوگوں اور اچھے اخلاق والے لوگوں کو ذکر کیا تو کسی کا نام ابرار رکھا' کسی کا نام مقربین رکھا' کہیں ان کا نام صابرون' صادقون' ذاکرون اور کہیں محبون آیا۔ صوفی کا لفظ اگرچہ ان مذکورہ صفات پر مشتمل ہے لیکن بہرحال یہ لفظ حضورؐ کے زمانے میں نہیں تھا۔ تابعین کے زمانے میں سب سے پہلے اس لفظ کا استعمال ہوا۔

حسن بصریؒ سے منقول ہے' وہ فرماتے ہیں میں نے ایک صوفی کو طواف کرتے ہوئے دیکھا تو میں نے اپنے پاس موجود کوئی چیز کھانے کی اس کو دی' اس نے وہ چیز قبول نہ کی اور کہنے لگا میرے پاس چار دوانیق موجود ہیں' اور یہ چار دوانیق میرے لئے کافی ہیں۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ صوفی کا لفظ ابتدا سے ہی استعمال ہو رہا ہے' لیکن مشہور قول یہی ہے کہ 200ھ کے بعد یہ لفظ استعمال ہوا ہے۔ (۴۵)

صوفی کے لفظ کا استعمال کب سے ہوا؟ اس بارے میں اختلاف ہے اور کئی اقوال ہیں جو ایک دوسرے کے معارض اور متناقض ہیں۔

ابوالمفاخر یحیٰی الباخرزی (۴۶) جو مشہور صوفی اور محقق ہیں' انہوں نے دوسرے قول کو اختیار کیا' یعنی یہ لفظ 200ھ کے بعد استعمال ہوا۔

نجم الدین کبری (۴۷) نے کہا کہ راجح قول یہ ہے کہ تصوف کا لفظ صوف سے مشتق ہے۔ مزید ان کا کہنا تھا کہ سب سے پہلے آدم اور حوا علیہما السلام نے صوفیانہ اونی لباس پہنا' اس لئے کہ جب وہ اس دنیا پہ اتارے گئے تو اس وقت برہنہ تھے تو جبریل علیہ السلام ان کیلئے جنت سے ایک دنبہ لائے' اس کی اُون کاٹ کر حضرت حوا نے اسے کاتا اور حضرت آدم علیہ السلام نے اس سے لباس بنایا اور ان دونوں نے اُون کے بنے کپڑے پہنے۔ اسی طرح حضرت موسیٰ علیہ السلام سے منقول

ہے کہ انہوں نے اُون کا لباس پہنا۔ حضرت یحیٰؑ، حضرت زکریا علیہ السلام اور ہمارے نبی اکرمؐ سے بھی یہی منقول ہے کہ آپ اون کا بنا کپڑا پہنتے تھے۔ تو صوفی کی نسبت صوف کی طرف ہے۔

جب ایک صوفی صوف یعنی اُون کا کپڑا پہنتا ہے تو وہ اپنے آپ سے اُون کا حق بھی طلب کرتا ہے۔ اُون کا حق کیا ہے؟ اس کے بارے میں ایک دلچسپ روایت یہ ملتی ہے کہ لفظ صوف تین حروف سے مرکب ہے۔ ص، و اور ف۔ ص کا مطلب سختی، سچائی۔ صلوۃ کا معنی نماز۔ و سے مراد وفا اور وجد اور ف سے مراد الفرح والفرج یعنی خوشی اور کشادگی۔ (۴۸)

نجم الدین کبری نے ان باتوں کو بیان کرنے کے بعد آخر میں اُون کے مختلف رنگوں کو بھی بیان کیا کہ کون سا صوفی کس حالت میں کس رنگ کی اُون پہنے گا۔ نجم الدین کبری کے مطابق وہ صوفی جس نے اپنے آپ کو مجاہدہ اور مشقت کی تلوار سے قتل کر ڈالا ہو اُسے چاہئے کہ وہ سیاہ رنگ کی اُون پہنے۔ جو توبہ کرنے والا صوفی ہو، جو اپنے گناہوں کو ریاضت اور توبہ کے صابن سے دھوئے، جو اپنے دِل کے برتن کو غیروں کے ذِکر اور یاد سے پاک کرے تو اُسے چاہئے کہ وہ سفید رنگ کی اُون پہنے۔ جو صوفی ترقی کرتا ہوا اس مقام تک پہنچ جائے کہ وہ عالمِ اسفل کی بجائے عالمِ اعلیٰ تک پہنچ جائے تو اسے چاہئے کہ وہ نیلے رنگ کا لباس پہنے، اس لئے کہ نیلا رنگ آسمان کا رنگ ہے، گویا اب وہ اپنے مقام میں آسمان تک پہنچ گیا۔ (۴۹)

ابو طالب مکی بھی ان لوگوں میں سے ہیں جو کہتے ہیں کہ صوفی کا لفظ صوف سے مشتق ہے۔ ابو طالب مکی نے اپنی کتاب ''قوت القلوب'' میں ایک روایت نقل کی، جو اگرچہ جرح و تعدیل کے اعتبار سے صحیح روایت نہیں ہے بلکہ اس کے بارے میں عام طور پر یہی کہا جاتا ہے کہ یہ من گھڑت روایت ہے۔ اس میں وہ کہتے ہیں کہ حضورؐ نے فرمایا ''صوف یعنی اُون کا لباس پہنو، پیٹ بھر کر نہ کھاؤ تو آسمان کی بادشاہی میں داخل ہو جاؤ گے۔'' لیکن ابو القاسم عبد الکریم القشیری (۵۲) طالب مکی کی رائے سے اختلاف کرتے ہیں، چنانچہ اپنے رسالے میں انہوں نے نقل کیا ''بعض لوگ جو یہ کہتے ہیں کہ صوفی کا لفظ صوف سے ہے۔ اس لئے کہا جاتا ہے تصوف، فلاں آدمی نے صوف یعنی اون کے بنے کپڑے پہنے، ایسے ہی جیسا کہ کہا جاتا ہے تقمص،

جب کوئی آدمی قمیض پہنے، تو یہ ایک وجہ ہے کہ صوفی کو اون کے کپڑے پہننے کی وجہ سے صوفی کہا جاتا ہے لیکن صوفی صوف یعنی اُون کے بنے کپڑوں کی وجہ سے پہچانے نہیں جاتے بلکہ ان کے پہچان کے حوالے اور بھی بہت سارے ہیں، لہٰذا یہ کہنا درست نہیں ہے کہ صوف یعنی اون پہننے کی وجہ سے ہی انہیں صوفی کہا جاتا ہے۔ جو لوگ یہ کہتے ہیں کہ لفظ صوفی کی نسبت لفظ صفہ کی طرف ہے۔ یعنی وہ اصحاب صفہ جو حضورؐ کے زمانے میں مسجد نبوی میں بیٹھا کرتے تھے۔ تو ان صوفیوں اور اصحاب صفہ کے درمیان تو کوئی نسبت ہی نہیں ہے۔ جو لوگ یہ کہتے ہیں کہ صوفی کا لفظ صفاءٌ سے مشتق ہے، تو اس لفظ کا صفا سے مشتق ہونا لغوی اعتبار سے کسی بھی طرح سمجھ میں نہیں آتا۔ بعض لوگ جو یہ کہتے ہیں کہ یہ لفظ صف سے مشتق ہے یعنی یہ اللہ پاک کے سامنے، گویا صف اوّل میں ہوتے ہیں، اگرچہ معنی کے اعتبار سے تو یہ بات درست ہو سکتی ہے لیکن لغوی اعتبار سے لفظ صف سے صوفی کا مشتق ہونا سمجھ میں نہیں آتا۔ (۵۳)

عبدالرحمٰن جامی جو مشہور ایرانی صوفی ہیں ان کی تاریخ وفات 898ھ ہے، انہوں نے اپنی کتاب ''نفحات'' میں ذکر کیا ہے کہ صوفی کا لفظ استصفاء سے لیا گیا ہے، استصنعاء کا معنی ہوتا ہے منتخب ہونا۔ عبدالرحمٰن جامی نے دلیل اخذ کی ہے کہ عبداللہ ابن خفیف کہتے ہیں: صوفی وہ ہے جسے اللہ تعالیٰ اپنی محبت کیلئے منتخب کر لے۔ (۵۴)

ایک اور قول ایرانی صوفی یعنی عبدالعزیز بن محمد نسفی کا ہے کہ وہ فرماتے ہیں کہ تصوف صفوۃ سے ماخوذ ہے۔ (۵۵)

تصوف کے اصل اور اشتقاق میں اور بھی بہت سارے اقوال ہیں جن میں سے بعض کو ابن الجوزی اور شیخ الاسلام امام ابن تیمیہ وغیرہ نے ذکر کیا۔ علامہ ابن الجوزی کے مطابق بعض لوگوں کا خیال یہ ہے کہ تصوف اہل صفہ کی طرف نسبت ہے۔ اس لئے کہ صوفیوں نے بھی اہل صفہ کو دیکھا اور ان کی حالت یہ تھی کہ وہ اللہ پاک کی طرف ہر حال میں متوجہ ہوتے تھے اور فقر اور قناعت کی حالت میں پڑے رہتے تھے۔ اصحاب صفہ فقرا مہاجرین تھے، یہ حضورؐ کے پاس آتے تھے، نہ ان کا گھر ہوتا تھا نہ ہی کوئی مال۔

مسجد نبوی میں حضورؐ نے ان کیلئے ایک چبوترہ سا بنوا دیا اور اس چبوترے کی وجہ سے ان کا نام اہل صفہ پڑ گیا۔ ایک قول کے مطابق یہ چبوترہ یا صفہ غریب اور کمزور مسلمانوں کیلئے بنایا گیا تھا۔ مدینہ منورہ کے تمام مسلمان حسب استطاعات اصحاب صفہ کی مدد کرتے تھے۔ حضورؐ جب ان کے پاس سے گزرتے تھے تو السلام علیکم یا اہل صفہ فرماتے۔ جواب میں اصحاب صفہ وعلیکم السلام کہتے۔ پھر حضور ان سے پوچھتے کہ دن خیرت سے گزرا؟ تو وہ کہتے بخیر یا رسول اللہ۔

اسی طرح نعیم بن مجمر اپنی سند کے ساتھ اپنے والد سے نقل کرتے ہیں، انہوں نے حضرت ابوذرؓ سے یہ روایت نقل کی ہے کہ حضرت ابوذرؓ فرماتے ہیں میں بھی اصحاب صفہ میں سے تھا، جب رات کا وقت ہوتا تھا تو ہم حضورؐ کے گھر کے دروازے کے پاس کھڑے ہو جاتے تھے، حضورؐ ہم میں سے ایک صحابی کو مدینہ منورہ کسی صحابی کے پاس روانہ کر دیتے، یوں ہر صحابی کسی نہ کسی کے پاس مہمان بن جاتا۔ آخر میں دس یا اس سے بھی کم صحابی رہ جاتے تو حضورؐ ہمیں اپنے گھر لے آتے اور خود شام کا کھانا کھانے کی بجائے وہ کھانا ہمیں کھلا دیتے۔ جب ہم کھانا کھانے سے فارغ ہو جاتے تو حضورؐ ہم سے فرماتے کہ اب تم جا کر مسجد میں سو جاؤ۔

مصنف کے مطابق یہ لوگ یعنی اصحاب صفہ مسجد میں ضرورت کی وجہ سے قیام کرتے تھے۔ صدقات بھی ضرورت کی وجہ سے ہی لیا کرتے تھے۔ جب مسلمانوں پر خوشحالی کا دور آیا تو اصحاب صفہ نے اپنی یہ حالت ترک کر دی اور اس کے بعد انہوں نے دنیاوی معاملات میں اپنے آپ کو مشغول کر لیا۔ لہٰذا صوفی کی نسبت اہل صفہ کی طرف درست نہیں ہے، اس لئے کہ اگر نسبت اہل صفہ کی طرف ہوتی تو صوفی کی بجائے صفی کہا جاتا۔

ایک قول یہ بھی ہے کہ صوفی کا لفظ صوفانہ سے ہے۔ صوفانہ چھوٹے سے چنے کے دانے کو کہتے ہیں، گویا ان لوگوں نے صوفی نام اس جنگلی پودے کے ساتھ مشابہت کی وجہ سے رکھا، جس طرح وہ جنگلی پودا تنہا اور اکیلا ہوتا ہے، یہی حال صوفیوں کا بھی ہے۔ لیکن یہ اشتقاق اور یہ نسبت بھی درست نہیں ہے، کیونکہ اگر لفظ صوفی کی نسبت یا اس کا اشتقاق صوفانہ سے ہوتا تو انہیں صوفانی کہا جاتا، نہ کہ صوفی۔ (۵۶)

بعض لوگوں کا قول یہ ہے کہ صوفی یا صوفۃ القفا یعنی گدی کے بالوں کی طرف نسبت ہے۔

ایک قول یہ بھی ہے کہ تصوف صوفاء کی طرف منسوب ہے۔

ابن الجوزیؒ فرماتے ہیں کہ ابو محمد عبدالغنی بن سعید الحافظ نے ولید ابن القاسم سے سوال کیا: یہ صوفی کس چیز کی طرف اپنی نسبت کرتے ہیں؟ تو انہوں نے کہا زمانہ جاہلیت میں ایک قوم کا نام صوفہ تھا' جنہوں نے دنیا سے قطع تعلق کر لیا اور کعبہ مکرمہ میں آ کر پناہ گزیں ہوئے۔ جو لوگ عمل کے اعتبار سے ان سے مشابہت اختیار کرتے ہیں' انہیں صوفیا کہا جاتا ہے۔ عبدالغنی کا کہنا ہے کہ یہ قبیلہ صوفہ تھا' یہ غوث بن مر بن اخی تمیم بن مر کی اولاد میں سے ہے۔ (۵۷)

اس اشتقاق اور مصدر کو عام طور پر لغات اور مراجع میں بیان کیا گیا ہے۔ (۵۸)

لفظ صوفی کے بارے میں بعض متقدمین کی رائے ان سے مختلف بھی ہے' مثلاً ابوریحان البیرونی المتوفی 440ھ کے مطابق صوفی کی نسبت یونانی زبان کے لفظ سوفی سے ہے جس کا معنی ہوتا ہے حکمت۔ انہوں نے اپنے کلام میں تفصیل بیان کی ہے کہ یونان کے حکماء فلسفہ کے تہذیب سے قبل ہندوؤں کی طرح کا عقیدہ رکھتے تھے' ان کا عقیدہ یہ تھا کہ ہر چیز اصل میں ایک چیز سے پیدا ہوئی ہے اور انسان کو جمادات اور نباتات پر یہی فضیلت حاصل ہے کہ وہ اس اصل بنیادی چیز کے قریب ہے۔ انسان کو اس شے واحد یا شے اصل سے قربت کی وجہ سے جمادات اور نباتات پر فضیلت حاصل ہے۔ بعض یونانیوں کا عقیدہ یہ تھا کہ اصل میں موجودِ حقیقی علت اولیٰ ہے جسے منطق کی اصطلاح میں جزء لایتجزیٰ کہا جاتا ہے۔ وہ وجودِ حقیقی اپنی بقا کیلئے کسی کا محتاج نہیں ہوتا' اس کے علاوہ جتنے بھی موجودات ہیں' وہ سب کے سب اس وجود حقیقی کے محتاج ہیں۔

اس تفصیل اور بحث کے بعد ابوریحان بیرونی کہتے ہیں کہ یہی رائے سوفیا کی ہے۔ سوفیا یونانی زبان میں حکماء کو کہتے ہیں۔ سوف کا معنی حکمت۔ اور اسی سے لفظ ''بیلا سویا'' یعنی حکمت سے محبت کرنے والا استعمال ہوتا ہے۔ مسلمانوں میں سے بھی بعض لوگوں کے خیالات ان یونانی مفکرین اور حکماء سے ملتے تھے۔ چونکہ یہ ایک نیا فرقہ تھا' لوگوں کو اس کیلئے کوئی نیا نام نہ سوجھا تو انہوں نے اسی نام سے پکار لیا جو یونانی زبان میں مشہور تھا۔ اس لئے ان کا نام بھی صوفی پڑ گیا۔

بعض لوگ کہتے ہیں کہ صوفیا کی نسبت اصحاب صفہ کی طرف ہے، تو یہ غیر معروف قول ہے۔

اس بحث کو نقل کرنے کے بعد ابوریحان البیرونی نے ابوالفتح بستی کے وہ اشعار نقل کیے جو ہم نے اس سے قبل بیان کیے ہیں۔

یونانیوں کا عقیدہ یہ بھی تھا کہ اصل شئی واحد یا علت اولیٰ ہے اور دنیا کی ہر چیز اسی علت اولیٰ کی صورت اور اس کا پرتو ہے۔ ہر چیز اس علت اولیٰ کے ساتھ لاحق ہے اور مختلف شکلیں اپنانے کے باوجود اس علت کے ساتھ متحد ہے۔ بعض یونانیوں کا یہ کہنا تھا: اگر اشیاء میں سے زائد چیزیں اور متعلقات ہٹا دیئے جائیں، ختم کر دیئے جائیں تو دوبارہ اصل یعنی علت اولیٰ بن جاتی ہے، اس سے قریب قریب صوفیا کا مسلک تھا۔ صوفی بھی یہ کہتے تھے کہ نفس جسم کے ساتھ ملنے سے قبل اپنا آپ علیحدہ وجود رکھتی ہے، ایسا وجود جو اس کی اپنی پہچان اور اپنا تعارف ہے' (۵۹) اسی قول کو مستشرقین نے اپنایا۔ ان کے علاوہ عبدالعزیز اسلام اور محمد لطفی کا بھی قول یہی ہے۔ (۶۰)

چونکہ لفظ صوفی اور سوفیا جو یونانی لفظ ہے، کے درمیان مشابہت صوتی ہے، یعنی آواز اور تلفظ کے اعتبار سے مشابہت ہے' اسی طرح تصوف اور یونانی زبان کے ایک کلمے یوسوفیا میں مشابہت ہے۔ یہ دونوں لفظ یونانی زبان کے لفظ ہیں، لیکن نولدکا کہنا یہ ہے کہ یہ مشابہت درست نہیں ہے۔ لفظ صوفی کو یونانی زبان کے کسی کلمے کے ساتھ مشابہت نہیں دی جا سکتی، اس لئے کہ وہ لفظ جو یونانی زبان میں "س" کے ساتھ ہو، وہ عربی زبان میں منتقل ہونے کے بعد "ص" سے نہیں بدلتا، چنانچہ ابوسینا کا لفظ یونانی زبان کا ہے لیکن عربی میں منتقل ہوا تو یہ سینا ہی رہا، ص سے صینا نہیں بنا۔

نولدکا کے اس قول کی تائید مشہور مستشرق نیکلسن اور ماسینئن نے بھی کی، یہ اختلافات اس لفظ کے اصل اور اشتقاق کے بارے میں ہیں۔ (۶۱)

اس زبردست اختلاف کی وجہ سے بالآخر مشہور صوفی بزرگ علی ہجویری المتوفی 465ھ کہتے ہیں: یہ لفظ لغوی اعتبار سے کسی بھی اور لفظ سے مشتق نہیں ہے اس لئے کہ یہ لفظ اپنی ذات کے اعتبار سے اتنا بڑا، عظیم ہے کہ اسے کسی مشتق کی ضرورت ہی نہیں۔ (۶۲) اسی طرح قشیری اپنے رسالہ کے اندر لکھتے ہیں کہ اس لفظ کا کوئی عربی مشتق نہیں ہے اور عربی زبان میں اس طرح کا کوئی

لفظ استعمال نہیں کیا جاتا۔(۶۳)

یہ بات تو واضح ہے کہ صوفی کا لفظ لغوی اعتبار سے صوف سے ہی نکل سکتا ہے۔ اسی کو طوسی' ابوطالب المکی' سہروردی' ابومفاخر' یحیٰی باخرزی' ابن الجوزی' شیخ الاسلام ابن تیمیہ اور ابن خلدون وغیرہ نے نقل کیا ہے۔

متاخرین میں سے استاد مصطفیٰ عبدالرزاق' ڈاکٹر ذکی مبارک' ڈاکٹر عبدالحلیم محمود' ڈاکٹر قاسم غنی اور مستشرقین میں سے نکلسن' ماسینئن' نولدکا وغیرہ نے بھی یہی قول اپنایا ہے لیکن صوفیوں کے مشہور رہنما اور قائدین اس خیال سے متفق نہیں ہیں۔

ذکی مبارک نے لفظ تصوف کو صفا سے مشتق قرار دینے سے اختلاف کیا ہے اور کہا کہ قشیری جو خود بڑے صوفی ہیں' وہ بھی اس اشتقاق کیخلاف ہیں۔ (۶۴) آخر میں وہ یہ کہتے ہیں کہ یحیٰی بن معاذ الرازی شروع میں تو اون کے لباس والے کپڑے پہنتے تھے لیکن اپنے آخری ایام میں وہ باریک کپڑا پہننے لگے۔ اسی طرح ابوحفص نیشاپوری بھی ریشمی اور بہترین کپڑے پہنتے تھے۔ سراج الطّوسی کہتے ہیں کہ فقرا کا طریقہ یہ ہے کہ جب انہیں اونی کپڑا ملے تو اسی کو پہن لیتے ہیں' لیکن اس کے علاوہ کوئی اور کپڑا دستیاب ہو تو وہ بھی پہن لیتے ہیں' گویا پہلے انہوں نے ایک قول نقل کیا اور خود ہی اس کی مخالفت کی۔ (۶۵) اس طرح کی اور بہت ساری باتیں صوفیوں کی کتابوں میں منقول ہیں جن میں سے چند ایک کو ہم نے بیان کیا۔

مصطفیٰ عبدالرزاق اپنی کتاب ''المختصر'' میں اسی بات کو بیان کرتے ہیں جس کو اس سے قبل ہم کئی بار بیان کر چکے ہیں کہ بعض کے نزدیک لفظ صوفی جامد لفظ ہے' کسی سے مشتق نہیں ہے۔ بعض کے نزدیک یہ صفا اور صفو سے مشتق ہے' بعض کے نزدیک یہ صوف سے مشتق ہے اور بعض کے نزدیک اس کی نسبت صفہ کی طرف ہے۔

اس کے علاوہ کچھ ضعیف اقوال بھی انہوں نے بیان کئے کہ صوفی کی نسبت صف اول کی طرف ہے اور صوفیوں کی نسبت صوفۃ القفا یعنی گدی کے بالوں کی طرف ہے۔ یا صوفی کا لفظ قبیلہ صوفہ کی طرف منقول ہے۔ بہرحال ان تمام اقوال میں سے راجح قول جو قرین قیاس بھی ہے اور

جسے ہر عقل مانتی ہے، جو لغوی اعتبار سے بھی حقیقت سے زیادہ قریب محسوس ہوتا ہے، وہ یہ ہے کہ صوفی کا لفظ صوف سے مشتق ہے۔(٦٦)

جیسا کہ ہم اس پورے باب میں یہ بیان کر چکے ہیں کہ لفظ صوفی کے بارے میں اختلافات ہیں، اور یہ اختلافات اتنے زیادہ ہیں کہ تصوف کے بارے میں پڑھنے والا یا اس پر تحقیق کرنے والا ہر شخص پریشانی میں مبتلا ہو جاتا ہے، اسے سمجھ نہیں آتی کہ وہ کس لفظ کو اس کا اصل شمار کرے، چنانچہ تصوف کے بارے میں ایک محقق نے اپنی کتاب میں ان اختلافات سے تنگ آ کر یہ لکھا: اس سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ صوفی ہر کسی سے اپنے نام کا اصل پوچھتے رہتے ہیں، یا تو تصوف کوئی راز ہے جو کسی کو سمجھ نہیں آتا، یا یہ کوئی اختلافی معاملہ ہے، یا یہ ایک ایسی چیز ہے جو بہت سے پہلوؤں پر مشتمل ہے، بہر حال جو بھی ہو ہم اس کا فیصلہ اپنے قاری پر چھوڑتے ہیں کہ وہی جواب نکالیں۔(٦٧)

تیسری فصل

تصوف کی تعریف

تصوف کے اصل اور اس کے اشتقاق کی طرح تصوف کی تعریف میں بھی بہت سے اختلافات ہیں۔

مشہور صوفی قطب الدین ابوالمظفر ' منصور المروذی جس کی تاریخ وفات 491ھ ہے' نے اپنی کتاب میں تصوف کی بیس سے زیادہ تعریفیں نقل کی ہیں۔ (٦٨) اسی طرح سراج طوسی' (٦٩) کلاباذی' (٧٠) سہروردی (٧١) اور ابن عجیبہ الحسنی (٧٢) نے بھی مختلف تعریفیں نقل کیں۔

قشیری نے اپنی کتاب میں تصوف کی پچاس سے زیادہ تعریفیں لکھی ہیں اور حوالہ دیا ہے کہ یہ تعریفیں اس نے متقدمین صوفیاء سے اخذ کی ہیں۔ (٧٣)

مشہور مستشرق نکلسن نے 78 تعریفین بیان کی ہیں' (٧٤) تاہم اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ سب سے زیادہ تعریفیں 78 ہی ہیں' بلکہ سراج طوسی نے اپنی کتاب ''لمحات'' میں تصوف کے بارے میں جو تعریفات نقل کی ہیں وہ سو سے بھی زائد ہیں۔ (٧٥)

سہروردی اپنی کتاب ''عوارف المعارف'' میں لکھتے ہیں: تصوف کی تعریف پر مشائخ کے ایک ہزار سے زائد اقوال ہیں۔ (٧٦) الحامدی نے اپنی کتاب ''الانسان والاسلام'' میں نقل کیا ہے کہ تصوف کی دو ہزار سے زائد تعریفیں کی جاسکتی ہیں جو کہ مختلف آئمہ تصوف اور متقدمین سے منقول ہیں۔ (٧٧)

ہم اس کتاب کے اندر چند ایک تعریفات کو بیان کریں گے اور قارئین اور محققین کے سامنے نمونے کے طور پر بعض تعریفیں لائیں گے مثلاً سراج طوسی نے اپنی کتاب میں نقل کیا ہے کہ جنید بغدادی سے تصوف کے بارے میں پوچھا گیا تصوف کیا چیز ہے؟ تو ان کا کہنا تھا کہ اللہ کے ساتھ بغیر کسی واسطے کے تعلق قائم ہونا۔

سمنون جو کہ مشہور صوفی ہیں' ان سے کسی نے تصوف کی تعریف پوچھی تو انہوں نے کہا:

تصوف یہ ہے کہ تم کسی چیز کے مالک نہ ہو اور نہ ہی کوئی چیز تمہاری مالک ہو۔

ابوالحسین احمد بن محمد النوری سے سوال کیا گیا کہ صوفی کس کو کہتے ہیں؟ تو ان کا کہنا تھا: جو سماع کرے اور اسباب کو ترجیح نہ دے۔(۷۸)

قشیری سے یہ بات بھی منقول ہے کہ جنید بغدادی سے ایک اور موقع پر جب تصوف کے بارے میں پوچھا گیا تو ان کا کہنا تھا: تصوف ایک ایسی گرہ ہے جو آج تک کسی سے کھل نہ سکی، اور ایسا معمہ ہے جو آج تک کسی سے حل نہیں ہو سکا۔

جنید بغدادی سے یہ بھی منقول ہے کہ انہوں نے صوفیوں کے بارے میں کہا کہ سب صوفی ایک گھر کے افراد اور ایک خاندان کی طرح ہوتے ہیں کہ اس میں کوئی اور داخل نہیں ہو سکتا۔

ابوحمزہ بغدادی سے منقول ہے کہ انہوں نے کہا: سچے صوفی کی علامت یہ ہے کہ وہ مالداری کے بعد فقر اختیار کرتا ہے۔ عزت کے بعد اپنے لئے ذلت اختیار کرتا ہے اور شہرت کے بعد اپنے لئے تنہائی اور عزلت اختیار کرتا ہے۔

شبلی سے تصوف کے بارے میں منقول ہے کہ انہوں نے کہا: تصوف بجلی کی ایک کوند ہے جو لمحے میں ہی سب کچھ جلا ڈالتی ہے۔

شبلی سے ایک اور قول بھی منقول ہے کہ تصوف کائنات اور اس کے زخارف کو دیکھنے سے اجتناب کرنا ہے۔(۷۹) منصور بن اردشیر سے منقول ہے، انہوں نے حسین بن منصور سے نقل کیا کہ کسی شخص نے حسین بن منصور کے پاس آکر سوال کیا: صوفی کس کو کہتے ہیں؟ حسین بن منصور نے کہا کہ صوفی اس دنیا میں وہ اکلوتا اور تنہا شخص ہے جو نہ کسی کو قبول کرتا ہے اور نہ کوئی اسے قبول کرتا ہے۔(۸۰)

محمد بن ابراہیم الغفزی الرندی نے ایک صوفی سے نقل کیا ہے کہ صوفی وہ ہوتا ہے جس کا خون معاف اور جس کا مال مباح ہوتا ہے۔(۸۱) اسی طرح السلمی نے ابومحمد المرتعش النیشاپوری سے سوال کیا تصوف کس کو کہتے ہیں؟ تو اس کا کہنا تھا کہ تصوف اپنے آپ کو چھپانے اور اپنے بارے دوسروں کو دھوکے میں رکھنے کا نام ہے۔

ابو حسین النوری سے منقول ہے: تصوف نفسانی خواہشات کو چھوڑنے کا نام ہے۔ (۸۲)

کلاباذی' عبدالسلام الاسمر الفقیوری نے نقل کیا ہے کہ جنید بغدادی سے تصوف کے بارے میں سوال کیا گیا تو ان کا کہنا تھا: تصوف یہ ہے کہ اپنے دِل کو اتنا صاف کرلو کہ اسے دنیا کی لذات و خواہشات میں کوئی دلچسپی نہ رہے اور اس کیلئے خلوت وجلوت ایک ہو جائے۔ طبعی عادات چھوڑ دو' بشری تقاضوں کو دباؤ' نفسانی خواہشات سے اجتناب کرو' روحانی صفات میں ترقی حاصل کرو اور حقیقی علوم کی طرف متوجہ ہو۔

سہل بن عبداللہ التستری سے ایک شخص نے سوال کیا کہ لوگوں کے گروہوں میں سے سب سے زیادہ قابل عزت اور قابل احترام گروہ کون سا ہے؟ ایسا کون سا گروہ ہے جس کے پاس ایک آدمی کو ہدایت کے حصول کیلئے بیٹھنا چاہئے؟ تو تستری نے کہا کہ تم صوفیوں کے پاس بیٹھا کرو' اس لئے کہ وہ بھیڑ بھاڑ پسند نہیں کرتے' ہر بات دِل کھول کر کہہ دیتے ہیں' ہر کام کی ان کے پاس تاویل ہوتی ہے اور تم کوئی بھی گناہ کرو گے' اس کا تمہارے لئے وہ عذر نکال لیں گے۔

یوسف بن حسین سے منقول ہے کہ میں نے ذوالنون سے سوال کیا: میں کس کی صحبت اختیار کروں؟ انہوں نے کہا کہ جو کسی چیز کا مالک نہ ہو' جو تیرے اوپر کسی حالت کی وجہ سے طعن و تشنیع نہ کرے' جو تیری حالت بدلنے کے ساتھ خود نہ بدلے' تم اس کے جتنے قریب ہو گے اتنے ہی تمہارے اندر تغیر اور تبدیلی پیدا ہو گی۔ (۸۳)

علی ہجویری نے صوفی کے بارے میں نقل کیا ہے کہ صوفی وہ ہے جس نے اپنے نفس کو فنا کر دیا ہو' جو طبعی ضروریات کی قید سے آزاد ہو گیا ہو اور حقیقت کی دنیا میں داخل ہو چکا ہو۔

جنید بغدادی سے ایک اور قول بھی منقول ہے کہ انہوں نے کہا: تصوف صفت ہے جس میں بندہ قیام کرتا ہے۔ کسی نے سوال کیا کہ یہ عبد یا بندے کی صفت ہے یا حق تعالیٰ کی صفت ہے؟ تو ان کا کہنا تھا: اصل میں تو یہ حق تعالیٰ کی صفت ہے تاہم رسماً اور اتباعاً بندے کی صفت ہے۔

شبلی سے صوفی اور تصوف کے بارے میں سوال کیا گیا تو ان کا کہنا تھا کہ تصوف شرک ہے اس لئے کہ تصوف غیر کو اپنے دِل سے نکالنے کا نام ہے حالانکہ غیر تو کوئی چیز ہی نہیں۔ (۸۴)

عبدالرحمٰن جامی نے صوفی کے بارے میں کہا: صوفی وہ ہوتا ہے جو رسوم و رواج سے نکل جائے۔(۸۵)

ابوالعباس نہاوندی سے منقول ہے کہ تصوف کی ابتدا فقر اور غربت ہے۔

عطار نے ابوالحسن الحقانی سے نقل کیا ہے کہ انہوں نے کہا: تصوف ایک مردہ جسم کا نام ہے، ایک روندے ہوئے دِل اور ایک جلی ہوئی روح کا نام ہے۔ مزید کہتے ہیں کہ سب مخلوق ہیں لیکن صوفی مخلوق نہیں ہے اس لئے کہ وہ تو معدوم ہے۔ صوفی عالم خلق میں سے نہیں ہے بلکہ عالم امر میں سے ہے۔(۸۶)

عطار نے جنید بغدادی سے بھی ایک اور قول نقل کیا کہ صوفی وہ ہے جو اپنے آپ کو اللہ کے سپرد کردے، دنیا کی محبت سے اس کا دِل اُچاٹ ہو جائے، اللہ کے احکامات کی اتباع اور پیروی کرنے والا ہو، وہ اپنے معاملات اللہ کے سپرد ایسے کرے جیسے حضرت ابراہیم علیہ السلام نے کر دیئے، جیسے اسماعیل علیہ السلام نے کردیئے۔ اس کے اندر غم ایسا ہو جیسا کہ حضرت داؤد علیہ السلام کا تھا، فقر ایسا ہو، جیسا حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا تھا، صبر ایوب علیہ السلام جیسا اور شوق موسیٰ علیہ السلام جیسا اور اخلاص حضرت محمدؐ جیسا ہو۔"(۸۷)

ہندوستان کے مشہور صوفی فریدالدین جو گنج شکر کے نام سے مشہور ہیں، وہ کہتے ہیں "تصوف یہ ہے کہ تیری ملکیت میں کوئی چیز نہ رہے اور تیرا وجود کسی مقام کا محتاج نہ رہے۔ مزید کہا اہل تصوف روزانہ اپنی نماز عرش پر پڑھتے ہیں۔ یہ بھی کہا کہ صوفی وہ ہوتا ہے جس کے دِل سے کوئی چیز چھپی ہوئی نہ ہو۔"(۸۸)

یہ تصوف کی تعریفات ہیں جو ہم نے نقل کیں، صوفیا کے آئمہ اور اقطاب کا بھی اس حوالے سے اختلاف ہے۔ ان کے اقوال بھی متعارض ہیں۔ متاخرین اور متقدمین کے اقوال میں بھی ہمیں فرق نظر آتا ہے۔ اگرچہ انہوں نے اقوال کے درمیان تطبیق اور توافق پیدا کرنے کی کوشش کی مگر عملاً ایسا ممکن نہ ہوا، اس لئے کہ ہر ایک تعریف دوسرے سے بالکل علیحدہ اور مستقل ایک تعریف ہے۔ ہم نے یہ بھی دیکھا کہ ایک ہی شخص نے متعدد تعریفیں کیں اور وہ سب ایک دوسرے سے مختلف

ہیں۔ اس اختلاف کے حوالے سے بھی صاحبِ نظر کیلئے اس میں سبق اور سمجھنے کی ضرورت ہے۔(۸۹)

یہ تعریفات جن کا ہم نے گزشتہ صفحات میں ذکر کیا' ان سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ تصوف کا اصل ماخذ اسلام ہے اور یہ تعریفیں بالآخر اسلام پر ہی منتج ہوتی ہیں۔ مگر حقیقت میں ایسا نہیں اور اگلے صفحات میں ہم اس موضوع پر تفصیل سے روشنی ڈالیں گے۔

چوتھی فصل

تصوف کی ابتدا اور اس کا ظہور

جس طرح لفظ تصوف کے اصل اور اس کی تعریف میں اختلاف ہے، اسی طرح اس امر میں بھی اختلاف ہے کہ اس لفظ کا استعمال کب ہوا اور سب سے پہلے کس نے اس لفظ کو استعمال کیا۔ ابن تیمیہ، ابن الجوزی، ابن خلدون وغیرہ کا اس بارے میں موقف یہ ہے کہ یہ لفظ ابتدائی تین صدیوں تک استعمال نہیں ہوا اور 300ھ تک ہمیں کہیں بھی اس لفظ بارے کوئی ثبوت نہیں ملتا۔ تین صدیوں کے بعد یہ لفظ مستعمل اور مشہور ہوا۔ تاہم آئمہ اور شیوخ میں سے بہت سے حضرات کے بارے میں منقول ہے کہ انہوں نے اس لفظ کا استعمال کیا، مثلاً امام احمد بن حنبل، ابوسلیمان دارانی، سفیان ثوری وغیرہ سے یہ الفاظ منقول ہے اور ان کے مخطوطات اور خطابات میں بھی اس لفظ کا ذکر ملتا ہے۔ (۹۰)

بعض حضرات کا خیال ہے کہ لفظ صوفی ابتدا میں استعمال نہیں ہوا اور یہ نیا لفظ ہے۔ سراج طوسی نے اپنی کتاب میں اس پر ایک باب قائم کیا اور ان لوگوں کا رد کرتے ہوئے کہا "اگر کوئی پوچھنے والا یہ کہے کہ ہم نے تو اصحابِ رسول اللہؐ میں صوفی کا لفظ نہیں سنا اور نہ ہی تابعین یا تبع تابعین میں سے کسی نے اس لفظ کو استعمال کیا۔ اس زمانے میں تو عباد، زہاد، سیاحین، فقرا اور صالحین کے لفظ استعمال ہوتے تھے۔ کسی نے بھی صحابی کیلئے لفظ صوفی کا استعمال نہیں کیا۔ تو اس بارے میں یہ کہوں گا کہ حضورؐ کا صحابی ہونا شان اور مرتبے والا مقام ہے۔ اور اس شرف پر چند حضرات ہی فائز ہوئے ہیں۔ یہ لفظ مخصوص حضرات کیلئے استعمال ہوا اور یہ اتنی عظمت والا لفظ تھا کہ اس کے ہوتے ہوئے ان لوگوں کیلئے کسی اور لفظ کے استعمال کو مناسب نہ سمجھا گیا۔ صحابہ کرام زہاد، متوکلین، فقرا، صالحین کے آئمہ تھے اور انہوں نے حضورؐ کی صحبت کی وجہ سے ہی یہ مقام حاصل کیا۔ تو جب صحبت کی وجہ سے انہیں صحابی کا لفظ مل گیا، جو کہ عظیم ترین لقب ہے، تو ان کیلئے اس سے کم تر کسی لقب کا استعمال کیسے ہو سکتا ہے۔"

اسی طرح بعض حضرات کا خیال یہ ہے کہ لفظ صوفی کا استعمال سب سے پہلے بغداد میں ہوا، تاہم یہ قول بھی درست نہیں ہے۔ اس لئے کہ حضرت حسن بصریؒ کے دور میں بھی یہ لفظ معروف تھا اور حضرت حسن بصری نے تو بہت سے صحابہ کرام کا دور بھی پایا ہے۔ حضرت حسن بصری سے یہ بھی منقول ہے کہ ایک دفعہ طواف کے دوران ایک صوفی کی ان سے ملاقات ہوئی تو حضرت حسن بصری نے اس کو کچھ توشہ اور زادِ راہ دینا چاہا، تو وہ صوفی کہنے لگا "میرے پاس چار دوانیق ہیں جو میرے لئے کافی ہیں اور اس سے زیادہ کی مجھے ضرورت نہیں۔"

حضرت سفیان ثوریؒ سے منقول ہے کہ وہ فرماتے ہیں "اگر ابو ہاشم صوفی نہ ہوتے تو میں کبھی بھی ریاء اور دِکھلاوے کو سمجھ نہ پاتا۔ انہوں نے مجھے اس کی صحیح تعریف سمجھائی۔" سفیان ثوریؒ نے اپنی کتاب، جس میں انہوں نے مکہ مکرمہ کے احوال لکھے، میں محمد بن اسحٰق وغیرہ سے ایک حدیث نقل کی ہے جس میں انہوں نے کہا "اسلام سے قبل ایسا وقت بھی تھا جب بعض اوقات طواف کرنے والا ایک آدمی بھی نہیں ہوتا تھا، دور دراز سے کوئی صوفی آتا اور طواف کرنے کے بعد چلا جاتا۔" اگر یہ بات درست ہے تو اس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ اسلام سے قبل بھی یہ لفظ معروف تھا اور اس زمانے میں اس لفظ کا استعمال نیک لوگوں یا اہلِ علم کیلئے کیا جاتا تھا۔ (۹۱)

سہروردی نے بھی اس طرح کی بات نقل کی ہے۔ (۹۲)

عبدالرحمٰن جامی نے اپنی کتاب میں تصحیح کی ہے "ابو ہاشم کوفی سب سے پہلے وہ شخص تھا جس نے صوفی کا لفظ استعمال کیا، اس سے قبل یہ لفظ کبھی استعمال نہیں ہوا۔ شام کے علاقہ رملہ میں سب سے پہلے صوفیوں کیلئے ایک خانقاہ بنی، اور اسے بنانے والا وہاں کا عیسائی بادشاہ تھا۔ اس بارے یہ واقعہ نقل کیا جاتا ہے کہ ایک دفعہ رملہ کا عیسائی بادشاہ کسی جگہ گیا تو اس نے دو صوفی دیکھے جو آپس میں گفتگو کر رہے تھے۔ بادشاہ کے دِل میں خیال آیا کہ ان لوگوں کے ساتھ بات چیت کرنی چاہیئے۔ اس وقت ان لوگوں نے اکٹھے کھانا بھی کھانا شروع کر دیا اور انتہائی اچھے اخلاق کے ساتھ وہ آپس میں پیش آ رہے تھے۔ بادشاہ کو ان کے معاملات، اور اچھے اخلاق دیکھ کر بہت خوشی ہوئی۔ اس نے صوفیوں میں سے ایک کو بلایا اور دوسرے کے بارے میں پوچھا کہ یہ کون ہے؟ تو

اس نے کہا کہ میں اس کو نہیں جانتا۔ بادشاہ نے پوچھا تمہارا اس کے ساتھ تعلق کیا ہے؟ اس نے کہا کوئی بھی نہیں۔ بادشاہ نے پوچھا تو پھر تمہارے درمیان اتنی محبت اور اچھے اخلاق کیسے ہیں؟ درویش کہنے لگا یہ ہمارا طریقہ اور اسلوب ہے۔ بادشاہ نے کہا کہ تمہارے پاس کوئی رہنے کی جگہ یا ٹھکانہ ہے؟ تو کہنے لگا کہ ہمارے پاس تو ایسا کچھ بھی نہیں۔ بادشاہ نے کہا کہ اچھا میں تمہارے لئے رہائش کا انتظام کرتا ہوں۔ چنانچہ اس نے رملا میں ان کیلئے یہ خانقاہ قائم کی۔" (۹۳)

قشیری نے اپنی کتاب میں اس حوالے سے لکھا "یہ لفظ ہجری تقویم سے دوسو برس پہلے سے استعمال ہوتا آیا ہے۔" (۹۴)

مشہور صوفی بزرگ علی ہجویری نے اپنی کتاب میں ذکر کیا "تصوف حضورؐ کے زمانے میں بھی موجود تھا اور اس زمانے میں بھی اس کیلئے یہ لفظ استعمال ہوتا تھا۔" دلیل کے طور پر ایک جھوٹی اور موضوع حدیث کا ذکر کیا کہ حضورؐ نے فرمایا "جس نے اہل تصوف کی آواز سنی اور ان کی دعا پر آمین نہ کہی تو اللہ کے ہاں وہ غافلوں میں شمار ہوتا ہے۔" (۹۵) حالانکہ علی ہجویری اپنی ایک اور کتاب میں ابوالحسن کے کلام کی تشریح کرتے ہوئے لکھتے ہیں "تصوف ایک نام ہے جس کی کوئی حقیقت نہیں۔ اس سے قبل یہ ایک حقیقت تھی جس کا نام نہیں تھا۔" مزید تشریح کرتے ہوئے وہ کہتے ہیں ہے "یعنی یہ لفظ صحابہ اور سلف کے دور میں موجود نہیں تھا' تاہم اس لفظ کی جو خصوصیات ہیں اور جن اخلاق حمیدہ کیلئے یہ لفظ بولا جاتا ہے' صحابہ کرام اور ان کے بعد تابعین اور تبع تابعین ان اوصاف حمیدہ سے متصف تھے۔ اب یہ لفظ تو موجود ہے لیکن وہ صفات اور اس لفظ کی حقیقت موجود نہیں۔" (۹۶)

مستشرقین جنہوں نے تصوف پر متعدد کتابیں لکھیں اور عام طور پر ان کا موقف صوفیوں کے حق میں ہی ہوتا ہے' ان میں سے مشہور مستشرق نیکلسن کا خیال بھی لفظ تصوف کے بارے میں وہی ہے جو جامی کا ہے' یعنی سب سے پہلے لفظ تصوف کا استعمال ابوہاشم الکوفی المتوفی 150ھ کیلئے ہوا۔ (۹۷)

مشہور فرانسیسی مستشرق ماسینئن کا خیال اس سے مختلف ہے۔ وہ کہتے ہیں "سب سے پہلے

لفظ صوفی کا استعمال آٹھ سو پچاس عیسوی کو ہوا۔ اس لفظ کا استعمال سب سے پہلے جابر بن حیان کیلئے ہوا جو کہ مشہور کیمیا دان اور کوفہ کا ایک معروف شیعہ تھا۔ زہد اور تصوف کے حوالے سے اس کا اپنا خیال اور مسلک تھا۔ ابو ہاشم کوفی بھی مشہور صوفی ہے اور اس کا تعلق بھی کوفہ سے ہی ہے۔"

اگر اس لفظ صوفی کو جمع یعنی "صوفیاء" کے طور پر استعمال کیا جائے تو یہ سب سے پہلے 189ھ "814ء" کو استعمال ہوا۔ اسکندریہ جو کہ مصر میں ہے، وہاں کسی معاملے پر کوئی جھگڑا کھڑا ہوا، اس جھگڑے کے دوران پہلی دفعہ یہ لفظ سنائی دیا۔ کوفہ میں ایک فرقہ تھا جو اپنے عقائد کے اعتبار سے تو شیعیت کے قریب تھا مگر وہ اپنے آپ کو صوفی کہتے تھے۔ ان کا آخری امام عبدک نامی شخص تھا جس کا عقیدہ یہ تھا کہ امامت وراثت اور تعین کرنے کے ساتھ متعین ہوتی ہے۔ عبدک گوشت نہیں کھاتا تھا اور سن 210ھ کے قریب اس کا انتقال ہوا۔ اسکندریہ میں کسی جھگڑے کے موقع پر اس فرقے کے لوگوں کے بارے میں بات ہو رہی تھی تو سب سے پہلے اس لفظ کا استعمال ہوا۔ گویا صوفی کا لفظ آغاز میں کوفہ میں ہی مستعمل ہوتا رہا۔" (۹۸)

ماسینگن مزید کہتا ہے "عبدک بغداد میں رہنے والا ایک معتزلی تھا اور سب سے پہلے صوفی کے لفظ سے یہی مشہور ہوا۔ اس کے زمانے میں یہ لفظ کوفہ کے شیعوں کیلئے استعمال ہوتا تھا، اسکندریہ میں بھی شیعہ اس لفظ کو استعمال کرنے لگے۔ چونکہ عبدک گوشت نہیں کھاتا تھا اور لوگوں کو بھی اس سے منع کرتا تھا لہٰذا عام طور پر اس کے بارے میں یہی مشہور تھا کہ وہ زندیق اور بے دین ہے۔ اسی کے بارے میں مشہور ہے کہ صوفی سب سے پہلے اس کو کہا گیا۔"

ہمذانی کا خیال بھی اس سے ملتا جلتا ہے۔ اس کا کہنا ہے "قرونِ اولیٰ میں نیک لوگ صوفی کے لفظ سے نہیں پہچانے جاتے تھے۔ بلکہ یہ لفظ تیسری صدی میں آکر مشہور ہوا اور سب سے پہلے بغداد میں عبدک نامی شخص کیلئے یہ لفظ استعمال ہوا۔ عبدک، بشر بن حارث الحافی اور سری بن المفلس السقطی سے پہلے کا صوفی ہے اور اس کا شمار صوفیوں کے بڑے مشائخ میں سے ہوتا ہے۔" (۹۹)

عجیب بات یہ ہے کہ یہ تینوں حضرات جن کا ابھی اوپر ذکر ہوا ہے اور جن کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ ان کیلئے سب سے پہلے صوفی کا لفظ استعمال ہوا، ان کے عقائد بارے بہت سے لوگوں

کے مختلف اقوال ہیں ان میں سے ہر ایک نے ان کے بارے میں فسق وفجور حتیٰ کہ زندیق ہونے کا الزام لگایا۔ بالخصوص جابر بن حیان اور عبدک کے بارے میں تو عام طور پر یہی کہا جاتا ہے کہ وہ زندیق اور بے دین تھے' جیسا کہ تفصیلاً یہ بحث آگے بھی آئے گی۔

شیخ الاسلام ابن تیمیہؒ کا اس بارے خیال ہے "لفظ صوفی پہلے تین صدیوں میں مشہور نہیں تھا' بعد میں یہ لفظ استعمال اور مشہور ہوا۔" (۱۰۰) ابن خلدون کا بھی یہی مؤقف ہے۔ (۱۰۱)

خلاصہ کلام یہ ہے کہ تمام محققین اس بات پر متفق ہیں کہ لفظ صوفی جدید اختراع ہے اور حضورؐ' صحابہ کرامؓ اور سلف صالحین کے دور میں اس لفظ کے استعمال کا کوئی ثبوت نہیں ملتا۔

جہاں تک یہ بات کہی جاتی ہے کہ صوفی اخلاق حمیدہ سے متصف ہوتے ہیں' تو اس میں کوئی شبہ نہیں کہ حضورؐ اخلاق کے اعتبار سے اعلیٰ ترین مقام پر فائز ہیں۔ دنیا اور اس کی آلائش سے آپ دور رہتے تھے۔ آپ کے صحابہ کرام بھی آپ کی سیرت اور طریقے پر چلے۔ انہوں نے دنیا و مافیہا کو لہو و لعب ہی شمار کیا' دنیا کے بارے میں ان کا خیال یہی تھا کہ یہ ڈھلتی چھاؤں اور فنا ہونے والی چیز ہے' اموال و اولاد اللہ پاک کی طرف سے آزمائش ہے۔ اس لئے صحابہ کرام دنیا کے حصول کو اپنا مقصد نہیں بناتے تھے بلکہ زندگی گزارنے کا ان کا مقصد اللہ کی رضا حاصل کرنا اور آخرت کی تیاری کرنا تھا۔ وہ اللہ پاک کے غضب اور عذاب سے ہر وقت ڈرتے رہتے تھے۔ دنیا میں حلال طریقے سے کمانے اور محنت کرنے پر یقین رکھتے تھے' جن چیزوں سے اللہ تعالیٰ نے منع کیا ان سے اجتناب کرتے تھے' ہمیشہ اعتدال کے طریقے پر چلتے تھے' قناعت اور زہد ان کا طرزِ زندگی تھا۔ کبھی بھی انہوں نے احکامِ خداوندی سے تجاوز یا اس میں افراط و تفریط نہیں کیا۔ صحابہ کرام میں سے بالخصوص خلفائے راشدین' پھر عشرہ مبشرہ' پھر بدری صحابی' پھر بیعت الرضوان میں شامل ہونے والے صحابہ کرام' پھر مہاجرین و انصار میں سے سابقون الاولون' پھر عام صحابہ کرام۔ یہ فضیلت کے اعتبار سے ان کی ترتیب ہے اور وہ اخلاقِ حمیدہ کے سرخیل اور آئمہ تھے۔ ان کے بعد تابعین اور تبع تابعین جو خیر القرون کے باسی تھے اور ان کیلئے بھی حضورؐ نے فضیلت اور خیر کی دعا ہی کی ہے۔ ان کی شان یہ تھی کہ جب کھانے کو کچھ مل جاتا تو کھا لیتے اور اللہ پاک کا

شکر ادا کرتے، جب کچھ نہ ملے تو تقدیر پر راضی ہوتے اور صبر کرتے۔ عام طور پر سفید لباس پہنتے تھے۔ رومی جبہ پسند کرتے تھے۔ تہائی مال سے زیادہ صدقہ کرنے سے منع کرتے تھے۔ اپنے اور گھر والوں کے حقوق کی حفاظت کا حکم دیتے تھے۔ اپنے آپ کو تکلیف دینے، تھکانے اور برداشت سے زیادہ اپنے جسم پر بوجھ ڈالنے سے منع کرتے تھے۔ رات بھر قیام والی بات بھی ان سے منقول نہیں بلکہ وہ جسم اور بدن کو راحت اور آرام پہنچاتے تھے۔ طلب حلال کی کوشش کرتے تھے۔ دنیا اور آخری کی ساری بھلائیاں ڈھونڈتے رہتے تھے۔ یہ صحابہ کرام اور تبع تابعین کی شان تھی اور قرآن پاک میں مختلف آیات کے ذریعے اسی بات کی طرف اشارہ کیا گیا۔ ”الم یجدك یتیما فآوی، ووجدك ضالا فهدی، ووجدك عائلا فاغنی، فاما الیتیم فلا تقهر، واما السائل فلا تنهر، واما بنعمة ربك فحدث(۱۰۴)

صحابہ کرام، تبع تابعین کے بعد جو لوگ آئے وہ مکمل طور پر حضورؐ کے نقش قدم پر چلنے والے نہیں تھے۔ چونکہ دورِ نبوت کو گزرے کافی عرصہ ہو چکا تھا لہذا رہن سہن اور طرز زندگی میں بہت سی خرافات شامل ہو گئیں۔ نمود و نمائش اور خوشحالی کا دور آ گیا۔ آسمان اور زمین کی ساری نعمتیں ان کیلئے اکٹھی ہو گئیں۔ زمین کے سارے خزانے ان کے سامنے کھل گئے۔ مختلف ممالک فتح ہوئے اور وہاں کی ساری خرافات بھی ان علاقوں میں آنے لگیں۔ فاتحین تو دنیا کی نعمتیں اور مزے لوٹنے لگے مگر جو لوگ اس سے متاثر ہوئے انہوں نے خانقاہوں اور مزارات کا سہارا لیا اور دنیا سے فرار اختیار کیا۔ دراصل یہ نعمتوں اور آسائشوں والی زندگی کا ردعمل تھا اور جس طرح بعض لوگ دنیاوی آسائشوں میں افراط و تفریط کا شکار ہو گئے، اسی طرح یہ لوگ دینی معاملے میں غلو کا شکار ہو گئے۔ انہوں نے اپنے اوپر تقدس اور پاکی کا رنگ اوڑھ لیا اور نیک لوگوں کی شہرت اختیار کر لی۔ خانقاہوں اور مزاروں کا سہارا لینے کی اور بھی بہت ساری وجوہات تھیں، اس زمانے میں کافروں کی سازشیں بھی اپنے عروج پر تھیں جنہوں نے مسلمانوں کے درمیان بہت سے نئے فلسفے داخل کئے او رزندگی کے متعلق مسلمانوں کی رائے وہ نہ رہی جو حضورؐ کے دور میں تھی۔ چنانچہ تصوف کی ایک مخصوص صورت ابھر کر سامنے آئی، تصوف ایک مسلک بن گیا اور بعض لوگوں نے اسے گلے لگایا

اور اس مسلک کے پیروکار بن گئے۔ سادہ لوگ غور و فکر کے بغیر ہی اس میں داخل ہوتے گئے۔ انہوں نے سوچ وبچار کئے بغیر صوفیوں کی باتیں ماننا شروع کردیں۔ انہیں یہ پتہ ہی نہیں تھا کہ اس مسلک کی اصل اور بنیاد کیا ہے؟ وہ تو اپنی سادگی میں تقرب الی اللہ اور نیکی کیلئے اس راستے کو اختیار کر رہے تھے۔ مگر یہاں تو معاملہ اُلٹ ہی تھا۔ چونکہ ان لوگوں پر قناعت اور سادگی کا پردہ پڑا ہوا تھا اس لئے عام طور پر سادہ لوح لوگ ان کی اصل نہ پہچان سکے۔ حالانکہ اسلام کو تباہ کرنے کیلئے ایک سازش تھی اور اسلام کے قلعے میں یہ ایک عظیم نقب تھی۔ یہودیوں اور عیسائیوں نے اسلام میں اپنے افکار' خیالات داخل کرنے کیلئے یہ راستہ اپنایا۔ اسی طرح زرتشتیوں' مجوسیوں' ہندوؤں' بدھوؤں اور یونانی فلسفہ کے پیروکاروں نے بھی تصوف کے ذریعے ہی اپنے خیالات اسلام میں داخل کئے' چنانچہ ان کی تعلیمات اکثر مقامات پر اسلامی تعلیمات اور حضورؐ کے فرمودات سے متصادم ہیں۔ مثلاً صوفیوں کی تعلیمات میں اسلام کے تنسیخ اور شریعت کا ابطال وحدۃ الوجود کے ذریعے کیا جاتا ہے۔ اسی طرح ان کا مسلک وحدۃ الادیان کا ہے جو اسلامی تعلیم کے سراسر مخالف ہے۔ صوفیوں کے نزدیک نبوت کا سلسلہ جاری ہے' ان کے نزدیک ولی کو انبیا اور رسل پر ترجیح حاصل ہوتی ہے۔ یہ تعلیم حاصل کرنے کی مخالفت کرتے ہیں اور شریعت اور حقیقت کے درمیان تفریق کرتے ہیں۔ جھوٹے واقعات اور من گھڑت کہانیوں کو پھیلانا ان کا وتیرہ ہے۔ اور جھوٹی باتوں کو پھیلانے کیلئے یہ کرامات کا سہارا لیتے ہیں۔

تصوف بطور مسلک کے تیسری صدی میں مشہور ہوا اور تیسری صدی میں آکر ہی اس کی اصطلاحات' اس کی تعلیم مرتب ہوئیں' اس کے قواعد وضوابط وضع کئے گئے' اس کا فلسفہ سامنے آیا اور اس کے پیروکاروں اور اس کے رہنماؤں کے خیالات بھی سامنے آئے۔

ابن الجوزیؒ اپنی کتاب تلبیس ابلیس میں لکھتے ہیں ''حضورؐ کے زمانے میں لوگوں کی نسبت ایمان اور اسلام کی طرف ہوتی تھی۔ چنانچہ کہا جاتا تھا کہ فلاں شخص مومن ہے یا مسلم ہے۔ پھر زاہد اور عابد کا لفظ ایجاد ہوا۔ کچھ لوگ زہد اور عبادت کے اعتبار سے مشہور ہوئے' انہوں نے دنیا سے کنارہ کشی اختیار کی اور اپنی پوری توجہ عبادت پر مرکوز کر دی۔ اس کیلئے انہوں نے ایسا طریقہ کار

اختیار کیا جو اس زمانے میں مشہور اور مروج نہ تھا۔ لفظ صوفی دوسری صدی کے آخر میں مشہور ہوا۔ اس لفظ کے مشہور ہونے کے بعد اس کے بارے میں بحث و تحقیق کا آغاز ہوا' چنانچہ ہر شخص لفظ صوفی کی تعریف اپنے انداز میں کرنے لگا۔ مشہور قول یہی ہے کہ تصوف ریاضتِ نفس' مجاہدہ' برے اخلاق کا ترک' اچھے اخلاق کا حصول' زہد' بردباری' صبر' اخلاص' صدق اور اس طرح کے اخلاق حمیدہ کیلئے کوشش و محنت کا نام ہے۔ ابتدا میں لوگ اچھے اخلاق اور شریعت کے اتباع کو ہی تصوف سمجھتے تھے' مگر بعد میں شیطان نے اس میں بہت سی نئی چیزیں ڈال دیں۔ وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ اس میں نئی چیزیں شامل ہوتی گئیں اور شیطان کو اپنی کارروائیاں کرنے کا موقع ملتا رہا۔ اس حوالے سے شیطان کو بڑی کامیابی یہ حاصل ہوئی کہ اس نے صوفیوں پر علم کے دروازے بند کر دیئے اور انہیں یہی باور کرایا کہ اصل چیز عمل ہے' علم کی کوئی ضرورت نہیں۔ جب صوفیوں نے علم کو چھوڑ دیا اور آہستہ آہستہ علم کا چراغ بجھتا گیا تو لوگ جہالت کے اندھیروں میں ٹامک ٹوئیاں مارنے لگے اور آہستہ آہستہ مذہب اور علم کی جگہ خرافات اور جھوٹی کرامات نے لے لی۔

بعض لوگوں کا خیال یہ ہوا کہ دنیا کو چھوڑ کر وہ مقصود حاصل کر سکتے ہیں۔ چنانچہ وہ کہنے لگے کہ دنیا تو ایک بچھو ہے۔ جو اس کو اختیار کرے گا وہ اسے ضرور ڈسے گی' حالانکہ انہیں یہ بات سمجھ لینی چاہئے تھی کہ دینی مقاصد حاصل کرنے کیلئے بھی ہمیں اپنی دنیا بہتر بنانی پڑتی ہے اور مال و دولت کے ذریعے ہم بہتر انداز میں دین کی خدمت کر سکتے ہیں۔ ان میں سے بعض لوگ ایسے بھی تھے جو پوری پوری رات سوتے نہیں تھے۔ اگرچہ ان کا مقصد یا نیت تو اچھی تھی مگر انہوں نے اس کیلئے غلط راستہ استعمال کیا اور اس کی بنیادی وجہ وہ غلط روایات تھیں جو تصوف کی بنیاد ہیں۔

پھر ان کے بعد کچھ لوگ ایسے آئے جنہوں نے بھوک' فقر' وساوس اور خطرات پر زیادہ توجہ دی اور اس پر کافی بحث اور غور و خوض کیا۔ ان میں سے مشہور لوگ حارث المحاسبی وغیرہ ہیں۔ پھر کچھ لوگ ایسے آئے جنہوں نے تصوف کو مہذب انداز میں دنیا کے سامنے پیش کیا اور اس میں کچھ ایسی چیزیں شامل کیں جس کی وجہ سے تصوف انہی چیزوں کے ساتھ پہچانا جانے لگا مثلاً سماع' وجد' رقص' تالیاں بجانا' اسی طرح انہوں نے پاکی اور طہارت پر زور دیا۔ بات بڑھتی گئی اور ہر آنے والا بزرگ اپنی

طرف سے کوئی نہ کوئی چیز ڈالتا گیا۔ کچھ علماء بھی ان کے ساتھ متفق ہوئے اور انہوں نے علم کو دو اعتبار سے تقسیم کر دیا۔ علمِ ظاہر اور علمِ باطن۔ علمِ ظاہر شریعت کو اور علمِ باطن تصوف کو کہنے لگے۔ اپنے بے جا عقائد اور بے مقصد ریاضت کی وجہ سے ان میں سے بہت سے لوگوں کی حالت بگڑ گئی اور انہوں نے اللہ کے ساتھ عشق اور اس عشق کی مختلف صورتیں اور شکلیں بیان کرنی شروع کر دیں۔ خدا کیلئے انہوں نے خوبصورت سی شکل تخلیق کی اور اس کی پوجا کرنے لگے۔ ان کے عقائد کفر اور بدعت کے درمیان درمیان تھے۔ جوں جوں لوگ اس سلسلے میں آگے بڑھتے گئے ان کے عقائد بھی بگڑتے گئے۔ یہاں تک کہ کچھ لوگ حلول اور کچھ لوگ وحدت کی باتیں کرنے لگے۔ شیطان اپنی کارروائی دکھاتا گیا۔ یہ لوگ تصوف میں ڈوبتے گئے اور بالآخر انہوں نے اسے ایک مسلک کی شکل دے دی۔ ایسا مسلک جس کے اپنے طریقے اور سنتیں تھیں، جس کے اپنے ضوابط و قواعد تھے، حتیٰ کہ ابوعبدالرحمٰن السلمی نے تصوف پر ایک کتاب ''کتاب السنن'' کے نام سے لکھی جس میں تصوف کی سنتوں، اس کے فرائض اور اس کے طریق کار بارے بحث کی گئی۔ اس کتاب میں ابوعبدالرحمٰن السلمی نے قرآن کی مختلف آیات کی من گھڑت تشریحات کیں اور ایسی ایسی باتیں کیں جس کی کوئی اصل اور بنیاد نہیں تھی۔ یہی ابوعبدالرحمٰن السلمی ہے جس کے بارے میں ابومنصور عبدالرحمٰن القزاز کہتے ہیں ''ابوبکر الخطیب نے محمد بن یوسف القطعان النیشاپوری سے نقل کیا ہے کہ ابوعبدالرحمٰن سلمی غیر ثقہ ہے اور عام طور پر یہ الاصم سے روایت نقل کرتا ہے۔ حالانکہ الاصم اور السلمی کے درمیان بہت ہی کم عرصہ تعلق قائم رہا۔ جب الحاکم ابوعبداللہ البیع کا انتقال ہوا تو یحییٰ بن معین وغیرہ کے حوالے سے یہ روایتیں نقل کرنے لگا۔ یہ صوفیوں کیلئے احادیث گھڑنے کے اعتبار سے مشہور ہے۔''

ابونصر السراج نے بھی ایک کتاب ''لمع الصوفیہ'' کے نام سے لکھی جس میں اس نے بہت سی بیہودہ باتیں اور غلط قسم کے عقیدے لکھے جس کا ہم انشاءاللہ آگے ذکر کریں گے۔ ابوطالب مکی نے ''قوت القلوب'' کے نام سے ایک کتاب لکھی اور اس نے بھی جھوٹی حدیثوں کو جمع کیا۔ بہت ساری موضوع روایات اور غلط قسم کے عقیدوں سے اس کتاب کو بھر دیا، مثلاً ایک مقام پر وہ لکھتا ہے ''بعض اہلِ کشف کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ اس دنیا میں اولیاء کو اپنا جلوہ دکھاتا ہے۔''

ابو منصور القزاز کہتے ہیں کہ ابو بکر الخطیب نے ابو طاہر محمد بن العلاف کے حوالے سے نقل کیا ہے کہ ابو حسین بن سالم کی وفات کے بعد ابو طالب مکی بصرے میں آیا اور ابو حسین بن سالم کے مقالات پر اعتراض کرنے لگا۔ اس کے بعد بغداد آیا تو لوگ اس کے اردگرد اکٹھے ہو گئے۔ اس نے وعظ اور آغاز کیا اور اپنی طرف سے بہت ساری باتیں اس وعظ میں شامل کر دیں۔ جب اس نے یہ بات کہی کہ بندوں کو سب سے زیادہ نقصان ان کا خالق ہی پہنچاتا ہے تو لوگ اس کے درپے ہو گئے اور انہوں نے اس کو علاقہ بدر کر دیا۔ اس نے لوگوں کے ساتھ بات چیت ختم کر دی اور عام مجالس میں آنا جانا کم کر دیا۔ الخطیب مزید کہتے ہیں کہ ابو طالب المکی نے ایک کتاب ''قوۃ القلوب'' کے نام سے لکھی اور اس میں بہت سی من گھڑت اور بے بنیاد باتیں شائع کیں۔ اسی طرح ابو نعیم الاصبہانی نے صوفیوں کیلئے ایک کتاب ''کتاب الحلیۃ'' کے نام سے لکھی اور تصوف کے بارے میں بہت سی باتیں شامل کیں۔ جسے ایک عام آدمی شرم و حیا کی وجہ سے ذِکر ہی نہیں کرتا۔ انہوں نے جرأت کرتے ہوئے یہاں تک کہہ دیا کہ حضرت ابو بکرؓ، حضرت عمرؓ، حضرت عثمانؓ، حضرت علیؓ اور دیگر صحابہ کرام بھی صوفی تھے۔ چنانچہ ان صحابہ کرام کے بارے میں نے اپنی کتاب میں عجیب عجیب باتیں نقل کیں۔ اسی طرح انہوں نے قاضی شریح، حسن بصری، سفیان ثوری اور احمد بن حنبل کو بھی صوفیوں میں شمار کیا۔

ابو عبدالرحمٰن السلمی نے اپنی کتاب ''طبقات الصوفیہ'' میں فضیل، ابراہیم بن ادھم، معروف کرخی وغیرہ کو بھی اکابر صوفیا میں شمار کیا۔

تصوف ایک علیحدہ مسلک اور مکتبہ فکر ہے۔ اس میں اور زہد و تقویٰ میں واضح فرق موجود ہے۔ یاد رہے کہ زہد و تقویٰ کا تو کوئی بھی مخالف نہیں ہے اور نہ کسی کو اس پر اعتراض ہے۔ بلکہ یہ عادتِ حمیدہ ہے۔ اختلاف تصوف کے اوپر ہے اور اسی کے عقائد اور افکار مختلف فیہ ہیں۔ عبدالکریم بن ہوزان القشیری نے بھی ایک کتاب تصنیف کی جس کا نام اس نے ''الرسالہ'' رکھا۔ اس کتاب میں اس نے فنا، بقا، قبض، بسط، وقت، حال، وجد، وجود، بے خودی، اثبات، تجلی، محاضرہ، کشف، تکوین، حقیقت اور اس طرح کی اور بھی بہت ساری چیزوں بارے عجیب و غریب بحث اور

کلام نقل کی ہے اور ایسے ایسے اس کی تشریح وتفسیر بیان کی کہ انسانی عقل دنگ رہ جاتی ہے۔ حالانکہ ان چیزوں کا اسلام اور مذہب سے کوئی تعلق نہیں۔

محمد بن طاہر المقدسی نے ایک کتاب ''صفوۃ التصوف'' کے نام سے لکھی، اس میں ایسی چیزیں بیان کیں جن کو صاحب عقل بیان کرتے ہوئے بھی شرماتا ہے۔ ہم ان تمام اقوال اور عقائد کو اس کے مقام پر انشاء اللہ ذِکر کریں گے۔

شیخ ابوالفضل بن ناصر الحافظ کا ابن طاہر کے بارے میں قول یہ ہے کہ ابن طاہر ہر معاملے میں اباحت کا قائل تھا۔ اس نے ایک کتاب لکھی جس میں مخطوبہ کی طرف دیکھنے کی جواز پر دلائل دیئے گئے۔ شیخ ابن ناصر کے مطابق ابن طاہر قابل حجت نہیں ہے اور عام طور پر یہ من گھڑت باتیں نقل کرتا رہتا ہے۔

ان کے علاوہ ابوحامد الغزالی نے بھی ''کتاب الاحیا'' کے نام سے ایک کتاب لکھی جس میں تصوف کے طریقوں بارے بحث کی گئی۔ اس کتاب میں امام غزالی نے باطل احادیث کی بھرمار کر دی، علم مکاشفہ کے بارے میں ایسے ایسے اقوال نقل کیے جو کسی قاعدے اور قانون کے تحت نہیں آتے اور جنہیں مذہب کے علاوہ عقلِ سلیم بھی تسلیم نہیں کرتی۔ امام غزالی کے مطابق چاند اور ستاروں سے مراد اللہ تعالیٰ کے انوار اور حجابات ہیں۔ ابراہیم علیہ السلام نے جس چاند سورج اور ستاروں کا ملاحظہ کیا تھا وہ دراصل وہ چاند اور ستارے نہیں ہیں جنہیں ہم دیکھتے ہیں۔ غزالی نے معروف اقوال کو رَدکر کے اپنی طرف سے بہت سی باتیں اس کتاب میں شامل کیں۔ اسی کتاب میں ایک مقام پر وہ لکھتے ہیں ''صوفی بیداری کی حالت میں فرشتوں اور انبیاء کے ارواح کا مشاہدہ کرتے ہیں، ان کی آوازیں سنتے ہیں اور اس مشاہدے سے انہیں بہت سارے فائدے بھی حاصل ہوتے ہیں۔ یہ مشاہدہ آہستہ آہستہ بہت ترقی کرتا جاتا ہے یہاں تک کہ انہیں اس مشاہدے کی سعادت بھی حاصل ہو جاتی ہے جس کے بارے میں زبان بتانے سے قاصر ہے۔'' (۱۰۳)

تو یہ اس مذہب اور مسلک کی بنیادیں ہیں۔ ان من گھڑت اور باطل اقوال کی بنیاد پر تصوف کی ساری عمارت کھڑی ہے۔ اس کے مصادر، مراجع تعلیمات، منہج کے بارے میں ہم ابھی بحث

کریں گے۔ تاہم یہاں تک جو ہم نے باتیں لکھیں، اس سے بھی یہ بات کھل کر سامنے آجاتی ہے کہ تصوف کی تعلیمات اسلامی تعلیمات بلاشک وشبہ سے مخالف اور مقابل ہیں۔

حوالہ جات باب 1

(۱) سورۃ التوبہ' آیت 33

(۲) رواہ مسلم

(۳) متفق علیہ

(۴) سورۃ آل عمران' آیت 132

(۵) سورۃ الانفال' آیت 20

(۶) سورۃ الانفال' آیت 13

(۷) سورۃ التوبہ' آیت 63

(۸) سورۃ الحشر' آیت 7

(۹) سورۃ الاحزاب' آیت 71

(۱۰) سورۃ الاحزاب' آیت 21

(۱۱) سورۃ لقمان' آیت 15

(۱۲) رواہ مالک فی الموطا

(۱۳) سورۃ الانعام' آیت 90

(۱۴) سورۃ الفتح' آیت 18

(۱۵) سورۃ الفتح' آیت 10

(۱۶) متفقہ علیہ

(۱۷) اس روایت کو امام بخاریؒ نے حضرت علیؓ سے نقل کیا ہے۔ شیعہ کی کتابوں میں بھی یہ حدیث منقول ہے۔ مزید حوالے کیلئے دیکھئے کتاب "الشیعہ واہل البیت"

(۱۸) سورۃ التوبہ' آیت 10

(۱۹) سورۃ یوسف' آیت 108

(۲۰) رواہ ابوداؤد

(۲۱) متفقہ علیہ

(۲۲) سورۃ التکویر، آیت 24

(۲۳) سورۃ المائدۃ، آیت 67

(۲۴) سورۃ المائدۃ، آیت 3

(۲۵) سورۃ الانفال، آیت 42

(۲۶) سورۃ التغابن، آیت 2

(۲۷) سورۃ الانفال، آیت 74

(۲۸) سورۃ التوبہ، آیت 22-21-20

(۲۹) سورۃ الاعراف، آیت 157

(۳۰) سورۃ الاحزاب، آیت 36

(۳۱) سورۃ النساء، آیت 65

(۳۲) سورۃ النساء، آیت 15

(۳۳) الاعتصام للشاطبی، ص 48 تا 51، مطبوعہ: مطبعۃ السعادۃ مصر

(۳۴) ''ابحاث فی التصوف'' ڈاکٹر عبدالحلیم محمود، ص 55، مطبوعہ: دارالکتاب لبنان، پہلا ایڈیشن 1979ء

(۳۵) ان کا نام ابوالنصر عبداللہ بن علی السراج الطوسی ہے۔ لقب طاؤس الفقراء ہے۔ وفات رجب 378ھ

(۳۶) ''کتاب اللمع'' ص 46، تحقیق ڈاکٹر عبدالحلیم محمود، طہ عبدالباقی سرور، مطبوعہ: دارالکتب الحدیثہ مصر 1960ء

(۳۷) ان کا نام ابوبکر محمد الکلاباذی ہے۔ لقب تاج الاسلام ہے۔ ان کی کتاب ''التعرف'' کے بارے میں مشہور ہے کہ اگر یہ کتاب نہ آتی تو لوگ تصوف کے بارے میں جان ہی نہ پاتے۔

(۳۸) ''التعرف لمذہب اھل التصوف'' مصنف کلاباذی، ص 28 تا 34، تحقیق محمود امین النواوی، تیسرا ایڈیشن 1400ھ، مطبوعہ: مکتبہ الکلیات الازہریہ قاہرہ

(۳۹) ان کا نام ابوالعباس احمد بن محمد بن زروق ہے۔ مشہور صوفی اور تصوف کے آئمہ میں سے ہیں

(۴۰) ''قواعد التصوف'' مصنف ابن زروق، دوسرا ایڈیشن، ص 293، مطبوعہ: 1396ھ مکتبہ الکلیات الازہریہ قاہرہ۔ نیز ''لطائف المنن'' مصنف ابن عطاء اللہ الاسکندری، مطبوعہ: مطبعہ حسان مصر۔ نیز ''الدر الثمین والمورد المعین'' مصنف محمد بن احمد المالکی، ج 2، ص 196، مطبوعہ: مصطفیٰ البابی الحلبی 1954ء۔ نیز ''ایقاظ الھمم فی شرح الحکم'' مصنف احمد بن عجیبہ الحسنی، مطبوعہ: مصطفیٰ البابی، تیسرا ایڈیشن 1982ء

(۴۱) ''حلیۃ الاولیا وطبقات الاصفیاء'' مصنف اصبہانی، جلد 1، ص 17، مطبوعہ: دارالکتاب الاعربی بیروت،

تیسرا ایڈیشن 1400ھ

(۴۲) مذکورہ بالا حوالہ

(۴۳) ''تذکرۃ الاولیاء'' مصنف عطار' ص 68 ' مطبوعہ: پاکستان

(۴۴) ''اسرار الاولیاء'' ص 129 ' مطبوعہ: پاکستان' تیسرا ایڈیشن 1983ء

(۴۵) ''عوارف المعارف'' مصنف عبدالقاہر بن عبداللہ السہر وردی' ص 59 تا 63 ' مطبوعہ: دار الکتاب العربی بیروت' دوسرا ایڈیشن 1403ھ

(۴۶) ''اوراد الاحباب وفصوص الآداب'' مصنف ابوالمفاخر یحیٰی الباخرزی' المتوفی 736ھ جلد 2' ص 14' مطبوعہ: افشار' تہران' 1966ء

(۴۷) ان کا نام ابوعبداللہ احمد بن عمر بن محمد بن عبداللہ خوارزمی ہے۔ یہ نجم الدین کبری کے نام سے مشہور ہیں اور ان کا لقب الطامۃ الکبرئ ہے' المتوفی 618ھ فارسی اور عربی زبان کی بہت ساری کتابوں کے مصنف ہیں

(۴۸) ''آداب الصوفیہ'' مصنف نجم الدین الکبری فارسی' ص 28 ' مطبوعہ: کتاب فروشی زوار ہجری قمری' ایران

(۴۹) مذکورہ بالا حوالہ

(۵۰) ان کا نام ابوطالب محمد بن ابی الحسن علی بن عباس المکی ہے۔ ان کے بارے میں مشہور ہے کہ یہ شیخ الصوفیا ہیں۔ علم تفسیر وغیرہ میں مہارت حاصل ہے۔ ان کی ہی ایک کتاب ''قوت القلوب'' مشہور ہے۔ المتوفی 386ھ بغداد

(۵۱) ''قوت القلوب'' مصنف ابوطالب المکی' جلد 2' ص 167 ' مطبوعہ: المیمنیۃ مصر' 1310ھ

(۵۲) ان کا نام ابوالقاسم عبدالکریم القشیری النیشاپوری الشافعی ہے۔ ان کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ یہ تصوف کے امام' فقیہ' متکلم' اصولی' مفسر' ادیب' لسان العصر' سر اللہ فی خلقہ' مدار الحقیقۃ' عین السعادۃ' قطب السیادۃ' شریعت اور حقیقت کے جامع' بحوالہ ''مقدمہ کتاب الرسالہ القشیریہ' ص 15 '' ابوالحسن الباخرزی ان کے بارے میں کہتے ہیں کہ شیطان بھی اگر ان کی مجلس میں بیٹھتا تو توبہ کر لیتا۔ بحوالہ ''دمیۃ القصر'' المتوفی 465ھ

(۵۳) ''الرسالہ القشیریہ'' مصنف ابوالقاسم عبدالکریم القشیری' جلد 2' ص 550 ' مطبوعہ: مطبعہ حسان قاہرہ 1974ء

(۵۴) ''نفحات الانس'' (فارسی) مصنف جامی' ص 12 ' ایران 1337ھ

(۵۵) ''کشف الحقائق'' مصنف عبدالعزیز النسفی' تحقیق ڈاکٹر احمد مہدوی' ص 120 ' مطبوعہ تہران' 1359ھ

(۵۶) ''تلبیس ابلیس'' مصنف ابن الجوزی' المتوفی 597' ص 157 ' دار القلم بیروت۔ نیز ''الصوفیہ والفقراء'' مصنف شیخ الاسلام ابن تیمیہ' مطبوعہ: دار الفتح قاہرہ' 1984ء۔ نیز ''تاریخ التصوف فی الاسلام'' ڈاکٹر قاسم غنی'

عربی ترجمہ صادق نشات' ص 60 تا 61 'مطبوعہ مکتبہ النہضہ المصریہ

(۵۷) ''تلبیس ابلیس'' مصنف ابن الجوزی' باب 10' ص 156

(۵۸) ''لسان العرب'' مصنف ابن منظور الافریقی' جلد 9' ص 200' مطبوعہ: دار الصادر بیروت۔ نیز ''القاموس المحیط'' مصنف فیروز آبادی' جلد 3' ص 169' مطبوعہ: مصطفیٰ البابی الحلبی۔ نیز ''اساس البلاغہ'' مصنف زمخشری' ص 262' مطبوعہ: احیاء المعاجم العربیہ قاہرہ

(۵۹) مذکورہ بالا کتاب' ص 16

(۶۰) ''التصوف الاسلامی فی الادب والاخلاق'' مصنف ذکی مبارک' جلد 1' ص 51' مطبوعہ: دار الجیل لبنان۔ نیز ''ابحاث فی التصوف'' مصنف ڈاکٹر عبدالحلیم محمود' ص 153

(۶۱) ''تاریخ التصوف فی الاسلام'' مصنف ڈاکٹر قاسم غنی' عربی ترجمہ ص 68-67

(۶۲) ''کشف المحجوب'' مصنف علی ہجویری' عربی ترجمہ ڈاکٹر اسعاد عبدالہادی قندیل' ص 230' مطبوعہ: دار النہضۃ العربیہ بیروت 1980ء

(۶۳) ''الرسالہ القشیریہ'' مصنف عبدالکریم القشیری' جلد 2' ص 550' مطبوعہ: دار الکتب الحدیثہ قاہرہ

(۶۴) ''التصوف فی الاسلامی فی الادب والاخلاق'' مصنف ڈاکٹر ذکی مبارک' جلد 1' ص 51

(۶۵) ''اللمع'' مصنف طوسی' ص 249

(۶۶) ''التصوف'' مصنف مصطفیٰ عبدالرزاق' ص 57 تا 62' مطبوعہ: دار الکتاب اللبنانی بیروت

(۶۷) ''بحار الحب عند الصوفیہ'' مصنف احمد بہجت' ص 32' مطبوعہ: المختار الاسلامی قاہرہ

(۶۸) ''مناقب الصوفیہ' فارسی' ص 31' اہتمام محمد تقی دانش بیوہ' ایرج افشار' مطبوعہ تہران 1362

(۶۹) ''اللمع'' مصنف طوسی' ص 45

(۷۰) ''التعرف لمذہب اہل تصوف'' ص 28

(۷۱) ''عوارف المعارف'' ص 53

(۷۲) ''ایقاظ الھمم'' ص 4

(۷۳) ''الرسالہ القشیریہ'' جلد 2' ص 551

(۷۴) ''التصوف الاسلامی وتاریخہ'' عربی ترجمہ ڈاکٹر ابو العلاء العفیفی' ص 28' مطبوعہ: القاہرہ

(۷۵) ''اللمع'' مصنف طوسی' ص 47

(۷۶) ''عوارف المعارف'' مصنف سہروردی' ص 57۔ نیز ''نشر المحاسن الغالیہ'' مصنف الیافعی' جلد 2' ص 343

(۷۷) ''الانسان والاسلام'' مصنف محمد طاہر الحامدی۔

(۷۸) ''اللمع'' مصنف طوسی' ص47

(۷۹) ''الرسالۃ القشیر یہ'' جلد2 'ص550

(۸۰) ''مناقب الصوفیہ'' مصنف منصور بن اردشیر' ص33

(۸۱) ''غیث المواھب العلیہ فی شرح الحکم العطائیہ'' مصنف النفزی الرندی' جلد1 'ص203۔ تحقیق ڈاکٹر عبدالحلیم محمود اور ڈاکٹر محمد بن الشریف' مطبوعہ: دارالکتب الحدیثہ قاہرہ1970ء

(۸۲) ''طبقات السلمی'' 'ص38

(۸۳) ''التعرف'' مصنف الکلاباذی' ص35-34۔ نیز ''الوصیۃ الکبریٰ'' مصنف عبدالسلام الاسمر الفیتوری' ص37 'مطبوعہ: مکتبۃ النجاح طرابلس لیبیا۔ پہلا ایڈیشن1396ء

(۸۴) ''کشف المحجوب'' مصنف الہجویری' ص231

(۸۵) ''نفحات الانس'' مصنف جامی' ص12

(۸۶) ''تذکرۃ الاولیاء'' مصنف عطار' ص288 'مطبوعہ: پاکستان۔ نیز ''احوال واقوال شیخ ابوالحسن الخرقانی'' فارسی۔ تیسرا ایڈیشن1363ھ 'مطبوعہ: ایران

(۸۷) ''تذکرۃ الاولیاء'' مصنف فریدالدین عطار' اُردو۔ ص192 'مطبوعہ: پاکستان

(۸۸) ''اسرار الاولیاء' 'ص129-128 'مطبوعہ: پاکستان

(۸۹) ''الانسان والاسلام'' مصنف محمد طاہر الحامدی۔ نیز ''التعرف'' کا مقدمہ' مصنف محمود امین النواوی

(۹۰) ''الصوفیہ والفقراء'' مصنف شیخ الاسلام ابن تیمیہ' ص5 'مطبوعہ: القاہرہ۔ نیز ''مقدمہ ابن خلدون'' ص467۔ نیز ''تلبیس ابلیس'' مصنف ابن الجوزی' ص157 'مطبوعہ: دارالقلم بیروت لبنان

(۹۱) ''اللمع'' مصنف طوسی' ص43-42۔ نیز ''الفتوحات الالٰہیہ'' مصنف ابن عجیبہ الحسنی' ص53 'مطبوعہ: عالم الفکر القاہرہ

(۹۲) ''عوارف المعارف'' مصنف سہروردی' ص63

(۹۳) ''نفحات الانس'' مصنف الجامی فارسی' ص32-31 'مطبوعہ: ایران

(۹۴) ''الرسالہ القشیر یہ'' جلد1 'ص53 'تحقیق ڈاکٹر عبدالحلیم محمود' محمود الشریف۔ نیز ''جمہرۃ الاولیاء'' مصنف المنوفی الحسینی' جلد1 'ص269 'مطبوعہ: مؤسسۃ الحلبی القاہرہ

(۹۵) ''کشف المحجوب'' مصنف الہجویری' عربی ترجمہ ص227

(۹۶) مذکورہ بالاحوالہ' ص239

(۹۷) ''التصوف الاسلامی وتاریخہ'' مصنف نیکلسن' عربی ترجمہ ابوالعلا العفیفی' ص3 'مطبوعہ: قاہرہ

(۹۸) ''دائرۃ المعارف الاسلامیہ'' اُردو' جلد6' ص419' مطبوعہ: پنجاب یونیورسٹی پاکستان۔ نیز ''دائرۃ المعارف الاسلامیہ'' عربی ترجمہ

(۹۹) ''التصوف'' مصنف ماسینئن' مصطفیٰ عبدالرزاق' ص56-55' مطبوعہ: دار الکتاب اللبنانی 1984۔ نیز ''تاریخ التصوف فی الاسلام'' مصنف ڈاکٹر قاسم غنی' عربی ترجمہ صادق نشات' ص64' مطبوعہ: مکتبہ النہضۃ المصریہ القاہرہ

(۱۰۰) ''الصوفیہ والفقراء'' مصنف شیخ الاسلام ابن تیمیہ' ص5

(۱۰۱) ''مقدمہ ابن خلدون'' ص476

(۱۰۲) سورۃ الضحیٰ' آیت 6 تا آخر صورت

(۱۰۳) ''تلبیس ابلیس'' مصنف ابن الجوزی' ص156' مطبوعہ: دار القلم بیروت لبنان

دوسرا باب

تصوف کے مصادر اور مآخذ

جس طرح تصوف کے اصول اور اس کے مشتقات مختلف فیہ ہیں' تعریف' بنیاد اور اس کا ظہور مختلف فیہ ہے' اسی طرح تصوف کے مصادر میں بھی اختلاف ہے۔ بالفاظ دیگر یہ کہا جا سکتا ہے کہ یہ سارا معاملہ ہی مشکوک ہے جس میں قدم قدم پر اختلاف اور تضادات ہیں۔ تصوف کے مصادر' مآخذ اور بنیاد بارے بھی بہت سارے اقوال ہیں۔ مختلف آرا اور افکار ہیں۔ بعض لوگوں کا خیال یہ ہے کہ تصوف اسلام ہی کی ایک شکل ہے۔ اپنی شکل وصورت' مبدء اور مناہج' اصول وقواعد' اغراض ومقاصد' الفاظ وعبارات' فلسفہ اور تعلیمات' اقوال واصطلاحات' ہر اعتبار سے یہ اسلام کے مطابق ہے۔ یہ قول ائمہ صوفیا' ان کے حمایتی اور ان کے ہم مسلکوں کا ہے۔

دوسرا قول یہ ہے کہ تصوف کا اسلام کے ساتھ کوئی تعلق نہیں ہے۔ مطلقاً یہ اسلام کے متضاد اور متصادم ہے۔ ابتدا سے لے کر آج تک اس کی کوئی مشابہت اور مناسبت اسلام کے ساتھ نہیں ہے۔ یہ اجنبی چیز ہے جسے اسلام میں داخل کیا گیا' حالانکہ اس کا تعلق اسلام کے ساتھ دُور تک کا نہیں ہے۔ جو لوگ اس بات کے قائل ہیں' وہ تصوف کے مصادر و مآخذ قرآن وسنت میں تلاش نہیں کرتے کیونکہ ان کے نزدیک تصوف کا قرآن وسنت سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ یہ مسلک اسلاف، فقہا، متکلمین کا ہے۔ اہلسنت کے اکثر متقدمین بھی اسی کے قائل ہیں۔ ان کے علاوہ مستشرقین اور غیر متعصب محققین اور مفکرین بھی یہی رائے رکھتے ہیں۔

ایک اور قول یہ ہے کہ تصوف زہد کا نام ہے۔ زمانہ خیر القرون میں یہ زہد کے نام سے معروف تھا' اس کے بعد جب فتوحات کا سلسلہ شروع ہوا تو مسلمان دنیا کی زیب وآرائش اور آسائشوں میں ڈوبنے لگے۔ انہیں دنیا کی رنگینیوں سے نکالنے کیلئے بعض لوگوں نے کوششیں کیں۔ عامۃ الناس کو سمجھانے کیلئے انہوں نے اس میں کچھ اجنبی افکار اور غیر اسلامی فلسفے داخل کئے۔ یہ قول ابن تیمیہ' شوکانی وغیرہ کا ہے۔ بعض صوفی اور بعض مستشرقین بھی اس کے قائل ہیں۔

ایک قول یہ ہے کہ تصوف دراصل اسلام، یہودیت، عیسائیت، مجوسیت، ہندوازم اور بدھ ازم کے مشترکہ خیالات کا نام ہے۔ اس سے قبل یہ ساری چیزیں یونانی فلسفہ اور افلاطون کے خیالات میں پائی جاتی تھیں، تاہم بعد میں یہ سب اسلام میں داخل ہوگئیں اور اسلامی تعلیمات کا حصہ بن گئیں۔

تو یہ ان اختلافات کا خلاصہ ہے جو تصوف کے اصل اور اس کے مصادر کے بارے میں ہے۔ ہم اس پر اس باب میں تفصیلی بحث کریں گے اور دلائل اور شواہد کے ذریعے سے حق و باطل کی پرکھ کریں گے۔ ہمارا موقف یہ ہے کہ کسی بھی بات کو صحیح طریقے پر سمجھنے کیلئے ضروری یہ ہوتا ہے کہ اس کے قائلین کی آراء و افکار کو نقل کیا جائے۔ ان کے معتمد اور ثقہ رسائل و کتب کے حوالات دیئے جائیں اور ان کی عبارتیں نقل کی جائیں اور ان عبارات، اقوال اور خیالات کی بنیاد پر ایک رائے قائم کی جائے۔ ہمارا مطلب اس سے قطعاً یہ نہیں ہے کہ ہم ان کیخلاف دلائل دے رہے ہیں یا اُن پر حجت قائم کرنا چاہتے ہیں، بلکہ ہم صرف حق اور سچ کو سامنے لانے کیلئے اس بحث کو شروع کر رہے ہیں۔ اگرچہ یہ طریقہ مشکل اور طویل ہے۔ بہت کم لوگ اسے اختیار کرتے ہیں لیکن ہم سمجھتے ہیں کہ یہی قرین قیاس ہے اور یہی عدل و انصاف کا تقاضا ہے۔ اسی کے ذریعے حق و باطل میں فرق اور تمیز ممکن ہے۔

جب ہم صوفیوں کی تعلیمات پر گہرائی سے نظر ڈالتے ہیں، ان کے اقوال کو پرکھتے ہیں، ان کی قدیم اور جدید کتابوں کا مطالعہ کرتے ہیں، ان کے متقدمین اور متاخرین کے افکار کو سامنے رکھتے ہیں تو ہمارے سامنے یہ بات کھل کر سامنے آجاتی ہے کہ ان کی تعلیمات اور قرآن و سنت کی تعلیمات میں بعد المشرقین ہے۔ تصوف کی بنیادیں، جڑیں اور اس کے بیج کسی بھی طرح ہمیں حضور کی سیرت میں نہیں ملتے اور نہ ہی صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین کی تعلیمات اور ان کی زندگیوں سے میل کھاتے ہیں اس کے برعکس ہم دیکھتے ہیں کہ یہ سارے خیالات عیسائی راہبوں سے اخذ کیے گئے۔ ایسے اقوال پیش کیے گئے جو ہندو برہمنوں، یہودیوں، ربیوں، بدھوؤں، ایرانی مجوسیوں، یونانی فلسفیوں اور افلاطون کے مقلدوں کے ہیں۔ ان کی تعلیمات اسلام میں سرائیت کر

گئیں اوران کا نام تصوف رکھ دیا گیا۔(۱) بات کو مزید واضح کرنے کیلئے ہم مشہور صوفیا کے اقوال اور تعلیمات کو نقل کرتے ہیں۔ سب سے پہلے ہم ابراہیم بن ادھم سے اس کا آغاز کرتے ہیں جو طبقہ اولیٰ کے صوفیوں میں سے ہیں اور ان کا شمار ائمہ صوفیاء میں سے ہوتا ہے۔ تصوف پر لکھی جانے والی عام کتابوں کا آغاز ابراہیم بن ادھم کے اقوال اور ان کی تعلیمات سے ہوتا ہے اور تصوف پر لکھی جانے والی کوئی بھی کتاب ان کے ذکر سے خالی نہیں۔

ابراہیم بن ادھم کی شان اور ان کے بلند مقام کو ثابت کرنے کیلئے بیان کیا جاتا ہے کہ وہ بادشاہوں کی نسل میں سے تھے اور بلخ کے بادشاہ تھے' خوبصورت عورت سے اس کا نکاح ہوا' جس سے اس کا ایک بیٹا بھی پیدا ہوا' لیکن اس نے بادشاہت' بیوی اور بچوں کو چھوڑ دیا' جو کچھ اس کے پاس تھا' سب کو ایک غیبی آواز کی وجہ سے ترک کر دیا۔ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ حضرت خضر علیہ السلام کی اس سے ملاقات ہوئی اور انہوں نے ابراہیم بن ادھم کو دنیا چھوڑنے کی تلقین کی۔ ابراہیم بن ادھم کی کہانی گوتم بدھ سے بہت زیادہ ملتی جلتی ہے۔ گوتم بدھ نے بھی اپنی بادشاہت اور بیوی بچوں کو چھوڑ دیا تھا اور عزلت نشینی اختیار کی۔ حالانکہ یہ عمل قطعاً اسلام اور سیرتِ رسولؐ و سیرت صحابہؓ کے منافی ہے۔ کتاب وسنت میں اس کی کوئی مثال نہیں ملتی اور سلف صالحین سے بھی اس کی تائید حاصل نہیں ہوتی۔ اس کے باوجود صوفی زور و شور سے ابراہیم بن ادھم کے اس عمل اور کردار کو نقل کرتے ہیں' اسے اپنے لئے مشعلِ راہ اور مثال گردانتے ہیں اور اس کو فخر سے ذکر کرتے ہیں۔ حالانکہ یہ بدھ عقائد سے مشابہ ہے اور کتاب وسنت میں اس بارے کوئی دلیل ہمیں نہیں ملتی۔

ہماری خواہش ہے کہ ہم اس حکایت کو نقل کریں جسے عام طور پر صوفی بیان کرتے ہیں اور صوفیوں کی قدیم کتابوں میں اس کا تذکرہ بکثرت ملتا ہے۔ یہ واقعہ ایک ایسے شخص کے بارے میں ہے جسے صوفیوں کا قطب' امام اور رہنما تصور کیا جاتا ہے۔ اس کی اور گوتم بدھ کے واقعے میں بہت مشابہت ہے۔ اس واقعے میں بہت سی باتیں ایسی ہیں جو خارقِ عادت اور بہتانوں پر مشتمل ہیں۔ سراسر جھوٹ اور کذب بیانی اس واقعے کا خاصہ ہے۔ بہر حال قارئین کی دلچسپی کیلئے ہم اس واقعے کو نقل کرتے ہیں جو فریدالدین عطار کی کتاب ''تذکرۃ الاولیا'' میں منقول ہے۔ اس کے مطابق:

''ابراہیم بن ادھم بلخ کا بادشاہ تھا' ایک جہاں اس کی اطاعت کرتا تھا' جب چلتا تھا تو سونے کی بنی چالیس تلواریں اور چالیس ستون اس کے آگے پیچھے ہوتے تھے۔ اسی کروفر کے ساتھ وہ اپنی حکومت کر رہا تھا۔ ایک رات وہ اپنی مسہری پر نیند کے مزے لے رہا تھا کہ اچانک اسے چھت پر سے ایسی آوازیں آئیں جیسے کوئی چھت پر چل رہا ہو۔ ابراہیم بن ادھم نے آواز لگائی ''کون ہے؟'' جواب آیا میں ایک دوست ہوں میرا اونٹ گم ہو گیا اور چھت پر میں اسے ڈھونڈ رہا ہوں۔ تو بن ادھم کہنے لگا ''جاہل آدمی چھت پر اونٹ کیسے آ سکتا ہے؟'' تو اس نے کہا تو بھی تو غافل آدمی ہے جو ریشم اور سونے کے بنے اس تخت پر بیٹھ کر خدا کو تلاش کر رہا ہے۔ یہ بات سن کر بن ادھم کا دِل دہل گیا' اس کے دِل میں گویا ایک آگ سی بھڑک اٹھی' صبح تک اسے نیند نہ آئی' جب صبح ہوئی تو وہ اپنے دربار میں گیا اور تخت پر پریشان بیٹھا رہا۔ اس کی یہ حالت اس کے مشیروں اور درباریوں سے چھپی نہ رہ سکی' تاہم وہ خاموش رہے۔ دربار شروع ہو گیا' ارکانِ دولت میں سے ہر ایک اپنی اپنی جگہ پر کھڑا ہو گیا' غلام تلواریں سونتے اپنے مقام پر تیار ہو گئے' اور اذنِ عام کا اعلان ہوا۔ سب سے پہلے ایک بڑا ہی بارعب شخص دروازے سے داخل ہوا' اس کے چہرے پر اتنا رعب اور ہیبت تھی کہ خدام اور محافظ بھی اس سے یہ پوچھنے کی جرأت نہ کر سکے کہ وہ کون ہے؟ وہ شخص آگے بڑھا یہاں تک کہ ابراہیم بن ادھم کے تخت کے سامنے آ کے کھڑا ہو گیا۔ ابراہیم بن ادھم نے اس سے پوچھا ''آمد کا مقصد کیا ہے؟'' تو وہ کہنے لگا اس سرائے کو چھوڑ دو۔ ابراہیم بن ادھم نے کہا ''یہ سرائے تو نہیں ہے' یہ تو میرا محل ہے۔ تیری باتیں سن کر مجھے لگتا ہے کہ تو دیوانہ ہے۔'' وہ کہنے لگا کہ اچھا یہ تو بتا کہ تجھ سے پہلے یہ محل کس کا تھا؟ ابراہیم نے کہا ''میرے باپ کا۔'' اس نے کہا اس سے پہلے؟ ابراہیم نے کہا ''میرے دادا کا۔'' اس نے کہا اس سے پہلے۔ ابراہیم نے کہا ''فلاں کا۔'' تو وہ شخص کہنے لگا کیا یہ سرائے نہیں کہ جہاں کوئی آ رہا ہے اور کوئی جا رہا ہے۔ یہ کہہ کر وہ شخص غائب ہو گیا' دراصل یہ خضر علیہ السلام تھے۔ ابراہیم بن ادھم کے دِل کی آگ اور بھڑک اٹھی اور اس کی حدت سے اسے اپنا سارا جسم جلتا ہوا محسوس ہوا۔ اسے رات والے واقعے کی شدت سے یاد آنے لگی اور اسے محسوس ہوا کہ اس شخص کی آمد اور رات والے واقعہ میں قریبی اور گہری مناسبت ہے۔

تاہم اسے یہ نہیں پتہ تھا کہ رات کو کون آیا تھا اور یہ شخص کون ہے؟ خیر اس نے اپنے درباریوں سے کہا کہ میرے لئے گھوڑا تیار کرو، میں شکار کیلئے جانا چاہتا ہوں' آج کچھ معاملات کی وجہ سے میں پریشان ہوں کہ مجھے ان کی حقیقت سمجھ نہیں آرہی' خدایا یہ میری حالت کب تک رہے گی؟ گھوڑا تیار کر کے سامنے لایا گیا اور ابراہیم شکار پر چل پڑا۔ بیابانوں کی خاک چھانتا ہوا وہ گھوڑا دوڑاتا رہا' اسے سمجھ نہیں آرہی تھی کہ وہ کرے تو کیا کرے؟ ابھی تک اس کے ذہن پر دونوں واقعات کا اثر تھا' چلتا چلتا وہ اپنے لشکر والوں سے جدا ہو گیا۔ اسی حالت میں اس نے ایک آواز سنی کہ ایک شخص اس سے کہہ رہا تھا کہ خبردار ہو جا' خبردار ہو جا۔ ابراہیم نے کوئی توجہ نہ کی' اپنے راستے پر چلتا رہا۔ آواز پھر آئی اور تیسری مرتبہ بھی ایسے ہی آواز آئی۔ مگر ابراہیم نے اس کی طرف کان نہ دھرے۔ چوتھی مرتبہ اسے اپنے قریب سے ہی ایک آواز آئی سنبھل جا' اس سے پہلے کہ تجھے ٹھوکر لگے۔ ابراہیم بن ادھم کے اوسان خطا ہو گئے مگر اچانک اس کے سامنے ایک ہرن آگئی اور اس کے پیچھے ابراہیم نے اپنا گھوڑا لگا دیا۔ ہرن نے دوڑتے دوڑتے پیچھے کی طرف دیکھا اور کہنے لگی شکار کے طور پر مجھے تمہارے سامنے بھیجا گیا ہے لیکن تم مجھے شکار نہیں کر سکو گے۔ کیا تمہیں شکار کیلئے پیدا کیا گیا؟ کیا اسی لئے تمہیں یہ زندگی دی گئی؟ دنیا کیلئے تو تم اتنی محنت کر رہے ہو' آخرت کیلئے تمہارے پاس کچھ نہیں۔ ابراہیم بن ادھم نے کہا "یہ جو تو میری حالت دیکھ رہی ہے' یہ اس وجہ سے تو ہے۔" وہ آواز جو ہرن سے آرہی تھی اب یکدم اس زین میں سے آنے لگی جو گھوڑے پر پڑی تھی۔ ابراہیم یہ سب کچھ دیکھ کر گھبرا گیا۔ جب خدا تعالیٰ نے ابراہیم کی رہنمائی کا ارادہ کیا تو یہ آواز تین بار اس کی اپنی آستین سے آئی۔ اب اس کے اور خدا کے درمیان سے پردے ہٹ گئے' ابراہیم کو یقین حاصل ہو گیا۔ خدا کے حکم سے اس کے دِل کے سارے بند دریچے کھول دیئے گئے' ابراہیم نے رونا شروع کر دیا یہاں تک، کہ اس کے آنسوؤں کی وجہ سے اس کے کپڑے اور اس کا گھوڑا تک بھیگ گیا۔ ابراہیم نے پکی توبہ کی اور راستے سے ہٹ کر ایک کنارے پر چلنے لگا۔ راستے میں اس نے ایک چرواہے کو دیکھا جس نے پرانا سا لبادہ اوڑھا ہوا تھا' سر پر ٹوپی، اور بکریاں چرا رہا تھا۔ جب ابراہیم نے اس شخص کو غور سے دیکھا تو وہ اس کا اپنا ہی غلام تھا۔ ابراہیم نے اپنا مرصع قبا اور لباس اتارا'

تاج سر سے ہٹایا اور یہ دونوں چیزیں اس غلام کو دے دیں' بکریاں بھی اسے بخش دیں'اس سے لبادہ لیا' اوڑھا'اس کی ٹوپی سر پر رکھی اور پہاڑوں کی جانب چل دیا۔ ابھی تک اس کے چہرے پر وحشت کے آثار تھے اور اس کی آنکھیں بھی بہہ رہی تھیں۔ یونہی وہ صحرانوردی کرتا رہا یہاں تک کہ وہ نیشاپور پہنچ گیا۔ نیشاپور پہنچ کر وہ کسی مقام کی تلاش میں رہا جہاں عوام کی آمدورفت کم ہو' تاکہ وہ عبادت کر سکے۔ تلاش کرتے کرتے اسے ایک غار ملا جس میں اس نے نو برس تک اعتکاف کیا۔ اب یہ غار اس کے نام سے مشہور ہے۔

دِن رات ابراہیم بن ادھم عبادت میں مصروف رہا۔ کسی کو علم نہیں کہ وہ کیسی کیسی عبادت کرتا رہا۔ جمعرات کے روز ابراہیم اپنے غار سے باہر آیا' لکڑیاں کا گٹھا جمع کیا اور صبح کے وقت نیشاپور شہر کی طرف چل پڑا' شہر میں جا کر اس نے لکڑیاں بیچیں' اگلے روز جمعے کی نماز پڑھی اور لکڑیوں کی قیمت سے روٹی خریدی' آدھی روٹی ایک فقیر کو دی اور آدھی خود کھائی۔ کچھ روٹیاں اور خریدیں تاکہ وہ اگلے ہفتے تک اس کے روزے اور افطار کے کام آسکیں۔ جب لوگ ابراہیم بن ادھم کے مقام سے واقف ہوئے تو ابراہیم نے وہ غار چھوڑ دیا اور مکہ مکرمہ چلا آیا۔ کہا جاتا ہے کہ چودہ برس تک وہ صحرا در صحرا طے کرتا رہا' ہر مقام پر ٹھہر کر وہ عبادت کرتا' نماز پڑھتا' اللہ کے سامنے عاجزی کا اظہار کرتا' یہاں تک کہ وہ مکہ مکرمہ پہنچا۔ ایک روایت یہ ہے کہ جب وہ بلخ سے چلا تھا تو اس کا بچہ بہت چھوٹا تھا اور ابھی تک دودھ پی رہا تھا۔ جب یہ بچہ تھوڑا سا بڑا ہوا تو اس نے اپنی ماں سے اپنے والد بارے پوچھا تو ماں نے اسے اپنے باپ کا حال یوں سنایا کہ تمہارا باپ تمہیں چھوڑ کر جا چکا ہے۔

ابراہیم بن ادھم سے منقول ہے کہ وہ کہتے ہیں کہ جب بیابانوں میں اللہ پر بھروسہ کرتے ہوئے سفر کر رہا تھا' تین دِن تک میں نے کوئی چیز نہیں کھائی تو میرے پاس ابلیس آیا اور کہنے لگا تو بادشاہ تھا' تو نے کیا سب کچھ اس لئے چھوڑا کہ بھوک کی حالت میں حج کیلئے جائے؟ تجھے تو شان وشوکت کے ساتھ حج کرنے کیلئے جانا چاہئے تھا تاکہ یہ سب مصیبتیں دیکھنی نہ پڑتیں۔ ابراہیم بن ادھم کا قول ہے ''جب میں نے یہ آواز سنی تو بلند آواز سے کہا الٰہی تو نے دشمن کو اپنے دوست پر مسلط کر دیا کہ وہ مجھے جلا ڈالے۔ الٰہی مجھے بچا تاکہ میں تیری مدد سے اس بیاباں کو طے کر سکوں۔ مجھے ایک

آواز سنائی دی کہ ابراہیم جو کچھ تیری جیب میں ہے اسے پھینک دے تا کہ جو کچھ غیب میں ہے ہم اسے تیرے حوالے کریں۔ میں نے اپنا ہاتھ جیب میں ڈالا تو چاندی کے چار سکے تھے جنہیں میں بھول چکا تھا۔ میں نے ان سکوں کو نکال پھینکا۔ یہ دیکھ کر ابلیس بھاگ کھڑا ہوا اور اس کے بعد مجھے غیب سے ہی کھانا ملنے لگا۔''(۲)

یہ سارا واقعہ سلمی کی کتاب ''طبقات الصوفیہ''(۳)' اصبہانی کی کتاب ''حلیۃ الاولیاء''(۴)' قشیری کی کتاب ''الرسالہ''(۵)' منوفی الحسینی کی کتاب ''جمہرۃ الاولیاء''(۶)' جامی کی کتاب ''نفحات الانس''(۷)' ابن ملقن المتوفی 804ھ کی کتاب ''طبقات الاولیا''(۸)' اور شعرانی کی کتاب ''الطبقات الکبریٰ''(۹) میں مذکور ہے۔

تو یہ ہے ابراہیم بن ادھم کا واقعہ' جس نے بلاسبب اور بغیر کسی جرم کے اپنے گھر بار اور بیوی بچوں کو چھوڑا۔ یہ واقعہ سراسر قرآنی تعلیمات اور حضورؐ کے فرامین سے متصادم ہے۔ تاہم یہ قصہ گوتم بدھ کے قصے سے ملتا جلتا ہے۔ اس کا خلاصہ یہ ہے:

''بنارس شہر کے شمال میں ساکیاس نامی ایک قبیلہ رہتا تھا جس میں چھٹی صدی عیسوی کے دوران گوتم بدھ کی پیدائش ہوئی۔ گوتم بدھ نے 80 برس کی عمر پائی اور 478 قبل مسیح میں اس کا انتقال ہوا۔ 19 برس کی عمر میں گوتم بدھ کی شادی اپنے چچا کی بیٹی سے ہوئی' اس وقت تک گوتم بدھ خوشحالی کی زندگی بسر کر رہا تھا۔ 29 سال کی عمر تک وہ مزے اور خوشحالی کی زندگی گزارتا رہا۔ اسی دوران ایک دفعہ اس کا شکار پر جانے کا اتفاق ہوا' اس نے ایک بوڑھا آدمی دیکھا جو بڑھاپے کی وجہ سے چلنے تک سے عاجز تھا' ایک اور آدمی دیکھا جو کسی مہلک مرض میں مبتلا تھا اور انتہائی تکلیف اور مشقت کے ساتھ اپنے دن پورے کر رہا تھا۔ اسی طرح کچھ عرصہ بعد ایک اور آدمی اس کی نظر میں آیا جو انتہائی بدشکل اور ابتر حالت میں تھا۔ ان سارے واقعات کے دوران گوتم بدھ کا قریبی خادم اور غلام جس کا نام ''جانا'' تھا' اس کے ساتھ رہا' جانا گوتم بدھ کو انسانی زندگی کے مختلف حالات بتاتا رہا۔ ان لوگوں اور ان کے حالات پر تبصرے کرتا رہا' عام طور پر وہ گوتم بدھ کو کہتا تھا دیکھو یہ ہے انسانی زندگی کا انجام۔ ایک دن گوتم بدھ نے ایک یہودی ربی کو دیکھا جو بڑے مزے اور خوشی کے

ساتھ جا رہا تھا' اس کے چہرے سے طمانیت اور آسودگی ٹپک رہی تھی' گوتم بدھ نے جانا سے اُس آدمی کے بارے میں پوچھا یہ کون ہے؟ تو جانا نے تفصیل کے ساتھ اسے زاہدوں کے بارے میں بتایا' ان کے اخلاق اور عادات سے انہیں آگاہ کیا۔ اس نے مزید بتایا کہ یہ وہ لوگ ہوتے ہیں جو ہر وقت سفر میں رہتے ہیں' چلتے پھرتے رہتے ہیں' اپنی سیاحت اور سفر کے دوران لوگوں کو بڑی اہم اور قیمتی باتیں بتاتے ہیں جن کا تعلق ان کے عمل سے ہوتا ہے۔

خلاصہ کلام' روایات اس بارے میں مختلف ہیں تاہم اس پر سب کا اتفاق ہے کہ آہستہ آہستہ جوان شہزادے کا دل دنیا سے اچاٹ ہونے لگا' اس کی طبیعت میں اضطراب سا پیدا ہو گیا اور دنیا کی رنگینیوں سے اسے نفرت ہونے لگی۔ اسی دوران اسے ایک شخص نے بتایا کہ عنقریب اس کے ہاں ایک بچے کی پیدائش ہونے والی ہے' جو اس کا پہلا بچہ ہوگا۔ گوتم بدھ دنیا سے تنگ آیا ہوا تھا' سوچنے لگا ''دنیا سے مجھے باندھنے کیلئے ایک اور رَسی آرہی ہے۔''

خلاصہ یہ کہ وہ اپنے شہر واپس آیا' اسی رات اس کے رشتے داروں اور قریبی دوستوں نے محفل طرب وسرور منعقد کی تاکہ آنے والے بچے کی خوشی منائی جائے۔ رات گزرنے کے ساتھ ان کی مستیوں میں بھی اضافہ ہو رہا تھا مگر گوتم بدھ ایک طرف بیٹھا گہرے غور وفکر میں ڈوبا ہوا تھا۔ رات کے آخری حصے میں وہ اپنے بستر سے اٹھا' اس کا سینہ ان واقعات کی حدت سے گویا اُبل رہا تھا' گوتم بدھ نے اپنے خادم جانا کو حکم دیا کہ وہ جلدی سے اس کیلئے ایک گھوڑا تیار کر کے لائے' اس دوران وہ اپنے کمرے میں گیا' بیوی اور اکلوتے بچے کو جی بھر کر دیکھا' انہیں سوتا چھوڑ کر باہر نکل آیا اور وعدہ کیا کہ اب وہ اس وقت آئے گا جب وہ ''بدھا'' یعنی ''انسانِ کامل'' بن جائے گا۔ اس نے مزید کہا ''اب میں ان کے پاس شوہر اور باپ بن کر نہیں بلکہ معلم اور ہادی بن کر واپس آؤں گا۔''

خلاصہ یہ کہ بدھا جانا کے ساتھ بیابانوں میں نکل گیا۔ اس دوران اسے آسمان میں ''مارا'' نظر آیا' یعنی ابلیس یا نفسِ امارہ۔ ''مارا'' نے اس سے وعدہ کیا کہ اگر وہ یہ جولانیاں چھوڑ دے تو اسے دوبارہ عزت اور بادشاہت مل جائے گی۔ لیکن گوتم بدھ نے وسوسے کے اس شرک میں پڑنے سے انکار کر دیا۔ اس رات بدھا کافی دیر ایک نہر کے کنارے چلتا رہا۔ آدھی رات کے وقت اس نے

اپنے سارے ہیرے جواہرات اور شاہی لباس اتارا اور اپنے غلام جانا کے حوالے کر دیا۔ اسے واپس اپنے ملک بھیج دیا۔ اس کے بعد سات دن اور سات رات تک بدھا بیابانوں اور جنگلوں میں پھرتا رہا، یہاں تک کہ اس کی ملاقات ایک برہمن ''الارا'' سے ہوئی۔ کچھ عرصہ اس کی صحبت میں رہنے کے بعد ایک اور برہمن ''اودراکا'' کے پاس چلا گیا۔ الارا اور اودراکا سے اس نے ہندوستان میں مروج تمام علوم اور حکمت کی باتیں سیکھیں۔ مگر اس کے دل کو ابھی بھی قرار نہ تھا۔ وہ دوبارہ پہاڑوں اور جنگلوں میں غائب ہو گیا۔ اس دوران اس کی پانچ جوانوں سے ملاقات ہوئی جنہوں نے بدھا کی شاگردی اختیار کی۔ چھ برس تک بدھا توبہ، ریاضت اور مشقتوں میں لگا رہا یہاں تک کہ علاقے میں اس کی شہرت پھیل گئی۔ شہرت سے تنگ آ کر اس نے اس جگہ کو چھوڑنے کا ارادہ کیا۔ جب وہ اٹھ کر جانے لگا تو اتنا کمزور تھا کہ کھڑا نہ ہو سکا اور اپنی جگہ پر ہی دوبارہ گر گیا۔ گرتے ہی وہ ہوش و حواس سے بیگانہ ہو گیا۔ اس کے شاگرد بھی اس کے پاس تھے انہوں نے خیال کیا کہ شاید بدھا اس دنیا سے ہی چلا گیا، لیکن آہستہ آہستہ اسے ہوش آئی تو اس نے پر مشقت ریاضتوں کو چھوڑ دیا اور باقاعدگی سے غذا بھی لینے لگا۔ جب اس کے شاگردوں نے دیکھا کہ استاد نے محنت اور ریاضت والی زندگی چھوڑ دی، اور اب زندگی سے لطف اٹھا رہا ہے تو انہوں نے بھی استاد کا ہاتھ جھٹک دیا اور اس کا احترام بھی ترک کر دیا۔ استاد کو چھوڑ کر وہ بنارس چلے گئے۔

بدھا نے دراصل دنیا کی لذتیں اور آسائشیں اس لئے چھوڑی تھیں تاکہ اسے دل کا اطمینان اور تسلی حاصل ہو۔ اس کا خیال تھا کہ وہ فلسفہ اور حکمت کی باتیں سیکھ کر اطمینانِ قلب حاصل کرے گا، اس پر مستزاد اس نے ریاضتیں، مشقتیں اور اطمینان قلب کیلئے بھی توبہ کی تھی، مگر اس کے باوجود یہ سب کچھ اسے حاصل نہ ہوا۔ جس دن اس کے شاگردوں نے بھی اسے چھوڑ دیا، وہ ایک درخت کے نیچے بیٹھا اپنے بارے سوچ رہا تھا، کہ وہ کیا کرے، کس راستے پر چلے، اس کے ذہن میں بہت سے وسوسے آ رہے تھے، اسے اپنے بیوی بچے اور حکومت و سلطنت کی یاد بھی آ رہی تھی۔ سورج غروب ہونے تک وہ سوچتا رہا، اس غور و فکر کا نتیجہ یہ ہوا کہ بالآخر اسے تکمیل کا اعلیٰ مقام حاصل ہو گیا اور وہ ''بدھا'' بن گیا۔ یعنی اس کی روشنی سے مشرق و مغرب روشن ہو گئے۔ اس مقام پر پہنچنے

کے بعد بدھا کو اپنے دل میں راحت' اطمینان اور سکون کا احساس ہوا اور اسے پتہ لگ گیا کہ جس اطمینان قلب کو وہ ڈھونڈ رہا تھا وہ اسے مل گیا۔ چنانچہ اب اس نے وعظ و نصیحت اور لوگوں کو راہِ راست پر لانے کا عزم کیا۔ اس نے یہ ارادہ باندھا کہ وہ لوگوں کو دنیاوی زندگی سے ہٹا کر اصل اور حقیقی زندگی کی طرف لائے گا۔ اس وقت بدھا کی عمر پینتیس برس تھی۔ وہ دوبارہ جنگل میں اس مقام پر گیا جہاں پر اس کی ملاقات اپنے دونوں استادوں ''الارا'' اور ''اودراکا'' سے ہوئی تھی' وہاں پہنچ کر اسے پتہ چلا کہ وہ دونوں تو انتقال کر چکے ہیں۔ چنانچہ وہاں سے وہ نکلا اور بنارس میں اپنے پانچ شاگردوں کو ڈھونڈا۔ انہیں ڈھونڈ کر ان تک اپنا پیغام پہنچایا اور انہیں اپنا متبع بنا لیا۔ آہستہ آہستہ اس کی دعوت پھیلتی رہی' بدھا کے ماں باپ اور اس کی بیوی بھی اسی کے راستے پر چل پڑے۔ پھر اس نے اپنے خاص مریدین کو حکم دیا کہ وہ لوگوں میں گھل مل جائیں اور اس کے افکار کی تکمیل کریں۔''(۱۰)

تو یہ بدھا کے قصے کا خلاصہ تھا۔ بغور دیکھنے سے یہ بات سامنے آجاتی ہے کہ بدھا اور ابراہیم بن ادھم کے واقعے میں حیرت انگیز مشابہت ہے۔ دونوں نے بادشاہت' بیوی اور بچوں کو چھوڑا' اس مشابہت پر حیران ہوتے ہوئے مشہور مستشرق گولڈزیہر کہتا ہے کہ دوسری ہجری صدی کے صوفیاء نے جس طرح ابراہیم بن ادھم کا واقعہ نقل کیا' جو بلخ کا شہزادہ تھا' جس طرح اس کی درویشانہ زندگی اور اس کی مشقتوں اور ریاضتوں کا ذِکر ملتا ہے' دراصل انہوں نے بدھا کی زندگی سے اس کا عکس لیا اور اس سے متاثر ہو کر یہ سارا واقعہ نقل کیا۔(۱۱)

اسی مسئلے پر بحث کرتے ہوئے ایران کے مشہور محقق ڈاکٹر قاسم غنی کہتے ہیں ''گولڈزیہر کا خیال کسی حد تک درست ہو سکتا ہے' کیونکہ انسان عام طور پر اس طرح کے واقعات سے متاثر ہوتا ہے۔ ماضی میں بھی اس کی بہت ساری مثالیں ملتی ہیں۔ آگے کہتا ہے بدھا کا واقعہ جس طرح کہ بدھا کی کتابوں میں مذکور ہے' ابراہیم بن ادھم کے واقعے سے بہت زیادہ مشابہت رکھتا ہے۔ ابراہیم بن ادھم والے واقعے کو بہت ساری کتابوں میں نقل کیا گیا جیسے اصبہانی کی کتاب ''حلیۃ الاولیاء''۔ شیخ عطار کی کتاب ''تذکرۃ الاولیاء'' وغیرہ۔ اگرچہ الفاظ تو ان کے مختلف ہیں مگر سب کا

خلاصہ ایک ہی ہے اور اس خلاصہ اور بدھا کے واقعے میں حیرت انگیز مشابہت ۔''(۱۲)

ابراہیم بن ادھم کے علاوہ بہت سے اکابر صوفیا اور اقطاب بچوں اور بیوی کے معاملے میں اسلامی نقطہ نظر سے مختلف رائے رکھتے ہیں۔ان میں سے چند ایک کو ہم یہاں بیان کرنا چاہیں گے۔

طوسی اور عطار نے ابراہیم بن ادھم سے نقل کیا کہ وہ کہتے ہیں ''جب کوئی فقیر شادی کر لیتا ہے تو اس کی مثال ایسی ہے کہ وہ گویا کشتی میں سوار ہو گیا۔اور جب اس کے ہاں اولاد پیدا ہو گئی تو گویا وہ کشتی ڈوب گئی۔''(۱۳)

سہروردی سے منقول ہے کہ انہوں نے کہا ''جو عورتوں کی رانوں کا عادی ہو گیا' وہ کبھی کامیاب نہیں ہو سکتا۔''(۱۴)

ابو طالب مکی جو صوفیوں کے مشہور امام تھے،ان کی تاریخ وفات 386ھ ہے' انھوں نے ابو سلمان درانی المتوفی 215ھ جسے قطب کے نام سے پکارا جاتا ہے' کے حوالے سے نقل کیا ''جس نے نکاح کیا وہ دنیا کی طرف متوجہ ہو گیا۔''(۱۵)

سہروردی نے اپنی کتاب ''عوارف'' جو صوفیوں کی مشہور کتاب ہے' میں ابو سلمان درانی سے نقل کیا ''میں نے اپنے اصحاب میں ایک شخص کو بھی نہیں دیکھا جو شادی کے بعد اپنے مقام اور مرتبے پر قائم رہ سکا ہو۔''(۱۶)

مکی نے سید الطائفہ جنید بغدادی سے بھی نقل کیا ''مرید کیلئے میں یہ نصیحت کروں گا کہ وہ شادی کر کے اپنی توجہ کو منتشر نہ کرے۔''(۱۷)

بشر بن حارث سے بھی منقول ہے۔اس سے پوچھا گیا کہ لوگ آپ کے بارے میں باتیں کرتے رہتے ہیں' اس نے پوچھا لوگ کیا کہتے ہیں؟ کہا گیا کہ وہ کہتے ہیں کہ آپ نے سنت یعنی نکاح کو چھوڑ دیا۔تو اس نے کہا انہیں بتا دو کہ میں سنت کو چھوڑ کر فرض میں مشغول ہوں۔

ایک اور دفعہ جب ان سے سوال کیا گیا تو وہ کہنے لگا کہ قرآن پاک کی آیت ''ولھن مثل الذی علیھن'' یعنی جس طرح کہ عورتوں کے فرائض ہیں' اسی طرح ان کے حقوق بھی ہیں۔اس آیت کے ڈر سے میں نے نکاح نہیں کرتا کہیں ایسا نہ ہو میں ان کے حقوق ہی پورے نہ کر سکوں۔تو

مرید کیلئے بہتر یہ ہے کہ وہ شادی نہ کرے۔(۱۸)

سہروردی کہتے ہیں ''شادی کی وجہ سے عزیمت کے مقام سے اتر کر رخصت کے مقام پر آجاتا ہے' اسے ہر وقت مال و دولت میں کمی کا خوف رہتا ہے۔ وہ بیوی بچوں کا قیدی بن جاتا ہے۔ وہ زہد اختیار کرنے کے بعد دنیا کی طرف متوجہ ہو جاتا ہے اور طبعی تقاضوں کے پیش نظر وہ لہب ولہو میں مصروف ہو جاتا ہے۔'' (۱۹) اس کے بعد سہروردی نے ایک موضوع اور مکذوب حدیث نقل کی کہ حضورؐ نے فرمایا ''دو سو برس کے بعد تم میں سے بہترین شخص وہ ہوگا جو ہلکے بوجھ والا ہو۔'' صحابہ نے پوچھا یارسول اللہ ہلکے بوجھ والے سے کیا مراد ہے؟ تو حضور نے فرمایا کہ جس کے بال بچے نہ ہوں۔ بعض فقراء سے جب شادی کے بارے میں پوچھا گیا تو ان کا کہنا تھا کہ میں تو شادی کی بجائے اپنے نفس کو بھی طلاق دینا چاہتا ہوں۔(۲۰)

ایک اور مشہور صوفی محمد بن ابراہیم النفزی الرندی التوفی 792ھ نے سہل بن عبداللہ التستری سے نقل کیا کہ وہ کہتے ہیں: عورتوں کی باتیں سننے اور ان کی طرف مائل ہونے سے بچو۔ اس لئے کہ عورتیں حکمت کے کاموں سے دُور اور شیطان سے قریب ہوتی ہیں۔ وہ شیطان کے پھندے ہیں جو ان کی طرف مائل ہوگا وہ ان پھندوں میں پھنس جائے گا۔ جو ان سے دور رہے گا شیطان اس سے مایوس ہو جائے گا۔ شیطان سب سے زیادہ عورتوں کی طرف مائل ہوتا ہے۔ عورت جہاں بھی ہوگی وہ شر ہی ہوگی۔ جب تم کسی شخص کو دیکھو کہ وہ عورتوں کی طرف مائل ہے' تو تم اس سے مایوس ہو جاؤ۔ پوچھا گیا کہ حضور کی حدیث ہے کہ دنیا میں مجھے تین چیزیں پسند ہیں جن میں سے ایک عورت ہے۔ تو تستری نے کہا نبی معصوم ہے۔ اس کے باوجود ان عورتوں نے حضورؐ کے ساتھ جو کیا وہ تمہارے سامنے ہے۔ یہ عورتیں ظاہری اور باطنی ہر اعتبار سے مرد کی دشمن ہوتی ہیں۔ اگر محبت ظاہر کریں تو اسے ہلاک کر دیتی ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں آزمائش بنایا ہے۔ ہم اللہ تعالیٰ کی اس آزمائش سے پناہ مانگتے ہیں۔'' (۲۱)

اسی طرح ایک اور صوفی حذیفہ المرعشی التوفی 207ھ سے منقول ہے کہ اس نے کہا ''آزمائش کے وقت اگر آدمی کو یہ اختیار دیا جائے کہ وہ چاہے تو شادی کر لے اور چاہے اپنی گردن

اُڑا لے تو اسے چاہئے کہ وہ شادی کی بجائے گردن اُڑانے کو اختیار کر لے۔'' (۲۲)

ابن الملقن سراج الدین ابو حفص عمر علی المصری المتوفی 804ھ نے اپنی کتاب میں کبارِ صوفیہ کے بارے میں نقل کیا کہ وہ کہتے ہیں '' جو شخص بھی شادی کے معاملات میں الجھ گیا اس کی حالت میں واضح تبدیلی نظر آئی۔'' (۲۳)

شعرانی نے رباح بن عمرو القیسی جو اوائل صوفیا میں سے ہیں' سے نقل کیا کہ وہ کہتا ہے '' آدمی اس وقت صدیقین کے مقام پر پہنچتا ہے جب وہ اپنے بیوی کو ایسا چھوڑ دے گویا وہ بیوہ ہو گئی۔ بچوں کو ایسا چھوڑ دے گویا وہ یتیم ہو گئے اور بیابانوں میں بھٹکنے لگے۔'' (۲۴)

ایک اور مشہور صوفی ابوالحسن علی الہجویری المتوفی 465ھ ابراہیم الخواص کے حوالے سے ایک عجیب وغریب قصہ نقل کرتے ہیں جس سے پتہ چلتا ہے کہ صوفی بیوی بچوں کو ترک کرنے کے حوالے سے کس انتہا تک پہنچ سکتے ہیں؟ ابراہیم الخواص کہتے ہیں'' میں ایک بستی میں گیا تا کہ ایک بزرگ کی زیارت کر سکوں۔ جب میں اس کے گھر میں پہنچا تو بڑا صاف ستھرا گھر تھا۔ عبادت خانے کی طرح اس کی صفائی ستھرائی کا خاص اہتمام کیا گیا تھا۔ گھر کے دونوں کناروں پر محراب بنے ہوئے تھے۔ ایک میں شیخ بیٹھے ہوئے تھے اور دوسرے محراب میں ایک بوڑھی سی صاف ستھری عورت بیٹھی ہوئی تھی۔ کثرت عبادت کی وجہ سے کلام کرنے میں بھی انہیں دشواری پیش آرہی تھی۔ میری آمد پر انہوں نے خوشی کا اظہار کیا' میں وہاں تین دِن رہا' جب میں نے واپسی کا ارادہ کیا تو شیخ سے میں نے پوچھا یہ عفیفہ اور پاک دامن عورت کون ہے؟ تو وہ کہنے لگے ایک اعتبار سے میرے چچا کی بیٹی اور دوسرے اعتبار سے میری بیوی ہے۔ میں نے کہا گزشتہ تین دِن سے تو میں آپ کے درمیان اجنبیت محسوس کر رہا ہوں۔ بزرگ کہنے لگے ہاں یہ اجنبیت تین دِن سے نہیں بلکہ گزشتہ 65 برسوں سے ہے۔ میں نے ان سے اس اجنبیت کا سبب پوچھا تو کہنے لگے بچپن میں ہمیں ایک دوسرے سے محبت ہو گئی' لیکن اس کے والد اس کی شادی مجھ سے کرانے پر آمادہ نہ تھے۔ ہماری محبت کا چرچا ہوا اور اسی غم میں اس کے والد انتقال کر گئے۔ میرے والد چونکہ اس کے چچا تھے لہٰذا انہوں نے اس کا نکاح مجھ سے کیا۔ شادی کی پہلی رات وہ مجھ سے کہنے لگی دیکھو اللہ نے ہم پر کتنی

بڑی نعمت کی کہ ہمیں ایک دوسرے کے ساتھ ملا دیا اور ہمارے دِلوں کو گناہوں اور غلطیوں سے دُور کر دیا۔ تو میں نے کہا ہاں یہ بات تو صحیح ہے۔ وہ کہنے لگی آج رات ہم خواہشاتِ نفسانی سے اپنے آپ کو روکیں گے' اپنی مراد حاصل نہیں کریں گے اور اس نعمت عظیمہ پر اللہ کا شکر ادا کریں گے۔ میں نے کہا ٹھیک ہے۔ اگلی رات اس نے یہی بات پھر کی۔ تیسری رات میں نے اس سے کہا ہم نے دو راتیں تمہاری وجہ سے اللہ کا شکر ادا کیا' اب دو راتیں میری وجہ سے تم اللہ کی عبادت کرو۔ پینسٹھ برس گزر گئے' ہم نے ایک دوسرے کو نہیں چھوا۔ ہم یونہی پوری عمر نعمت کا شکر ادا کرتے ہوئے گزاریں گے۔" (۲۵)

اس واقعے کو نقل کرنے کے بعد الہجویری مزید لکھتے ہیں۔ خلاصہ کلام "سب سے پہلا فتنہ جس نے حضرت آدم پر قابو پایا وہ عورت تھی۔ دنیا میں جو پہلا فتنہ ظاہر ہوا یعنی ہابیل اور قابیل والا فتنہ' اس کی اصل عورت تھی۔ جب اللہ تعالیٰ نے دو فرشتوں کو عذاب دیا تو اس کی وجہ عورت تھی۔ یہ عورت ابتدائے آفرینش سے لے کر آج تک دینی اور دنیاوی فتنوں کا سبب ہے اور اس کی وجہ یہ ہے کہ حضورؐ نے ان کے بارے میں فرما دیا "اپنے بعد میں مردوں کیلئے عورتوں کیلئے کوئی بڑا فتنہ نہیں چھوڑ کر جا رہا۔" جب ظاہر کے اعتبار سے ان کا فتنہ اتنا بڑا ہے تو باطن کے اعتبار سے کیسا ہوگا؟

میں علی بن عثمان جلابی حالانکہ حق تعالیٰ نے مجھے گیارہ برس تک شادی کی آفت سے محفوظ رکھا' میں بھی اس فتنے میں پڑ گیا تھا۔ میرا ظاہر اور باطن اس کی اداؤں کا اسیر ہو گیا تھا۔ ایک برس تک میری یہ حالت رہی۔ قریب تھا کہ دینی معاملے میں مجھے شدید نقصان کا سامنا کرنا پڑتا' کہ حق تعالیٰ نے کمالِ فضل اور مہربانی سے میرے مسکین قلب کو سکون اور اطمینان بخشا' مجھ پر مہربانی کی اور اس آفت سے مجھے چھٹکارا حاصل ہوا۔ تو اس راستہ یعنی تصوف کی بنیاد تجرید (عورتوں کو ترک کرنا) پر ہے۔ جب صوفیوں میں تزویج یعنی شادی والا معاملہ آیا تو ان میں اختلافات پیدا ہو گئے' اب انہیں سمجھ نہ آئی کہ وہ کس لشکر کو شکست دیں؟ وہ شہوت والے لشکر کا مقابلہ کریں؟ جس کی آگ کو بجھانا محنت اور ریاضت کے ذریعے سے ہی ممکن ہے' اس لئے کہ جب بھی کوئی آفت آتی ہے تو اس آفت سے نبٹنے کیلئے بھی کوئی نہ کوئی طاقت اللہ تعالیٰ انسان کو بخشتے ہیں۔ اس طاقت کے ذریعے

سے ہی اس آفت سے نبٹا جاتا ہے۔ شہوت دو طریقوں سے زائل کی جا سکتی ہے۔ ایک تو وہ ہے جو انسان کی طاقت میں شامل ہے اور جسے انسان اپنی عزم و ہمت کے ذریعے حاصل کر سکتا ہے' اور وہ ہے بھوک۔ بھوکا رہ کر انسان شہوتوں کا مقابلہ کر سکتا ہے۔ اور دوسری صورت یہ ہے کہ انسان اس کا اسیر ہو جائے' اپنی طاقتیں اس کے سامنے سپرد کر دے۔ یہ شہوت اس کے تمام اعضا پر قابو پا کر انہیں کسی کام کا نہ چھوڑیں' اس سے مقامِ عبدیت تک کو چھین لے۔

احمد بن حماد السرخسی جو ماوراء النہر کے علاقے میں میرے ساتھ عبادت و ریاضت میں مصروف تھا' اسے ایک بار پوچھا گیا کہ آپ کو شادی کی ضرورت محسوس نہیں ہوتی؟ اس نے کہا نہیں۔ پوچھا گیا کیوں؟ تو اس نے کہا عام طور پر میرے اوپر دو حالتیں ہوتی ہیں' یا تو میں اپنے آپ میں نہیں ہوتا' غائب ہوتا ہوں اور یا مجھے ہوش و حواس کا ادراک ہوتا ہے۔ جب میں غائب ہوتا ہوں تو مجھے دونوں جہانوں کی کوئی فکر نہیں ہوتی اور جب میں اپنے ہوش و حواس میں ہوتا ہوں تو اس وقت مجھے روٹی ہی مل جائے تو وہ مجھے دو ہزار حوروں سے اچھی لگتی ہے۔ دِل کو جس طرح مشغول کیا جائے وہ اس طرف مائل ہو جاتا ہے۔" (۲۶)

سراج طوسی نے ایک صوفی کا واقعہ نقل کیا جس نے ایک عورت سے نکاح کیا' تیس برس اکٹھے رہے مگر وہ عورت باکرہ ہی رہی۔ (۲۷)

عطار نے عبداللہ بن خفیف جو مشہور صوفی ہیں' کے حوالے سے نقل کیا کہ اس نے چار سو عورتوں سے شادی کی مگر کسی سے بھی جماع نہیں کیا۔ (۲۸)

کوئی پوچھنے والا یہ سوال کر سکتا ہے کہ پھر ان نکاحوں کا مقصد کیا تھا؟

شعرانی نے ایک اور صوفی یاقوت العرشی کے حوالے سے نقل کیا کہ اس نے اپنے شیخ کی بیٹی سے نکاح کیا۔ وہ لڑکی اٹھارہ برس تک اس کے پاس رہی مگر اس کے والد کے شرم و حیا کی وجہ سے وہ اس کے قریب نہ گیا اور جب یاقوت العرشی کا انتقال ہوا تو وہ لڑکی باکرہ ہی تھی۔ (۲۹)

شعرانی نے ایک اور صوفی مطرف بن عبداللہ الشغیر جو متقدمین صوفیا میں سے ہے' کے حوالے سے نقل کیا، وہ کہتے ہیں "جس نے عورتوں اور کھانے کو ترک کیا تو اس سے کرامت کا ظہور

ضرور بہ ضرور ہوگا۔"(۳۰)

اسی طرح شعرانی نے اپنی کتاب ''تنبیہ المغترین'' میں ایک صوفی کے حوالے سے نقل کیا۔ وہ کہتے ہیں ''جس نے شادی کی اس نے دنیا کو اپنے گھر میں داخل کرلیا اس لئے شادی سے اجتناب کرو۔''(۳۱)

ابن الجوزی نے ابوحامد الغزالی سے نقل کیا کہ وہ کہتے ہیں ''مرید کو شادی میں مصروف نہیں ہونا چاہئے' اس لئے کہ شادی میں مشغول ہوکر وہ اس راہ سے ہٹ جائے گا۔ جو اللہ کے علاوہ کسی اور چیز میں انس حاصل کرتا ہے وہ اللہ سے دُور ہو جاتا ہے۔''(۳۲)

اس طرح کی اور بھی بہت ساری مثالیں ہیں، جن میں صوفیوں کے عجیب وغریب اقوال و آرا ہمیں ملتی ہیں۔

صوفیوں نے اپنی کتابوں میں ترک نکاح اور شادی کی برائیوں بارے مستقل ابواب قائم کئے ہیں اور یہ بات ذکر کی محتاج نہیں کہ صوفیوں نے یہ خیال عیسائیوں اور یہودیوں سے لیا' جو اس طرح علیحدگی اور رہبانیت کو اختیار کرتے تھے۔ حالانکہ یہ اصولِ فطرت کے خلاف ہے۔ یہودیوں اور عیسائیوں کا اتباع کرتے ہوئے' ان کے طریقے پر چلتے ہوئے' ان کی سنت کو اپناتے ہوئے صوفیوں نے اللہ اور اللہ کے رسول کے احکامات کی مخالفت کی' حالانکہ خدا اور رسول کے حکم آنے کے بعد دیگر تمام چیزیں منسوخ اور ختم ہو جاتی ہیں۔ اللہ تعالیٰ اپنی کتاب میں عورتوں کے ساتھ نکاح کا حکم دیتے ہیں اور دو، تین اور چار تک نکاح کی اجازت دی۔ خوف کے وقت یہ اجازت دی کہ صرف ایک سے ہی نکاح کیا جائے۔ ارشادِ خداوندی ہے "و ان خفتم الا تقسطوا فی الیتامی فانکحوا ما طاب لکم من النساء مثنی و ثلاث و رباع فان خفتم الا تعدلوا فواحدة او ما ملکت ایمانکم ذلك ادنی الا تعولوا.(۳۳)

ایک اور مقام پر فرمایا "و انکحو الایامی منکم و الصالحین من عبادکم و امائکم ان یکونوا فقراء یغنیهم الله من فضله والله سمیع علیم."(۳۴)

اللہ تعالیٰ نے شادی کو سکون اور اطمینانِ قلب، کے حصول کا سبب بنایا۔ چنانچہ اللہ پاک

فرماتے ہیں "ومن آیاته ان خلق لکم من انفسکم ازواجا لتسکنوا الیها وجعل بینکم مودة و رحمة ان فی ذلک لایات لقوم یتفکرون.(۳۵)

حضورؐ نے بھی شادی کی ترغیب فرمائی اور شادی سے اعراض کرنے والوں کو تنبیہ فرمائی۔ ایک طویل حدیث جسے امام بخاریؒ اور امام مسلمؒ نے نقل کیا ہے۔ حضرت انسؓ فرماتے ہیں ''صحابہ کرام میں سے کچھ لوگوں نے ازواج مطہرات سے حضورؐ کے روز و شب کی معمولات بارے پوچھا۔ بعد میں بعض صحابہ کہنے لگے کہ میں آئندہ کبھی گوشت نہیں کھاؤں گا۔ بعض نے کہا میں کبھی نکاح نہیں کروں گا۔ بعض نے کہا میں کبھی بستر پر نہیں سوؤں گا۔ بعض نے کہا میں ہمیشہ روزے رکھوں گا اور کبھی افطار نہیں کروں گا۔ جب حضور کو اس کی اطلاع ہوئی تو آپؐ نے ایک خطبہ ارشاد فرمایا اللہ کی تعریف کی اور پھر فرمایا کہ لوگوں کو کیا ہوا کہ وہ اس اس طرح کی باتیں کرتے ہیں، لیکن میں تو نماز بھی پڑھتا ہوں اور سوتا بھی ہوں، روزہ بھی رکھتا ہوں اور افطار بھی کرتا ہوں، عورتوں سے نکاح بھی کرتا ہوں۔ جو میری سنت سے اعراض کرے گا وہ ہم میں سے نہیں ہے۔'' (۳۶)

اسی طرح ایک اور حدیث میں حضورؐ نے فرمایا ''زیادہ بچے جننے والی اور محبت کرنے والی عورت سے شادی کرو اس لئے کہ قیامت کے دِن امت کی کثرت کی وجہ سے میں فخر کروں گا۔'' (۳۷) اور حضورؐ نے فرمایا ''دنیاوی اشیاء میں سے مجھے خوشبو اور عورتیں پسند ہیں۔ اور میری آنکھوں کی ٹھنڈک نماز میں ہے۔'' (۳۸) حضرت ابوذرؓ سے منقول ہے کہ حضورؐ نے فرمایا ''بیوی کے ساتھ جماع کرنا بھی صدقہ ہے۔'' صحابہ نے پوچھا یا رسول اللہ ایک آدمی اپنی شہوت پوری کرتا ہے کیا اسے بھی اس کا اجر ملے گا؟ تو حضورؐ نے فرمایا اگر وہ یہ کام حرام طریقے سے کرتا تو کیا اسے گناہ نہ ہوتا۔ صحابہ نے کہا ہاں یا رسول اللہ۔ حضورؐ نے فرمایا جب وہ حلال طریقے سے کرے گا تو اسے اس کا اجر بھی ملے گا۔'' (۳۹)

امام اہلسنت احمد ابن حنبلؒ نے اس حوالے سے کیا خوبصورت بات ارشاد فرمائی ہے ''ترک نکاح اور عورتوں سے دُوری کا اسلام سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ حضورؐ نے اپنی زندگی میں چودہ مرتبہ نکاح فرمایا اور جب آپ کا انتقال ہوا تو 9 ازواج مطہرات حیات تھیں۔'' مزید فرماتے ہیں ''اگر

بشر بن الحارث نکاح کرتے تو ان کے سارے معاملات سدھر جاتے۔ اگر لوگ نکاح کو ترک کر دیں گے تو غزوہ جہاد رہے گا اور نہ ہی حج۔ حضورؐ صبح اٹھتے تو آپؐ کے پاس کوئی بھی چیز مال و دنیا میں سے نہ ہوتی' اس کے باوجود حضورؐ نے نکاح کو اختیار کیا اور لوگوں کو بھی اس کی ترغیب دی۔ عزلت نشینی سے منع فرمایا۔ لہٰذا جو شخص حضورؐ والے عمل سے اعراض کرے گا' وہ گمراہ ہوگا۔ یعقوب علیہ السلام نے پریشانی کے دنوں میں نکاح کیا' جس سے ان کی اولاد ہوئی۔ حضورؐ نے بھی فرمایا کہ عورتیں مجھے اس دنیا میں محبوب ہیں۔" (۴۰)

یہ اسلام کی صحیح اور درست تعلیمات ہیں اور ان تعلیمات کی بنیاد دو چیزیں ہیں' کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ۔ دوسری جانب صوفیا کے اقوال ہیں جنہوں نے اسلام کے ان دو بنیادی مآخذ یعنی کتاب و سنت کو اخذ کرنے کے بجائے ہندوؤں' کاہنوں اور بدھوں کے طریقوں پر چلنا پسند کیا۔ اس امر میں کوئی شک نہیں کہ عزلت نشینی اور خلوت نشینی کا تعلق اسلام سے نہیں بلکہ عیسائیت سے ہے۔

یہ امر کسی دلیل کا محتاج تو نہیں تاہم حجت قائم کرنے کیلئے ہم انجیل کی بعض آیات نقل کرتے ہیں۔ عیسیٰ علیہ السلام کہتے ہیں "کچھ لوگ ایسے ہیں جنہوں نے آسمان اور زمین کی بادشاہی کیلئے اپنے آپ کو خاص کر دیا۔ تم میں سے جو کوئی ان کے طریقے پر چل سکے تو اسے چلنا چاہئے۔" (۴۱) اسی طرح ایک اور مقام پر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا ایک حواری کہتا ہے "جس بات کا تم نے مجھ سے سوال کیا' اس بارے میں' میں یہی کہوں گا کہ مرد کی خوبی یہی ہے کہ وہ عورت کو نہ چھوئے۔" (۴۲) اسی طرح مزید کہتا ہے "میں غیر شادی شدہ اور کنواروں سے کہتا ہوں میری طرح وہ بھی کنوارہ پن کے اس لباس کو ہمیشہ پہنے رکھیں۔" (۴۳) مزید کہتا ہے "میں چاہتا ہوں کہ مرد رب کی رضا اور خوشنودی ڈھونڈیں اس لئے کہ شادی شدہ مرد تو اپنی بیوی کی خوشنودی تلاش کرتا ہے۔ کنواری اور شادی شدہ لڑکی میں بھی فرق ہے۔ کنواری لڑکی تو رب اور مقدس روح کی رضامندی طلب کرتی ہے جبکہ شادی شدہ لڑکی وہ طریقے ڈھونڈتی ہے جس سے اس کا مرد اس سے خوش ہو جائے۔ تمہاری بہتری کیلئے میں تمہیں یہ سب کچھ بتا رہا ہوں' تاکہ تمہارے اور تمہارے

رب کے درمیان کوئی حجاب اور دُوری نہ رہے۔ لیکن جب کوئی شخص یہ دیکھے کہ وہ اپنی اس حالت پر صبر نہیں کرسکتا اور شادی کے بعد بھی اس کی لیاقت اور تمام اچھے اعمال قائم رہیں گے، وہ کوئی غلطی نہیں کرے گا تو وہ شادی کرسکتا ہے۔ لیکن جس کا قلب راسخ ہو اسے کوئی مجبوری نہ ہو اور اپنے نفس پر اسے قابو بھی ہو تو اس کیلئے بہتر یہ ہے کہ وہ اپنے کنوارگی کی حفاظت کرے۔ جو شادی کرلے تو اس نے اچھا کیا، اور جو نہ کرے تو اس نے اس سے بھی اچھا کیا۔" (۴۴)

اس طرح کی مثالیں اور بھی ملتی ہیں۔

یہ عیسائیوں کی تعلیم ہے۔ ترک شادی کے حوالے سے ان کا یہ مسلک مشہور ہے۔ انہی تعلیمات سے متاثر ہو کر مشہور پادری اوریجن جسے مقدس شخصیت شمار کیا جاتا ہے، جس کی پیدائش 185ء وفات 254ء ہے، نے اپنا ذکر کاٹ لیا۔ (۴۵)

یہ بات قابل ذکر ہے کہ صوفیوں میں سے بعض لوگ بھی اس طرح کے کام کرتے رہے یعنی نکاح سے بچنے کیلئے وہ مجبوب بن جاتے یعنی اپنا ذکر کاٹ لیتے۔ شعرانی نے عبدالرحمٰن المجذوب کے حوالے سے نقل کیا "وہ مشہور اور اکابر اولیاء میں سے تھے۔ علی الخواص ان کے بارے میں کہتے ہیں جو شخص بھی شہر میں داخل ہوا، اس کی حالت آہستہ آہستہ تبدیلی ہوتی گئی اور نیکی کے معاملات میں بھی کمی آئی، سوائے شیخ عبدالرحمٰن المجذوب کے۔ جس نے جذب کے ابتدائی دِنوں میں ہی اپنے ذکر کو کاٹ دیا تھا۔" (۴۶)

ہندوستان کے ایک اور صوفی کے بارے میں بھی اس طرح کا واقعہ منقول ہے۔ (۴۷)

مشہور مستشرق ہینس لکھتا ہے "عیسائیوں میں یہ بات مشہور ہے کہ وہ ترک ازواج کو امورِ واجبہ اور اللہ تعالیٰ کے قرب کا ذریعہ گردانتے ہیں۔" (۴۸)

عیسائیوں کی تعلیمات میں سے ایک تعلیم دنیا کو ترک کرنا، مال و دولت سے دُوری، بھوک، پیاس، برہنگی اختیار کرنا، دنیا کی زیب و آرائش سے دُور بھاگنا اور حلال چیزوں سے اجتناب کرنا بھی شامل ہے۔ دراصل یہ ایک طریقہ تھا جو انہوں نے خود ہی ایجاد کیا اور اس ذریعے سے اپنے نفس اور جان کو عذاب میں ڈال دیا۔"

انجیل میں حضرت مسیح علیہ السلام کے حوالے سے منقول ہے'' زمین میں اپنے خزانے دفن نہ کرو جنہیں دیمک لگ جاتی ہے اور جہاں چور نقب لگا کر انہیں لوٹ سکتے ہیں' بلکہ اپنے خزانے آسمان پر جمع کرو جہاں نہ ہی دیمک ہے اور نہ ہی چوروں کی نقب۔ اس لئے کہ جہاں تمہارا خزانہ ہوگا وہاں ہی تمہارا دِل ہوگا۔'' (۴۹)

حضرت عیسیٰ سے مزید منقول ہے'' کوئی بھی آدمی ایک وقت میں دو آقاؤں کی خدمت نہیں کر سکتا۔ وہ ایک سے محبت کرے گا اور دوسرے سے بغض۔ ایک کا احترام کرے گا اور دوسرے کی تحقیر۔ تم ایک وقت میں اللہ اور مال دونوں کی خدمت نہیں کر سکتے' اس لئے میں تمہیں کہتا ہوں اپنی زندگی کھانے اور پینے پر ہی صرف نہ کردو' زیب وآرائش میں ہی خرچ نہ کردو۔ کیا زندگی کھانے سے بہتر نہیں۔ کیا انسان کا جسم لباس سے بہتر نہیں۔ آسمان میں اڑنے والے پرندوں کی طرف دیکھو' وہ کھیتی باڑی کرتے ہیں اور نہ ہی اپنے لئے خزانے جمع کرتے ہیں۔ آسمان پر رہنے والا تمہارا مقدس باپ انہیں کھانا دیتا ہے۔ کیا تم پرندوں سے افضل نہیں۔ جو ان پرندوں کو کھانا دینے پر قادر ہے وہ تمہیں بھی کھانا دے سکتا ہے۔ تم لباس کے چکروں میں ہی کیوں پڑے رہتے ہو۔ کھیتی باڑی کے کیڑوں مکوڑوں کی طرف دیکھو وہ کیسے بڑھتے ہیں؟ نہ وہ تھکتے ہیں اور نہ ہی وہ کبھی کپڑے بننے کے جھمیلوں میں پڑے۔ لیکن میں تمہیں کہتا ہوں کہ سلیمان علیہ السلام اپنی تمام تر عزت اور بادشاہت کے باوجود ایک ہی لباس پہنتے تھے۔ اگر وہ اپنا پرانا لباس چھوڑ دیتے تو اللہ ہر نئے دِن انہیں نیا لباس دیتا۔ کیا تم اس کے حقدار نہیں ہو۔ بات صرف اتنی ہے کہ تمہارا ایمان کمزور ہے۔ یہ کبھی نہ سوچو کہ ہم کیا کھائیں گے' ہم کیا پئیں گے' ہم کیا پہنیں گے۔ آسمان پر تمہارا مقدس باپ اس بات کو جانتا ہے کہ تمہیں ان سب چیزوں کی ضرورت ہے' لیکن پہلے اللہ سے اس کی خوشنودی اور رضا طلب کرو۔ یہ سب کچھ چیزیں تمہیں خود بخود مل جائیں گی' کل کی فکر نہ کرو کل اپنی فکر آپ کر لے گا۔ آج کے شر سے بچو۔'' (۵۰)

انجیل میں یہ بھی منقول ہے'' ایک نوجوان حضرت مسیح علیہ السلام کے پاس آیا اور کہنے لگا اے معلم صادق! ایسا کون سا کام ہے جسے میں کروں تو مجھے ابدی زندگی حاصل ہو جائے گی؟ مسیح

علیہ السلام نے اسے کئی جواب دیئے اور پھر کہا: اگر تو کامل بننا چاہتا ہے تو جا اور اپنی ملکیت کی ہر چیز کو بیچ دے' اس کے پیسے فقرا میں تقسیم کر دے تا کہ آسمان پر تیرے لئے بڑا خزانہ اکٹھا ہو جائے' پھر آ کر میرا اتباع کر۔ یہ سن کر وہ نوجوان گھبرا گیا اور افسردہ وغمزدہ وہاں سے چل پڑا کیونکہ اس کے پاس بہت مال ودولت تھا۔ حضرت یسوع علیہ السلام اپنے شاگردوں سے کہنے لگے میں تمہیں حق بات بتاتا ہوں۔ مالداروں کیلئے آسمان کی بادشاہت میں داخل ہونا بہت مشکل ہے۔ میں تمہیں یہ بھی کہتا ہوں کہ اونٹ تو سوئی کے ناک میں سے گزر سکتا ہے لیکن مالدار اللہ کی بادشاہت میں اس سے بھی مشکل گزرے گا۔'' (۵۱)

یہ بھی کہا ''جو اپنا گھر' بہن بھائی' ماں باپ' بیوی بچے اور کھیتی باڑی کو میرے لئے چھوڑے گا اللہ اسے سوگنا اس کا اجر دیں گے اور اسے ابدی زندگی حاصل ہوگی۔'' (۵۲)

یہ بھی حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے منقول ہے ''اپنے گھروں میں سونے چاندی اور تانبے کے خزانے اکٹھے نہ کرو۔ کپڑے' جوتے اور لاٹھیاں بھی نہ جوڑو۔'' (۵۳)

یہی کافی نہیں بلکہ ''لوقا'' سے اس کی انجیل میں منقول ہے کہ ایک مقام پر بہت سارے لوگ اس کے ساتھ چل رہے تھے لوقا نے مڑ کر ان کی طرف دیکھا اور کہا ''جو شخص اپنے ماں باپ' بیوی بچوں' بہن بھائیوں' حتیٰ کہ اپنے آپ کو بھی نہیں چھوڑ سکتا' وہ میرا شاگرد کبھی بھی نہیں بن سکتا۔'' (۵۴) مزید کہا ''جو تم میں سے اپنے سارے مال ودولت کو ترک نہیں کر سکتا' وہ میرا شاگرد نہیں بن سکتا۔'' (۵۵)

انجیل متی میں منقول ہے ''جب یسوع نے اپنے اردگرد بہت سے لوگوں کو دیکھا تو اس نے حکم دیا کہ سب لوگ بیاباں کی طرف چل پڑیں' ایک کاتب ان کے پاس آیا اور کہنے لگا اے معلم میں تمہارا اتباع کروں گا لیکن ہم جا کہاں رہے ہیں؟ یسوع نے کہا لومڑیاں گھنے جنگلوں میں چلتی ہیں' پرندوں آسمان میں اڑتے ہیں لیکن ابن آدم کو یہ پتہ نہیں کہ وہ اپنا سر کہاں رکھے۔ ان کا ایک شاگرد کہنے لگا اے سردار محترم! مجھے اجازت دیں کہ میں گھر جا کر صرف اپنے باپ کو دفن کر سکوں' یسوع نے اس سے کہا باپ کو چھوڑ میرے ساتھ چل۔ مُردے خود ہی مُردوں کو دفن کر دیں گے۔'' (۵۶)

اس طرح کی بہت ساری مثالیں ہمیں انجیلوں اور عیسائیوں کی دیگر کتابوں میں ملتی ہیں اور اسی بنیاد پر انہوں نے رہبانیت کا اپنا نظام قائم کیا۔ رہبانیت میں دنیا سے ترک تعلق اور دُوری تھی۔ رہبانیت میں انہوں نے تعذیبِ نفس، مشقتوں اور تکالیف کو برداشت کرنا، ترک نکاح، دنیا سے اجتناب، لہو ولعب کا ترک اور اس طرح کی بہت سی باتیں اختیار کیں جنہیں مسیحی علماء نے اپنی کتابوں میں ذِکر کیا۔

وِل ڈیورنڈ نے اپنی کتاب ''قصۃ الحضارۃ'' میں ان سب امور کو تفصیل سے بیان کیا ہے۔ وہ لکھتا ہے ''جب چرچ منظم ہوگیا اور لاکھوں لوگ اس نظام کے تحت آگئے، اب چرچ نے اپنے ہاتھ پاؤں پھیلانے شروع کر دیئے، ابتدا میں خیال تھا کہ چرچ ایسے لوگوں پر مشتمل ہے جو عبادت گزار اور صرف اپنے مطلب سے کام رکھنے والے لوگ ہیں، لیکن چرچ نے آہستہ آہستہ اپنے معاملات کو بڑھانا شروع کر دیا مثلاً اس نے معاشرے پر غور کیا کہ کن کن معاملات میں انسانی کمزوریاں سامنے آرہی ہیں اور کس طرح ان کمزوریوں سے فائدہ اٹھایا جاسکتا ہے۔ چرچ نے ان کمزوریوں سے فائدہ اٹھاتے ہوئے عام انسان کی زندگی میں آنا شروع کر دیا۔ عیسائیوں کی ایک اقلیت ایسی بھی تھی جو اس طریقہ کار کو درست نہ سمجھتی تھی اور ان کے خیال میں یہ عیسائیت کے ساتھ خیانت تھی چنانچہ ان لوگوں نے چرچ کے دیگر معاملات میں شریک ہونے کے بعد عزلت اور تنہائی والا راستہ اختیار کیا۔ دیگر پادریوں کی طرح نعمتوں میں پلنے کی بجائے انہوں نے فقر، عفت اور عبادت والا راستہ اختیار کیا جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ وہ دنیاوی زندگی سے مکمل طور پر کٹ گئے۔ ان لوگوں کا طرزِ زندگی آہستہ آہستہ قبولیت حاصل کرتا گیا اور وقت گزرنے کے ساتھ یہ دوسرے ممالک میں بھی پھیلتا گیا۔ اپنی زندگی گزارنے کیلئے ان کے پاس اشوکا اور بدھا کی شکل میں کچھ نمونے تھے جسے انہوں نے اختیار کیا۔ اشوکا جو تقریباً دوسو پچاس قبل مسیح میں پیدا ہوا تھا، اس نے کچھ اخلاقی قوانین وضع کیے تھے، ان راہبوں نے بھی وہی قوانین اختیار کیے۔ اس کے علاوہ یہودیوں کی بھی کچھ مثالیں تھیں مثلاً انٹونیو جو یہودی ربی تھا، بیکھم، سراپس اور اس طرح کے کچھ اور یہودی ربی تھے جنہوں نے اس سے قبل تجرد اور تنہائی والی زندگی گزاری تھی۔ اس وقت تک

چرچ لڑائی جھگڑوں اور جنگوں کے معاملات میں ملوث نہیں ہوا تھا' اور ایک پادری کا منتہائے نظر عام طور پر یہی ہوتا تھا کہ وہ مرنے کے بعد ابدی زندگی اور ابدی سعادت پائے گا۔ مصر میں بھی عیسائیت کو فروغ ملنے لگا' مگر چونکہ اس زمانے میں مصر عیش وعشرت کا مرکز تھا لہٰذا لوگ زیادہ تر پادریوں کی طرف متوجہ نہیں ہوئے' اس کے باوجود مصر میں پادری اپنی انفرادی اور تجرد والی زندگی کے حوالے سے اپنا تشخص اور پہچان برقرار رکھنے میں کامیاب رہے۔ کچھ عرصہ کے بعد دریائے نیل کے کنارے بہت سے چرچ بن چکے تھے جن میں سے بعض ایسے بھی تھے جن میں تین سو پادری اور راہبائیں رہتی تھیں' انٹونیو (251 تا356) مشہور ربی تھا' وہ بحر احمر کے قریب جبل قلزم کی چوٹی پر واقع ایک پہاڑ میں عزلت کی زندگی گزار رہا تھا' لوگوں کو اس کے بارے میں پتہ لگا تو سب اس پہاڑی مقام کی طرف آنے لگے' لوگوں نے اس کیلئے چرچ بنائے اور اس کی زیارت کیلئے دُور دُور سے آنے لگے۔ اس کی دیکھا دیکھی اور بھی بہت سے چرچ بننے لگے اور لوگ اس کے حلقہ ارادت میں داخل ہوتے گئے۔ جب انٹونیو کا انتقال ہوا تو اس وقت اس کے روحانی شاگرد اتنے زیادہ تھے کہ محسوس ہوتا تھا جیسے انسانوں کا ٹھاٹھیں مارتا ہوا ایک سمندر ہے۔ انٹونیو بہت کم غسل کرتا تھا' اس نے لمبی زندگی پائی اور اس کی کل عمر 105 سال تھی۔ روم کے بادشاہ نے اس کی دعوت کی اور اسے اپنے پاس بلایا' مگر اس نے انکار کر دیا' اس کے بجائے اس نے 90 سال کی عمر میں سکندریہ کا سفر کیا۔

اس کے بعد دوسرا مشہور ربی بیکھم ہے جو سن 325 کو پیدا ہوا۔ اس نے بھی نو چرچ مردوں کیلئے اور ایک چرچ عورتوں کیلئے بنایا۔ سات ہزار کے قریب اس کے شاگرد تھے اور یہ سب لوگ مقدس دِنوں میں اکٹھے ہو کر عبادت کرتے تھے۔ جب یہ راہب اکٹھے ہوتے تو عام طور پر اپنی پوری توجہ عبادت پر دیتے تھے' جو ان کے پاس سامان ہوتا تھا دریائے نیل کے پار جا کر وہ سکندریہ شہر میں اسے بیچ دیتے تھے اور اس کے بدلے میں اشیائے ضروریہ خرید لیتے تھے۔ عبادت کے علاوہ اس طرح کے مواقع پر چرچ کے سیاسی معاملات بھی زیر بحث آتے تھے۔

جوں جوں چرچ پھیلتا گیا بہت سے نئے معاملات بھی پیدا ہوتے رہے۔ بہت سے لوگ

ایسے سامنے آئے جن کا خیال تھا کہ چرچ کو حکومتی معاملات میں مداخلت کرنی چاہئے اور اسے علیحدہ نہیں رہنا چاہئے۔ جبکہ بعض لوگ حکومتی معاملات میں عدم مداخلت کے قائل تھے۔ ایب ڈوشن اس موضوع پر روشنی ڈالتے ہوئے کہتا ہے کہ میکاریس الیگزینڈر جو مشہور ربی تھا اور جو تجرد کی زندگی پر سختی سے عمل کرتا تھا' اس کے بارے میں مشہور یہ تھا کہ جب بھی کسی پادری کے بارے میں سنتا کہ اس نے طویل عرصے تک عبادت کی' تو یہ عبادت میں اس سے بھی آگے بڑھنے کی کوشش کرتا تھا۔ اگر عام پادری پکا ہوا کھانا روزوں کے دِنوں میں کھانے سے انکار کرتے تو یہ سات برس تک پکا ہوا کھانا کھانے سے انکار کرتا رہا۔ اگر کوئی پادری رات عبادت کرتے ہوئے گزارتا تو میکاریس کئی کئی دِن تک جاگتا رہتا' راتوں کو جاگنے کے حوالے سے اس کے بارے میں ایک قول منقول ہے کہ بیس راتوں تک مسلسل نہیں سویا۔ اس طرح بھی ہوا کہ روزوں کے دِنوں میں روزے کی حالت میں دِن اور رات کھڑے ہو کر عبادت کرتا رہا اور ہفتے میں صرف ایک بار ہی کوئی چیز کھاتا تھا۔ اس کی خوراک عام طور پر درختوں کے پتے ہوتے تھے۔ چھ ماہ تک کوڑے کرکٹ والی جگہ پر سوتا رہا۔ برہنہ ہونے کی وجہ سے اس کے جسم پر مکھیاں آکر بیٹھتی تھیں مگر اس نے اُف تک نہ کی۔ یہ اُن راہبوں میں سے تھا جنہوں نے تجرد کی زندگی میں انتہا تک پہنچنے کی کوشش کی۔

اس کے علاوہ سراپس بھی مشہور ربی تھا جو ایک غار میں زندگی گزارتا تھا' غار اتنی بلندی پر واقع تھا کہ اس سے ملنے کیلئے بہت کم لوگ ہی جرأت کرتے تھے۔ جب جیرم اپنے ساتھیوں کے ہمراہ سراپس کی جگہ پر پہنچا تو انہوں نے سراپس کو اس حالت میں پایا کہ اس کے جسم پر گوشت نام کی کوئی چیز نہیں تھی' ہڈیاں ہی ہڈیاں نظر آرہی تھیں' جسم کو چھپانے کیلئے اس کے پاس ایک چھوٹا سا کپڑا تھا جو اس نے اعضائے مخصوصہ پر ڈالا ہوا تھا' اپنے چہرے اور بازوؤں کو اس نے اپنے بالوں کے ذریعے سے ڈھانپا ہوا تھا' غار جو اس کی عبادت گاہ بھی تھی' اس میں اس نے لکڑیوں اور درختوں کے پتے اکٹھے کر کے اس نے اپنا بستر بنایا ہوا تھا' حالانکہ کسی زمانے میں روم کے اشرافیہ طبقے سے اس کا تعلق تھا۔ اسی طرح بعض راہب ایسے بھی ہیں جو مخصوص طرح کی نیند لیتے تھے جسے مکمل نیند نہیں کہا جا سکتا' اس نیند میں بھی وہ اپنے ہوش وحواس برقرار رکھتے تھے مثلاً بیسارین چالیس برس

تک مکمل نیند کی بجائے اسی طرح سوتا رہا' بیکھم پچاس برس تک اس عارضی نیند کا سہارا لیتا رہا۔ بعض پادری ایسے بھی تھے جو خاموشی کے حوالے سے مشہور ہوئے' برسہا برس گزر گئے مگر انہوں نے اپنے لبوں سے ایک لفظ بھی نہ نکالا۔ بعض پادری ایسے تھے جو بھاری وزن اٹھانے کے اعتبار سے شہرت رکھتے تھے۔ کچھ ایسے تھے جو اپنے جسم کو رسیوں اور زنجیروں سے باندھتے تھے' بعض ایسے بھی تھے جو فخر سے اس بات کو بتاتے تھے کہ اتنے برس ہو گئے اور انہوں نے کسی عورت کا چہرہ نہیں دیکھا۔ تقریباً تمام پادری ہی انتہائی کم خوراک لیتے تھے' ان میں سے بعض نے بڑی لمبی زندگیاں پائی ہیں۔ جیروم کے مطابق ان پادریوں کی عام خوراک انجیر اور جو کی روٹی ہوتی تھی۔ جب میکاریس بیمار ہوا تو اس کے کچھ ساتھی اس کیلئے انگور لے کر آئے مگر وہ اسے کھانے پر آمادہ نہ ہوا بلکہ اس نے یہ انگور ایک اور پادری کو بھیج دیئے۔ دوسرے پادری نے وہ آگے بھیج دیئے' یہاں تک کہ کئی چرچوں میں سے گھومنے کے بعد یہ انگور دوبارہ میکاریس کے پاس واپس آ گئے۔ اس زمانے میں ایک رواج تھا کہ انحائے عالم سے لوگ ان پادریوں کی زیارت کیلئے آتے تھے اور ان زائرین کے ذریعے ہی ان پادریوں کے معجزات اور عجیب وغریب عادتیں پوری دنیا میں پھیلتی تھیں۔ ان زائرین کا کہنا تھا کہ یہ پادری مریضوں کو شفا دیتے ہیں اور صرف ایک لفظ بول کر ہی شیطانوں اور جنات کو بھگا دیتے ہیں۔ اسی طرح پادریوں کے بارے میں یہ بات بھی مشہور تھی کہ وہ بڑے بڑے اژدھاؤں کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر انہیں بھاگنے یا مرنے پر مجبور کر دیتے تھے۔ مگرمچھوں کی پیٹھ پر دریائے نیل عبور کرتے تھے۔

کسی بھی چرچ کا اصول یہ تھا کہ اس کا ایک سربراہ ہوتا اور تمام پادری اس سربراہ کی ہر بات پر آنکھیں بند کر کے عمل کرتے تھے۔ یہ سربراہ نئے آنے والے پادریوں کا مختلف طریقے سے امتحان لیتا تھا' اسی طرح کا ایک قصہ مشہور ہے کہ ایک رئیس خاندان سے تعلق رکھنے والا شخص پادری بننے کیلئے آیا تو اس چرچ کے سربراہ نے اسے آگ میں کودنے کا حکم دیا' یہ سن کر وہ گھبرا گیا مگر حکم کی وجہ سے مجبور ہو کر اس نے چھلانگ لگا دی اور آگ نے اسے کچھ نہ کہا۔ اسی طرح ایک اور راہب کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ اسے یہ حکم دیا گیا کہ وہ ایک عام لاٹھی زمین میں گاڑھے اور اسے اس

وقت تک سیراب کرتا رہے جب تک وہ سرسبز اور ہری بھری نہ ہو جائے۔ یہ راہب کئی برس تک دریائے نیل جا کر اس لاٹھی کیلئے پانی لاتا رہا' دریائے نیل اس چرچ سے دو میل کے فاصلے پر تھا مگر اس نے ہمت نہ ہاری' یہاں تک کہ تیسرے برس اللہ نے اس پر مہربانی کی اور وہ لاٹھی ہری بھری ہوگئی۔ جیروم کہتا ہے کہ ہر چرچ کا سربراہ پادریوں کو کام میں مصروف رکھتا تھا تا کہ ان کے ذہن میں شیطانی وساوس پیدا نہ ہوں۔ کسی کو وہ زمین کھودنے پر لگا دیتا' کسی کو باغبانی' کسی کو کپڑا بننے' کسی کو لکڑی کے جوتے بنانے اور کسی کو پرانے مخطوطات لکھنے پر لگا دیتا تھا۔ اسی طرح کئی پرانے مخطوطات صرف ان پادریوں کی محنت کی وجہ سے ہی آج تک ہمارے پاس موجود ہیں۔ مصر کے پادری عام طور پر ان پڑھ ہوتے تھے اور وہ دنیاوی علوم کو حقارت کی نظر سے دیکھتے تھے' ان کا خیال تھا کہ یہ علوم دھوکہ دینے والے علوم ہیں اور ان کے ذریعے وہ گمراہ ہو جائیں گے۔ ایسے پادری بھی تھے جو صفائی کو ایمان کی ضد سمجھتے تھے' اس لئے عام طور پر وہ نہاتے بھی نہیں تھے۔ مشہور راہبہ سلفیا کے بارے میں مشہور ہے کہ پوری زندگی سوائے انگلیاں دھونے کے، اس نے جسم کے کسی اور حصے کو پانی نہیں لگایا۔ عام طور پر زنانہ چرچ میں ایک سو تیس کے قریب راہبائیں ہوتی تھیں اور ان میں سے کوئی بھی نہ نہاتی تھی اور نہ اپنے پاؤں دھوتی تھی۔ چوتھی صدی کے آخر میں آ کر صفائی ستھرائی کی طرف راہبوں کا دھیان گیا۔ مشہور پادری الیگزینڈر چوتھی صدی کے پادریوں کی خامی بیان کرتے ہوئے ان کی طرف ایک خرابی یہ بھی منسوب کرتا ہے کہ وہ نہانے لگ گئے تھے' حالانکہ ابتدائی ایام میں تو پادری زیادہ سے زیادہ اپنا منہ ہی دھوتے تھے۔

مشرق بعید کے علاقوں میں بھی اسی طرح کے چرچ اور نظام پایا جاتا تھا۔ شام اور اس کے اردگرد کے علاقوں میں دو سو کے قریب چرچ تھے۔ شام کے صحرا ان چرچوں سے بھرے ہوئے تھے' ان چرچوں میں بعض لوگ ایسے تھے جو اپنے آپ کو کسی پتھر کے ساتھ باندھ لیا کرتے تھے' نہ یہ پتھر ہلتا اور نہ وہ ہلتے' جس طرح ہندو جوگی کرتے ہیں۔ بعض ایسے تھے جو گھر بنا کر رہنے کو انسان کی حقارت اور کمزوری سمجھتے تھے۔ اس لئے پوری زندگی سفر میں ہی گزارتے' پہاڑوں پر چلے جاتے اور جنگلی گھاس وغیرہ پر گزارہ کرتے۔ مؤرخین نقل کرتے ہیں کہ مشہور پادری سائمن سٹائلٹز (390 تا

459ء) صوم کبیر کے دوران کھانا نہیں کھاتا تھا جو تقریباً چالیس دِن تک چلتا ہے۔ اس عرصے میں ایک دفعہ ایسا بھی ہوا کہ اس نے اپنے حواریوں سے کہا کہ اسے مخصوص کمرے میں بند کر دیا جائے اور روٹی اور پانی کا تھوڑا سا حصہ اس کے پاس رکھ دیا جائے' چنانچہ عید کے دِن وہ اس کمرے سے نکلا۔ جب لوگ اندر گئے تو انہوں نے دیکھا کہ پانی اور روٹی ویسے کی ویسی ہی پڑی ہوئی تھی۔

سائمن نے شام کے شمالی علاقوں میں سائمن فورٹ کے قریب اپنے لئے ایک بلند ستون سا بنایا تھا جہاں وہ رہتا تھا۔ کچھ عرصے بعد اسے خیال آیا کہ اگرچہ وہ ستون کی بلندی پر بیٹھا ہوا ہے پھر بھی وہ دنیا والوں کے قریب ہے' لہٰذا وہ اپنے ستون کو مزید بلند کرتا گیا' یہاں تک کہ ایک وقت ایسا بھی آیا کہ اس ستون کی بلندی ساٹھ فٹ بن گئی' چوڑائی میں یہ ستون تین فٹ سے زیادہ نہ تھا۔ اس ستون کے اوپر چاروں طرف دیوار سی بنائی گئی تھی تا کہ سائمن ستون سے نہ گرے۔ اسی پر وہ سوتا تھا اور یہیں عبادت کرتا تھا۔ اس چھوٹی سی جگہ پر سائمن نے تیس برس گزارے' اس دوران اس نے بارش' دھوپ اور سردی برداشت کی۔ اس کے پیروکار سیڑھیوں کے ذریعے اس ستون تک پہنچتے۔ اسے کھانا پہنچاتے اور اس کا فضلہ وغیرہ صاف کر دیتے۔ سائمن نے اس ستون پر اپنے آپ کو باندھ رکھا تھا جس کی وجہ سے رسیاں اس کے جسم میں کھب گئی تھیں اور اس کے جسم میں کئی مقامات پہ زخم بن گئے اور خون رسنے لگا' مسلسل گندگی اور نامناسب آب و ہوا کی وجہ سے اس کے زخم خراب ہونے لگے' ماحول متعفن ہو گیا' بدبو آنے لگی اور اس کے جسم پر کیڑے پیدا ہو گئے۔ کیڑے اتنے زیادہ ہو گئے کہ وہ نیچے گرنے لگے' سائمن ان کو اٹھا کر دوبارہ اپنے زخموں پر رکھ دیتا اور کہتا: اللہ نے تمہیں خوراک دی ہے' اسے خوب کھاؤ۔ اس ستون پر کھڑے ہو کر وہ نیچے موجود لوگوں سے خطاب بھی کرتا۔ اس کی ان تقاریر کی وجہ سے بہت سے بربری راہِ ہدایت پر آ گئے' وہیں سے بیٹھ کر وہ مریضوں کو علاج بھی کرتا اور چرچ کی سیاست میں حصہ بھی لیتا۔ ستون پر چڑھ کر عبادت کرنے والا سائمن پہلا شخص تھا' اس کے بعد یہ ایک طریقہ سا بن گیا' یہاں تک کہ بارہ صدیوں تک ستون پر چڑھ کر عبادت کرنے کو راہبانیت کی معراج سمجھا جاتا تھا۔ اب بھی بعض مقامات پر راہب اس طرح کی عبادتیں کرتے رہتے ہیں۔

اس طرح کے واقعات ہالبرٹ(۵۸)‘ ڈی سی سینٹرل(۵۹)‘ سترڈی گوا سکے(۶۰)‘ بردکوبیئس(۶۱)اورونکل مین(۶۲)کے بارے میں بھی منقول ہیں۔

اسلام نے آکران سب تعلیمات کا خاتمہ کیا‘ان کی تہذیب کی اور اصل عقائد کو پیش کیا‘جو غلو اور انحراف تھا انہیں ختم کیا‘لوگوں کو انتہا پسندی سے منع کیا‘اپنے جسم کو تکلیفیں دینے والے طریقے کو غیر شرعی قرار دیا۔ اسلام نے جو روشن اور واضح طریقہ لوگوں کے سامنے پیش کیا‘ وہ انسانی فطرت اور طبیعت کے عین مطابق تھا‘جس میں اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو حکم دیا کہ وہ پاک چیزوں اور رزق حلال سے فائدہ اٹھائیں‘دنیا میں سے اپنا پورا حصہ لیں اور راہبوں نے اپنی عبادت کے ذریعے جو ڈھکوسلے قائم کئے تھے‘انہیں ختم کریں۔اسی طرح اسلام نے یہ بھی حکم دیا کہ مسلمان تجرد والی زندگی کو چھوڑ کر اعتدال والی زندگی اختیار کریں‘فضول خرچی کو چھوڑ کر میانہ روی اختیار کریں۔ اس حوالے سے ہمیں قرآن پاک کی بہت سی آیات اور بہت ساری احادیث ملتی ہیں۔ ارشادِ خداوندی ہے "یابنی آدم خذوا زینتکم عند کل مسجد و کلوا واشربوا ولا تسرفوا انه لا یحب المسرفین. قل من حرم زینة الله التی اخرج لعباده والطیبات من الرزق قل هي للذین آمنوا فی الحیاة الدنیا خالصة یوم القیامة کذلك نفصل الآیات لقوم یعلمون."(۶۳)

ایک اور مقام پر ارشاد فرمایا:"وابتغ فیما اتاك الله الدار الآخرة ولا تنس نصیبك من الدنیا واحسن کما احسن الله الیك ولا تبغ الفساد فی الارض ان الله لا یحب المفسدین."(۶۴)

ایک اور مقام پر فرمایا:"هو الذی خلق لکم ما فی الارض جمیعا."(۶۵)

ایک اور مقام پر ارشاد فرمایا:"وهو الذی سخر البحر لتاکلوا منه لحما طریا و تستخرجوا منه حلیة تلبسونها وتری الفلك مواخر فیه ولتبتغوا من فضله ولعلکم تشکرون."(۶۶)

ایک اور مقام پر ارشاد فرمایا:"والله جعل لکم من بیوتکم سکنا و جعل لکم من

جلود الانعام بیوتا تستخفونها یوم ظعنکم و یوم اقامتکم و من اصوافها واوبارها واشعارها اثاثا ومتاعا اِلی حین. والله جعل لکم مما خلق ظلالا وجعل لکم من الجبال اکنانا وجعل لکم سرابیل تقیکم الحر وتقیکم باسکم. کذلك یتم نعمة علیکم لعلکم تسلمون."(٦٧)

ایک اور مقام پر ارشاد فرمایا: "والانعام خلقها لکم فیها دفء و منافع و منها تاکلون. ولکم فیها جمال حین تریحون و حین تسرحون. و تحمل اثقالکم اِلی بلد لم تکونوا بالغیه الا بشق الانفس ان ربکم لرؤف رحیم."(٦٨)

ایک اور مقام پر فرمایا: "فاذا قضیت الصلاة فانتشروا فی الارض وابتغوا من فضل الله واذکروا الله کثیرا لعلکم تفلحون."(٦٩)

مال کو اللہ تعالیٰ نے انسانوں کیلئے ذریعہ راحت بنایا ہے۔ چنانچہ فرمایا:

"ولا تؤتوا السفهاء اموالکم التی جعل الله لکم قیاما."(٧٠)

اور فرمایا: "واحل الله البیع و حرم الربا."(٧١)

اور فرمایا: "والله یرزق من یشاء بغیر حساب."(٧٢)

مسلمانوں کو اللہ تعالیٰ نے حکم دیا کہ وہ دنیا حاصل کرنے کی بھی کوشش کریں اور آخرت کے ساتھ اپنی دنیا کو بہتر بنانے کی جدوجہد کریں اور ساتھ یہ بھی دعا کرتے رہیں:

"ربنا آتنا فی الدنیا حسنة و فی الآخرة حسنة وقنا عذاب النار."(٧٣)

جس کے پاس مال و دولت ہو اسے حکم دیا کہ وہ اپنے مال میں سے غریبوں، مسکینوں کا بھی حق ادا کرے، زکوٰۃ صدقات نکالے، مساجد تعمیر کرے، رشتہ داروں، یتیموں، مسکینوں اور مسافروں پر خرچ کرے۔

ارشاد فرمایا: "و فی اموالهم حق للسائل و المحروم."(٧٤)

ایک اور جگہ ارشاد فرمایا: "کلوا من ثمره اِذا اثمر وآتوا حقه یوم حصاده."(٧٥)

نیز فرمایا: "وآت ذا القربی حقه والمسکین وابن السبیل ذلك خیر للذین یریدون وجه الله." (٧٦)

اس کے ساتھ یہ بھی کہا: "اِن المبذرین کانوا اِخوان الشیاطین و کان الشیطان لربه کفورا." (٧٧)

جیسا کہ کہا: "ولا تسرفوا اِنه لا یحب المسرفین." (٧٨)

اس طرح کی اور بھی بہت ساری آیات ہیں جو کتاب اللہ میں مذکور ہیں۔

جب ہم سنت رسول اللہ کی طرف رجوع کرتے ہیں، جو اسلامی شریعت کا دوسرا ماخذ ہے، تو ہمیں وہاں ایسا کوئی حکم نہیں ملتا کہ حضور نے اپنے کسی صحابی سے کہا ہو کہ سب کچھ بیچو اور پھر میرے ساتھ آنا، بلکہ حضرت سعد بن ابی وقاص جو اپنے مال کا اکثر حصہ صدقہ کرنا چاہتے تھے، حجۃ الوداع کے موقع پر بیماری کے عالم میں پڑے تھے، حضورؐ ان کی عیادت کو آئے تو حضرت سعد نے اس خواہش کا اظہار کیا کہ وہ اپنے دوتہائی مال کو صدقہ کرنا چاہتے ہیں۔ ایک اور روایت میں ہے کہ انہوں نے کہا کہ وہ اپنا پورا مال صدقہ کرنا چاہتے ہیں، تو حضورؐ نے ان سے پوچھا کہ تم نے اپنی اولاد کیلئے کیا چھوڑا؟ ایک روایت میں ہے کہ ان کی صرف ایک ہی بیٹی تھی، وہ کہنے لگے کہ یا رسول اللہ تہائی مال ان کیلئے ہے اور تہائی مال بھی ان کیلئے بہت زیادہ ہے۔ حضورؐ نے فرمایا کہ تم اپنے وارثوں کو مالدار چھوڑو، یہ اس سے کہیں بہتر ہے کہ انہیں فقر اور غربت کی حالت میں چھوڑو کہ وہ لوگوں سے مانگتے پھریں۔ (٧٩)

حضورؐ نے کعب بن مالکؓ کو بھی پورا مال صدقہ کرنے سے منع فرمایا جیسا کہ صحیحین میں عبیداللہ بن کعب بن مالک سے منقول ہے کہ وہ کہتے ہیں کہ کعب بن مالک نے جب توبہ کی اور ان کی توبہ کا واقعہ مشہور ہے تو حضورؐ سے فرمانے لگے: یا رسول اللہ ﷺ میری توبہ کا ایک حصہ یہ بھی ہے کہ میں اپنا سارا مال اللہ کے راہ میں بطور صدقہ کے دے دوں، کہ اس کی وجہ سے میں جہاد میں جانے سے رہ گیا۔ حضورؐ نے فرمایا کہ کچھ مال اپنے پاس بھی رکھو، یہ تمہارے لئے بہتر ہے۔ (٨٠)

حضرت عمرو بن العاص سے منقول ہے کہ وہ فرماتے ہیں کہ اچھا مال اچھے آدمی کیلئے بہت

خوبی اور سعادت کی بات ہے۔ (۸۱) ابن مسعودؓ سے منقول ہے کہ حضورؐ نے فرمایا ''دو آدمیوں پر رشک کیا جاسکتا ہے' ایک وہ آدمی جسے اللہ نے مال دیا اور اس نے اللہ کی راہ میں خرچ کیا۔ اور دوسرا وہ شخص جسے اللہ نے حکمت اور دانائی سے نوازا' وہ لوگوں کو اس کی تعلیم دیتا ہے۔'' (۸۲)

صحیحین میں حضرت ام سلیمؓ سے بھی منقول ہے' انہوں نے فرمایا: یارسول اللہ ﷺ یہ آپ کا خادم انس بن مالک ہے' آپ اس کیلئے اللہ تعالیٰ سے دعا کریں۔ حضورؐ نے حضرت انس کیلئے جو دعا کی' اس میں یہ بھی شامل تھا: یااللہ ان کے مال میں اضافہ اور برکت عطا فرما۔ دعا کے الفاظ یہ ہیں ''یااللہ اس کے مال اور اولاد میں کثرت اور برکت عطا فرما۔'' (۸۳)

حضورؐ اکثر یہ الفاظ دہرایا کرتے تھے ''ابوبکرؓ کے مال سے جتنا مجھے فائدہ ہوا' اتنا کسی کے مال سے نہ ہوا۔'' (۸۴)

نیز یہ بھی فرماتے ''حضرت ابوبکرؓ نے سب سے زیادہ اپنے مال و جان کے ذریعے میرے اوپر احسان کیے۔'' (۸۵)

اسی طرح حضورؐ نے ام ہانیؓ کو حکم دیا ''اپنے لئے بکریاں خریدو۔ اس لئے کہ اس میں برکت ہوتی ہے۔'' (۸۶)

صحاح ستہ میں منقول ہے کہ حضورؐ نے گھر والوں کیلئے ایک موقع پر ایک برس کا پورا سامان اکٹھا کیا۔ مسلم شریف کی روایت ہے، حضرت عمرؓ فرماتے ہیں ''بنونظیر کے اموال کا شمار ان اموال میں سے ہوتا تھا جو حضورؐ کیلئے خاص تھے۔ عام لوگ اس سے فائدہ نہیں اٹھاتے تھے۔ حضورؐ سال بھر اسی مال میں سے اپنے گھر والوں پر خرچ کرتے تھے۔ جو اس سے بچ جاتا اس سے اللہ کے راستے میں جہاد کرنے کیلئے ساز و سامان خرید لیتے۔ ایک اور روایت میں ہے کہ پورے سال کا ساز و سامان اکٹھا کر لیتے۔'' (۸۷)

حضورؐ نے زکوٰۃ' صدقات اور اللہ کی راہ میں خرچ کرنے کے احکام بھی بیان کر دیئے۔ ظاہری بات ہے کہ یہ احکام ان لوگوں کیلئے ہیں جن کے پاس مال و دولت ہیں۔ اگر مال و دولت جمع کرنا اسلامی حکم نہ ہوتا تو حضورؐ اس طرح کے احکام جاری نہ فرماتے۔

کتاب وسنت کی یہ تعلیمات ہیں اور ان تعلیمات کی روشنی میں اب ہم دیکھتے ہیں کہ صوفیا بالخصوص متقدمین اس حوالے سے کیا موقف رکھتے ہیں' تا کہ ان کا معاملہ بھی واضح ہو جائے۔

محاسبی المتوفی 243ھ نے ابراہیم بن ادھم کے حوالے سے نقل کیا ہے کہ وہ کہتے ہیں ''اگر تو اللہ کا دوست بننا چاہتا ہے اور تو چاہتا ہے کہ اللہ بھی تجھ سے محبت کرے۔ تو دنیا اور آخرت دونوں کو چھوڑ دے اور اِن دونوں میں کوئی رغبت نہ رکھ۔'' (۸۸)

سہروردی' سراج طوسی اور قشیری نے سری السقطی المتوفی 251ھ سے نقل کیا ہے' وہ کہتے ہیں. ''تیرے پاس کوئی چیز ایسی نہیں ہونی چاہئے جو تو اوروں کو نہ دے دے۔'' (۸۹)

قشیری نے ایک اور مشہور صوفی' جن کا تعلق متقدمین میں سے ہے' یعنی داؤد الطائی المتوفی 165ھ سے نقل کیا ہے' وہ کہتے ہیں ''دنیا سے روزہ رکھ لے اور موت کو اپنا افطار بنا لے۔ لوگوں سے ایسے بھاگ جیسے تو درندے کو دیکھ کر بھاگتا ہے۔'' (۹۰)

سید الطائفہ جنید البغدادی سے منقول ہے' وہ کہتے ہیں ''مبتدی مرید کیلئے بہتر یہ ہے کہ وہ مال کمانے میں اپنے آپ کو مصروف نہ کرے ورنہ اس کے دِل کی حالت میں تغیر وتبدل ظاہر ہو جائے گا۔'' (۹۱) ایک اور مقام پر کہتے ہیں ''ہم نے تصوف قیل اور قال کے ذریعے حاصل نہیں کیا بلکہ بھوک' ترکِ دنیا اور مستحسنات کو چھوڑ کر حاصل کیا۔'' (۹۲)

ابن عجیبہ الحسنی اپنی کتاب ''ایقاظ الھمم'' میں اہل تصوف کے حوالے سے نقل کرتے ہیں ''صبح اگر کسی صوفی کے پاس کوئی چیز ہوتی تو اسے دیکھ کر افسوس کا اظہار کرتا اور اگر اس کے پاس کچھ بھی نہ ہوتا تو وہ خوشی اور مسرت کا اظہار کرتا۔ ایک اور مقام پر کہتے ہیں (۹۳) ''فقر تصوف کی بنیاد ہے اور تصوف فقر کے سر پہ قائم ہے۔'' (۹۴)

محمد بن رویم المتوفی 303ھ سے بھی اس طرح منقول ہے۔ وہ کہتے ہیں ''تصوف کی بنیاد فقر ہے۔'' (۹۵)

یہ وہی فقر ہے جس کے بارے میں سرورِ کائنات ؐ نے پناہ مانگی ہے۔ چنانچہ حضور ؐ نے ارشاد فرمایا ''اے اللہ میں تجھ سے فقر سے پناہ مانگتا ہوں۔'' (۹۶)

اسی فقر کو ان صوفیوں نے اپنی بنیاد اور اساس قرار دیا ہے اور اسی پر سارا مسلک تصوف بھی قائم ہے۔

طوسی نے جنید بغدادی کے حوالے سے نقل کیا، ان سے سوال کیا گیا زہد کیا ہے؟ انہوں نے کہا "زہد یہ ہے کہ تو دنیا کی ہر چیز کی ملکیت سے اپنے ہاتھوں کو جھاڑ لے۔" (۹۷) اسی طرح رویم بن احمد صوفی المتوفی 303ھ سے جب زہد کے بارے میں سوال کیا گیا تو اس نے کہا "خواہشاتِ نفسانی اور دنیا کی ہر چیز کو ترک کرنے کا نام زہد ہے۔" (۹۸)

شعرانی نے ابن عربی کے حوالے سے نقل کیا ہے کہ وہ کہتے ہیں "جو اللہ کی کلام کے اسرار اور رموز کو جاننا' اور حضورؐ و اولیاء کرام کے کلام کی معرفت چاہتا ہے تو اسے چاہئے کہ وہ زہد اختیار کرے' اگر دنیا اس کے پاس آئے تو اسے افسوس ہو اور چلی جائے تو اسے خوشی ہو۔" (۹۹)

ابراہیم المتبولی سے بھی منقول ہے' وہ کہتے ہیں "جس فقیر پر تنگ اور بھوک نہ آئے وہ دنیا دار ہے۔" (۱۰۰)

عماد الدین الاموی جو مشہور صوفی ہیں' اپنی کتاب "حیاۃ القلوب" میں لکھتے ہیں کہ ایک آدمی کسی صوفی کے پاس آیا اور اس سے زہد کے بارے میں بات کرنے لگا' اس آدمی کے پاس پہنے ہوئے کپڑے کے علاوہ بھی ایک کپڑا تھا' یہ دیکھ کر وہ شیخ کہنے لگا "تمہیں شرم نہیں آتی، زہد کے بارے میں بات کرتے ہو اور تمہارے پاس دو کپڑے ہیں۔" اسی طرح سری السقطی نے ایک شخص کو ڈانٹ دیا جس کے پاس دس درہم تھے اور اس سے کہا "تمہارے پاس دس درہم ہیں اور بیٹھے تم فقرا کے ساتھ ہو۔" (۱۰۲)

کلاباذی نے احمد بن السمین کے حوالے سے نقل کیا' وہ کہتے ہیں "مکے کے راستے پر چل رہا تھا تو میں نے دیکھا کہ ایک آدمی چلا رہا ہے' مجھے بچاؤ مجھے بچاؤ۔ میں اس کے قریب گیا اور اس سے پوچھا تمہیں کیا ہوا ہے؟ وہ کہنے لگا یہ لو مجھ سے درہم لے لو' کہ ان کے ہوتے ہوئے مجھ سے اللہ کا ذکر نہیں ہو رہا۔ میں نے اس سے وہ درہم لے لئے تو وہ اونچی آواز میں پڑھنے لگا لبیک اللھم لبیک۔ میں نے دیکھا تو وہ چودہ درہم تھے۔" (۱۰۳)

سہل بن عبداللہ التستری کہتے ہیں ''جو شخص ان چار عادتوں کو اختیار کر لے' گویا اس نے سارے خیر کو اکٹھا کر لیا۔ انہی کو اختیار کر کے ابدال' ابدال بنے۔ پیٹ کو بھوکا رکھنا۔ خاموشی۔ خلوت اور بیداری۔'' (۱۰۴)

ہجویری نے ابوبکر الشبلی سے نقل کیا ہے کہ ان سے کسی عالم نے تجربے کے طور پر زکوۃ کے بارے میں پوچھا کہ کون شخص زکوۃ دے؟ تو انہوں نے کہا ''جب بخل موجود ہو اور مال آ جائے تو اسے چاہئے کہ وہ ہر دو سو کے مقابلے میں پانچ درہم دے اور ہر بیس دینار کے مقابلے میں آدھا درہم دے۔ یہ تو تمہارا مذہب ہے لیکن میرا مذہب تو یہ ہے کہ تو کوئی ایسی چیز ہی نہ رکھ جس کی وجہ سے تجھ پر زکوۃ واجب ہو۔'' (۱۰۵) ہجویری کہتے ہیں ''طبیعت جن چیزوں کی طرف راغب ہو' ان کی طرف متوجہ ہونے سے انسان حقیقت کے مقام تک نہیں پہنچ سکتا۔'' (۱۰۶)

احمد بن ابی الحسین الرفاعی' جو طریقہ رفاعیہ کے مشہور امام ہیں' وہ کہتے ہیں ''فقرا کیلئے حمام میں داخل ہونا مکروہ ہے۔ میں اپنے تمام ساتھیوں کیلئے بھوک' تنگ' فقر' ذلت اور مسکینی کو پسند کرتا ہوں۔ جب یہ چیزیں ان پر آئیں گی تو مجھے اس سے خوشی حاصل ہوگی۔'' (۱۰۷)

ابوالمظفر نے ابوبکر الوراق سے نقل کیا ہے' وہ کہتے ہیں ''زہد تین حروفوں سے مرکب ہے۔ زا' ہاء اور دال۔ زا سے مراد دنیا کی زینت کو ترک کرنا۔ ہاء سے مراد ہوا یعنی لہو و لعب کو ترک کرنا۔ اور دال سے مراد دنیا کو ترک کرنا۔'' (۱۰۸)

ابوطالب مکی نے سفیان سے نقل کیا' وہ کہتے ہیں ''روزے دار جب دن کے پہلے حصے میں ہی افطار کے بارے میں فکر کرنے لگے اور اس کیلئے تیاریاں شروع کر دے تو اس کیلئے ایک گناہ لکھ دیا جاتا ہے۔''

سہل تستری کا اس بارے خیال تھا کہ اس کی وجہ سے روزہ ہی ٹوٹ جاتا ہے۔ (۱۰۹)

حذیفہ المرعشی سے منقول ہے' وہ کہتے ہیں چالیس برس تک میرے پاس ایک ہی قمیص رہی۔ (۱۱۰) کلاباذی نے ابوالحسن محمد بن احمد بن الفارسی کے حوالے سے نقل کیا کہ وہ کہتے ہیں ''تصوف کی بنیاد یہ ہے کہ آدمی کمانا چھوڑ دے اور ذخیرہ کرنا اس کیلئے حرام ہے۔'' (۱۱۱)

نجم الدین الکبری المتوفی 618ھ سے منقول ہے ''تصوف دنیا کو ترک کرنے کا نام ہے۔'' (۱۱۲) عبداللہ الانصاری الہروی المتوفی 481ھ سے منقول ہے ''زہد کی اصل یہ ہے کہ آدمی دنیا ترک کر کے ظاہری طور پر اپنے آپ کو عذاب دے۔'' (۱۱۳) ابن الملقن جنید بغدادی سے نقل کرتے ہیں کہ انہوں نے کہا ''سچے فقیر کی علامت یہ ہے کہ وہ مالداری کے بعد فقر اختیار کرے اور شہرت کے بعد گمنامی اختیار کرے۔'' (۱۱۴) السلمی نے سمنون المحب جو سری سقطی کے ساتھیوں میں سے ہیں' کے حوالے سے نقل کیا کہ ان سے فقیر صادق کے بارے میں سوال کیا گیا تو انہوں نے کہا فقیر وہ ہے جو عدم سے ایسا مانوس ہو جیسا کہ جاہل آدمی مالداری سے ہوتا ہے۔ اور مالداری سے وہ اتنا دُور بھاگے جس طرح جاہل آدمی فقر سے بھاگتا ہے۔'' (۱۱۵)

ابو یزید البسطامی سے منقول ہے کہ ان سے سوال کیا گیا ''آپ کو معرفت کا مقام کیسے حاصل ہوا؟ انہوں نے کہا بھوکے پیٹ اور ننگے بدن کے ساتھ۔'' (۱۱۶)

آخر میں کلاباذی نے صوفیا کے حوالے سے ایک اور بات نقل کی ''یہ وہ لوگ تھے جنہوں نے دنیا کو ترک کیا' اپنے گھروں کو چھوڑا' بستروں سے دُور ہوئے' مختلف ممالک کی سیاحت کی' بھوکے پیٹ اور ننگے جسم رہے۔'' (۱۱۷) بعض صوفی اس امر کا اعتراف بھی کرتے ہیں کہ یہ سب چیزیں عیسائیت میں ہیں مثلاً ابوطالب المکی کہتا ہے ''عیسیٰ علیہ السلام سے منقول ہے' وہ کہتے ہیں ''اپنے پیٹ کو بھوکا رکھو' جسم کو ننگے رکھو تاکہ تمہارے دِل اللہ پاک کی زیارت کر سکیں۔'' (۱۱۸)

اس طرح کی عبارات بہت زیادہ ہیں اور اگر ان سب کو لکھا جائے تو کئی کتابیں بھی اس کیلئے کم ہیں۔ ایک باب یا ایک جز و میں تو یہ ساری عبارتیں نہیں آسکتیں۔ تاہم نمونے کے طور پر چند ایک کو ذکر کیا جس سے یہ بات واضح ہوگئی کہ تصوف کا اصل اور مرجع کیا ہے؟ اسی طرح یہ بات بھی سامنے آگئی کہ تصوف کا اسلامی تعلیمات اور ارشادات سے کوئی تعلق نہیں ہے بلکہ تصوف اسلام کے مطلقاً مخالف ہے۔ قارئین اور محققین کی آسانی کیلئے ہم نے اس حوالے سے قرآن وسنت سے بھی کچھ حوالے نقل کیئے۔ اسی طرح ہم نے عیسائیوں کے اقوال اور تعلیمات بھی نقل کیں۔ اسی پر سی ایچ بیکر' آسین بلیسس اور نیکلسن کہتا ہے کہ دنیا کو چھوڑنا اور توکل کا معروف معنی دراصل

صوفیوں میں عیسائیت سے ہی آیا ہے۔ پان کریمر لکھتا ہے کہ صوفیوں کا زہد کے حوالے سے جو خیال ہے یہ عیسائی عبارات سے منقول ہے۔(۱۱۹) گولڈزیہر کہتا ہے ''فقر کی تعریف کرنا اور اسے مالداری پر ترجیح دینا عیسائیت کی تعلیمات میں سے ہے۔''(۱۲۰) اس امر کا اعتراف مشہور ایرانی محقق ڈاکٹر قاسم غنی بھی اپنی کتاب ''تاریخ التصوف فی الاسلام'' میں کرتا ہے۔(۱۲۱)

ظاہری حلیہ اور لباس

صوفیوں کا معروف اور مشہور لباس بھی عیسائیوں اور راہبوں سے لیا گیا ہے۔ زمانہ قدیم میں اس طرح کا لباس عیسائی راہب پہنتے تھے۔ ایک مشہور صوفی اپنے طبقات میں ابوالعالیہ سے نقل کرتا ہے "مرد کیلئے اُون کا بنا عیسائیوں والا لباس پہننا مکروہ ہے۔ مسلمانوں کیلئے زینت تو یہ ہے کہ وہ اچھا لباس پہنیں۔" (۱۲۲)

ابن عبدربہ اپنی کتاب "العقد الفرید" میں حماد بن سلمہ سے نقل کرتا ہے کہ جب حماد بن سلمہ نے فرقد السنجی کو اُونی لباس پہنے ہوئے دیکھا تو اس سے کہا "یہ عیسائیوں والے کپڑے اتار دو۔" (۱۲۳)

ابن الجوزی نے اسی طرح کی ایک روایت اپنی سند کے ساتھ نقل کی ہے۔ وہ کہتے ہیں "محمد بن عبدالباقی بن احمد نے ہمیں بتایا' انہوں نے حمد بن احمد الحداد سے' انہوں نے ابونعیم الحافظ سے' انہوں نے ابوحامد بن جبلہ سے' انہوں نے حمد بن اسحٰق سے' انہوں نے اسمٰعیل بن الحارث سے' انہوں نے ہارون بن معروف سے' اور انہوں نے ضمرہ سے نقل کیا ہے کہ وہ کہتے ہیں میں نے ایک آدمی سے سنا کہ حماد بن سلمہ بصرہ آئے تو ان سے ملنے کیلئے فرقد السنجی اس حالت میں آئے کہ ان کے اوپر اُون کا ایک لباس تھا، حماد نے اُن سے کہا اپنی یہ عیسائیت باہر اُتار آؤ' اس لئے کہ ہم ابراہیم النخعی کو دیکھتے تھے جب وہ آتے تو انہوں نے بہترین لباس پہنا ہوتا جو معصفر ہوتا تھا یعنی عصفر نامی خوشبو یا رنگ اس پر لگا ہوتا تھا۔" (۱۲۴)

ابن الجوزی نے ایک اور روایت نقل کی' وہ کہتے ہیں' ہمیں محمد بن ناصر اور عمر بن ظفر نے بتایا' وہ دونوں کہتے ہیں' ہمیں محمد بن حسن الباقلاوی نے' انہوں نے قاضی ابوالعلا الواسطی سے' انہوں نے ابونصر احمد بن محمد السازکی سے' انہوں نے ابوالخیر احمد بن حمد المزار سے' انہوں نے محمد بن اسماعیل البخاری سے' انہوں نے علی بن حجر سے' انہوں نے صالح بن عمر الواسطی سے' اور انہوں نے ابوخالد سے نقل کیا ہے کہ وہ کہتے ہیں عبدالکریم ابوامیہ' ابوالعالیہ کے پاس آیا' اس حالت میں کہ

اس نے اون کے کپڑے پہنے ہوئے تھے' ابوالعالیہ نے اس کا لباس دیکھ کر کہا ''یہ تو راہبوں والے کپڑے ہیں۔ مسلمان تو اچھے اور خوبصورت کپڑے پہنتے ہیں۔'' (۱۲۵)

شعرانی نے سہل تستری سے ایک عجیب وغریب واقعہ نقل کیا ہے۔ جس سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ اُون دراصل عیسائیوں کا لباس تھا۔ عبارت یوں ہے ''سہل بن تستری کہتے ہیں کہ دیارِ عاد نامی جگہ پر مجھے عیسیٰ علیہ السلام کے حواریوں میں سے ایک کے ساتھ ملاقات کا موقع ملا' میں نے انہیں سلام کیا تو انہوں نے سلام کا جواب دیا۔ میں نے دیکھا کہ انہوں نے اُون کا ایک جبہ پہنا ہوا ہے جس پر نمی کے اثرات تھے' میں نے ان سے اس بارے پوچھا تو انہوں نے بتایا کہ عیسیٰ علیہ السلام کے زمانے سے میں نے یہی جبہ پہنا ہوا ہے۔ یہ سن کر مجھے حیرانی ہوئی تو وہ کہنے لگے اے سہل! کپڑوں کو بدن پرانا نہیں کرتا بلکہ کپڑے گناہوں کی بدبو اور حرام مال کی وجہ سے پرانے ہو جاتے ہیں۔ میں نے ان سے پوچھا کہ آپ نے یہ لباس کب سے پہنا ہوا ہے؟ وہ کہنے لگے کہ مجھے یہ لباس پہنے ہوئے سات سو برس ہو گئے۔'' (۱۲۶)

سہروردی نے بھی نقل کیا ہے کہ اون حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا لباس تھا' چنانچہ وہ کہتے ہیں ''عیسیٰ علیہ السلام اون کا لباس پہنے تھے' درختوں کے پتے کھاتے تھے اور جہاں شام ہو جائے رات گزار لیتے تھے۔'' (۱۲۷)

اسی طرح کی بات کلاباذی نے بھی نقل کی ہے۔ (۱۲۸)

نیکلسن' ماسینئن بھی کہتے ہیں کہ صوفیوں کا لباس عیسائی راہبوں سے اخذ کردہ ہے۔ نیکلسن نے اس کے علاوہ بھی بہت ساری چیزوں کا ذکر کیا جو تصوف میں عیسائیت کے ذریعے سے آئیں۔ اپنے مقالات میں جنہیں دوائر المعارف نے شائع کیا ہے۔ بعض مقالات کو ''الدراسات فی التصوف الاسلامی وتاریخہ'' کے عنوان سے جمع کیا' اس میں نیکلسن نے ایک باب قائم کیا جس کا عنوان ہے ''الزہد فی الاسلام''۔ اس عنوان کے ذیل میں وہ کہتا ہے ''جاہلیت کے زمانے میں عرب دینی اعتبار سے کورے تھے۔ دینی اعتبار سے وہ بہت کم سوچتے تھے' دراصل ان کی دنیاوی اور کاروباری مصروفیات اتنی زیادہ تھیں کہ انہیں آخرت پر سوچنے کا موقع ہی نہیں ملتا

تھا۔ کبھی انہوں نے قبر اور آنے والی زندگی کے بارے میں سوچا ہی نہیں اور نہ ہی اس کیلئے تیاری کی۔ عیسائیت نے سب سے پہلے بلادِ عرب میں زہد کے بیج بوئے، یہ حضورؐ کی بعثت سے قبل کا واقعہ ہے۔ یہ بیج اپنا اثر دِکھانے لگے اور اسلام کے ابتدائی زمانوں تک زہد نے ایک تناور درخت کی شکل اختیار کر لی تھی۔ اسلام سے قبل عیسائیت جزیرہ عرب کے شمال کے بعض قبائل میں منتشر تھی، بعض عرب اس کے بارے میں علم بھی رکھتے تھے لیکن ان کا یہ علم بہت سطحی تھا۔ عیسائیت کے عقائد اور اس کی ٹھوس بنیادوں بارے انہیں کوئی علم نہیں تھا۔ زمانہ جاہلیت میں عرب کو اپنے اشعار اور زبان دانی پر بڑا فخر تھا، ان اشعار میں ایک بات واضح طور پر نظر آتی ہے کہ عرب شعراء عیسائی راہبوں کی بڑی تعظیم کرتے ہیں۔ رات کو چلتے وقت عرب کے لوگ عیسائیوں کے گرجوں پر لگی روشنی کے ذریعے سفر کرتے تھے۔ صحراؤں میں بھی عام طور پر سفر انہی کے ذریعے سے ہوتا تھا۔ ان اشعار نے کام دکھایا، آہستہ آہستہ بت پرست عرب کے اندر بھی زہد کے حوالے سے خیالات پیدا ہونے لگے، حالانکہ اس سے قبل عرب کے لوگ بت پرست تھے مگر اب آہستہ آہستہ انہوں نے زہد اور حنفیت کی طرف رجوع شروع کر دیا۔ پھر عیسائی راہبوں سے متاثر ہو کر انہوں نے زہد کا عیسائی انداز مجاہدہ، بھوک اور اونی لباس بھی پہننا شروع کر دیا۔'' (۱۲۹) نیز ''اسلام سے قبل اون سے بنے لباس زہد کی علامت شمار کیے جاتے تھے اور عربی راہب بھی اسی طرح کا لباس استعمال کرتے تھے۔ اسلام کے ابتدائی دور میں بھی یہ لباس معمول رہا اور صوف کے لفظ سے ہی لفظ صوفی بنا۔ سب سے پہلے اس لفظ کا استعمال دوسری صدی ہجری کے اواخر میں ہوا۔ صوفیوں میں معمول تھا کہ وہ اُون کا بنا لباس پہنتے تھے، مرد ہو یا عورت وہ جبہ اور اُون کی بنی چادر استعمال کرتے تھے۔ عورت بعض دفعہ اسی کپڑے سے سر کو بھی ڈھانپ لیتی تھی، یہی وہ کپڑا تھا جو بعد میں خمار یعنی دوپٹے کے نام سے مشہور رہا۔ مشہور صوفی سفیان ثوری المتوفی 161ھ نے اون کے لباس کو ناپسند کیا، ان کے خیال میں یہ بدعت ہے، ان کے علاوہ بہت سے دیگر صوفیوں نے بھی اس لباس کو ناپسند کیا اور اسے عیسائیت اور ریاکاری کی علامت خیال کیا۔ (۱۳۰)

مزید لکھتے ہیں ''پہلی دو صدیوں میں مسلمان اونی لباس پہنتے تھے، خاص طور پر وہ جو زہد

اختیار کر لیتے تھے‘ ان کے بارے میں مشہور تھا کہ فلاں نے اون والے کپڑے پہن لئے یعنی اس نے زہد اختیار کر لیا۔ جب زہد تصوف میں آیا تو کہا جانے لگا فلاں نے صوف یعنی اون والا لباس پہنا‘ گویا کہ وہ صوفی ہو گیا۔ فارسی زبان میں بھی صوفیوں کو ”پشمینہ پوش“ کہا جاتا تھا یعنی اون کا لباس پہننے والے۔ مسلمانوں نے ابتدا میں اون کا لباس عیسائی راہبوں سے اختیار کیا۔ اس حوالے سے دلیل کے طور پر ایک بات نقل کی جا سکتی ہے کہ حماد بن ابی سلیمان جب بصرہ آیا تو فرقد السنجی اس سے ملنے کیلئے آیا اور اس نے اون کا لباس پہنا ہوا تھا تو حماد نے اس سے کہا اپنی یہ عیسائیت باہر ہی چھوڑ آؤ۔“

بعض صوفیوں نے خود بھی ایک حدیث نقل کی ہے جس کا مفہوم یہ ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اُون کا لباس پہنتے تھے۔ (۱۳۱)

اسی حوالے سے گولڈ زیہر کہتا ہے ”مسلمان صوفیوں نے اون کا لباس عیسائیوں اور یہودیوں سے لیا۔“ (۱۳۲)

ڈاکٹر قاسم غنی اسی بحث کو آگے بڑھاتے ہوئے کہتے ہیں ”اون کا لباس پہننا‘ جس کیلئے عربی میں صوف کا لفظ استعمال ہوتا ہے اور جس سے لفظ صوفی نکلا‘ اصل میں عیسائی راہبوں کا اشعار تھا۔ اس کے بعد زاہد صوفیوں نے بھی اس کو اختیار کیا۔ صوفیوں نے اس لفظ کو جا بجا استعمال کیا۔ ان کے اشعار میں بھی اون بنے لباس کا ذِکر بہت زیادہ ملتا ہے۔ اس سے مراد عام طور پر وہ جبہ لیتے تھے جسے سب سے اوپر پہنا جاتا تھا۔ اس کیلئے گدڑی کا لفظ بھی استعمال کیا جاتا ہے۔ یہ گدڑی عام طور پر ایک کپڑے کی بنی ہوتی تھی جس پر نقش و نگار بنائے جاتے تھے۔ سادہ گدڑی کیلئے فقط گدڑی کا لفظ استعمال کیا جاتا تھا جبکہ جس گدڑی پر مختلف رنگ ہوں اسے ملمع گدڑی کہا جاتا تھا۔ جب یہ لباس صوفیوں میں آیا تو اس کا نام ”دلق الازرق“ پڑ گیا یعنی نیلے رنگ کی گدڑی۔ چاہے اس گدڑی کا رنگ نیلا ہو یا سیاہ‘ اسے ہمیشہ دلق الازرق کے نام سے ہی پکارا جاتا تھا۔ بعض دفعہ اس گدڑی کا رنگ سفید بھی ہوتا تھا اور بعض دفعہ سیاہ۔ سیاہ گدڑی پہنے صوفیوں کو ”سوگواران“ کہا جاتا تھا۔ انہی کے بارے میں فردوسی شاہنامہ اسلام میں کہتا ہے: تیسری عیسوی صدی میں عیسائیوں کے بڑے بڑے مناظر

ایران آئے' وہ اون کے بنے لباس پہنتے تھے' انہیں صوفی کہا جاتا تھا اور فارسی میں ان کیلئے پشمینہ پوش کا لفظ استعمال کیا جاتا تھا' اس لئے کہ وہ اون کے بنے لباس پہنتے تھے۔'' (۱۳۳)

''معجم البلدان'' میں یاقوت چرچ کی کنواریوں کے حوالے سے لکھتا ہے چرچ میں عام طور پر راہب رہتے تھے مگر بعض چرچ ایسے بھی تھے جہاں کنواری لڑکیاں رہا کرتی تھیں جن کا خیال تھا کہ وہ عیسائیت کی خدمت کر رہی ہیں۔ الجاحظ نے ''کتاب المعلمین'' میں نقل کیا ہے کہ ابو الفرج الثعلبی کہتے ہیں: بنو ثعلبہ کے کچھ لوگوں نے ڈاکہ مارنے کا ارادہ کیا' انہوں نے ایک ایسی جگہ پر گھات لگائی جو کنواری لڑکیوں کے چرچ کے قریب تھی' اچانک انھیں اطلاع ملی کہ حکومت کو ان کے بارے میں خبر ہو گئی ہے اور حکومت نے ان کی سرکوبی کیلئے کچھ سوار بھیجے ہیں' یہ لوگ وہاں سے بھاگے اور جلدی سے اس چرچ میں چھپ گئے۔ کچھ دیر بعد انہیں اس طرح کی آواز آئی جیسے گھڑ سوار واپس جا رہے ہوں' انہوں نے اطمینان کا سانس لیا' وہ ایک دوسرے سے کہنے لگے کہ کیا ہی اچھا ہو کہ ہم چرچ کے بڑے راہب کو رسیوں سے باندھ دیں اور ان لڑکیوں کو آپس میں تقسیم کریں۔ جب صبح ہو جائے گی تو ہم یہاں سے نکل جائیں گے۔ اتفاق سے لڑکیوں کی تعداد بھی اتنی ہی تھی جتنی ڈاکوؤں کی تھی۔ جب انہوں نے بڑے راہب کو باندھنے کے بعد ان لڑکیوں سے مجامعت کی تو ان میں سے کوئی بھی کنواری نہیں تھی۔ چرچ کا بڑا راہب پہلے ہی ان سے استفادہ کر چکا تھا۔ جب یہ ڈاکو باہر نکلے تو ان میں سے ایک نے یہ اشعار کہے:

چرچ کی لڑکیاں جو کنواری تھیں
ہمارے پاس تو ان کی بڑی عجیب کہانی ہے
ہم بیس لڑکیوں کو لے کر' جو صوفی تھیں اور نیک نام تھیں
ایک طرف چلے تو عجیب بات سامنے آئی
ہم شہر میں نقب ڈالنے چلے تھے
مگر اس شہر کے دروازے تو پہلے ہی کھلے تھے

اس شعر سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ صوفیہ سے مراد عیسائی راہبائیں ہیں۔ (۱۳۴)

اس لئے عام طور پر علمائے امت اُون بنے لباس کو ناپسند کرتے ہیں۔

ابن تیمیہؒ نے ابوشیخ الاصبہانی کی سند سے نقل کیا کہ ابن سیرین کو اطلاع ملی کہ بعض لوگ اونی لباس کو پسند کرتے ہیں' تو علامہ ابن سیرین کہنے لگے "بعض لوگ ایسے ہیں جو اُون کو پسند کرتے ہیں اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ساتھ اس کی مشابہت دیتے ہیں' حالانکہ حضورؐ کی سنت اتباع کے زیادہ قابل اور لائق ہے۔ حضورؐ سوت کے بنے کپڑے پہنتے تھے۔" (۱۳۵)

الجوزی سے منقول ہے کہ احمد بن ابی الجواری کہتے ہیں مجھ سے سلیمان بن ابوسلیمان نے پوچھا یہ لوگ اون کا لباس کیوں پہنتے ہیں؟ میں نے کہا تواضع اختیار کرنے کیلئے۔ وہ کہنے لگے یہ لوگ اُون کا لباس پہن کر تو تکبر کرتے ہیں۔

سفیان ثوری سے منقول ہے کہ انہوں نے ایک آدمی کو اون کا لباس پہنے ہوئے دیکھا تو اسے کہا تیرا یہ لباس بدعتیوں والا ہے۔ حسن بن ربیع سے منقول ہے کہ انہوں نے نقل کیا ہے عبداللہ بن المبارک نے ایک آدمی کو دیکھا کہ اس نے اُون کا لباس پہنا ہوا تھا' تو دُور سے دیکھ کر ہی کہنے لگے مجھے یہ ناپسند ہے' مجھے یہ ناپسند ہے۔

بشر بن حارث سے کسی نے اونی لباس بارے پوچھا تو ان کے چہرے پر ناگواری کے اثرات ظاہر ہوئے اور انہوں نے کہا ریشم اور معصفر کپڑے پہننا مجھے اون پہننے سے زیادہ پسند ہے۔ ابوسلمان الدارانی سے منقول ہے کہ انہوں نے ایک آدمی کو اونی لباس پہنے دیکھا تو اس سے پوچھا کہ کپڑے تو تو نے زاہدوں والے پہنے ہوئے ہیں' کبھی ایسا عمل بھی کیا ہے؟

نضر بن شمیل سے ایک صوفی نے کہا "آپ اپنا اونی جبہ بیچیں گے؟" تو وہ کہنے لگے جب شکاری اپنا جال ہی بیچ دے تو شکار کس چیز سے کرے گا۔" (۱۳۶)

اس طرح کی اور بھی بہت ساری باتیں منقول ہیں۔

یہ بحث تو تھی لباس کے حوالے سے۔

جہاں تک خانقاہوں' تکیوں اور مزاروں یا دنیا سے علیحدگی اور عزلت اختیار کرنے کا تعلق ہے' تو یہ بھی عیسائی راہبوں سے ماخوذ طریقہ کار ہے۔ جس طرح ہم نے گزشتہ صفحات میں جامی

کے حوالے سے نقل کیا ہے کہ سب سے پہلے جو خانقاہ تعمیر ہوئی' اسے شام کے عیسائی بادشاہ نے رملہ میں تعمیر کیا تھا۔ (۱۳۷)

یہ خانقاہیں عیسائیوں کی ان خانقاہوں سے مشابہت رکھتی ہیں جو انہوں نے مختلف مقامات پر تعمیر کی تھیں، جس طرح انہوں نے بلند ستونوں پر چڑھ کر دنیا سے دُوری اختیار کر کے یہ تعمیرات بنائی تھیں اور وہاں طویل عرصے تک عبادت کرتے رہے' اسی طرح صوفیوں نے بھی اسی طرح کی خانقاہیں ایجاد کیں اور راہباؤں سے مشابہت اختیار کی۔ مؤقف یہ اختیار کیا گیا کہ اس علیحدگی کی عبادت کا مقصد نفس کو پاک کرنا' فقر اور خشوع وخضوع حاصل کرنا ہے' حالانکہ ایسا نہیں ہے۔ صوفی اپنی کتابوں میں لکھتے ہیں ''پاکی کا مطلب یہ نہیں ہے کہ انسان اپنے جسم کو صرف روزے کے ذریعے سے پاک کرے' بلکہ اس سے بھی بالاتر ہے کہ انسان والدین اور بیوی بچوں کی محبت کو بھی ترک کردے' یہاں تک کہ وہ عوام کی زیادہ بہتر انداز میں خدمت کر سکے' تا کہ اس کی محبت محدود نہ ہو اور اس کی محبت سے پورے بنی نوع انسان کو فائدہ حاصل ہو۔ فقر کا مطلب بھی وہ یہ لیتے ہیں کہ انسان دنیاوی اشیاء کی قیود سے آزاد ہو جائے' مادی معاملات کو انسانیت کی خدمت کیلئے ترک کردے اور خضوع کا مطلب یہ ہے کہ انسان اپنے ارادے کو مکمل طور پر اللہ کے ارادے کے تابع کردے۔'' (۱۳۸)

ڈاکٹر قاسم غنی وضاحت سے نقل کرتے ہیں ''عیسائیوں نے صوفیوں کو بہت سے طریقے اور عادات سکھائیں تا کہ وہ محنت' مشقت کر کے اپنے رب کا قرب حاصل کریں' اس کیلئے بنیادی طور پر رہبانیت والا طریقہ استعمال کیا گیا جس میں ہوتا یہ تھا کہ ایک شخص اپنے گھربار اور اجتماعی زندگی سے علیحدگی اختیار کرے اور عبادت کے ذریعے تمام سوچوں اور صلاحیتوں کو مرتکز کرے۔ مسلمانوں میں خانقاہوں کا تصور کم تھا' جبکہ عیسائیت کی بنیاد ہی اسی پر تھی۔ عیسائیوں نے اپنے نظام کو مسلمانوں میں داخل کیا۔'' (۱۳۹)

مشہور انگریز مستشرق نیکلسن جو تصوف کے موضوع پر وسیع مطالعہ رکھتے تھے اور اس موضوع پر ان کی کئی کتب بھی ہیں' زمانہ وسطیٰ میں زاہدوں کے طور طریقوں کے حوالے سے لکھتے

ہیں: ''اسلامی تعلیمات تو تھیں کہ اسلام میں رہبانیت نہیں ہے' مگر صوفی طویل عرصے تک اس کے مخالف چلتے رہے۔ اسلام کے ابتدائی دور میں زہد کا موجودہ نظام ہمیں کم ہی ملتا ہے۔ کہا جاتا ہے کہ سب سے پہلی خانقاہ فلسطین میں رملہ کے مقام پر بنائی گئی تھی جو آٹھویں عیسوی صدی میں تعمیر ہوئی تھی' اس کو بنانے والا ایک عیسائی راہب تھا۔ صوفیوں نے بعض ایسی احادیث ذکر کی ہیں جس سے یہ اشارہ ملتا ہے کہ حضورؐ نے دو صدیوں کے بعد مسلمانوں کو علیحدگی اور عزلت کی زندگی اختیار کرنے کی اجازت دی ہے۔ تاریخ کا مطالعہ کیا جائے تو تقریباً اتنے ہی عرصے کے بعد اسلام میں رہبانیت کا نظام ظاہر ہوتا ہے۔ یہ حقیقت ہے کہ اسلامی دنیا میں تصوف کا نظام اور اس کیلئے باقاعدہ ایک نظم وضبط والی زندگی ابتدائی دور میں نہیں ہے۔ پانچویں صدی ہجری میں جو کتابیں تصنیف ہوئیں اور ان میں تصوف کے حوالے سے جو بحث کی گئی' مثلاً ابو طالب مکی کی کتاب ''قوۃ القلوب'' ابونعیم کی کتاب ''حلیۃ الاولیاء'' قشیری کی کتاب ''الرسالہ'' وغیرہ میں خانقاہوں اور مزاروں کے مضبوط نظام کا بہت کم ذکر ملتا ہے۔ تیسری اور چوتھی صدی ہجری میں ہم دیکھتے ہیں کہ صوفیوں کے بڑے بڑے رہنما موجود تھے' ان کے گرد مریدوں کا جمگھٹا ہوتا تھا جو ان سے طریقت اور تصوف کے بنیادی اصول سیکھتے۔ اس سے ہمیں معلوم ہوتا ہے کہ مریدوں نے اپنے رہنے کیلئے رہائش گاہوں کا انتظام کیا مگر یہ رہائش گاہیں یا قیام کا طریقہ مربوط اور مستحکم نہ تھا' جس کو جیسی سہولت ملتی وہ ویسے ہی اختیار کر لیتا۔

مقریزی سے نقل کیا ہے کہ خانقاہوں کا نظام پانچویں صدی ہجری میں آیا جو تقریباً گیارہویں صدی عیسوی بنتی ہے۔ اگر مقریزی کے اس بیان کو مان لیا جائے تو اس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ تصوف کا خانقاہی نظام جس میں مرید اپنے شیخ کے پاس حاضر ہوتے' وہ انہی عرصے میں مستحکم اور مضبوط ہوا۔ یہ بات کسی حد تک درست اس لئے بھی معلوم ہوتی ہے کہ قزوینی اپنی کتاب ''آثار البلاد'' میں ابوسعید بن ابی الخیر المتوفی 1049ء کے حوالے سے نقل کرتا ہے کہ سعید ابوالخیر سب سے پہلے خانقاہی نظام کو وضع کرنے والا اور اس کا بانی تھا۔ اسی نے تصوف اور خانقاہی نظام کیلئے قواعد اور قوانین بیان کئے۔ یہ دو سو برس بعد کا واقعہ ہے یعنی 450 اور 650 کے درمیان۔

اسی عرصے میں یہ نظام پھیلا اور اس میں بھی کئی نئے فرقے معرضِ وجود میں آئے مثلاً عدویہ، قادریہ اور رفاعیہ۔ اس طرح اور بھی کئی طریقے معرض وجود میں آئے جن کی وجہ سے تصوف کو تیزی کے ساتھ اسلامی معاشرے میں سرائیت کرنے کا موقع ملا۔" (۱۴۰)

اسلامی تعلیمات کا مطالعہ کیا جائے تو اس سے معلوم ہوتا ہے کہ قرآن وسنت میں اس طرح کی خرافات کا کوئی وجود اور گنجائش نہیں ہے۔ مزاروں، خانقاہوں اور تکیوں کا کوئی ثبوت ہمیں اسلامی تعلیمات میں نہیں ملتا۔ مسلمانوں کو اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے کہ وہ عبادت کیلئے مساجد تعمیر کریں، اسی طرح انہیں یہ حکم دیا گیا ہے کہ اپنے گھروں کو قرآن پاک کی تلاوت اور عبادت کے ذریعے آباد رکھیں۔ اس طرح کی خانقاہیں اور مزار بنانے کا مقصد صرف اور صرف یہی ہے کہ مسجدوں کی شان کم کی جائے، لوگوں کو ان سے دُور کیا جائے تا کہ یہ خانقاہیں مساجد کی جگہ لے سکیں۔ اسلام نے عبادت اور ذکر کیلئے خانقاہوں کی بجائے مساجد کا نظام وضع کیا، اسی بارے میں ابن الجوزیؒ فرماتے ہیں "جہاں تک خانقاہوں اور مزاروں کا تعلق ہے تو اسے ماضی میں بعض لوگوں نے انفرادی عبادات کیلئے بنایا۔ اگرچہ ان کی نیت درست ہو مگر چھ وجوہات کی بنیاد پر یہ غلط عمل ہے اور اسلام میں اس کی کوئی گنجائش نہیں۔

1- یہ بدعت ہے جو انہوں نے ایجاد کی، مسلمانوں کی عبادت گاہ تو مسجد ہے۔

2- اس کا مقصد مسجد کے مقابلے میں ایک عبادت گاہ تعمیر کرنا ہے تا کہ مسجد میں مسلمانوں کی جمعیت کم ہو۔

3- مساجد کی طرف جانے والے قدم اور اس پر حاصل ہونے والے ثواب سے وہ محروم ہو گئے۔

4- اس میں عیسائیت کے ساتھ مشابہت ہے کہ وہ بھی اس طرح کے انفرادی چرچ بنا کر اس میں علیحدگی اختیار کرتے ہیں۔

5- انہوں نے شادی والی سنت ترک کر دی حالانکہ ان میں سے اکثر جوان اور شادی کے محتاج ہوتے ہیں۔

6-انہوں نے اپنے لئے مخصوص علامات مقرر کرلیں' اپنے لئے زاہد اور صوفی کا لفظ وضع کر لیا اور یہ طریقہ بن گیا کہ لوگ ان کی زیارت اور برکت حاصل کرنے کیلئے دُور دُور سے ان کے پاس آنے لگے۔ آہستہ آہستہ یہ سارا معاملہ ایک کاروبار کی شکل اختیار کر گیا۔

جمہورِ متاخرین کو ہم نے تو دیکھا ہے کہ وہ ان خانقاہوں میں عیش و عشرت کی زندگی گزارتے ہیں' کھانے پینے کی فراوانی ہوتی ہے' رقص و سرور سے لذت حاصل کرتے ہیں' ہر ظالم' جابر سے بھی دنیا طلب کرتے ہیں۔ عام طور پر یہ خانقاہیں سرمایہ دار اور ظالم لوگ بناتے ہیں اور ان کی تعمیر میں بھی حرام مال ہی استعمال ہوتا ہے۔ شیطان ان کے ذہن میں یہ خیال ڈالتا ہے کہ تم نے اب تک حرام طریقوں سے جو کمایا' اس طرح کی خانقاہیں اور مزار بنا کر تم اس کا فدیہ اور کفارہ ادا کر سکتے ہو۔ ان خانقاہوں میں کھانے پینے اور ٹھنڈے پانی کا اعلیٰ انتظام ہوتا ہے۔ اب اگر دیکھا جائے تو وہ بھوک اور تقویٰ والی زندگی اور وہ جنید بغدادی والی محنت نہیں رہی۔ خانقاہوں میں دیکھا جائے تو وہاں عام طور پر صوفی گپ شپ اور دنیاوی باتیں کر رہے ہوتے ہیں۔ جب یہ باتیں طویل ہو جاتی ہیں تو وہ سر نیہوڑا کر بستر میں گھس جاتے ہیں اور ان پر نیند طاری ہو جاتی ہے۔ کبھی ان سے سر جھکانے اور سوچنے بارے پوچھا جائے کہ وہ صوفی ایسا کیوں کر رہا ہے اور اس کے مقابلے میں عبادت کیوں نہیں کرتا' تو وہ یہ کہہ کر جان چھڑا لیتا ہے کہ میں اس وقت اپنے دِل میں اپنے رب کے بارے میں سوچ رہا ہوں۔

مجھے یہ اطلاع بھی ملی ہے کہ ایک خانقاہ میں کسی شخص نے قرآن پاک کی تلاوت کی تو اسے منع کر دیا گیا۔ اسی طرح ایک اور آدمی نے حدیث پڑھی تو کہا گیا کہ یہ اس کی جگہ نہیں ہے۔" (۱۴۱)

ابن الجوزی نے اپنی سند کے ساتھ ایک حدیث نقل کی ہے کہ ابو عمامہ فرماتے ہیں "ہم حضورؐ کے ساتھ ایک سریہ میں گئے' راستہ میں ایک آدمی نے غار دیکھا جس میں پانی اور کھانے پینے کی کچھ چیزیں تھیں' تو اس شخص کے دِل میں خیال آیا کہ وہ اس غار میں ہی قیام کرے' جو کچھ اس میں موجود ہے وہی اسے کھانے پینے کیلئے کافی ہوگا' اس غار میں پانی کے ساتھ کچھ جڑی بوٹیاں بھی

تھیں، اس کا خیال ہوا کہ وہ دنیا سے علیحدگی اختیار کر کے یہاں عبادت کرے۔ وہ شخص کہنے لگا کہ اگر میں حضورؐ سے اجازت لوں اور اُن سے پوچھ لوں تو میں ایسا کرلوں، ورنہ نہیں۔ وہ حضورؐ کے پاس آیا اور کہنے لگا اے اللہ کے نبی! میں ایک غار پر سے گزرا جس میں پانی اور کھانے پینے کی کچھ چیزیں موجود ہیں، میرے دِل میں خیال آیا کہ میں اس غار میں قیام کروں اور دنیا سے خلوت اختیار کروں۔ حضورؐ نے فرمایا مجھے یہودیت اور عیسائیت کی ترویج کیلئے نہیں بھیجا گیا، بلکہ مجھے تو دینِ حنیف کے ساتھ بھیجا گیا ہے۔ اس ذات کی قسم جس کے قبضے میں محمد کی جان ہے، اللہ کے راستے میں ایک دِن اور ایک رات کا سفر کرنا دنیا و مافیہا سے بہتر ہے۔" (۱۴۲)

یہ بات بھی ثابت ہوتی ہے کہ صوفی عام طور پر راہبوں کے مواعظ اور درسوں میں جاتے تھے، اسے سنتے تھے اور ان کی باتوں کو آگے نقل کرتے تھے۔ یہ باتیں تصوف کی بنیاد ثابت ہوئیں اور صوفی بڑے فخر سے انہیں نقل کرتے ہیں۔

ابراہیم بن ادھم جو اکابر صوفیاء میں سے ہیں، اس بات کو صراحتًا نقل کرتے ہوئے کہتے ہیں "مجھے معرفت کا علم ایک راہب سے ہوا جس کا نام سمعان تھا۔ میں اس کے چرچ میں گیا اور اس سے پوچھا سمعان تم کتنے عرصے سے یہاں پر ہو؟ وہ کہنے لگا ستر برس سے۔ میں نے اس سے پوچھا تم کھاتے کیا ہو؟ وہ کہنے لگا اے حنفی اس سے تمہارا کیا تعلق؟ میں نے کہا میں جاننا چاہتا ہوں، تو وہ کہنے لگا ایک رات میں ایک دانہ۔ میں نے کہا تیرے دِل میں ایسی کون سی آگ بھڑک رہی ہے کہ تجھے کھانے کی فکر نہیں ہوتی اور ایک دانہ ہی تیرے لئے کافی ہوتا ہے۔ اس نے کہا تو اپنے پیچھے دیکھ رہا ہے؟ مین نے کہا ہاں۔ کہنے لگا یہ سب لوگ سال میں ایک دِن میرے پاس آتے ہیں، میرے چرچ کو پاک صاف کرتے ہیں، اس کے گرد طواف کرتے ہیں جس کی وجہ سے میری تعظیم ہوتی ہے اور مجھے عزت وشہرت ملتی ہے۔ اس ایک دِن کی خاطر میں یہ ساری محنت و مشقت کرتا ہوں، ایک گھڑی کی عزت کیلئے میں پورا سال ریاضت کرتا ہوں، اس لئے اے حنفی تجھے تو مجھ سے زیادہ محنت کرنی چاہئے تاکہ اس تھوڑی سی زندگی میں محنت کر کے تو ہمیشہ کی عزت پاسکے۔ اس کی یہ بات سن کر میرے دِل میں معرفت کے سوتے پھوٹنے لگے، اس نے کہا میں تجھے

کچھ اور باتیں بتاؤں؟ میں نے کہا ہاں۔ اس نے کہا چرچ سے باہر چلتے ہیں' جب ہم باہر گئے تو ہمارے سامنے ایک گھڑا سا لایا گیا جس میں بیس کے قریب دانے تھے' اس نے مجھے کہا آؤ اب چرچ میں چلو' جو میں نے تجھے دیا ہے وہ ان سب لوگوں نے دیکھ لیا۔ جب ہم چرچ میں داخل ہوئے تو وہ سارے عیسائی زائرین اکٹھے ہو گئے اور کہنے لگے اے حنفی تجھے ہمارے شیخ نے کیا دیا تھا؟ میں نے کہا اس نے اپنی خوراک میں سے تھوڑا سا حصہ مجھے دیا ہے۔ وہ کہنے لگے تو اس کا کیا کرے گا؟ ہمیں دے دے' ہم اس کے زیادہ حقدار ہیں' جو تو مانگے گا ہم تجھے اس کی قیمت دیں گے۔ میں نے ان سے کہا بیس دینار۔ انہوں نے مجھے فوراً بیس دینار دے دیئے' وہاں سے دوبارہ میں راہب کے پاس آیا' وہ کہنے لگا تم نے بہت بڑا موقع گنوا دیا' خدا کی قسم اگر تم ان سے بیس ہزار دینار کا مطالبہ کرتے تو میرے اس تبرک کی خاطر تمہیں وہ بھی دے دیتے۔ دیکھ اے حنفی' کتنی عزت اور احترام کا مقام ہے جو مجھے دے رہے ہیں' کیا تیرا رب' جس کی تو عبادت کرتا ہے' اس سے زیادہ تجھے عطا نہیں کرے گا؟ اور کیا وہ اس سے زیادہ عبادت کا مستحق نہیں ہے؟'' (۱۴۳)

حضرت صوفی بزرگ ہجویری نے ایک اور صوفی سے نقل کیا ہے کہ وہ کہتے ہیں ''ایک دفعہ میں نے سنا کہ روم میں ایک راہب ہے جو ایک چرچ پر گزشتہ ستر برس سے مقیم ہے' رہبانیت اختیار کئے ہوئے ہیں' میں نے کہا واہ عجیب بات ہے' رہبانیت کی شرط تو چالیس برس کی ہوتی ہے' یہ شخص ستر برس تک کیوں چرچ میں بیٹھا رہا؟ چنانچہ میں اس کی طرف چل پڑا تا کہ اس سے ستر برس تک قیام کی وجہ پوچھ سکوں۔ جب میں اس کے چرچ کے قریب پہنچا تو اس نے چرچ کا دروازہ کھولا اور کہا: اے ابراہیم مجھے پتہ ہے تم کیوں آئے ہو' میں یہاں پر ستر برس سے رہبانیت کی وجہ سے مقیم نہیں ہوں' بلکہ میرے پاس ایک کتا ہے جو بڑا خطرناک اور وحشی ہے' میں یہاں اس کی دیکھ بھال کرتا ہوں اور لوگوں کو اس کے شر سے بچاتا ہوں ورنہ مجھے اتنا عرصہ یہاں قیام کی کیا ضرورت تھی۔ جب میں نے اس کی یہ بات سنی تو میں نے کہا' الٰہ' تو اپنے معاملات میں مختار اور کارساز ہے' چاہے تو ضلالت میں سے انسان کو رہنمائی دے اور اسے سیدھا راستہ دکھا دے۔ وہ کہنے لگا اے ابراہیم: تم لوگوں کے پیچھے کیوں بھاگ رہے ہو' جاؤ اپنے نفس کو اور اپنے آپ کو تلاش

کرو' جب تمہیں اپنا نفس مل جائے تو اس کی نگرانی کرو اور لوگوں کو اس کی تکلیفوں سے بچاؤ۔ اس لئے کہ انسانی خواہشات روزانہ ہمارے سامنے تین سو ساٹھ مختلف رنگوں میں آتی ہیں' ان پر تقدیس کا پردہ پڑا ہوتا ہے اور یہ خواہشات ہمیں گمراہی کی جانب بلاتی ہیں۔" (۱۴۴)

شعرانی نے بعض صوفیاء کے حوالے سے نقل کیا ہے کہ وہ عیسائیوں کی رہبانیت کو درست سمجھتے تھے' ان کا خیال تھا کہ رہبانیت عین حق اور ثواب ہے' چنانچہ انہوں نے حضور کی طرف ایک جھوٹی حدیث منسوب کی ہے کہ حضورؐ نے فرمایا "راہبوں کو چھوڑ دو' وہ جو چاہیں کرتے رہیں۔"

اس سے صوفیاء نے یہ ثابت کیا کہ جس طرح دارالاسلام میں جزیہ دے کر کافروں کو رہنے کی اجازت ہے اور وہ آزادی کے ساتھ اپنے تمام معاملات سرانجام دے سکتے ہیں' اس طرح راہبوں کا یہ عمل بھی درست ہے اور انہیں اس کی اجازت دی جانی چاہئے۔ اس حوالے سے صوفیاء کی منطق یہ ہے کہ یہ بڑا باریک مسئلہ جسے تصوف کے سمندر میں غوطہ خوری کرنے والے ہی سمجھ سکتے ہیں۔ (۱۴۵)

شعرانی نے طبقات کبریٰ میں ابراہیم بن عصیفیر کے حوالے سے نقل کیا ہے" وہ صاحب کشف تھے' ان کے کشف کے حوالے سے بہت سارے واقعات مشہور ہیں' بچپن سے ہی کرامات کا ظہور شروع ہو گیا' کئی بار ایسا ہوا کہ جب وہ شہر میں داخل ہوئے تو وہ لومڑی اور بجو اور اس طرح کے دوسرے جانوروں پر سوار ہو کر آتے' کسی سواری کے بغیر ہی وہ پانی پر چلتے' ان کا پیشاب دودھ کی طرح سفید ہوتا' اس طرح اس سے اور بھی بہت ساری کرامات کا ظہور ہوتا تھا' وہ عام طور پر چرچ میں ہی سوتے تھے کیونکہ اس کا کہنا تھا کہ عیسائی مسلمانوں کی طرح چرچوں میں سے جوتے چوری نہیں کرتے۔ وہ یہ بھی کہتے تھے میرے نزدیک روزے کی حقیقت یہی ہے کہ عیسائیوں کے روزے کی طرح روزے کے دوران بکری کا گوشت نہ کھایا جائے' وہ مسلمان جو روزے کے دوران بکری اور مرغی کا گوشت کھاتے ہیں' میرے نزدیک ان کا روزہ باطل ہے۔" (۱۴۶)

اسی طرح اور بھی بہت ساری کتابیں ہیں جن میں عیسائیوں کی تعریفیں کی گئیں مثلاً اصبہانی نے اپنی کتاب "حلیۃ الاولیاء" میں عبداللہ ابن الفرج کے حوالے سے نقل کیا ہے کہ اس سے کسی

شخص نے پوچھا ''ابومحمد' یہ راہب حکمت کی باتیں کرتے ہیں' حالانکہ ہمارے نزدیک یہ دائرہ اسلام سے خارج اور گمراہی کی زندگی بسر کر رہے ہیں' یہ کیسے ہو سکتا ہے؟ تو اس نے کہا یہ سب کچھ بھوک کی کرامات ہیں۔ جب انسان اپنے آپ کو بھوکا رکھتا ہے تبھی تو وہ حکمت کے اعلیٰ مقامات پر فائز ہوتا ہے۔'' (۱۴۷)

اصبہانی نے ابراہیم بن جنید سے بھی نقل کیا ہے کہ وہ کہتے ہیں ''میں نے یہ اشعار محمد بن حسین البرجلانی کی کتاب کے پشت پر لکھے ہوئے دیکھے

راہبوں کے مواعظ اور ان کی مشقتوں کا ذکر

کافروں سے اچھی باتوں کا ذکر

یہ ایسی باتیں ہیں جن سے ہماری دِل کو شفا ملتی ہے

ہم انہیں سمیٹ لیتے ہیں، اگر چہ یہ کافروں سے ہی کیوں نہ ہوں

اچھائی کے مواعظ انسان کو عبرت دلاتے ہیں

اور اسے قبروں سے مانوس کرتے ہیں

یہ ایسے مواعظ ہیں کہ جب انسان انہیں سنتا ہے

تو دِلوں میں غموں کے دریا موجزن ہو جاتے ہیں اور دِل نرم ہو جاتا ہے'' (۱۴۸)

ابوطالب مکی نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے نقل کیا ہے کہ وہ فرماتے ہیں ''جو اللہ سے محبت کرتا ہے وہ قیام کو پسند کرتا ہے۔'' یہ بھی ان سے منقول ہے کہ انہوں نے ایک دفعہ راہبوں کے ایک ایسے گروہ کو دیکھا کہ وہ کثرت عبادت کی وجہ سے سوکھ کر کانٹا بن گئے تھے، ان سے پوچھا تم کون ہو؟ تو کہنے لگے ہم اللہ کے بندے ہیں۔ ان سے پوچھا گیا تم اللہ کی عبادت کیوں کرتے ہو؟ انہوں نے کہا اللہ نے ہمیں آگ سے ڈرایا' ہم اس سے ڈر گئے تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ اللہ پر یہ حق ہے کہ جس چیز سے تم ڈرتے ہو' اس سے تمہیں محفوظ رکھے۔ حضرت عیسی علیہ السلام اس سے آگے چل پڑے اور ایک اور گروہ کو دیکھا جو اس سے بھی زیادہ اور سخت عبادت کر رہا تھا' ان سے پوچھا تم کیوں اللہ کی عبادت کر رہے ہو؟ وہ کہنے لگے اللہ نے ہمیں جنت کا شوق دلایا

اور اپنے اولیاء کیلئے اس کا وعدہ کیا' اس کی امید میں ہم عبادت کر رہے ہیں' حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا اللہ پر یہ حق ہے کہ تم جو چیز طلب کر رہے ہو وہ تمہیں دے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام آگے چل پڑے تو ایک اور گروہ کو دیکھا' ان سے پوچھا تم کون ہو؟ وہ کہنے لگے ہم اللہ سے محبت کرنے والے ہیں' ہم جہنم کے ڈر سے عبادت کر رہے ہیں نہ ہی جنت کے شوق سے' ہم صرف اللہ کی محبت' اس کی تعظیم کیلئے عبادت کر رہے ہیں۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا اصل میں تم اللہ کے دوست ہو' مجھے بھی تمہارے ساتھ ٹھہرنے کا حکم دیا گیا ہے۔ چنانچہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام ان کے ساتھ ہی ٹھہر گئے۔ ایک اور روایت کے مطابق جو پہلے دو گروہ تھے' ان سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے یہ کہا تھا تم وہ مخلوق ہو جن سے اللہ محبت کرتا ہے' اور تیسرے گروہ سے یہ کہا کہ تم تو اللہ کے مقرب بندے ہو۔" (۱۴۹)

اس بات سے ڈاکٹر عبدالرحمٰن بدوی نتیجہ اخذ کرتے ہوئے کہتے ہیں "اس سے ثابت ہوتا ہے کہ مسلمان صوفی راہبوں کے مواعظ سننے میں کوئی حرج نہیں سمجھتے تھے' ان کی روحانی مشقتوں اور کوششوں کا ذکر بھی کرتے اور ان سے استفادہ بھی کرتے۔ ہمیں مسلمان صوفیوں کی بہت سی کتابوں میں ایسے اقوال ملتے ہیں جس میں انہوں نے عیسائی راہبوں کے محنت و مشقت اور ریاضات و عبادات کی تعریف کی ہے۔" (۱۵۰)

ڈاکٹر بدوی نے اپنی کتاب میں مزید لکھا "مسلمانوں اور عیسائیوں کے درمیان اختلاط اور باہمی ملاقاتیں حیرہ کے علاقے میں ہوئیں جو بلادِ عرب میں آتا ہے۔ اس کے علاوہ کوفہ' دمشق' نجران اور بالخصوص وہ تمام عرب قبائل جن میں اسلام سے پہلے عیسائیت کا دور دورہ تھا مثلاً بنو تغلب' قضاعہ' تنوخ اور اس طرح کے مقامی قبائل ہیں جن میں اسلام آنے کے بعد بھی عیسائیت کے آثار باقی تھے' چنانچہ انہوں نے عیسائیت کے اثرات کو بہت جلدی قبول کیا اور یہ مقام مسلمانوں اور عیسائیوں کے درمیان ملاقات کیلئے اہم ثابت ہوئے۔ ان علاقوں کے بارے میں یہاں تک مشہور ہے کہ یہاں کے صوفی دینی معاملات میں عیسائی راہبوں سے مشورہ لیا کرتے تھے' عبدالواحد بن زید' عتابی اور ابوسلیمان الدارانی نے اس کے حوالے سے بہت سے اقوال نقل کیے ہیں۔" (۱۵۱)

یہی وجہ ہے کہ نیکلسن، فون کریمر اور گولڈ زیہر یہ کہنے پر مجبور ہو گئے "اس مقام پر ہمیں یہ بات نہیں بھولنی چاہئے کہ تصوف کے ابتدائی دور میں اس پر عیسائیت کا بہت زیادہ اثر تھا، ابتدائی زمانے کے صوفی صرف لباس، خاموشی اور بھوک کے حوالے سے ہی عیسائی راہبوں کی تقلید نہیں کرتے تھے بلکہ ہمیں صوفیوں کی بہت سی کتابوں میں اس طرح کے واقعات بھی ملتے ہیں کہ صوفی چرچوں میں جا کر راہبوں کے مواعظ سنتے یا راہبوں کی جانب سے تعمیر کردہ ستونوں پر جاتے اور ان کی بات سنتے، اسی طرح یہ بھی بات سامنے آتی ہے کہ بہت سارے صوفی اس طرح کے بلند و بالا ستون تعمیر کر کے اپنے متبعین کو وعظ و نصیحت کرتے تھے۔ یہ سارے امور اس بات پر دلیل قطعی ہیں کہ زاہدوں کا یہ مسلک درحقیقت یہودیت اور عیسائیت کی تعلیمات سے مستفاد ہے، اسی طرح تورات اور انجیل کی بہت سی آیات ایسی ہیں جنہیں مسلمان صوفیوں نے نقل کیا۔ انجیل میں مذکور واقعات جنہیں عیسائی راہب بیان کرتے تھے، ایک وقت ایسا بھی آیا کہ مسلمان صوفیوں ان کو نقل کرنے لگے۔ اسی طرح کا ایک مجموعہ ہے جسے اسرائیلیات کہا جاتا ہے، جس کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ اسے وہب بن مربہ التوفی 628ء نے جمع کیا تھا۔ عیسائیوں سے ہی کچھ واقعات نقل کر کے الثعالبی التوفی 1036ء نے کتاب لکھی جس کا نام اس نے "قصص الانبیا" رکھا۔ یہ کتاب اب بھی موجود ہے۔ (۱۵۲)

جہاں تک ان اصطلاحات کا تعلق ہے جو صوفیوں کے ہاں رائج ہے، جنہیں وہ نقل کرتے ہیں اور گاہے بگاہے اس کا استعمال کرتے رہتے ہیں، انہیں پڑھ کر یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ یہ اصطلاحات اسلام اور عربی زبان میں اجنبی ہیں، عربی زبان میں ہمیں ان کا کوئی ماخذ نہیں ملتا بلکہ ان کے حروف اور الفاظ اس بات پر دال ہیں کہ یہ الفاظ عیسائیت سے لئے گئے اور ان کا معنی بھی عیسائی مذہب میں ہی رائج ہے مثلاً "ناموس، رحموت، رہبوت، لاہوت، جبروت، ربانی، روحانی، نفسانی، جسمانی، شعشعانی، وحدانیہ، فردانیہ، رہبانیہ، عبودیہ، ربوبیہ، الوھیہ، کیفوفیہ وغیرہ وغیرہ۔" (۱۵۳)

یہ بات قابل ذکر ہے بلکہ قابل دید ہے کہ جو شخص تصوف کی طرفداری کرتے ہوئے اسے عیسائیت اور رہبانیت سے علیحدہ ایک مسلک قرار دیتا ہے وہ بھی بالآخر یہ ماننے پر مجبور ہو جاتا ہے

کہ بہر حال تصوف کے مصادر میں سے ایک اہم مصدر عیسائیت ہے اور یہ کہ تصوف نے بہت سے مقامات پر عیسائیت سے استفادہ کیا۔ اگرچہ اس کے ساتھ ساتھ وہ اس بات پر بھی اصرار کرتے ہیں کہ تصوف ایک اسلامی چیز ہے' حالانکہ ان کی ان دونوں باتوں میں تعارض اور تناقض ہے۔ جس کا وہ انکار کرتے ہیں' اگلے ہی الفاظ میں اسے ثابت کرتے ہیں' اور جسے وہ ثابت کرتے ہیں چند سطروں بعد ہی اس کا انکار کر دیتے ہیں۔ جس سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کے ہاں فکری گہرائی اور گیرائی نہیں ہے۔ یہ فکری تہی دامنی ہی ہے کہ وہ تصوف کا دفاع کرنے سے عاجز ہیں' ان کے پاس ایسا کوئی حیلہ نہیں جس سے وہ تصوف اور عیسائیت کو علیحدہ علیحدہ ثابت کر سکیں۔ ایک ہی وقت میں وہ اس کے حوالے سے اقرار بھی کرتے ہیں اور انکار بھی کرتے ہیں۔

ایک مشہور محقق عیسائیت کو مصادر تصوف میں سے ایک ہونے سے انکار کرتے ہوئے کہتا ہے "بحث صرف یہ نہیں کہ تصوف کے مصادر فارسی اور ہندی ہیں' بلکہ بعض محققین تو یہاں تک کہتے ہیں کہ اس کے اور بھی بہت سارے روحانی مصادر ہیں جن میں سے وہ عیسائیت کا ذکر بھی کرتے ہیں۔ اپنے مؤقف کو ثابت کرنے کیلئے یہ لوگ کہتے ہیں جاہلیت اور اسلام دونوں ادوار میں عرب اور عیسائیوں کے درمیان قریبی تعلق رہا اور ان کے درمیان تحائف کا تبادلہ بھی ہوتا رہا۔ عیسائیوں اور صوفیوں کی تعلیمات اور ان کے مواعظ ریاضت' خلوت اور عبادت میں بھی بہت حد تک مماثلت ہے۔ صوفی بھی عیسیٰ علیہ السلام کے اقوال' راہبوں کے احوال' ان کی عبادات اور لباس والے طریقے اپناتے ہیں۔

اس بات کی تائید فون کریمر' گولڈ زیہر' نیکلسن' آسین' اور اس کے دیگر مستشرقین کرتے ہیں۔

فون کریمر کا خیال ہے کہ اسلامی تصوف اور صوفیوں کے مشہور اقوام دراصل زمانہ جاہلیت کے اثرات ہیں۔ عرب میں زمانہ جاہلیت کے دوران عیسائیوں کا فکری غلبہ تھا۔ اگرچہ اسلام نے آ کر ان کی فکر اور سوچ کو ختم کر دیا مگر حقیقت یہ ہے کہ عیسائیت کے بیج اور ان کی جڑیں قائم رہیں۔ جوں جوں مسلمان اسلام سے دُور ہوتے گئے' یہ بیج اور جڑیں پختہ ہوتی گئیں اور آہستہ آہستہ انہوں

نے ایک تناور درخت کی شکل اختیار کر لی۔ اسلام سے قبل بہت سے عرب زمانہ جاہلیت میں عیسائی ہوتے تھے اور ان عیسائیوں میں سے بہت سے راہب ہوتے تھے۔

گولڈ زیہر کہتا ہے ''عیسائیت جس فقر او زہد کی بات کرتی ہے اور جس طرح وہ فقر کو غنیٰ پر ترجیح دیتی ہے' اس طرح احادیثِ نبویہ میں بھی کچھ اقوال ملتے ہیں جس سے معلوم یہ ہوتا ہے کہ احادیث نبویہ میں بھی اس عیسائی فکر سے استفادہ کیا گیا ہے۔ فقر اور دنیاوی زندگی سے فرار'' دراصل عیسائیت کے خیال ہیں۔ نیکلسن اس پر اضافہ کرتے ہوئے کہتا ہے کہ صوفیوں کے ہاں خاموشی اور ذکر کے جو اصول ہیں وہ عیسائیت سے لئے گئے ہیں۔

یہ ساری بحث تو تصوف کے بارے میں زہد' عبادت' ریاضت اور لباس کے حوالے سے تھی۔ جہاں تک تصوف کے روحانی اور فلسفیانہ ماخذ کا تعلق ہے' تو اس کے بارے میں بھی بہت سے اقوال ہیں۔ ایک گروہ وہ ہے جو عیسائیت کو ہی تصوف کا فکری ماخذ سمجھتا ہے۔ بلکہ بعض تو یہاں تک کہتے ہیں کہ صوفیوں نے فلسفہ عیسائیت سے ہی لیا۔ غالباً اس کی وجہ یہ رہی ہوگی کہ تصوف اور عیسائیت کے بنیادی اصول' مسلک' لباس' عبادات' اقوال اور آثر میں کوئی فرق نہیں ہے۔ جب ہم ان متشابہات اور مشترکات پر نظر ڈالتے ہیں تو معلوم ہوتا ہے کہ تصوف کا بنیاد تو ہے ہی عیسائیت۔ یہ بات درست بھی ہے کیونکہ عرب اپنے ابتدائی دور میں راہبوں کی طرف میلان رکھتے تھے' ان کی طرح چرچ بناتے تھے۔ حنظلہ الطائی کے بارے میں منقول ہے کہ اس نے اپنی قوم کو چھوڑ کر رہبانیت اختیار کر لی تھی۔ دیائے فرات کے کنارے پر اس نے چرچ تعمیر کیا اور موت تک وہیں رہا۔ قس بن ساعدہ کے بارے میں بھی یہی منقول ہے کہ وہ بھی فقر والی زندگی اختیار کرتا' دنیاوی عیش وعشرت سے اجتناب کرتا تھا' انتہائی کم کھانا کھاتا تھا اور جنگلوں میں رہنے کو پسند کرتا تھا۔ اسی طرح امیہ بن ابی کے بارے میں بھی منقول ہے۔ اب یہی قس اور امیہ ہیں جنھوں نے اشعار کہے' ان کے مشہور دیوان ہیں اور ان دیوانوں میں ہمیں واضح طور پر مذہبی جھلک نظر آتی ہے۔ اپنے اشعار کے ذریعے وہ زہد کی تعریف کرتے ہیں' اسے اختیار کرنے کی ترغیب دیتے ہیں۔ عرب چونکہ اشعار سے بہت زیادہ متاثر ہوتے تھے اور قس اور امیہ کے اشعار تو ویسے بھی ان کے ہاں مشہور تھے' اس لئے

عربوں میں عیسائی افکار پھیلانے میں قس اور امیہ کا بہت بڑا ہاتھ ہے۔ میلوں ٹھیلوں کا بھی عرب کی معاشرت میں بہت بڑا کردار تھا۔ مختلف مقامات پر بڑے بڑے میلے اور بازار لگتے تھے اور دُور دراز قبائل کے لوگ بھی ان میلوں میں شریک ہوتے تھے۔ یہ میلے جہاں کاروباری اعتبار سے انتہائی مفید ہوتے تھے وہاں عرب اپنے معاشرتی اصول اور مقامی معاملات بھی ان میلوں کے مواقع پر ہی حل کرتے تھے۔ ان میلوں میں عرب راہب بھی آتے تھے اور چلتے پھرتے اپنے مذہب کی تبلیغ کرتے تھے۔ وعظ کہتے تھے' لوگوں کو جنت جہنم اور حساب کتاب بارے بتاتے تھے۔

بہر حال ان کی تعلیمات جس طریقے سے بھی عرب کے اندر داخل ہوئیں' یہ حقیقت ہے کہ جاہلیت کے زمانے میں عربوں نے ان سے بہت زیادہ اثر لیا اور عیسائیت ہی کچھ عرصے کے بعد تصوف کی بنیاد بنی۔

یہاں ایک اہم سوال پیدا ہوتا ہے کہ ہر محقق اور مفکر عیسائیوں اور صوفیوں کے درمیان مناسبت پیدا کرنے کی اور ان کے درمیان متفقہ امور تلاش کرنے کی کوشش کیوں کرتا ہے؟ وہ یہ کیوں نہیں کہتا کہ تصوف زمانہ جاہلیت کے معاشرت سے لگا کھاتا تھا' اس لئے عربوں نے اسے اختیار کیا' اس لئے کہ زمانہ جاہلیت میں بھی اسی طرح کی عزلت اور خلوت نشینی کا رواج تھا' اس زمانے میں بھی عیش و آسائشیں نہ تھیں' کھانے کو بہت کم ملتا تھا۔ اس حوالے سے یہ کہا جاسکتا تھا کہ تصوف جاہلیت کے ابتدائی دور کا ثمرہ ہے۔ اور تصوف اس مشکل و آسائش سے دُور زندگی کا ہی تسلسل ہے جسے عرب جاہلیت کے زمانے میں گزارتے تھے۔ اس زمانے میں بھی اہل عرب توہم پرستی کا شکار تھے' انہوں نے اپنے اپنے خدا بنائے ہوئے تھے اور ان سے خیر و شر کے معاملے میں رجوع کرتے تھے۔ یہ بھی تو کہا جاسکتا تھا کہ اسلام کی روح دراصل زمانہ جاہلیت کے وہ نیک اور صالح اعمال ہیں' مثلاً وہ اس زمانے میں بیت اللہ کی خدمت کرنے میں مشہور تھے۔ اگر کوئی شخص اس طرح کے اعتراض کرے کہ تو اس کے جواب میں یہ کہا جاسکتا ہے کہ زمانہ جاہلیت میں بھی جو زہد اور فقر پایا جاتا تھا وہ بھی دراصل عیسائیت سے ہی آیا تھا۔ عیسائیت ہی اس کا منبع اور ماخذ تھی۔ عرب اپنی ذات اور ماحول کے اعتبار سے اس کی طرح باتوں کے قائل نہیں تھے' کیونکہ ان کا قبائلی

ڈھانچہ اتحاد اور جمعیت کا متقاضی تھا۔ لہٰذا بات پھر وہیں آتی ہے' اصل عیسائیت تھی۔

جب ہم صوفی نظریات کا مطالعہ کرتے ہیں تو اللہ تعالیٰ سے محبت کیلئے' ہمیں ایسے الفاظ ملتے ہیں جو عیسائیت کے ہیں' مثلاً لاہوت اور ناسوت کا لفظ ہے۔ عام طور پر کہا جاتا ہے کہ لاہوت نے ناسوت میں حلول کیا' یعنی خدا جو لاہوت ہے اس نے مسیح علیہ السلام جو ناسوت ہے' اس میں حلول کیا۔ جب کوئی صوفی تصوف کے اعلیٰ مقام پر فائز ہو جاتا ہے تو اس کیلئے اس طرح کا لفظ بولا جاتا ہے کہ لاہوت نے ناسوت میں حلول کیا ہے۔ اسی طرح لفظ کلمہ ہے جو عیسائی مذہب میں اللہ اور مخلوق کے درمیان ایک واسطہ ہے۔ بعض صوفی اسے حقیقت محمدیہ قرار دیتے ہیں کہ وہ اللہ پاک کی سب سے پہلی مخلوق تھے' یا وہ کہتے ہیں کہ ذاتِ الٰہی کیلئے سب سے پہلے یہ لفظ متعین ہوا اور باقی تمام مخلوقات اسی لفظ سے روحانی اور مادی اعتبار سے پیدا ہوئے۔ یہ خیالات مسلمانوں میں اس وقت ہی پیدا ہوئے جب ان کا عیسائیوں کے ساتھ اختلاط ہوا' عیسائیوں کے ساتھ ان کے بحث و مباحثہ اور مناظرے ہوئے۔ یہ بات کسی حد تک فطری بھی ہے کہ ان بحث مباحثے کے نتیجے میں عیسائیوں کے عقائد مسلمانوں میں پھیل گئے اور انہیں اسلام کے قلعے میں شگاف ڈالنے کا موقع مل گیا۔ صوفی حضرات محبت الٰہی میں اس حد تک غلو کرنے لگے کہ انہوں نے رب اور عبد کو جسدِ واحد قرار دے دیا اور کہنے لگے کہ رب نے عبد میں حلول کر لیا۔

مسلمانوں اور عیسائیوں کے درمیان ہونے والے حوار اور گفتگو کا نتیجہ یہ نکلا کہ عیسائیوں کو مسلمانوں کے قریب آنے کا موقع ملا اور انہوں نے مسلمان معاشرے میں اثر و نفوذ حاصل کیا۔" (۱۵۴)

ڈاکٹر تفتازانی اس بات پر رد کرتے ہیں کہ تصوف کا ماخذ عیسائیت ہے۔ وہ مشہور مستشرقین کی بات کا رد کرتے ہوئے کہتے ہیں "اس سے کوئی شخص انکار نہیں کر سکتا کہ صوفیوں کے بعض فلسفے عیسائیوں سے اخذ کئے گئے ہیں' جیسا کہ حلاج' کہ اس نے بہت سی عیسائی اصطلاحات استعمال کیں' مثلاً کلمہ' لاہوت' ناسوت وغیرہ۔ لیکن یہ چیزیں بہت بعد میں آئیں' اس طرح کے خیالات کا ظہور تیسری صدی ہجری کے آخر میں ہوا۔ حالانکہ اس سے پہلے بھی دو صدیوں میں صوفی موجود

تھے، اس لئے قرین قیاس اور علمی انصاف یہ ہے کہ یہ کہا جائے کہ صوفی علمی اور عملی اعتبار سے اسلامی تعلیمات پر عمل کرتے ہیں، ہاں یہ ہے کہ وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ ان میں بہت سی چیزیں، عیسائی تعلیمات داخل ہوگئیں جس کی وجہ سے بعض مستشرقین کو یہ غلط فہمی ہوئی کہ صوفیوں کا ماخذ ہی عیسائیت ہے۔" (١٥٥)

تو یہ ساری گفتگو کا خلاصہ ہے۔ ہم توقع کرتے ہیں کہ قارئین اسے پڑھ کر نتائج تک پہنچ جائیں گے۔ کیونکہ ہم نے اس میں بڑا واضح اور سادہ انداز اپنایا ہے۔

ہندو اور فارسی مذاہب

جہاں تک تصوف کی تعلیمات اور اس کے فلسفے کا تعلق ہے' اس کے اوراد اور اذکار' معرفت کے حصول کے طریقے' فنا حاصل کرنے کا طریقہ' بنیادی طور پر یہ ہندو اور زرتشتی مذہب کا نچوڑ ہے اور اس سے کوئی شخص انکار بھی نہیں کر سکتا۔ اس امر میں شک وشبہ کی کوئی گنجائش نہیں ہے بلکہ تصوف پر تحقیق کرنے والے مستشرقین اور مسلمان محققین اس حقیقت کا عام طور پر اعتراف کرتے ہیں' حتیٰ کہ صوفی بھی اس ظاہری حقیقت کا اعتراف کرتے ہیں۔

استاذ ابوالعلاء العفیفی مستشرقین کی اسلامی تحقیقات پر بحث کرتے ہوئے کہتے ہیں ''رچرڈ ہارٹمین اور مارکس ہارٹن کا ایک ہی خیال ہے' وہ یہ کہتے ہیں کہ تصوف اصل میں ہندو سوچ کا پرتو ہے۔ ہارٹن نے اس بات کو ثابت کرنے کیلئے جتنا زور لگایا ہے' شاید ہی کسی اور نے لگایا ہو۔ اس نے 1927ء اور 1928ء میں دو مقالے لکھے' جس میں اس بات کو ثابت کیا۔ اس نے حلاج بسطامی اور جنید کے احوال و واقعات نقل کرنے کے بعد یہ نتیجہ اخذ کیا کہ تیسری صدی ہجری میں تصوف کا جب ظہور ہوا تو وہ بہت حد تک ہندو افکار اور سوچ سے ملتا جلتا تھا۔ حلاج کے حالات زندگی کا مطالعہ کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ اس پر ہندو جوگیوں کی سوچ کا بہت زیادہ اثر تھا۔ دوسرے مقالے میں وہ یہ ثابت کرتا ہے کہ عام طور پر صوفی جن اصطلاحات کو استعمال کرتے ہیں' وہ فارسی اور ہندی زبان سے ماخوذ ہیں۔ آخر میں وہ یہ نتیجہ نکالتا ہے کہ تصوف ہندوازم کا دوسرا نام ہے۔ ہارٹمین اپنی تحقیق کا دائرہ مزید وسیع کرتے ہوئے صوفیوں کی زندگی کا مطالعہ کرتا ہے' ان کے قدیم ثقافتی مراکز کا حوالہ دیتا ہے جو مختلف ممالک میں پھیلے ہوئے تھے' تاہم وہ صوفیوں کی اصطلاحات پر توجہ نہیں دیتا' جس طرح ہارٹن نے کیا۔

ہارٹمین کا ایک مقالہ 1916ء میں چھپا' جس میں اس نے اس موضوع پر بحث کرتے ہوئے یہ ثابت کیا کہ اسلامی تصوف دراصل ہندی فلسفے کا سایہ ہے' اس کے علاوہ اس میں یہودیت' عیسائیت اور جدید افلاطونی افکار بھی شامل ہیں۔ ہارٹمین کا خیال ہے کہ جس شخص نے ان

تمام افکار کو تصوف میں شامل کیا وہ ابوقاسم الجنید البغدادی المتوفی 297ھ ہے۔ لہٰذا جنید بغدادی پر بہت زیادہ تحقیق کرنے کی ضرورت ہے۔ مزید وہ کہتا ہے تصوف کو غیر اسلامی اور ہندو الاصل ثابت کرنے کیلئے ہمارے پاس بہت سے دلائل ہیں:

1- صوفیوں کے تمام بڑے بڑے رہنما اور تصوف کی بنیاد رکھنے والے غیر عربی تھے جیسے ابراہیم بن ادھم، شقیق البلخی، ابویزید البسطامی، یحییٰ بن معاذ الرازی وغیرہ۔

2- تصوف کا ظہور سب سے پہلے خراسان سے ہوا۔

3- اسلام سے قبل ترکستان ایک ایسا مقام تھا جو بہت ساری ثقافتوں اور معاشرتوں کا مجموعہ تھا۔ اس میں جہاں مشرقی رجحان اور ثقافتیں ملتی ہیں، وہاں مغرب کے خیالات اور ان کے فلسفے بھی رائج ہیں۔ وہاں کے لوگ جب اسلام میں داخل ہوئے تو انہوں نے اسلامی تعلیمات اپنانے کے ساتھ وہاں رائج مشرقی اور مغربی فلسفوں کو بھی اس میں شامل کیا۔

4- مسلمان بذاتِ خود ہندو اثر و نفوذ کا اعتراف کرتے ہیں۔

5- زہد کا اسلامی تصور اپنی بنیاد کے اعتبار سے ہندوانہ ہے۔ تسلیم و رضا ہندو الاصل فکر ہے۔ سیاحت کرنا، جنگلوں کا رُخ کرنا یہ دونوں ہندوؤں کی عادات ہیں۔" (۱۵۶)

اس کے بعد استاد عفیفی ہارٹمین کے حوالے سے لکھتا ہے "مسئلہ اس سے بھی زیادہ پیچیدہ ہے، خراسان اور نیشاپور کے مشائخ اور صوفیوں کے بڑے رہنماؤں کی زندگی کا مطالعہ کرنے سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے، اگرچہ ان پر کسی حد تک اسلامی تعلیمات کا بھی اثر ہے، اس کے باوجود ان پر کچھ تلمیع، تصوف کے کچھ دوسرے مراکز یعنی عراق اور شام کی بھی ہے۔ بعض معاملات ایسے ہیں جنہیں اسلامی اعتبار سے درست نہیں قرار دیا جا سکتا مگر ان کا ماخذ عراق اور شام کے افکار ہیں، جو بعد میں صوفیوں کی تعلیمات میں شامل ہو گئے۔" (۱۵۷)

استاد عفیفی اس مقالے میں کئی مستشرقین کا حوالہ دیتا ہے جنہوں نے تصوف پر بحث کرتے ہوئے تقریباً وہی نتیجہ اخذ کیا جو ہارٹمین اور ہارٹن نے کیا ہے۔

البیرونی نے سب سے زیادہ اس معاملے پر بحث کی، انھوں نے مستشرقین اور دیگر محققین

سے قبل ہندوازم اور تصوف کے درمیان قریبی تعلق بیان کیا۔

البیرونی اپنی مشہور کتاب "تحقیق ماللھند من مقولۃ مقبولۃ فی العقل اومرذولۃ" میں لکھتے ہیں "ہندوؤں اور صوفیوں کے درمیان مشترک عقائد کا اگر جائزہ لیا جائے تو ان کا خلاصہ تین چیزوں میں نکلتا ہے:

1-ارواح۔2-دنیا سے فرار۔3- مختلف مقامات کو آپس میں خلط ملط کرنا (۱۵۸)

کوئی بھی قاری صوفیوں کی کتب کو پڑھ کر اور ان کی ریاضتوں اور مجاہدوں کا مشاہدہ کر کے ہندوؤں اور صوفیوں کے درمیان عظیم مشابہت کو سمجھ سکتا ہے، بالخصوص اپنے آپ کو اذیت دینا، مشقتیں برداشت کرنا، بھوک، سانس روکنے کی مشق کرنا، شہوتیں ختم کرنے کی کوشش کرنا، گھر اور بیوی بچوں سے فرار اختیار کرنا، بیابانوں میں بیٹھنا، شیخ کے تصور کا مراقبہ کرنا، ذکر کے طریقے اور اس طرح کی اور بہت سی عادات اور رسوم ہیں جن میں صوفیوں اور ہندوؤں کے درمیان مشابہت کو سمجھ سکتا ہے۔ یہ بات بھی واضح ہو جاتی ہے کہ ان سارے افعال واعمال میں اسلام کا دُور دُور تک کوئی واسطہ نہیں ہے۔ جو تصوف کا جھنڈا اٹھاتے ہیں ان کے پاس اپنے اس عمل کیلئے شریعت کے مآخذ سے کوئی دلیل نہیں۔ یہاں ہم چند عبارات کو نقل کرتے ہیں جس سے ہماری اس بات کی وضاحت میں مدد ملے گی۔

سید الطائفہ جنید بغدادی جن کے بارے میں ابوالعباس عطاء کہتا ہے "علم میں ہمارے امام، مقتدا اور رہنما۔" (۱۵۹) جن کے بارے میں یہ بھی کہا جاتا ہے "تصوف کے تین امام ہیں، چوتھا کوئی نہیں۔ جنید بغدادی، ابوعبداللہ شامی اور ابوعثمان نیشاپوری۔" (۱۶۰)

نیکلسن نے جامی کے حوالے سے نقل کیا ہے کہ وہ کہتا ہے "جنید وہ سب سے پہلے شخص ہیں جنہوں نے تصوف کے معنی کو واضح کیا، کتابوں کی تشریح کی، وہ مخصوص مقامات پر تصوف کی تعلیمات دیتے تھے۔" (۱۶۱)

یہ تینوں اقوال سید الطائفہ جنید بغدادی کے مقام کو بیان کرنے کیلئے کافی ہیں۔ ہم جنید بغدادی سے ابتدا کرتے ہیں، وہ کہتے ہیں "تصوف قیل وقال سے نہیں آتا بلکہ یہ بھوک، ترک دنیا

اور اچھی اور مرغوب چیزوں سے دور رہنے سے آتا ہے۔" (۱۶۲)

ابو یزید بسطامی سے سوال کیا گیا "آپ کو معرفت کیسے حاصل ہوئی؟" تو انھوں نے کہا "بھوکے پیٹ اور ننگے بدن کے ساتھ۔" (۱۶۳)

طوسی نے یحیٰی بن معاذ سے نقل کیا کہ وہ کہتا ہے "اگر مجھے یہ پتہ چلے کہ بھوک بازاروں میں بک رہی ہے تو میں اپنے آخرت کے تمام طالبعلموں سے یہی کہوں گا کہ وہ بازاروں میں جائیں اور اس کے علاوہ اور کوئی چیز نہ خریدیں۔" (۱۶۴)

نفزی الرندی المتوفی 792ھ حاتم الاصم سے نقل کرتے ہیں کہ اس نے کہا "جو ہمارے مذہب میں شامل ہوا اسے چاہئے کہ وہ چار قسم کی موت اپنے لئے پسند کرلے' سرخ موت' سیاہ موت' سفید موت اور سبز موت۔ سفید موت بھوک ہے' سیاہ موت لوگوں کو تکلیف دینے سے باز آنا' سرخ موت نفس کی مخالفت اور سبز موت دنیاوی آسائش اور آرائشوں کو چھوڑنا ہے۔" (۱۶۵)

سلمی سے بھی منقول ہے کہ اس نے کہا "ہر صبح شیطان مجھ سے کہتا ہے "تو کیا کھائے گا؟ تو کیا پہنے گا؟ تو کہاں رہے گا؟ تو میں اس سے کہتا ہوں میں موت کھاؤں گا' کفن پہنوں گا اور قبر میں رہوں گا۔" (۱۶۶)

شعرانی نے اپنے طبقات میں ابو محمد عبداللہ الخراز سے نقل کیا ہے کہ وہ کہتے ہیں "بھوک زاہدوں کا کھانا ہے۔" (۱۶۷)

غزالی نے سہل بن عبداللہ التستری سے نقل کیا ہے' وہ کہتے ہیں "ابدال چار خصوصیات کی بنا پر ابدال رہے' پیٹ کو خالی رکھنے' راتوں کو بیدار ہونے' خاموشی اختیار کرنے اور خلوت کو پسندیدہ سمجھنے کی وجہ سے۔" (۱۶۸)

اس کے بعد غزالی اپنی کتاب "احیاء العلوم" میں حضورؐ کی طرف ایک جھوٹی حدیث کی نسبت کرتے ہیں جس میں حضورؐ نے بھوک کی فضیلت بیان کی۔ (۱۶۹)

یہ بات قابل ذکر ہے کہ ان تمام روایات کے حوالے سے کئی محققین نے یہ نقل کیا ہے کہ ان روایتوں کی کوئی اصل نہیں ہے۔ (۱۷۰)

عمادالدین الاموی، عیسیٰ علیہ السلام کے حوالے سے نقل کرتا ہے کہ وہ کہتے ہیں "بھوکوں اور پیاسوں کیلئے خوشخبری ہو کہ وہ اللہ کا دیدار کریں گے۔" (۱۷۱)

سہروردی کہتے ہیں "مشائخ کا اس بات پر اتفاق ہے کہ تصوف کی بنیاد چار چیزوں پر ہے، قلت طعام، قلت نوم، قلت کلام، اور اعتزال عن الناس۔" (۱۷۲)

اس کے بعد سہروردی بھوک پر قابو پانے کے طریقے بتاتے ہیں، یہ طریقے تقریباً وہی ہیں جنہیں ہندو بیان کرتے ہیں، ہو بہو انہی طریقوں کو سہروردی نقل کرتے ہوئے کہتے ہیں "مشائخ کا اس بات پر اتفاق ہے کہ تصوف کی بنیاد چار چیزوں پر ہے، قلت طعام، قلت نوم، قلت کلام، اور اعتزال عن الناس۔ بھوک کے دو وقت ہوتے ہیں، چوبیں گھنٹے کے بعد ایک بھوک، اس وقت سالک کو چاہئے کہ وہ ایک اوقیہ کھانا کھالے، بہتر یہ ہے کہ رات کے آخری حصے میں کھائے یا اوقیہ کو بھی دو حصوں میں تقسیم کر دے، بھوک کا دوسرا وقت 72 گھنٹوں کے بعد ہے جس میں دو راتوں کا روزہ ہو اور تیسری رات افطار ہو۔ ہر دِن وہ رطل کا تہائی حصہ کھائے۔ ان دونوں اوقات کے درمیان ایک وقت یہ ہے کہ وہ ہر دو راتوں کے درمیان ایک رات افطار کرے، ایک دِن اور ایک رات کے بعد آدھا رطل کھانا کھائے۔ یہ تو اس وقت ہے جب اسے اتنا ہی کھانا اکتفا کرے اور اس کھانے کی وجہ سے اس کے ذکر اور دیگر معاملات میں خلل نہ پڑے۔ اگر ذِکر میں خلل پڑ رہا ہو تو وہ ہر رات افطار کرلے اور دو وقتوں میں ایک رطل کھانا کھائے اور اگر زیادہ مطالبہ ہو تو ایک وقت میں ایک رطل کھائے۔ اس لئے کہ انسان کا نفس جب دو راتوں کے بعد ایک رات افطار کرے گا، پھر اسے ہر رات کی افطار پر لایا جائے تو وہ آنے کو آمادہ ہوتا ہے، لیکن اس کا عکس ممکن نہیں ہے کہ پہلے نفس کو ہر رات افطار کی عادت ڈالی جائے اور پھر دو راتوں کے بعد افطار کی طرف توجہ کی جائے تو مطلوبہ نتائج حاصل نہیں ہوں گے۔ افطار کے ساتھ انسان کا نفس شہوات اور لذات کا عادی ہو جاتا ہے۔ نفس کا معاملہ تمہارے ہاتھ میں ہے، جب تم چاہو گے وہ کھانے پر آمادہ ہوگا، جب تم چاہو گے وہ قناعت کرے گا۔ بعض صوفی تو ایسے بھی گزرے ہیں جو نفس کو کم سے کم خوراک دیتے تھے، بعض صالحین ایسے بھی تھے جو کھجور کی گٹھلی پر گزارہ کرتے تھے، ابتدا میں بہت سی گٹھلیاں کھاتے اور آہستہ

آہستہ اس کو کم کرتے جاتے۔ بعض ایسے بھی تھے جو سبز ٹہنیاں کھاتے تھے اور ہر رات اس میں کمی کرتے جاتے تھے۔ بعض ایسے بھی تھے جو ہر رات روٹی کے ساتویں حصے کے چار حصے کرتے اور ایک ایک چوتھائی کم کرتے جاتے' یہاں تک کہ ایک مہینے میں ایک روٹی ختم ہو جاتی۔ بعض ان میں ایسے بھی تھے جو اپنے نفس کو بہلاتے رہتے تھے اور کھانے سے اجتناب کرتے تھے' یہاں تک کہ کئی راتیں گزر جاتیں۔ ان میں سے بعض لوگ ایسے بھی ہیں جنہوں نے سات دِن' دس دِن' پندرہ دِن بلکہ چالیس دِن تک اسی طرح گزارا کیا۔

سہل بن عبداللہ سے کہا گیا کہ یہ شخص جو چالیس دِن تک کچھ نہیں کھاتا' تو اس کی بھوک کہاں چلی جاتی ہے؟ تو اس نے کہا اس بھوک کی آگ کو نور بجھا دیتا ہے۔'' (۱۷۳)

تصوف میں ایک مشہور انداز برہنہ پھرنے کا بھی ہے۔ برہنہ پھرنا بھی بدھ ازم سے لیا گیا۔ بدھا اور ہندو بھکشیوں کی تصاویر عام طور پر دیکھنے میں آتی ہیں جو برہنہ ہوتے ہیں اور کپڑے کے طور پر صرف چند چیتھڑے ہی ان کے جسم پر ہوتے ہیں۔ ظاہر بات ہے کہ یہ انتہائی قبیح اور برا انداز ہے مگر صوفی اس لباس کو اپناتے ہوئے فخر محسوس کرتے ہیں۔ بدھ ازم کے علاوہ جین ازم کے پیروکار تو اسے آسمانی لباس کہتے ہیں اور فخر سے بتاتے ہیں کہ انہیں آسمان نے اپنے وسیع آغوش میں لیا ہوا ہے۔ وہ کہتے ہیں کامل اور صاحبِ معرفت کسی چیز کا سہارا نہیں لیتا۔ جو شخص دنیا میں کسی چیز کا مالک ہو' اگرچہ سترِ عورت کیلئے ایک کپڑا ہی کیوں نہ ہو' تو وہ نجات حاصل نہیں کرسکتا۔'' (۱۷۴) بہت سے صوفی جنہیں مجذوب کہا جاتا ہے' وہ بالکل برہنگی اختیار کرتے ہیں' بازاروں میں پھرتے ہیں اور خانقاہوں میں بھی مادرزاد برہنگی کی حالت میں بیٹھے ہوتے ہیں۔ صوفیوں نے اس طرح کے برہنہ اور ننگ دھڑنگ لوگوں کی بڑی تعریفیں کیں' انہیں قطب زمان اور امام عصر تک کہا' اس حوالے سے چند اقوال ہم یہاں بیان کرنا چاہیں گے۔

شعرانی اپنی طبقات میں کہتا ہے'' شیخ ابراہیم جو ہمیشہ برہنہ رہتے تھے' جب بھی کسی شہر میں داخل ہوتے تو ہر بڑے چھوٹے کو اس کا نام لے کر سلام کرتے' گویا کہ وہ انہی کے درمیان پلے بڑھے ہیں' برہنہ ہی صبر پر بیٹھ کر خطبے دیا کرتے تھے۔'' (۱۷۵)

گھر بار اور بچوں کو چھوڑنا' غاروں اور پہاڑوں کی پناہ حاصل کرنا' جنگلوں اور صحراؤں کا راستہ ماپنا' سانپوں' اژدھاؤں کے درمیان ٹھہرنا' یہ سب چیزیں ہندو جوگیوں اور بکھشوؤں کی خاصیات تھیں مگر صوفیوں میں بھی یہ سب چیزیں منقول ہیں۔

شروع میں ہم نے ابراہیم بن ادھم کا قصہ نقل کیا ہے' جنہوں نے گھر بار اور بچوں کو چھوڑا تھا' اس کی زندگی بدھا کی زندگی سے بہت زیادہ ملتی جلتی ہے۔ اس کے علاوہ بھی بہت سے ایسے دلائل اور اقوال ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ صوفی گھر بار چھوڑنے اور پہاڑ گزینی کو اختیار کرتے تھے۔ کچھ کا تو ہم نے ذکر کیا ہے اور کچھ کو انشاء اللہ دوسری کتاب میں ذکر کریں گے۔ ہم یہاں کچھ ایسی چیزوں کو بیان کرنا چاہیں گے جو ہندو فلسفے سے ماخوذ ہیں مثلاً مال ترک کرنا اور گھر بار چھوڑنا' اتنا کھانا جس سے زندگی بچے' لوگوں کے سامنے دستِ سوال دراز کرنا اور پھر لوگوں سے مانگ کر اسے اوروں میں تقسیم کر دینا۔

ابو طالب مکی ائمہ صوفیاء کے حوالے سے نقل کرتے ہیں کہ کسی شخص نے انہیں درہموں سے بھری تھیلی دی تو انہوں نے وہ سب دراہم تقسیم کر دیئے۔ جب رات کا وقت آیا تو ان کے پاس کھانے کو بھی کچھ نہ تھا' چنانچہ لوگوں سے مانگ کر انہوں نے کھایا۔(۱۷۶)

طوسی نے ابو حفص الحداد سے نقل کیا ہے کہ بیس برس تک وہ محنت مزدوری کر کے ایک دینار کماتے اور اسے صوفیوں پر خرچ کر دیتے' پھر مغرب اور عشاء کے درمیانی وقت میں لوگوں کے دروازے کھٹکھٹا کر ان سے کھانے کو مانگتے۔(۱۷۷)

یہ بات مشہور ہے کہ سوال کرنا' لوگوں کے دروازوں پر کھڑے ہونا' کشکول اور دستِ سوال دراز کرنا بدھ ازم کا طریقہ ہے۔ گوتم بدھ نے اپنے درویشوں اور راہبوں کو آٹھ نصیحتیں کی تھیں' جن میں سے ایک نصیحت یہ بھی تھی کہ وہ ہمیشہ لوگوں سے مانگ کر ہی کھائیں گے اور اپنا مال اکٹھا نہیں کریں گے۔ اس کے علاوہ اس نے انہیں یہ بھی کہا تھا کہ وہ صحراؤں کی سیر کریں گے' خانقاہوں میں ٹھہریں گے' ہمیشہ ذکر کرتے رہیں گے۔

صوفیوں نے بھی بدھ ازم کے اس نظام کو اپنایا' اسی پر عمل پیرا ہوئے' گویا کہ یہ بھی بدھ ازم

کے پیروکار ہیں۔

طوسی اس حوالے سے نقل کرتا ہے "مانگ کر کھانا بہترین تقویٰ والا کھانا ہے۔" (۱۷۸)

ایک اور مقام پر کہتا ہے "بغداد کے بعض صوفی اس وقت تک نہیں کھاتے تھے جب تک ان کے سامنے مانگی ہوئی چیز نہ آتی۔" (۱۷۹)

سید ہجویری نے ذوالنون مصری سے نقل کیا ہے کہ وہ کہتے ہیں "میرا ایک ساتھی تھا جس کا انتقال ہوا' میں نے اسے خواب میں دیکھا اور اس سے پوچھا اللہ نے تیرے ساتھ کیا معاملہ کیا؟ تو اس نے کہا اللہ نے مجھے معاف کر دیا ہے۔ میں نے کہا کس عمل کی وجہ سے' تو اس نے کہا مجھے میرے رب نے اپنے سامنے کھڑا کیا اور کہا اے میرے بندے تو نے بڑی مشقت اور محنت برداشت کی' کمینوں اور بخیل لوگوں کے سامنے بھی دستِ سوال دراز کرتا رہا' ان سب محنتوں پر تو نے صبر اور شکر کیا' آج میں تمہیں اسی عمل کی وجہ سے معاف کرتا ہوں۔" (۱۸۰)

سہروردی نے ابراہیم بن ادھم بارے نقل کیا کہ وہ بصریٰ کی جامع مسجد میں معتکف تھے، تین راتوں کے بعد وہ ایک رات افطار کرتے اور جس رات انہوں نے افطار کرنا ہوتا' اس رات مسجد کے دروازے پر کھڑے ہو کر بھیک مانگتے۔ (۱۸۱)

ابو جعفر حداد جو جنید بغدادی کے استاد تھے' ان کے بارے میں مشہور ہے کہ وہ مغرب اور عشاء کے درمیان نکلتے اور ایک یا دو گھروں سے کھانا مانگ کر لاتے۔ (۱۸۲)

نوری سے منقول ہے کہ وہ بھی مانگ کر کھاتے تھے۔ (۱۸۳)

نفزی الرندی نے ابوسعید الخراز سے نقل کیا ہے کہ وہ بھی بھیک مانگتے تھے اور آواز لگاتے تھے "اللہ کے نام پر کچھ چیز دے دو۔" (۱۸۴)

شعرانی نے یوسف العجمی کے حوالے سے کچھ چیزیں نقل کی ہیں اور کہتا ہے کہ یوسف العجمی وہ پہلا شخص تھا جس نے شیخ طریقت جنید بغدادی کی سنتوں کو دوبارہ زندہ کیا۔ شعرانی اپنی کتاب میں اس صوفی کے بارے میں نقل کرتے ہوئے کہتا ہے "تنہائی کی زندگی اختیار کرتا تھا' ہر روز اپنی خانقاہ سے نکلتا اور دن کے آخری حصے میں لوگوں سے مانگ کر لاتا۔ جو ملتا وہ باقی صوفیوں کے

ساتھ مل کر تقسیم کرتا۔ اس کی خانقاہ میں موجود دوسرے صوفی بھی مانگ کر ہی لاتے تھے۔ اکثر ایسا ہوتا کہ وہ صوفی گدھے پر روٹی، پیاز، پھل یا گوشت لاد کر لاتے اور یوسف العجمی کو خشک روٹی ہی ملتی، اور اتنی مقدار میں ملتی کہ صرف ایک فقیر کیلئے ہی کافی ہوتی۔ وہ صوفی یوسف العجمی سے پوچھتے کہ ہمیں تو اتنا زیادہ ملتا ہے اور تمہیں خشک روٹیاں ہی ملتی ہیں، وہ کہتا تمہارے اندر ابھی بشریت باقی ہے، ابھی تمہارا لوگوں کے ساتھ تعلق قائم ہے۔ میری بشریت فنا ہو چکی ہے، میرے اور تاجروں کے درمیان اب کوئی تعلق نہیں رہا۔ یوسف العجمی کے مانگنے کا طریقہ یہ تھا کہ وہ دکان یا گھر کے سامنے کھڑا ہو جاتا تو اونچی آواز سے کہتا "اللہ......" اسے کھینچ کر کہتا، یہاں تک کہ اس کا سانس ختم ہو جاتا۔ بعض دفعہ آواز اتنی کھینچتا کہ شدت تکلیف کی وجہ سے زمین پر ہی گر جاتا، دیکھنے والے کہتے تھے یہ عجمی بیہوش ہو گیا ہے۔ اس کا طریقہ یہ بھی تھا کہ اپنی خانقاہ کا دروازہ صرف نماز کے وقت کھولتا تھا، جب کوئی شخص اس کی خانقاہ کا دروازہ کھٹکھٹاتا تو وہ دربان سے کہہ دیتا: دروازے کی درزوں سے دیکھو، اگر تو اس کے پاس کوئی ایسی چیز ہے جس سے ہم فقیروں کی بھوک ختم ہو سکتی ہے تو اسے اندر آنے دو، اور اگر اس کے ہاتھ میں کچھ نہیں تو یہ خالی زیارت کرنے والا آدمی ہے، ہمیں اس کی کوئی ضرورت نہیں۔" (۱۸۵)

دیکھئے اس میں کس قسم کی عجیب اور مضحکہ خیز باتیں ہیں۔

ابن عجیبہ الحسنی، تجیبی کے حوالے سے نقل کرتا ہے کہ اس نے مانگنے والی عادت کی حکمت بیان کرتے ہوئے لکھا "مانگنے کی کیفیت یہ ہو کہ انسان سب سے پہلے وضو کرے، دو رکعت نماز پڑھے، زنبیل یا کشکول اپنے دائیں ہاتھ میں پکڑے اور بازار کو نکل پڑے، اس کے ساتھ ایک اور آدمی بھی ہو جو اللہ کا ذکر کرے اور لوگوں کا دھیان بھی رکھے۔ لوگ کھانے پینے کی چیز اس زنبیل میں ڈالتے جائیں، یہاں تک کہ ان کے پاس کھانے کو کافی ہو جائے، پھر وہ لا کر اسے فقیروں کے درمیان تقسیم کر دے تاکہ وہ حلال کھانا کھائیں اور انہیں حلال کھانے کیلئے تکلیف بھی کرنی پڑے۔ دستِ سوال دراز کرنے کا یہ صحیح طریقہ ہے۔" (۱۸۶)

جو لوگ صحراؤں میں رہے اور بیابانوں میں بھٹکتے رہے، ان کی تعداد بہت زیادہ ہے،

سہروردی نے بشر بن الحارث کے حوالے سے نقل کیا ہے کہ وہ کہتے تھے ''اے فقراء کی جماعت سیاحت کرو'اسی میں تمہارے لئے بہتری ہے۔'' (۱۸۷)

اور کہتا ہے ''سفر کے جملہ مقاصد میں سے یہ بھی ہے کہ صوفی مقامِ عبرت اور اقوامِ سابقہ کے آثار کو دیکھے۔ ان مقامات کو دیکھ کر وہ غور وفکر کرے گا' جہاں اس کی آنکھوں کو ٹھنڈک اور تراوٹ نصیب ہوگی وہاں اس کے غور وفکر میں بھی گہرائی آئے گی۔ وہ زمین و آسمان کی تخلیق میں غور وفکر کرے' بزرگوں کی گزرگاہوں کے مقامات کا معائنہ کرے' جمادات کی تخلیق پر غور کرے یہاں تک کہ اسے وہ جمادات بھی ذِکر کرتے ہوئے لگیں۔ چرندوں پرندوں کی زبان سمجھے اور عبرت حاصل کرے۔ جب اس کا مشاہدہ اور مطالعہ عمیق ہوگا تو اس کی بات میں بھی اثر ہوگا۔ یہی وہ لوگ ہیں جن کے بارے میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں "سنریهم آياتنا فی الآفاق و فی انفسهم حتی یتبین لهم انه الحق'' (ہم انہیں اپنی آیات آفاق اور ان کے اپنے نفسوں میں دکھائیں گے' یہاں تک کہ ان کیلئے حق واضح ہو جائے گا)۔

سری سقطی اپنے صوفیوں سے کہتے تھے ''جب سردیوں کا موسم ختم ہو جائے' موسم بہار آجائے اور درختوں کے پتے نکلنے لگیں تو اس وقت سفر کیلئے چل پڑو۔''

سیاحت کے مقاصد میں سے ایک مقصد اپنی چیز کا ایثار اور دوسروں کی چیز کا قبول بھی ہے۔ (۱۸۸)

بعض صوفی ایسے بھی ہیں جو ہمیشہ حالت سفر میں رہتے تھے' اسی لئے انہیں سیاحین کہا جاتا تھا۔ کلاباذی ان کے حوالے سے کہتا ہے ''کثرت سفر کی وجہ سے ان کا نام سیاحین پڑ گیا۔ یہ جنگلوں' بیابانوں' غاروں اور پہاڑوں کی سیاحت کرتے تھے۔ بعض علاقے کے لوگ انہیں شققیہ کہتے تھے۔'' (۱۸۹)

ہجویری' ابوعثمان المغربی کے حوالے سے نقل کرتے ہیں ''شروع میں بیس سال تک اس نے عزلت اور گوشہ نشینی کی زندگی اختیار کی' اس دوران اس نے انسان کی آواز تک نہ سنی۔ مشقت کی وجہ سے اس کی کھال جگہ جگہ سے پھٹ گئی تھی' اور اس کی آنکھیں گویا درزی کی سوئی کی طرح ہوگئی

تھیں،اس کی شکل وصورت بھی کافی بدل گئی تھی۔ بیس برس بعد اسے عوام کے ساتھ اختلاط کا حکم ملا اوراس سے کہا گیا کہ جاؤاور مخلوق کے درمیان رہو۔تو اس نے اپنے نفس سے کہا کہ مجھے عام مخلوق کی صحبت اختیار کرنے کی بجائے اھل اللہ اور اولیاء کی صحبت اختیار کرنی چاہئے تا کہ برکات کا حصول ممکن ہوسکے۔ چنانچہ اس نے مکہ مکرمہ کا ارادہ کیا اور تمام مشائخ کو اپنی آمد کی اطلاع دی، چنانچہ وہ سب اس کے استقبال کیلئے نکلے اورانہوں نے دیکھا کہ اس کی صورت بہت بدل گئی تھی، اوراتنی بری ہوگئی تھی کہ شاید ہی کسی انسان کی ہو۔''(۱۹۰)

ابوطالب مکی کہتے ہیں''صوفیوں میں سے خواص کسی بھی شہر میں چالیس دِن سے زیادہ قیام نہیں کرتے تھے،اسے توکل کے خلاف سمجھتے تھے۔ان چالیس دِنوں میں بھی وہ اپنے نفس کومشقت والے کاموں پرراغب کرتے تھے۔''

بعض شیوخ کے حوالے سے انھوں نے نقل کیا''گیارہ دِن تک میں بیابان میں رہااور کوئی چیز نہ کھائی۔''(۱۹۱)

جیسا کہ وہ''ابدال کا گروہ ہوتا ہے جو پہاڑوں اور بیابانوں پرنکل جائے تا کہ دنیا کے طلبگاراس کے نزدیک بھی نہ آسکیں۔''(۱۹۲)

سہروردی نے ابراہیم الخواص کے حوالے سے نقل کیا ہے کہ وہ کسی بھی شہر میں چالیس دِن سے زیادہ قیام نہیں کرتا تھا،اس کا خیال تھا کہ چالیس دِن سے زیادہ قیام کرنے سے توکل ختم ہوجاتا ہے۔اسے لوگوں کے بارے میں تمام معلومات اور باتوں کا پتہ ہوتا تھا،اس کے بارے میں منقول ہے کہ وہ کہتا ہے کہ میں گیارہ دِن تک بیابان میں رہااور میری زبان نے اس دوران کوئی چیز نہیں چکھی۔میرے دِل میں خیال آیا کہ مجھے جنگلی کھاس کھالینی چاہئے، جب میں نے اسے دیکھا تو ایسا محسوس ہوا گویا سبزہ میری طرف بھاگتا ہوا آرہا ہے۔چنانچہ میں اسے چھوڑ کر بھاگ اٹھا،پھر میں نے اس کی طرف دیکھا تو وہ واپس جارہا تھا۔ان سے پوچھا گیا آپ سبزے کو اپنی طرف آتا دیکھ کر کیوں بھاگے؟ وہ کہنے لگے میرے جی میں خیال آیا تھا کہ یہ سبزہ میری جان بچالے گا اوراس کی وجہ سے میرے جسم میں طاقت آجائے گی،چنانچہ میں نے اسے چھوڑدیا۔''(۱۹۳)

شعرانی نے عدی بن مسافر الاموی سے نقل کیا ہے جس کے بارے میں مشہور ہے کہ وہ شیخ طریقت اور تصوف کے بانیان میں سے ہے' جس کے بارے میں شیخ عبدالقادر کہتے ہیں ''اگر نبوت مجاہدہ اور مشقت کے ذریعے حاصل ہوتی تو عدی بن مسافر کو ضرور ملتی۔ اس کے بارے میں شعرانی کہتا ہے: سب سے پہلے عدی بن مسافر نے پہاڑوں اور غاروں میں قیام کیا۔ وہاں مختلف قسم کے مجاہدے کئے' پہاڑوں میں وہ اتنے عرصے تک مقیم رہا کہ وہاں کے درندے اور اژدھے بھی اس سے مانوس ہو گئے۔ (۱۹۴)

شعرانی اپنے شیخ امین الدین سے نقل کرتے ہیں کہ وہ کہتے ہیں ''ایک صاحبِ حال شخص بیابان میں بیٹھا تھا' اس کے گلے میں کانٹوں کی بنی مالا تھی' اس نے اپنے گرد ایک دائرہ سا کھینچا ہوا تھا' اس دائرے میں سانپ' لومڑیاں' اژدھا' بلیاں' گیدڑ' بکریاں' بطخیں اور مرغیاں بھی تھیں۔'' (۱۹۵)

اس طرح کی اور بھی بہت ساری باتیں عربی' فارسی اور اُردو کی کتابوں میں منقول ہے جنہیں طوالت کے خوف سے میں یہاں نقل نہیں کر رہا۔ خانقاہوں' مزاروں اور تکیوں میں بیٹھنا تصوف کے لوازمات میں سے ہے۔ صوفیوں نے اپنی کتابوں میں خانقاہوں' مزاروں کے فضائل کے حوالے سے مستقل ابواب قائم کئے ہیں اور وہاں بیٹھنے کی فضیلت بھی بیان کی ہے۔ چنانچہ سہروردی ''خانقاہیں قائم کرنا اس طریقت کے بنیادی اصولوں میں سے ہے۔ ہادی اور مہدی لوگ اسے اپناتے ہیں۔ ان خانقاہوں میں ٹھہرنے والوں کو وہ برکات حاصل ہوتی ہیں جو کسی اور کو حاصل نہیں ہوتیں' یہی لوگ اپنے رب کی طرف سے ہدایت پر ہوتے ہیں۔'' (۱۹۶)

مشہور صوفی کمشخانوی اپنی کتاب ''جامع الاصول فی الاولیاء'' میں ''خلوت کے آداب یہ ہیں:

1- مرید شیخ کے پاس خلوت میں داخل ہونے سے پہلے اجازت طلب کرے۔

2- جب مرید خلوت میں داخل ہونا چاہے تو سب سے پہلے وہاں شیخ آئے اور اس کے مقام خلوت پر دو رکعت نماز پڑھے۔

3-مرید خلوت کے مقام پر ایسے داخل ہو جیسا کہ وہ مسجد میں داخل ہوتا ہے' اپنا دایاں پاؤں پہلے داخل کرے' تعوذ و تسمیہ پڑھے۔

4-خلوت کا یہ مقام تاریک ہو کہ اس میں روشنی یا سورج کہیں سے بھی داخل نہ ہو رہا ہو۔

5-خلوت کے موقع پر مرید دیوار کے ساتھ ٹیک نہ لگائے۔

6-روزہ رکھے۔

7-یہ نیت کرے کہ وہ خلوت اس لئے اختیار کر رہا ہے تاکہ لوگ اس کے شر سے محفوظ رہیں۔

8-خلوت اور اس سے باہر بھی اپنے شیخ کے علاوہ کسی سے بات نہ کریں۔

9-جب نماز یا وضو کیلئے باہر نکلے تو اپنے سر اور گردن کو ڈھانپے رکھے اور نگاہیں زمین پر رکھے' کسی اور کو نہ دیکھے۔

10-ہمیشہ اپنے شیخ کی تصویر کا خیال کرتا رہے کیونکہ اس کا شیخ ہی اس کے اور اس کے خالق کے درمیان رابطہ ہے۔ جونہی وہ کسی برائی کا ارادہ کرے گا شیخ فوراً اس کے خیال میں آکر اسے ڈانٹ دے گا......الخ'' (۱۹۷)

صوفیوں اور ہندوؤں کے ذِکر میں بھی مشابہت ہے۔ صوفیوں کے ہاں ذِکر کا وہی انداز ہے جو ہندو جوگیوں کا ہے۔ اس حوالے سے قشیری ''ذِکر کی ابتدا کرنے والا اپنے تمام اعضاء کو پرسکون حالت میں لے آئے' سانس روکے' جسم کو حرکت نہ دے' پلکیں تک نہ جھپکیں' بتکلیف اپنے اوپر کوئی حالت طاری نہ کرے۔ اس کے جسم کا کوئی بھی حصہ حرکت میں نہ ہو۔ نہ ہی اس کے اندر کوئی ہلچل ہو۔ جب وہ اس پر مداومت کرے گا تو اس پر باطن کے احوال ظاہر ہونا شروع ہو جائیں گے۔ مگر وہ ان احوال کی طرف غور نہ کرے اور نہ ہی ان میں الجھے۔ اگر وہ ایسا کرے گا تو اس پر سے احوال کا کھلنا بند ہو جائے گا۔ یہ راستہ اللہ کی طرف لے جانے والا راستہ ہے' اگرچہ یہ طویل ہے اور اس میں مجاہدہ بھی بہت ہے۔ بعض دفعہ ایسا مجاہدہ بھی کرنا پڑتا ہے کہ جسے انسان سن نہ سکے اور اس کا تخیل بھی نہ کر سکے۔ مگر اللہ تک پہنچنے کیلئے اسے یہ ساری مشقتیں برداشت کرنی ہوں گے۔ میں تو مجاہدے کی

ابتدا میں اس طرح کی مشقت کرتا تھا کہ میرے لئے ذِکر میں ڈوبے رہنا پسندیدہ مشغلہ تھا۔ کھانے پینے، وضو کے بجائے مجھے ذِکر ہی مرغوب اور پسندیدہ تھا۔ کیونکہ جب میں کھانے پینے اور وضو وغیرہ کیلئے اٹھتا تھا تو ذِکر کی وہ کیفیت اور حالت مجھ سے غائب ہو جاتی تھی۔" (۱۹۸)

شعرانی اپنے اس شیخ البدوی کے حوالے سے نقل کرتے ہیں کہ وہ ہمیشہ خاموش اور لوگوں کے ساتھ اشارے سے ہی بات کرتے ہیں۔ (۱۹۹)

خاموش رہنا بھی بدھ ازم کی عادات میں سے ہے، جیسا کہ گوتم بدھ کی تصاویر اور بتوں سے ظاہر ہوتا ہے۔

اسی طرح شعرانی اپنے شیخ عبدالرحمٰن المجذوب کے حوالے سے نقل کہ وہ تین مہینے تک بات کرتا تھا اور تین مہینے خاموش رہتا تھا۔ (۲۰۰)

بدھ ازم کے عقائد میں سے ایک عقیدہ سمادھی کا بھی ہے، یہ وہ مقام ہے جس میں ذِکر کرنے والا ذاتِ الٰہی میں فنا ہو جاتا ہے۔ (۲۰۱)

مشہور صوفی بحرق الحضرمی اس مقام کا ذِکر کرتے ہوئے اپنے رسالے ترتیب السلوک میں "جسے کوئی شیخ میسر نہ ہو اور وہ خلوت کا ارادہ کرے، تو اسے چاہئے کہ وہ سب سے پہلے غسل کرے، اپنے کپڑے اور مصلے کو دھولے، کھانے پینے کا سامان تیار رکھے تاکہ دورانِ خلوت اسے باہر نکلنے کی ضرورت نہ پڑے۔ پھر بھوک کو اختیار کرے، روزے رکھے، کم سے کم مقدار میں کھانے پینے کی چیزوں کو لے، شب بیداری کرے اور انتہائی کم وقت سوئے۔ ذکر کرتا رہے اور ذکر کرنے کیلئے ایک ہی ذِکر اختیار کرے۔ بار بار ذِکر تبدیل نہ کرے۔ اتنا ذِکر کرے کہ اسے سننا والا یہ سمجھے کہ ہزار افراد ذِکر کر رہے ہیں۔ پھر یہ ذِکر اس پر غالب آجائے حتیٰ کہ جو بھی چیز اسے نظر آئے، اس میں سے اسے اس ذکر کی آواز آئے، کہ اگر اس کے پاس ایک ہزار افراد ہوتے اور ہر ایک علیحدہ علیحدہ ذکر کر رہا ہوتو اسے ایک ہی ذکر سنائی دے۔ اس وقت اللہ تعالیٰ اس کے قلب پر فتوحات فرمائیں گے اور اپنی رحمت اور غیب کے علم میں سے اسے عطا فرمائیں گے۔ سب سے پہلے اس پر انوارِ الٰہیہ ظاہر ہوں گی گویا وہ ایک بجلی ہے جو چمکتی ہے۔ جلد ہی یہ چمک ختم ہو جائے گی مگر اس کی لذت اتنی

ہوگی کہ وہ بعد میں بھی اس کو محسوس کرتا رہے گا۔ پھر رحمتِ خداوندی کے انوار وفیوض اسے ڈھانپ لیں گے۔ اس کا دِل گویا آئینہ بن جائے گا اور جنابِ حق تعالیٰ کا پرتو اسے اس میں نظر آئے گا۔ چنانچہ جس چیز کو بھی وہ دیکھے گا اسے اس میں حق تعالیٰ کا جلوہ نظر آئے گا۔ اب اسے فنا حاصل ہو جائے گا اور ذاتِ حق کو بقا حاصل ہو جائے گی۔ پھر وہ اللہ تعالیٰ کی عبادت ایسے کرے گا گویا وہ اللہ پاک کو دیکھ رہا ہے۔ (۲۰۲)

فنافی الشیخ کے بارے میں شعرانی اپنی کتاب الانوار القدسیہ میں لکھتے ہیں ''اے مرید جان لے کہ فنافی الشیخ کا مطلب یہ ہے کہ تیری اور شیخ کی ذات ایک ہو جائے۔ اس کے پاس جو معارف اور علوم ہوں، وہ تیرے ہو جائیں۔ معارف اور علوم کے اعتبار سے تم دونوں برابر ہو جاؤ، تاہم شیخ ہونے کی وجہ سے اس کے معارف میں کچھ اضافہ ہوگا۔ مجھے میرے شیخ ابوالحسن الشاذلی نے ایک دن کہا تھا اے ابوالعباس تجھے میں نے اپنی صحبت میں اس لئے رکھا تاکہ تو میں ہو جا اور میں تو ہو جاؤں۔'' (۲۰۳)

اپنے آپ کو ایذا دینا، سانس روکنا، ریاضت ومشقت، یہ بھی غیر اسلامی تصور ہے۔

شعرانی اپنی طبقات میں البدوی کے حوالے سے نقل ''وہ دِن رات کھڑا آسمان کی طرف دیکھتا رہتا تھا، اس کی آنکھیں گویا انگارہ بن گئی تھیں، چالیس دِن تک وہ کھائے پئے اور سوئے بغیر گزارہ کرتا تھا۔'' (۲۰۴)

منوفی اور ابوالھدیٰ، الرفاعی بدوی کے بارے میں کہتے ہیں کہ وہ بارہ برس تک اسی حالت میں رہے۔ (۲۰۵)

طوسی، قشیری، عطار، ہجویری، غزالی، شعرانی وغیرہ لکھتے ہیں ''شبلی اپنی آنکھوں میں نمک کا سرمہ ڈالا کرتا تھا تاکہ وہ شب بیداری کا عادی ہو جائے اور نینداس پر غلبہ نہ پائے، ایسا بھی ہوتا تھا کہ وہ سلائی کو آگ میں دہکا کر اپنی آنکھ میں لگایا کرتا تھا۔'' (۲۰۶)

قشیری اپنے رسالے ترتیب السلوک میں لکھتا ہے ''میری خواہش یہ ہوتی تھی کہ مجھے نیند نہ آئے، تاکہ ذِکر کی لذت مجھ سے نہ کھو جائے۔'' (۲۰۷)

''میں پہاڑ کی ایک چٹان پر بیٹھ جاتا تھا' میرے سامنے ایک گہری کھائی ہوتی تھی' میرا مقصد صرف یہ ہوتا کہ اس کھائی کے ڈر سے مجھے نیند نہ آئے۔''

ڈاکٹر عبدالحلیم محمود جو جامعۃ الازہر کے سابق شیخ الجامعہ ہیں' احمد الردید کے حوالے سے نقل کرتے ہیں ''اس نے ایک ذکر چھ مہینے تک کیا' یہاں تک کہ اس ذکر نے اس کے جسم کو جلا ڈالا۔ اس کا گوشت ختم ہوگیا' اس کا خون خشک ہوگیا' ایسا لگتا تھا جیسے ہڈیوں کے اوپر چمڑا چڑھا دیا گیا ہو۔'' (۲۰۸)

درینی عبدالعزیز الصوفی المتوفی 697ھ نے داؤد بن ابی ہند کے حوالے سے نقل کیا ہے ''اس نے چالیس برس تک روزے رکھے' اس دوران اس نے نہ اپنے گھر والوں کو دیکھا اور نہ کسی اور آدمی کو۔ اس کے پاس خالی برتن لایا جاتا تو اپنے آنسوؤں سے وہ اس کو بھر دیا کرتا تھا۔'' (۲۰۹)

طوسی نے ابوعبداللہ الصبیحی کے حوالے سے نقل کیا ہے ''تیس برس تک وہ اپنے ایک زیر زمین گھر میں ٹکا رہا۔'' (۲۱۰)

فریدالدین عطار نے مشہور صوفی ابوبکر الشبلی کے حوالے سے لکھا ''اس کے ہاتھ میں ایک کوڑا ہوتا تھا جسے وہ اپنی ران اور بازوؤں پر مارتا تھا' یہاں تک کہ اس کا گوشت پھٹ گیا (۲۱۱) اور جگہ جگہ سے خون رسنے لگا۔'' (۲۱۲)

عبدالعزیز دباغ نے ایک صوفی کے بارے میں نقل کیا ہے ''اس نے مجاہدے کے ابتدائی دور میں اونچی جگہ سے زمین پر 90 مرتبہ اپنے آپ کو گرایا۔'' (۲۱۳)

عمادالدین الاموی نے ہندوستان کے ایک مشہور صوفی کا ذکر کیا' اس کی ایک آنکھ سے تو آنسو آئے مگر دوسری آنکھ میں نہ آئے' تو اس نے دوسری آنکھ کو جس سے آنسو نہ آئے' کہا ''اب آئندہ میں تجھ سے دنیا کو نہیں دیکھوں گا۔ چنانچہ اس نے اپنی اس آنکھ کو بند کرلیا اور ساٹھ برس تک وہ آنکھ نہ کھولی۔'' (۲۱۴)

خضر سیوستانی القادری کے حوالے سے نقل کیا گیا ہے ''وہ بیابانوں میں رہتا تھا' ایک ہی کپڑے پہنے رکھتا تھا' گھاس اور درختوں کے پتے کھاتا تھا' اس نے ایک تنور بنایا تھا جسے دہکا کر وہ

اس میں عبادت کیا کرتا تھا۔ جنگلی جانور اس کے پاس آ کر بیٹھ جایا کرتے تھے' سخت گرمی کے موسم میں وہ انتہائی گرم پتھر کے اوپر بیٹھ کر عبادت کرتا تھا۔'' (۲۱۵)

مرزا محمد اختر دہلوی مشہور صوفی فخر الدین رازی کے حوالے سے ذکر کرتے ہیں ''وہ دِن رات جنگلوں میں رہا کرتا تھا۔'' (۲۱۶)

پاک و ہند کے مشہور صوفی میاں میر کے حوالے سے منقول ہے ''وہ لوگوں سے دُور پہاڑوں میں رہا کرتے تھے۔'' (۲۱۷)

اسی طرح ہندوستان ہی کے ایک اور مشہور صوفی فرید الدین جو گنج شکر کے لقب سے مشہور ہے' ان کے بارے میں نقل کیا جاتا ہے ''انھوں نے اپنے آپ کو کنویں میں الٹا لٹکا دیا' چالیس برس تک اسی حالت میں رہے' اس دوران نہ کوئی چیز کھائی اور نہ پی۔'' (۲۱۸)

ہندوستان ہی کے ایک اور صوفی احمد عبد الحق کے بارے میں آتا ہے ''اس نے اپنے لئے ایک قبر کھودی اور چھ ماہ تک اس میں عبادت کرتا رہا۔'' (۲۱۹)

جہاں تک سانس روکنے کا تعلق ہے' قشیری اس کے حوالے سے لکھتا ہے ''تصوف میں داخل ہونے والے مبتدی طالبعلم کو چاہئے کہ وہ اپنے حواس کو اطمینان اور ڈھیلی حالت میں رکھے اور سانس کو روکے رکھے۔'' (۲۲۰)

ہندوستان کے مشہور صوفی محقق ظہور الحسن شارب مشہور صوفی میاں میر کے بارے میں لکھتے ہیں: ''وہ پوری رات ایک سانس پر ہی گزارتے تھے۔'' (۲۲۱) ایک اور صوفی ملا شاہ کے حوالے سے مذکور ہے ''وہ پوری رات دو سانسوں میں گزارتے تھے۔'' (۲۲۲)

دراصل صوفیوں کا ایک اصول ہے ''مرید کا مقام یہ ہے کہ وہ مجاہدے اور کوشش کرے' مشقتیں برداشت کرے۔'' (۲۲۳)

یہ بھی کہتے ہیں ''صوفی اپنے اوپر مشکل اور مصیبت والے کاموں کو لازم کرے۔'' (۲۲۴)

اس طرح کے اور مقامات بھی ہیں جو ظاہر ہے کہ ہندوازم سے ہی ماخوذ ہیں۔ کیونکہ اسلام سے ان کا کوئی تعلق نہیں اور اسلامی تعلیمات میں ان کا کوئی وجود نہیں ہے۔ اس سے قبل کہ ہم ایک

اور بحث کو شروع کریں، ہم یہاں ایک اہم بات کو بیان کرنا چاہیں گے، کہ اگر چہ صوفیوں کے مختلف مشارب اور طریقے ہیں لیکن وہ ایک دوسرے سے محبت کرتے ہیں اور ان کا مسلک یہ ہے کہ دوسرے پر قطعاً اعتراض نہ کیا جائے۔ وہ ایک جماعت اور دوسری جماعت میں کوئی فرق نہیں کرتے، سب کی آراء کا احترام کرتے ہیں، ان کے عقیدوں کو تسلیم کرتے ہیں۔ اس بارے میں صوفیا کی مختلف کتابوں میں بہت سے اقوال بھی نقل ہیں۔

اسلامی تعلیمات میں اس بات کی کوئی بنیاد نہیں ہے۔ یہ یوگا کا مشہور فلسفہ ہے جس کے مطابق دوسروں پر اعتراض کرنے کو ناپسند کیا گیا ہے۔ اس فلسفے کے مطابق مشرب اور مسلک کے اختلاف کے باوجود دوسرے کے دِین اور مذہب پر اعتراض نہیں کرنا چاہئے۔ (۲۲۵)

یہ بات قابل ذکر ہے کہ ایک مشہور کتاب جس کا ترجمہ عربی میں "راجہ یوگا کا فلسفہ" کے نام سے عبدالغنی احمد نے چھاپا ہے، اور جس کا مترجم حسن حسین ہے۔ اس میں اس ہندو فلسفے کو خاص طور پر ذِکر کیا گیا اور بتایا گیا کہ اس ہندو فلسفے اور صوفیوں کے فلسفے میں انتہائی مقارنت اور قرب ہے۔ یہ ساری کتاب ہی مجاہدات اور محنت مشقت کے اوپر ہے، اس میں اوراد اور ذِکر کے مختلف طریقے بیان کئے گئے ہیں۔ یہ طریقے تقریباً وہی ہیں جو اس سے قبل ہم صوفیوں کے اکابر اور ان کے اقطاب کے حوالے سے بیان کر چکے ہیں۔

جہاں تک وحدت الوجود، حلول اور اتحاد کا تعلق ہے، جس کے قائل منصور حلاج، ابن عربی، جلال الدین رومی اور ان کے مقلدین ہیں، تو اس میں کوئی شک نہیں کہ یہ فلسفہ ہندوازم کے ویدانتا فلسفے سے لیا گیا ہے۔ جو شخص شری شنکرا چاریہ کے فلسفہ ویدانتے کا مطالعہ کرے، وہ اچھی طرح جان لے گا کہ یہ وہی بات ہے جو حلول، اتحاد اور وحدت الوجود کے قائلین کا مسلک ہے۔

شنکرا چاریہ اور صوفیوں کی کتابوں میں موجود فلسفہ وحدت الوجود ایک ہی ہے، بلکہ اس کے کلیات و جزئیات بھی متحد ہیں۔ ایک طرف آپ شنکرا چاریہ کی تعلیمات پڑھیں اور دوسری جانب ابن عربی، ابن الفارض، جلال الدین رومی وغیرہ کے مقولات پڑھیں تو آپ کو ان میں ذرہ برابر تفاوت اور فرق نظر نہیں آئے گا حتیٰ کہ فلسفے کو بیان کرنے کا انداز اور اسلوب بھی بعینہ ایک ہے۔

پاکستان کے ایک مشہور صوفی جنہوں نے تصوف اور اس کی تاریخ پر قابل قدر تحقیق کی ہے' وہ اعتراف کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ وحدت الوجود کا مطلب یہ ہے کہ حقیقت میں اللہ کی ذات کے علاوہ کوئی بھی چیز موجود نہیں ہے۔ ذات خداوندی کے علاوہ ہر چیز کا وجود وہمی ہے۔ یہ ایسا ہی ہے کہ ایک شعلہ بھڑک رہا ہو اور اس کے گرد ایک دائرہ سا بن جائے' دیکھنے والا اس دائرے کو دیکھ تو رہا ہوتا ہے مگر حقیقت میں اس دائرے کا کوئی وجود نہیں ہوتا۔ شعلے کی حرکت کی وجہ سے دیکھنے والے پر اس دائرے کے وجود کا گمان ہوتا ہے۔ یہی معاملہ کون اور ممکنات کا ہے۔ یہی مسلک شری شنکر اچاریہ کا ہے جس نے بخوبی اس معاملے کی وضاحت کی۔ اچاریہ سے ہی اس فلسفے کو مسلمانوں نے اخذ کیا' جن میں سرِ فہرست ''حضرت اقدس امام العرفاء محی الدین'' ابن عربی جو کہ شیخ اکبر کے نام سے مشہور ہے۔

اسی فلسفے کو مغرب کے بہت سے حکماء نے بھی اخذ کیا ہے جیسے لائبنز' ہیگل' شوون ہاور' برڈلی۔ مسلمان صوفیوں نے بھی اس وحدت الوجود کے فلسفے کو ہندو جوگیوں سے اخذ کیا۔ یہی مسلک اچاریہ کا بھی ہے۔(۲۲۶)

اس سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ ہندوازم کے اقوال اور جوگیوں کے افعال بھی تصوف کا ایک اہم ماخذ ہیں جسے مسلمانوں کے ایک گروہ یعنی صوفیوں نے اخذ کیا۔ صوفیوں کے ذریعے ہی یہ طریقے اور افعال مسلمانوں میں رائج ہوئے۔ انہی طریقوں کو ہندو اپنی زبان میں نروان یعنی معرفت کہتے ہیں۔ ان کے مطابق نروان حاصل کرنے کیلئے گیان دھیان اور گردیسیا ضروری ہے۔ اس معاملے میں صوفیوں اور ہندوازم کا اتفاق ہے اور دونوں ہی معرفت یا نروان کے حصول کیلئے اسے ضروری قرار دیتے ہیں۔ یہ ایک ایسا امر ہے جس سے کوئی صوفی انکار نہیں کرسکتا بلکہ جو لوگ اپنی کتب کے ذریعے تصوف کا دفاع کرتے ہیں وہ بھی یہ بات کہنے پر مجبور ہیں کہ تصوف میں بہت سے امور ایسے داخل ہو گئے جن کا اسلام سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ مثلاً ایک محقق لکھتا ہے
''تصوف اسلامی کا حقیقی مصدر تو کتاب وسنت ہے اور اس کی بنیاد نبی عربیؐ کے احکامات پر ہے' اگرچہ متاخرین صوفیا نے اس میں کچھ امور ایسے شامل کئے جو کہ اسلامی تعلیمات سے منافی ہیں'

متاخرین نے اس میں کئی نئی شاخوں کو شامل کیا' جس کی وجہ سے ہندوؤں' فارسیوں' عیسائیوں اور یہودیوں کے کچھ افکار اس میں داخل ہو گئے ۔ یہ دراصل عباسی خلفاء بالخصوص مامون کے دور میں ہوا' اس زمانے میں مسلمانوں نے ہندو یونانی اور فارسی کتب کا عربی زبان میں ترجمہ کیا۔ عربی زبان میں آنے کے بعد ان کے افکار بھی مسلمانوں میں داخل ہوئے۔ اسی طرح افلاطون کے قدیم اور جدید افکار' ہندو ازم اور آتش پرستوں کے بعض افکار جیسے حلول' اتحاد' تناسخ وغیرہ کے افکار اس تصوف میں داخل ہوئے ہیں۔ یہ کہا جا سکتا ہے کہ تصوف کا اصل مصدر کتاب وسنت ہے اور بعض کتب میں یہ اپنی اصل حالت میں اب بھی موجود ہے جیسا کہ حسن بصری' قشیری' ابو طالب مکی' سراج اور غزالی کی کتابوں سے اس کا اندازہ ہو سکتا ہے۔'' (۲۲۷)

''حلاج اور اس طرح کے کچھ لوگوں نے انا الحق اور محی الدین نے یہ کہہ کر کہ ہم ان سمندروں کی غوطہ خوری کر چکے ہیں کہ انبیاء بھی اس کے ساحلوں پر کھڑے ہیں' اگرچہ نئی باتیں کیں اور نیا اسلوب اختیار کیا مگر ان کا تعلق تصوف کے بنیادی اصول سے نہیں ہے۔ اکثر صوفیوں نے بالخصوص اہل عجم نے تصوف کو قدیم فارسی فلسفے' ہندو فلسفے' یونانی اور افلاطونی فلسفے سے خلط ملط کر دیا ہے۔ ہندو برہمن اور صوفی نروان یا معرفت حاصل کرنے کیلئے تقریباً ایک جیسے طریقے ہی اختیار کرتے ہیں۔'' (۲۲۸)

لسان الدین ابن الخطیب جو مشہور صوفی ہے' وہ لکھتا ہے ''بنیادی طور پر یہ ہندو تھے جنہوں نے معرفت یا نروان کے حصول کے بہت سے اصول وضع کئے۔ ان کیلئے بہت سے الفاظ استعمال کئے گئے' انہیں زاہد' عابد' جوگی' بکھشو' برہمن وغیرہ کے الفاظ سے پکارا گیا۔ یہ وہ لوگ ہیں جو طبعی زندگی اور اس کی راحت و آرام کو ترک کر کے بھوک اور مشقت والی زندگی کو اختیار کرتے ہیں۔ دنیاوی لذات سے منہ موڑتے ہیں۔'' (۲۲۹)

ایک اور محقق کہتا ہے جس کا خلاصہ یہ ہے ''ابن العربی وحدت الوجود کے حوالے سے یا حلاج انا الحق کے حوالے سے دراصل ہندو افکار سے متاثر تھے' جس کی بنیاد افلاطونی افکار تھے۔'' (۲۳۰)

ماسینئن کہتا ہے ''اگر ہم ایک اور اعتبار سے دیکھیں تو یہ بات کھل کر سامنے آجاتی ہے کہ

صوفیوں میں ذکر کے جو مروجہ طریقے ہیں وہ ہندوؤں سے منقول ہیں اور وہیں سے اسلامی تصوف میں داخل ہوئے۔''(۲۳۱)

ایک اور مستشرق الیری کہتا ہے''اسی طرح ہندوازم کا نظریۂ فنا ہے' تاہم بدھ ازم میں ایسا نہیں ہے کیونکہ وہ ودانتا جو وحدت الوجود سے ملتا جلتا ہے' کے قائل ہیں۔''(۲۳۲)

نیکلسن اپنے ایک مقالے میں صوفیوں کے مشہور عقیدہ فنا پر بحث کرتے ہوئے لکھتا ہے ''ایران کے مشرقی علاقوں میں سب سے پہلے عقیدۂ فنا کا غلغلہ ہوا' اس میں کوئی شک نہیں کہ اس فلسفہ کی پشت پر ہندو اور پارسیوں کے عقائد تھے۔ صوفی فنا کی ایک تعریف یہ بھی کرتے ہیں کہ فنا تمام صفاتِ ذمیمہ کو ختم کرنا اور صفاتِ حمیدہ کو اپنانا ہے۔ یعنی شہوات اور خواہشاتِ نفسانی کا قلع قمع کرنا' اور یہ وہی فلسفہ ہے جسے بدھ ازم میں بھی اپنایا جاتا ہے۔ تقریباً یہ نروان کے طریقوں سے مشابہہ ہے۔

وحدت الوجود کے قائل حضرات بہت حد تک ہندوؤں کے ویدانت سے مشابہہ خیالات رکھتے ہیں' اس کو ایک اور انداز سے یوں بھی کہا جا سکتا ہے کہ بایزید بسطامی خراسان کا رہنے والا تھا جبکہ اس کا دادا زرتشتی تھا۔ اس کا شیخ کردی تھا۔ کہا جاتا ہے کہ اس نے فنا کا عقیدہ مشہور صوفی ابو علی سندھی سے اخذ کیا ہے۔ ابو علی سندھی نے اسے ہندوؤں کا یہ طریقہ سکھلایا تھا جسے مراقبۃ الانفاس کہا جاتا ہے اور اس کے بارے میں یہ خیال کیا جاتا ہے کہ یہ عارف کی عبادت ہوتی ہے۔ بایزید بسطانی وحدۃ الوجود کا قائل تھا' اس حوالے سے اس کے کچھ اقوال نقل کئے جاتے ہیں' وہ کہتا ہے ''میں حق سے نکل کر حق میں داخل ہوا' اے وہ ذات کہ میں بھی تیرا ہی حصہ ہوں' میں ہی اللہ ہوں' میری ہی عبادت کرو' میں پاک ہوں اور میری شان بلند ہے' مخلوق کے بہت سے احوال ہوتے ہیں مگر عارف کے احوال نہیں ہوتے اس لئے کہ وہ تو اپنے آپ کو مٹا چکا ہوتا ہے' فنا کر چکا ہوتا ہے' اس کی خواہشات کسی اور کی خواہشات کے تابع ہو جاتی ہیں' اس کی ذات کسی اور کی ذات میں غائب ہو جاتی ہے۔''(۲۳۳)

ان اقوال کو بایزید نے مختلف مقامات پر نقل کیا ہے اور بہت سے صوفی بھی ان اقوال کو نقل

کرتے ہیں۔ ڈاکٹر ابو العلا عفیفی جو مشہور مصری محقق ہیں، اسی طرح کی عبارات پر بحث کرتے ہوئے کہتے ہیں "اس میں کوئی شک نہیں کہ اسلامی تصوف علمی اعتبار سے بدھ ازم سے ماخوذ ہے۔ اس بارے میں جاحظ اپنی کتاب الحیوان میں کچھ راہبوں اور زندیقوں کے احوال نقل کرتا ہے، جو سیاحت کیلئے نکلتے تھے اور کسی بھی مقام پر دو راتوں سے زیادہ نہیں ٹھہرتے تھے۔ وہ تطہیر قلب اور فقر والی زندگی اختیار کرنے کیلئے بہت سے طریقے اپناتے تھے۔ جاحظ دو راہبوں کا قصہ بھی ذکر کرتا ہے جو اہواز شہر میں داخل ہوئے تھے۔" (۲۳۴)

گولڈ زیہر کے بقول فنا کے حوالے سے صوفیوں کا نظریہ جوہرِ ذاتی (اتمان) کے فلسفے سے ملتا جلتا ہے۔ اگرچہ یہ مشابہت بالکلیہ تو نہیں ہے تاہم اس کی بنیاد اور اصول ایک ہی ہیں۔ صوفی اس کیلئے فنا اور محو کے الفاظ استعمال کرتے ہیں۔" (۲۳۵)

ایک اور محقق لکھتا ہے "گولڈ زیہر کا خیال یہ ہے کہ فنا اور نروان کے درمیان تعلق کسی دلیل کا محتاج نہیں ہے۔ اس بات کو ثابت کرنے کیلئے وہ بایزید کے ایک قول کو نقل کرتا ہے جس میں وہ کہتا ہے، میں ابو علی سندھی کے ساتھ رہا، وہ مجھے توحید اور حقائق کی باتیں بتاتا اور میں اسے فرائض کی تعلیم دیتا۔ اب اس سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ بایزید ابو علی سندھی کو دین کے بنیادی فرائض سکھاتا تھا، جن کا سندھی کو علم نہیں تھا۔ چونکہ وہ فنا اور حقیقت کے علم کا ماہر تھا۔" (۲۳۶)

ہم یہاں پر مشہور ایرانی محقق ڈاکٹر قاسم غنی کی کچھ باتیں نقل کرنا چاہیں گے، وہ لکھتے ہیں "اگر یہ بات درست کہ تصوف بدھ ازم اور ہندو ازم کی تعلیمات کا نچوڑ ہے تو نرم سے نرم الفاظ میں یہی کہا جا سکتا ہے کہ اسلامی تصوف کا جو اثر اور جو فوائد نقل کئے جاتے ہیں وہ دراصل بدھ ازم اور ہندو ازم کے ہیں۔ حضورؐ کی وفات کے بعد اسلام بڑی تیزی کے ساتھ جزیرہ عرب سے نکلا اور اردگرد کے تمام ممالک میں پھیل گیا۔ تھوڑی ہی مدت میں اسلام چین اور سندھ کے علاقوں تک پہنچ گیا۔ چین اور سندھ کے لوگوں اور اہل عرب کے درمیان علاقائی اور تجارتی تعلقات قائم ہوئے، جب مختلف اقوام اور مختلف سوچ کے حامل لوگوں کا ملاپ ہوا اور اُن کو آپس میں ملنے کا موقع ملا تو نئے خیال اور نئے افکار نے بھی جنم لیا۔ یہ دوسری صدی ہجری کی بات ہے کہ مسلمانوں نے دیگر مذاہب اور

علاقوں کے لوگوں کے افکار کو اخذ کیا اور مسلمانوں کے علوم کا دائرہ بھی آہستہ آہستہ وسیع ہوتا گیا' ان علوم میں بدھ ازم اور ہندوؤں کے اقوال اور خیالات بھی شامل تھے۔ تصوف نے بدھ ازم اور ہندوازم کے ان اقوال کا بہت زیادہ اثر لیا کہ انہیں اپنے مقصد یعنی معرفت، کے حصول کیلئے ہندوازم اور بدھ ازم میں آسان طریقے دکھائی دیئے۔ اس بات کی تائید اس سے بھی ہوتی ہے کہ دوسری صدی ہجری میں ہی مسلمانوں اور ہندوؤں اور بدھوں کے درمیان اقتصادی اور تجارتی تعلقات قائم ہوئے۔ یہ عباسی خلافت کا ابتدائی دور تھا' اس دور میں جہاں مختلف اقوام کے درمیان تجارتی تعلقات قائم ہوئے وہیں بہت سے مسلمانوں نے ہندوؤں کے علاقے میں سیاحت کی اور ہندو جوگی مسلمانوں کے علاقے میں آئے۔ جس طرح پہلی صدی ہجری میں عیسائی راہب مختلف ممالک کی سیر و سیاحت کرتے' اسی طرح دوسری صدی ہجری میں ہندو جوگیوں نے یہ طریقہ اپنایا۔ یہ وہی لوگ ہیں جنہیں جاحظ' راہب اور زندیق کہتا ہے۔ جاحظ ان کے بارے میں کہتا ہے ''یہ سیاح عام سیاح نہ تھے بلکہ سیاحت مذہبی حکم سمجھ کر کرتے تھے کیونکہ ان کا مسلک تھا کہ دنیا سے عزلت اور خلوت نشینی اختیار کی جائے۔ یہ لوگ عام طور پر دو کی جماعت میں سفر کرتے تھے۔ جہاں انہیں کوئی انسان نظر آتا تو اس سے ملنے کے بعد وہ یہ فرض کر لیتے کہ دوسرا انسان بھی اس کے نزدیک ہی ہوگا' اس کی تلاش میں نکل پڑتے اور یوں آگے بڑھتے رہتے۔ دو راتیں ایک مقام پر نہیں ٹھہرتے تھے۔''

ان سیاحوں نے مسلمان صوفیوں پر بڑا اثر مرتب کیا اور ان کی دیکھا دیکھی ہی صوفیوں نے بھی سیاحت شروع کی۔ گوتم بدھ اور اس طرح کے دیگر مشہور تارکین دنیا کے واقعات انہی سیاحوں کے ذریعے مشہور ہوئے۔ ان سیاحوں کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ یہ آزاد منش لوگ ہیں' یہ کسی کے غلام' محتاج نہیں ہیں' چنانچہ عام لوگ بھی ان کا احترام کرتے اور انہیں عزت کے مقام پر ٹھہراتے۔ یہ بات بھی قابل ذکر ہے کہ بدھ ازم کا آغاز ایران کے مشرق میں ہوا یعنی بلخ بخارا اور ماوراء النہر کے علاقوں میں۔ یہ اسلام کی آمد سے تقریباً ایک ہزار برس قبل کی بات ہے۔ بلخ اور بخارا میں بدھ ازم کی بہت سے عبادت گاہیں تھیں اور یہ تاریخی حقیقت ہے کہ بلخ اور اس کے گرد و نواح کے علاقے ہی پہلی صدی ہجری میں صوفیوں کے اہم مراکز بنے۔ خراسان کے صوفی اپنی فکری

آزادی کے حوالے سے مشہور تھے اور فنا فی اللہ کا عقیدہ بھی انہی کا شروع کردہ ہے جو ہندو افکار سے ماخوذ ہے۔''(۲۳۷)

آخر میں ہم یہ بات کہنا چاہیں گے کہ ہندو تو عزلت' خلوت نشینی' محنت و مشقت' اپنے آپ کو اذیت دینا' مراقبے' مجاہدے' خانقاہوں کی تعمیر' غاروں میں پناہ لینا وغیرہ پر اس لئے عمل کرتے ہیں کہ ان کے رہنما اور قائدین اس کا انہیں حکم دیتے ہیں' ان کے حکم کی تعمیل کرتے ہوئے، ان کی اطاعت کرتے ہوئے وہ ایسا کرتے ہیں۔ عیسائی اس لئے یہ سارے طریقے اپناتے ہیں کہ انہوں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے حوالے سے اس بارے کچھ اقوال نقل کئے ہیں اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے حواریین بھی اس کی تلقین کرتے نظر آتے ہیں۔ بدھ ازم کے متبعین یہ سب مشقت اس لئے اٹھاتے ہیں کہ گوتم بدھ نے یہ سب کچھ کیا۔ سوال یہ ہے کہ مسلمان ایسا کیوں کرتے ہیں؟ نہ تو نبیؐ نے اور نہ ہی آپؐ کے صحابہؓ نے اس طرح کا کوئی حکم دیا نہ ہی ایسا کوئی عمل کیا۔ اسلام اعتدال اور دینِ وسط ہے جس نے ماضی کی تمام شریعتوں اور مذاہب کو منسوخ کر دیا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس کے بارے میں واضح طور پر فرما دیا ''من يبتغ غير الاسلام دينا فلن يقبل منه وهو فى الآخرة من الخاسرين''(۲۳۸) ''جو اسلام کے علاوہ کسی اور دین کو اپنائے گا تو اس سے وہ دین قبول نہیں کیا جائے گا اور آخرت میں وہ خسارہ پانے والوں میں سے ہوگا۔'' یہی وہ دین ہے جس کے بارے میں قرآن پاک نے واشگاف الفاظ میں اعلان کیا ''اليوم اكملت لكم دينكم واتممت عليكم نعمتى ورضيت لكم الاسلام دينا''(۲۳۹) ''آج کے دِن میں نے تمہارے لئے تمہارا دین مکمل کر دیا' اپنی نعمتیں تم پر تمام کر دیں اور اسلام کو بطور دین تمہارے لئے پسند کر لیا۔''

اب جو باتیں قرآن اور حدیث سے ہمیں نہیں ملیں گی تو وہ بدعت ہی کہلائیں گی اور اسلام سے ان کا کوئی تعلق نہیں ہوگا۔

موضوع کا گہرا مطالعہ کرنے سے یہی بات سمجھ میں آتی ہے کہ صوفیوں نے قرآن و حدیث سے اس طریقے کو اخذ نہیں کیا بلکہ انہوں نے ہندوؤں' عیسائیوں وغیرہ سے اسے اخذ کیا

ہے۔ بعض حضرات تو تصوف کے مآخذ میں ایک اور ماخذ کو بھی شامل کرتے ہیں اور وہ ہے افلاطون کے جدید افکار۔

افلاطون کے جدید افکار

تصوف کے موضوع پر کام کرنے والے بہت سے محققین نے اس جانب توجہ دلائی کہ افلاطون کے جدید افکار بھی تصوف کی بنیاد ہیں بلکہ جو لوگ وحدت الوجود اور حلول کے قائل ہیں مثلاً بایزید بسطامی، سہل تستری، حکیم ترمذی، ابن عطاء اللہ الاسکندری، ابن سبعین، ابن الفارض، منصور حلاج، لسان الدین الخطیب، ابن عربی، رومی، جیلی، عراقی، جامی، سہروردی، بایزید الانصاری وغیرہ کیلئے تو یہ سب سے اہم ماخذ ہے۔

ان لوگوں نے فیض، محبت، معرفت اور اشراق کا نظریہ اپنایا جو افلاطون کے افکار سے ماخوذ ہے۔

صوفیوں کی عبارات کو بطور دلیل کے پیش کیا جا سکتا ہے لیکن صوفیوں نے خلط مبحث کرتے ہوئے اقوال کو آپس میں خلط ملط کر دیا ہے۔ کبھی وہ ان اقوال کو افلاطون اور کبھی ارسطو وغیرہ کی طرف منسوب کرتے ہیں۔ چنانچہ ایک مشہور صوفی کہتا ہے "وحدت الوجود اور حلول کا نظریہ، جس کے مطابق اللہ تعالیٰ اپنی مخلوق میں حلول کرتا ہے اور ان کے ساتھ متحد ہو جاتا ہے، دراصل اس کا معنی اور مفہوم سمجھنے میں بہت سے لوگوں کو غلطی واقع ہوئی ہے، بہت سے لوگ اسے فنا کے نظریئے سے ملا دیتے ہیں۔ وہ اسے زمانی اور مکانی اعتبار سے متحد قرار دیتے ہیں، حالانکہ وہ ہندو اور عیسائی سوچ ہے، اسلام کے ساتھ اس کا کوئی تعلق نہیں۔ اگرچہ بعض صوفیوں نے بھی اس سوچ کو اپنایا ہے مگر ان کی تعداد بہت کم ہے۔ اس طرح کی سوچ کی بنیاد افلاطون، فارابی، ابن سینا، گوتم بدھ وغیرہ کے افکار پر ہے۔ حلاج، سہروری، ابن عربی وغیرہ نے جو فلسفہ اپنایا ہے اس کی بنیاد افلاطون کے قدیم اور جدید افکار اور ارسطاطالیس کی فکر پر ہے۔ (۲۴۰)

مزید لکھتا ہے "ان میں سے بعض لوگوں کا خیال تھا کہ وہ غیب کا علم جانتا ہے، خرق عادت،

چیزوں کا ظہور کر سکتا ہے بلکہ حلاج وغیرہ تو اس حد تک چلے گئے کہ انہوں نے انا الحق جیسے الفاظ کہنا شروع کر دیئے۔ ان الفاظ کی وجہ سے حلاج کے ہمعصروں نے اسے جادوگر اور مجنون کہا اور بالآخر اسے سخت سزا دے کر سولی پر لٹکا دیا گیا۔ حلاج کی طرح کچھ لوگ اور بھی ہیں جنہوں نے اپنے نظریات میں مبالغے سے کام لیا' جیسے شہاب الدین عمر سہروردی' محی الدین بن عربی الاندلسی' ابن سبعین الشقلی وغیرہ۔ یہ سب لوگ چھٹی اور ساتویں صدی کے ہیں۔ ان کے ساتھ کچھ ایرانی شاعر بھی شامل ہیں اور وہ بھی اس طرح کے عقائد رکھتے ہیں مثلاً جلال الدین رومی' فرید الدین عطار وغیرہ۔ ان کا مؤقف ہے کہ تصوفِ اسلامی پارسی ہندو اور یونانی فلسفے پر قائم ہے۔'' (۲۴۱)

ڈاکٹر عبد القادر محمود اس حوالے سے لکھتے ہیں ''جب ہم تاریخ کا مطالعہ کریں تو ہمیں معلوم ہوتا ہے کہ سکندر کے زمانے سے یونانی فلسفہ پوری دنیا پر رائج تھا۔ جب مسلمان آئے تو اگرچہ انہوں نے اپنا فلسفہ پیش کیا مگر وہ یونانی فلسفے سے بھی شدید متاثر ہوئے۔ مسلمانوں نے بھی دیگر مذاہب کی طرح خانقاہوں اور مزاروں والا نظام اپنایا' اس نظام کی وجہ سے انہیں عیسائیوں' ہندوؤں' زرتشتوں اور دیگر افکار کو قریب سے دیکھنے کا موقع ملا۔ چنانچہ یونانی ثقافت اور افلاطون کے افکار و نظریات کو مسلمانوں میں داخل ہونے کا موقع ملا۔ ہم دیکھتے ہیں کہ نیکلسن بھی اسی طرح کی سوچ کا قائل ہے۔ اس کا خیال ہے کہ چھٹی صدی ہجری میں مسلمانوں نے دیگر ادیان کے افکار کو اپنایا' جبکہ ماسینئن کا مؤقف ہے کہ یہ واقعہ چوتھی صدی ہجری میں ہوا۔ درحقیقت تیسری صدی ہجری میں ہی مسلمانوں اور دیگر مذاہب کے متبعین کے درمیان بہت زیادہ اختلاط ہو گیا تھا۔ تیسری صدی ہجری تک اسلام عجم میں بہت زیادہ پھیل چکا تھا جس کی وجہ سے اس میں فارابی اور ارسطو کے نظریات داخل ہوئے' انہی نظریات کو بسطامی اور منصور حلاج نے اپنایا۔ اصطفان بن صدیللی الغنوصی السریانی جو آریو باگس یونیورسٹی کا استاد تھا' اس نے پانچویں صدی عیسوی میں وحدت الوجود کی سوچ کو اپنایا۔ یہ عیسائیوں کا مشہور عالم تھا جس نے انجیل کی شرح بھی لکھی۔ یہ جہنم کے ہمیشہ عذاب کا منکر تھا اور اس کا مؤقف تھا کہ سارے گنہگاروں کو کچھ عرصہ عذاب ہوگا' اس کے بعد وہ جنت میں چلے جائیں گے۔ ان خیالات کی وجہ سے عیسائی بھی اسے ناپسندیدگی کی نگاہ سے

دیکھتے تھے۔ایک وقت ایسا بھی آیا کہ لوگوں نے اسے ملحد اور زندیق کہنا شروع کر دیا۔ وہاں سے بھاگ کر وہ بیت المقدس میں آیا اور اسے محسوس ہوا کہ اس علاقے میں اس کا افکار پھیل سکتے ہیں' اس نے اپنے افکار جمع کیے مگر انہیں مشہور ڈائنا سیئس کے افکار سے کیا کیونکہ ڈائنا سیئس اس وقت مشہور تھا۔ اس کے اقوال کو ہم عام طور پر صوفیوں کی کتب میں دیکھ سکتے ہیں۔ یہی افکار پھیلے اور بعد میں اسلامی تصوف کے نام سے مشہور ہوئے۔ اس کے افکار میں فیض' اشراق' معرفت' جذب' حلول' اتحاد' وحدت الشہود' وحدت الوجود جیسے نظریات کا پرتو ملتا ہے۔ افلاطون کے بھی یہی افکار تھے۔ وہ اللہ کے بجائے عقلِ اوّل کو مانتا تھا' اسی عقلِ اوّل کیلئے اس نے مختلف الفاظ استعمال کئے' کبھی وہ اسے نفس کلی کہتا' کبھی مادہ کہتا' تاہم اس سے مراد وہ عقلِ اوّل ہی لیتا تھا جسے مسلمان اللہ یا خدا کہتے ہیں۔ یہ افلاطونی افکار تھے اور انہی افکار کو ہم ابن العربی کے اقوال میں پاتے ہیں۔ مثلاً وہ بھی کہتا ہے کہ سب سے پہلے حقیقتِ محمدیؐ نے ذاتِ الٰہی سے فیض پایا' پھر اس کے بعد تمام موجودات نے ذاتِ الٰہیہ سے فیض پایا۔ ابن الفارض وحدت شہود کا قائل تھا' وہ بھی حقیقت محمدیہ جیسے الفاظ استعمال کرتا۔ سہروردی اور شیرازی اللہ کو ایک بنیادی نور قرار دیتا ہے جس سے دیگر نور یعنی نفس اور عقل نکلتے ہیں اور تمام دیگر انوار اسی نورِ حقیقی کے تابع ہیں۔

اس موضوع کا مطالعہ کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ بنیادی افکار افلاطون کے ہی ہیں' انہی افکار کو نئی تعبیرات کے ساتھ مسلمان مصنفین نے ذکر کیا۔ افلاطون کے افکار یہودی اور عیسائی افکار سے ملتے جلتے ہیں۔ صوفیوں نے فلسفہ یا فلسفے نے اسلامی شکل افلاطونی افکار سے استفادہ کر کے حاصل کی ہے' بالخصوص اشراکی علوم جن کا دعویٰ ہے کہ وہ روحانی علوم ہیں اور روح کو پاک کرتے ہیں۔ افلاطون اپنی کتاب کے نویں باب میں ایک مقام پر لکھتا ہے ''جو نفس اپنے نور سے منور نہ ہو وہ کسی اور نور سے بھی منور نہیں ہو سکتا۔'' جب یہ نفس روشن ہو جائے تو اس میں وہ تمام صفات آجاتی ہیں جن کی وجہ سے یہ روشن ہوا۔ اور پھر ہم اس نفس کو اس روشنی کے ذریعے ہی پہچانیں گے۔ اگر دِل میں حق تعالیٰ کے نورِ معرفت کی روشنی ہوتی ہے تو اسی روشنی سے اس دِل کو پہچانا جائے گا۔ یہ بالکل ایسا ہی ہے جیسا کہ ہم سورج کو سورج کی روشنی کی وجہ سے پہچانتے ہیں۔ افلاطون المتوفی 205ء نے اس

تجربے کو کیا' اور پھر ان تجربات کی روشنی میں فارابی' ابن سینا' حلاج' سہروردی' ابن عربی' ابن الفارض' ابن سبعین اور دیگر صوفی آگے بڑھے' انہوں نے افلاطون کے اس تجربات کی مزید تشریح کی۔ افلاطون کئی مقام پر ایسے واقعات ذِکر کرتا ہے کہ اس کی روح کو اس کے جسم سے نکلنے کا بارہا موقع ملا' اس نے ایسا تجربہ کئی بار کیا ہے' وہ سویا ہوا یا لیٹا ہوا تھا کہ اسے محسوس ہوا کہ اس کی روح اس کے جسم سے نکل کر اوپر منڈلا رہی ہے۔ یہ روح اردگرد واقع ہونے والے تمام حالات کو دیکھ اور سمجھ رہی ہے۔ اور کچھ دیر کے بعد یہ روح دوبارہ جسم میں لوٹ آتی ہے۔ اس نفسیاتی اور روحانی تجربے کے بعد افلاطون نے یہ نتیجہ اخذ کیا کہ ہر انسان کی روح اس سے علیحدہ ہوسکتی ہے اور پھر اس کے اندر داخل ہوسکتی ہے۔ یہ روح علیحدہ ہونے کے بعد جسم کے تمام حالات کو دیکھتی ہے اور ان کی اصلاح بھی کرسکتی ہے۔ جب یہ روح جسم سے علیحدہ ہوتی ہے تو دو علیحدہ جسم بن جاتے ہیں اور ہر جسم دوسرے جسم کو دیکھ رہا ہوتا ہے اور اس کی خوبیاں اور خامیاں اس کے سامنے ہوتی ہیں۔ اس خارجی جسم کے ذریعے وہ داخلی جسم کو دیکھ سکتا ہے اور اس سے نور حاصل کرسکتا ہے۔" (۲۴۲)

ڈاکٹر عبدالرحمٰن بدوی اگرچہ ڈاکٹر عبدالقادر سے کچھ معاملات میں اختلاف کرتے ہیں تاہم اس امر پر ان کا بھی اتفاق ہے کہ تصوف پر یونانی فلسفہ اور فکر کا بہت زیادہ اثر ہے۔ چنانچہ وہ کہتے ہیں "اس بارے سب سے اہم کتاب ارسطاطالیس کی کتاب ہے جسے عرف عام میں ارسطو کہا جاتا ہے۔ یہ کتاب بہت ساری فصول اور ابواب پر مشتمل ہے اور اس میں زیادہ تر افکار افلاطون کے ہیں۔ حیرت انگیز طور پر اس کتاب میں ہمیں فیض اور وحدتِ شہود جیسے نظریات بھی ملتے ہیں جنہیں بہت بعد میں اسلامی تصوف نے اپنایا' بالخصوص سہروردی اور ابن عربی نے ان اصطلاحات کو استعمال کیا اور ان کی خوب تشریح کی۔ ارسطو کی اس کتاب میں ہمیں نظریہ "کلمہ" کی بھی تشریح ملتی ہے۔ لہٰذا پانچویں صدی ہجری میں جب مسلمان صوفیاء کی کتب منظر عام پر آئیں تو کوئی شبہ نہیں کہ اس میں ارسطو کے افکار کا بہت زیادہ پرتو تھا۔ اب یہ واضح نہیں کہ یہ خیالات اور نظریات براہِ راست اسلامی تصوف میں داخل ہوئے یا اسماعیلی اور شیعوں کی کتب کے ذریعے یہ عقائد تصوف میں آئے۔ جو بھی' طریقہ رہا ہو اصل ماخذ یونانی اور افلاطونی افکار ہیں۔ مشہور یونانی مفکر ہرمس کے بارے میں

سہروردی اور ابن عربی بہت زیادہ رطب للسان ہیں' اور اس کے افکار اور نظریات سے بہت زیادہ متاثر نظر آتے ہیں۔ اس کے خیالات کو روحانیت اور طبع سلیم کے افکار سے یاد کرتے ہیں۔ ایک اور حیرت انگیز مشابہت بھی سامنے آتی ہے کہ یونانی مفکرین کی طرح مسلمان صوفی بھی علم کیمیا پر بہت زیادہ یقین رکھتے تھے اور وقتاً فوقتاً اس چیز سے استفادہ بھی کرتے رہتے تھے۔ ہرمس نے اپنی ایک کتاب ''رسالہ'' کے نام سے لکھی' اس کتاب میں اس نے مناجات' حلول' نفس امارہ اور روحانی پاکیزگی کا بہت زیادہ ذکر کیا۔ اس کتاب کا مطالعہ کرنے کے بعد اگر اس موضوع پر ابن عربی اور سہروردی کی کتابیں پڑھی جائیں تو یہی محسوس ہوتا ہے کہ یہ کتابیں ہرمس کی کتابوں کا ترجمہ ہیں۔ افلاطون' سقراط اور دیگر یونانی فلاسفر کے اقوال کا مطالعہ کیا جائے تو وہ بھی مسلم صوفیاء کے اقوال سے ملتے جلتے ہیں' بالخصوص القشیری' السلمی' الشعرانی' الهروی' العطار' الجامی وغیرہ وغیرہ۔'' (۲۴۳)

ڈاکٹر ابوالعلی العفیفی اس بات کی تصدیق کرتے ہیں کہ ابن العربی اور ان کے مقلدین نے بہت سے معاملات میں افلاطونی افکار سے استفادہ کیا ہے۔ (۲۴۴)

ڈاکٹر تفتازانی بھی اسی طرح کی بات کرتے ہوئے لکھتے ہیں ''ہم یونانی فلسفے کا تصوف پر اثر سے انکار نہیں کر سکتے۔ صوفی مسلمانوں تک یہ فلسفے ترجمہ اور نقل کے ذریعے پہنچتے رہے۔ جس زمانے میں صوفی ازم کا عروج ہوا' یہ وہ زمانہ تھا جب مسلمان علمی اعتبار سے آگے بڑھ رہے تھے اور مسلمان خلفاء یونانی کتب کا عربی میں ترجمہ کرا رہے تھے۔ اس کے علاوہ اس زمانے میں مسلمان امراء نے مشہور عیسائی اور یہودی علماء اور مختلف فنون کے ماہرین کو اپنے ممالک میں بلایا تا کہ مسلمان بھی ان سے ان کے فنون و علوم حاصل کریں۔ مسلمانوں اور عیسائیوں و یہودیوں کا یہ اختلاط اس اعتبار سے مسلمانوں کیلئے خطرناک ثابت ہوا کہ مسلمانوں کے افکار اور ان کا مذہب بہت حد تک پراگندہ ہو گیا۔ مسلمان ارسطو کے فلسفے کو بڑی اہمیت دینے لگے اور اس کے فلسفے کو اشراکی اور روحانی فلسفہ قرار دینے لگے۔ عبدالمسیح بن ناعمہ الحمصی نے ''اثھالوجیا ارسطاطالیس'' کا ترجمہ کیا اور لوگوں کو یہ بتایا کہ یہ کتاب ارسطو کی ہے' حالانکہ یہ افلاطون کے افکار پر مشتمل ایک کتاب تھی جسے مسلمانوں نے ارسطو کے احترام میں بغور پڑھا اور اس کے مندرجات سے بہت زیادہ متاثر ہوئے۔

افلاطون سکندری کا فلسفہ اس زمانے میں اس اعتبار سے مشہور تھا کہ افلاطون مشاہدہ، ادراک اور غیب کے حالات جاننے کا دعویٰ کرتا تھا۔ وہ عالمِ محسوس اور غیر محسوس کی بات کرتا تھا۔ یہی باتیں بعد میں اسلامی صوفیوں نے اخذ کیں۔ یہ بھی افلاطون کا ہی فلسفہ ہے کہ سب سے پہلے ایک چیز جسے صوفی عقل اوّل کہتے ہیں، معرضِ وجود میں آئی۔ اسی شئی واحد پر کائنات کا ڈھانچہ کھڑا ہوا۔ یہی قول سہروردی، ابن عربی، ابن الفارض، ابن سبعین، الجیلی وغیرہ کا بھی ہے۔

ایک اور اعتبار سے بھی مسلمانوں اور یونانیوں کے درمیان مشابہت ہے۔ صوفیاء نے بہت ساری اصطلاحات یونانیوں سے اخذ کی ہیں، مثلاً کلمہ، عقل اوّل، عقل کلّی، علت اور معلول، کلّی وغیرہ وغیرہ۔" (۲۴۵)

ڈاکٹر محمد کمال جعفر (۲۴۶) نے بھی اپنے مقدمے میں اسی امر کی تائید کی ہے۔ اس کے علاوہ ڈاکٹر مصطفیٰ حلمی (۲۴۷)، ڈاکٹر ذکی مبارک (۲۴۸)، ڈاکٹر محمد جلال شرف (۲۴۹)، ڈاکٹر ہلال ابراہیم ہلال (۲۵۰) وغیرہ بھی اسی کے قائل ہیں۔

ڈاکٹر قاسم غنی اپنی کتاب میں لکھتے ہیں "مقصودِ اصلی کو حاصل کرنے کیلئے ضروری ہے کہ انسان شہوت اور خواہشاتِ نفسانی سے اپنے آپ کو دُور رکھے اور چار خوبیوں کو حاصل کرنے کی کوشش کرے، یعنی عفت، عدل، شجاعت و بہادری اور حکمت۔ صوفیاء کی طرح یونانی اور افلاطونی فلسفہ بھی اس کی تائید کرتا ہے۔ مسلمانوں نے اس فلسفے میں تھوڑا سا اضافہ اور کمی کر کے اسے اشراق اور مشرق کا فلسفہ قرار دیا۔ تصوف میں افلاطون اور یونانی افکار کا بہت زیادہ عمل دخل ہے۔ دوسرے الفاظ میں کہا جا سکتا ہے کہ تصوف کا نظریاتی اور علمی بنیاد یونانی فلسفہ ہے۔ اگر ہم گہری نظر سے دیکھیں تو صوفیوں کا مسلک یہ ہے کہ انسان جب دنیا سے آنکھیں بند کر لے، اسے فانی سمجھتے ہوئے اس سے قطع تعلق کر لے اور اس چیز سے لو لگا لے جو ابدی ہے، تو اسے افلاطونی فلسفے کے مطابق رضا کا مقام حاصل ہو جاتا ہے۔ اسی طرح وحدت الوجود کا فلسفہ جدید افلاطونی افکار کا چربہ ہے۔ جو لوگ وحدۃ الوجود کے قائل ہیں، ان کا عقیدہ یہ ہے کہ یہ کائنات حق تعالیٰ کی قدرت کا عکس ہے۔ لہٰذا اس کائنات کی ہر چیز میں حق تعالیٰ کی تجلی اور عکس ہے۔ تاہم حقیقی وجود ذاتِ باری تعالیٰ کو ہے اور بالتبع

وجود دیگر اشیاء کو ہے۔ لہٰذا انسان جب درمیان کے سب واسطوں کو ہٹا دیتا ہے اور اپنے دِل کو حق تعالیٰ کی تجلیات کا مرکز بنا لیتا ہے تو ابدی سعادت اور کامرانی پالیتا ہے۔ راہِ تصوف پر چلنے والے شخص کو چاہئے کہ وہ عشق کے پروں کے ساتھ حق تعالیٰ کی جانب محوِ پرواز ہو۔ دنیاوی پردوں اور قیود سے اپنے آپ کو آزاد کرے اور موجودِ حقیقی ولافانی ذات میں اپنے آپ کو فنا کرلے۔"(۲۵۱)

اس طرح کے افکار ہمیں مشہور صوفیاء کی کتب میں بھی ملتے ہیں، مثلاً ڈاکٹر عبدالحسین زرین کوب (۲۵۲)، مہدی توحیدی پور (۲۵۳)، احمد بن محمد الاردبیلی (۲۵۴) وغیرہ وغیرہ۔

پاک وہند کے مشہور صوفی بھی اس کا اقرار کرتے ہیں۔ ان کا اقرار اتنی واضح زبان میں ہے کہ اس سے کوئی بھی شخص انکار نہیں کرسکتا۔ پروفیسر یوسف سلیم چشتی اپنی کتاب "تاریخ تصوف" میں افلاطونی افکار پر تفصیلی روشنی ڈالنے کے بعد لکھتے ہیں "تصوف کے ماخذ انتہائی پاکیزہ اور محترم ہیں جن میں سرفہرست جدید افلاطونی افکار ہیں۔ شیخ اکبر محیی الدین عربی نے انہی افلاطونی افکار کو آگے پھیلایا۔ بنیادی طور پر یہ افکار افلاطون کے ذاتی مشاہدے پر مبنی تھے، وہ اس امر کا قائل تھا کہ تزکیہ نفس دنیا اور مادی عالم کو چھوڑ بغیر ممکن نہیں۔ چنانچہ وہ اس کی تین قسمیں بیان کرتا ہے: تصفیۃ النفس، تجلیۃ النفس، اور تخلیۃ النفس۔ ان تین مقامات کو حاصل کرنے کیلئے تین مرحلے ہیں۔ پہلا مرحلہ فن اور آداب کا ہے، اس کا مطلب یہ ہے کہ کسی چیز کو اس کی حقیقت اور تمام تر خوبصورتی کے ساتھ اخذ کیا جائے۔ افلاطون کے مطابق یہ دونوں چیزیں یعنی حقیقت اور جمال (Truth and Beauty) دراصل ایک ہی چیز ہیں۔ دوسری چیز عشق اور تیسرا مرحلہ حکمت ہے۔ افلاطونی فلسفے کے مطابق تہذیب النفس یا تزکیۃ النفس عقلی یا برہانی چیز نہیں ہے یعنی اسے دلائل کے ذریعے حاصل نہیں کیا جاسکتا، بلکہ یہ کشفی اور وجدانی چیز ہیں۔ اسی طرح الٰہیات کے معاملے میں افلاطون کے افکار وحدت الوجود کے گرد ہی گھومتے ہیں اور یہ نظریہ صوفیوں کا بھی ہے۔(۲۵۵)

اسی طرح ایک اور محقق کا قول ہے کہ یہ بات بعید اور محال نہیں ہے کہ اسلامی تصوف کی بنیاد یونانی فلسفہ اور ہندوازم ہو، اس کے علاوہ عرب میں پھیلے بہت سارے دیگر مذاہب جیسے عیسائیت، یہودیت، زرتشتیت وغیرہ بھی تصوف پر بیحد اثر انداز ہوئے۔ دوسری اور تیسری ہجری کے دوران

عربوں اور دیگر مذاہب کے لوگوں کے درمیان اختلاط ہوا۔اسی زمانے میں یونانی فلسفہ عربی زبان میں منتقل ہوا' چنانچہ اس کا اثر مسلمانوں نے بھی قبول کیا' یہی وجہ ہے کہ بہت سارے علماء تصوف اسلامی کو یونانی فلسفے کی ایجاد قرار دیتے ہیں۔ بعض لوگوں کا یہ بھی کہنا ہے کہ تصوف کی اصل جڑ عیسائیت ہے۔تاہم اسلام میں تصوف ہندوازم کے راستے سے آیا ہے۔ جب مسلمانوں نے آدھی سے زیادہ دنیا کو فتح کیا تو بلاشبہ مال و دولت کے حصول کے ساتھ ساتھ نئے افکار بھی ان کے سامنے آموجود ہوئے۔ چنانچہ اہل عرب نے مال کے ساتھ ساتھ ان مذاہب کو بھی سمیٹا اور اپنے علاقوں میں واپس لے کر آئے۔"(۲۵۶)

مسلمان محققین کی آراء آپ نے پڑھ لیں کہ وہ تصوف اور صوفیاء کے بارے میں کس طرح کا گمان رکھتے ہیں۔ان میں سے بہت سے محققین ایسے بھی ہیں جو تصوف میں بھی اعلیٰ مقام پر فائز ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ بہت سارے مستشرقین بھی اس بات کو مانتے ہیں کہ جدید افلاطونی افکار تصوف کے اہم مصادر میں سے ہیں۔ بالخصوص ابتدائی صدیوں کے بعد تصوف کی شکل سامنے آئی' وہ خالصتاً افلاطونی افکار کا چربہ تھی۔ مشہور انگریز مستشرق نیکلسن اسی بات کی وضاحت کرتے ہوئے اپنی مختلف کتب میں اس کا حوالہ دیتا ہے۔ وہ تصوف کے نشوونما اور پرداخت میں خارجی عوامل کو بھی اہم سمجھتا ہے۔ اس کے مطابق خارجی عوامل میں سب سے اہم جدید افلاطونی افکار ہیں۔ یہ افکار ذوالنون مصری اور معروف کرخی کے دور میں مصر اور شام کے علاقے میں عام تھے۔ نیکلسن اپنی کتاب میں ذوالنون مصری کے حوالے سے بہت سارے اقوال نقل کرتا ہے۔ان کی زندگی کے بہت سارے واقعات بیان کرتا ہے جس میں افلاطونی افکار کا پرتو نظر آتا ہے۔اس سے نیکلسن یہ استدلال کرتا ہے کہ ذوالنون مصری اپنے وقت کی یونانی حکمت سے بخوبی آگاہ و واقف تھے' اور وہی اسلام اور مسلمانوں میں ان افکار کو لانے اور پھیلانے کے ذمہ دار ہیں۔

ایک اور مستشرق میرکس نے بھی اپنی کتاب "التاریخ العام للتصوف و معالمہ" میں اس نظریئے کی تشریح کی۔(۲۵۷)

نیکلسن مزید کہتا ہے "اس بات کو تفصیل سے بیان کرنے کی ضرورت نہیں کہ مسلمانوں کی

تعلیمات اور افکار پر یونانی علوم کا بہت زیادہ اثر ہے۔ بنیادی طور پر یونانی علوم کے تین مراکز تھے اور جن مقامات میں یہ مراکز واقع ہیں، وہیں سے تصوف کو پروان حاصل ہوا۔ مثلاً شام، ایران اور حران۔ مسلمانوں کو جدید علوم کے لالچ میں یہ ساری چیزیں پڑھائی گئیں جو یونانی فلسفہ اور فکر کا خاصہ تھیں۔ چنانچہ سارے معاملات آپس میں خلط ملط ہو گئے اور مسلمانوں نے جب تصوف کا نام لیا تو اس میں یونانی افکار بھی خود بخود سمو گئے۔ تاہم نیکلسن کا خیال یہ ہے کہ اسلامی فلسفہ یونانی مفکرین میں سے اگر کسی سے متاثر ہے تو وہ ارسطو ہے، نہ کہ افلاطون۔ لیکن عرب کے لوگوں نے ارسطو کا مطالعہ افلاطون کی شروحات سے کیا، لہٰذا وہ ان افکار کو بھی افلاطون کی طرف منسوب کرنے لگے۔ ان پر افلاطون کے افکار کا غلبہ ہوا۔ ''اتھالوجیا ارسطاطالیس'' کا عربی ترجمہ 840ء میں ہوا۔ مسلمان طویل عرصے تک یہی سمجھتے رہے کہ یہ کتاب افلاطونی افکار سے ماخوذ ہے۔ مسلمان جس بھی نئے علاقے میں گئے وہاں انہوں نے یونانی افکار کو پایا، انہیں ختم کرنے یا اسلام میں ضم کرنے کی کوشش کی تو خود ان کے افکار بھی ان سے متاثر ہو گئے۔ شام اور یونان دو اہم شہر تھے جہاں یونانی فکر اور فلسفہ کا بہت زیادہ اثر تھا۔ یہی وہ دو شہر ہیں جہاں سے تصوف کا ظہور ہوا اور اس تصوف کا سب سے بڑا داعی ذوالنون المصری تھا جو اپنے زمانے میں کیمیادان حکیم کے حوالے سے مشہور تھا۔ دوسرے الفاظ میں کہا جا سکتا ہے کہ یہ ان افراد میں سے تھا جنہوں نے اسلامی تصوف میں یونانی کلچر اور ثقافت کو داخل کیا۔ مجھے اس امر میں کوئی شک نہیں کہ تصوف ابتدا میں عیسائی اور یہودی افکار سے متاثر ہوا، بعد ازاں یونانی نظریات اور افکار اس میں داخل ہوئے۔ تصوف کی تعلیمات اور عیسائیت، یہودیت اور یونانی افکار کی تعلیمات میں بہت زیادہ مشابہت ہے۔ اگر ہم اس نکتے پر سوچیں تو پھر ہم یہ بات کہنے پر مجبور ہو جاتے ہیں کہ ہندوازم یا ایران کا زرتشتی مذہب تصوف کی بنیاد اور ماخذ نہیں ہے بلکہ تصوف کا ماخذ یونانی افکار ہیں۔'' (۲۵۸)

ایک اور مقام پر نیکلسن کہتا ہے ''ایک اور بات سے بھی ہمارے اس مؤقف کی تائید ہوتی ہے کہ اسلامی تصوف میں یونانی فلسفہ اور افکار کا بہت زیادہ اثر ہے۔ وہ یہ ہے کہ معرفت کا نظریہ سب سے پہلے مغربی ایشیاء اور مصر میں نمودار ہوا۔ یہ وہ علاقے ہیں جہاں یونانی تہذیب اور

ثقافت کو بہت زیادہ عمل دخل تھا۔ ان افکار کی بنیاد بھی غیر عربی ہے۔" (۲۵۹)

ایک اور مقام پر نیکلسن صراحتاً بیان کرتا ہے کہ تصوف کا فلسفہ الٰہیات یونانی فکر سے ماخوذ ہے اور اگر دونوں فلسفوں کا مطالعہ کیا جائے تو ان میں پائی جانے والی حیرت انگیز مشابہت سے کوئی بھی شخص انکار نہیں کر سکتا۔ (۲۶۰) مشہور مستشرق براؤن نے اپنی کتاب "تاریخ فارس الادبی" اور اولیری نے اپنی کتاب "الفکر العربی و مکانتہ فی التاریخ" میں اس کی تصدیق کی ہے۔ (۲۶۱) میر کس نے بھی اپنی کتاب میں انہی افکار و نظریات کی تائید کی۔ (۲۶۲)

فرانس کے مشہور مستشرق ماسینئن کہتے ہیں "یونانی فلسفہ عالم اسلامی میں جذب ہو گیا۔ قرامطہ اور رازی سے لے کر ابن سینا کے دور تک یونانی فلسفہ ہی مسلمان مفکرین کے اذہان پر حکومت کرتا رہا۔ یہی وجہ ہے کہ چوتھی صدی ہجری میں میٹافزکس کی اصطلاح منظر عام پر آئی، حالانکہ اس سے قبل روح، نفس اور جوہرِ مادی کے الفاظ استعمال ہوتے تھے۔ افلاطون اور ارسطو کے افکار بھی اسی دور میں صوفیوں میں داخل ہوئے۔" (۲۶۳)

آپ نے مطالعہ کر لیا کہ اس معاملے میں مسلمان محققین اور مستشرقین کی رائے ایک ہی ہے۔

بعض صوفی بھی اس بات کے قائل ہیں کہ تصوف کا یونانی فلسفے کے ساتھ گہرا تعلق ہے۔ چنانچہ اپنی کتب میں وہ یونانی فلسفے کی تعریف کرتے ہیں اور اس کا دفاع کرتے نظر آتے ہیں۔

الجیلی اپنی کتاب "الانسان الکامل فی معرفۃ الاواخر والاوائل" کے دوسرے حصے میں لکھتا ہے "افلاطون کے ساتھ میری ملاقات ہوئی، جسے اہل ظاہر کافر سمجھتے ہیں۔ حالانکہ ملاقات کے بعد میں نے یہ محسوس کیا کہ اس نے اس دنیا کو نور سے بھر دیا ہے۔ میرے نزدیک اس کا وہ مقام ہے جو معدودے اولیاء کا ہے۔ میں نے اس سے پوچھا تم کون ہو؟ تو اس نے کہا میں قطبِ زماں ہوں۔ لیکن میں نے ایسی عجیب و غریب چیزیں دیکھیں اور محسوس کی ہیں کہ میں انہیں ذکر نہیں کر سکتا۔ ایسی باتیں ہیں جنہیں زبان بیان کرنے سے قاصر ہے۔ لہٰذا اگر تم عقلمند ہو تو اپنے ہونٹوں کو سی لو اور خاموشی اختیار کرو۔" (۲۶۴)

ایک اور مقام پر الجیلی لکھتا ہے کہ ارسطو جو افلاطون کا شاگرد تھا' نے حضرت خضر کی صحبت پائی ہے اور ان سے بہت سارے علوم بھی حاصل کئے۔ ارسطو حضرت خضر کے شاگردوں میں سے ہے۔(۲۶۵) اس کے علاوہ الجیلی نے افلاطونی افکار اور فلسفوں کو بھی ذکر کیا۔

لسان الدین ابن الخطیب اپنی کتاب ''روضۃ التعریف بالحب شریف'' میں افلاطون کو معلم الخیر کے نام سے یاد کرتا ہے۔ اس کے مطابق ارسطو بہت سارے معاملات میں متذبذب تھا' لہٰذا ارسطو کا نام متذبذب حکیم اور سقراط اور ہرمس کا نام اس نے اہلِ انوار یعنی نور والے رکھا۔

ابن الخطیب ارسطو کے بارے میں یہاں تک کہتا ہے کہ ارسطو اعلیٰ ترین مقام پر فائز تھا' کہ اسے ذاتِ الٰہیہ کے ساتھ اتحاد حاصل ہو گیا تھا۔ چنانچہ ارسطو سے نقل کرتے ہوئے وہ کہتا ہے ''بہت دفعہ میں نے اپنے رب کے ساتھ خلوت اختیار کی' میں نے اپنے بدن کو ایک طرف رکھ دیا' میں خدا کے سامنے یوں حاضر ہوا گویا میرا بدن بھی میرے ساتھ نہیں ہے' اور میں طبعی لباس سے بھی پاک ہوں' اس وقت میں نے محسوس کیا کہ میں دنیا کی ہر چیز سے نکل کر ایک ذات میں داخل ہو گیا ہوں' جب یہ احساس بڑھا تو مجھے اپنی ذات میں بھی اس ذاتِ حقیقیہ کا حُسن نظر آنے لگا' اس کے کمالات اور مناظر دیکھ کر میں حیران اور مبہوت ہو گیا اور مجھے پتہ لگ گیا کہ میں بھی ذاتِ پاک کا ایک جزو ہو گیا ہوں۔ جب مجھے اس بات کا یقین ہو گیا تو میں نے اپنے ذہن کی پرواز کو اور بڑھایا اور علت الٰہیہ میں داخل ہو گیا' جو کائنات کو محیط ہے۔ مجھے محسوس ہوا کہ میں آسمان پر گویا لٹکا ہوا ہوں' کائنات سے اوپر ہوں۔ وہاں سے میں دنیا کو دیکھ رہا ہوں اور اس مقام پر میں نے نور' خوشی دیکھی جسے انسانی زبان بیان کرنے' انسان کان سننے اور انسانی دماغ سوچ بھی نہیں سکتا۔ یہ نور اتنا زیادہ تھا کہ میں اس کی تاب نہ لا سکا' چنانچہ میں دوبارہ عقل اور فکر والی دنیا میں واپس آ گیا اور یہ نور مجھ سے دُور ہٹتے گئے۔ میرے اور اس نور کے درمیان وہم اور شکوک کے بہت سارے پردے حائل ہو گئے۔ میں حیران تھا کہ کس طرح میں نے اس ذاتِ شریفہ تک رسائی حاصل کی اور اب میں کس تنگ اور تاریک سوچ پر واپس آ گیا ہوں۔ عجیب بات یہ ہے کہ میں نے اپنے آپ کو نور سے بھرا ہوا محسوس کیا' مجھے یوں لگا جیسے میرا بدن اور جسم بھی نور کا ہے' حالانکہ یہ نور میرے جسم سے

خارج اور میرا جسم نور سے خارج تھا۔ وہاں جا کر میری فکر اور سوچ ختم ہو گئی، صرف رویت اور تجلی رہ گئی۔ میں حیران، پریشان کھڑا سب کچھ دیکھتا رہا۔ مجھے بے اختیار فلطنوس یاد آیا جو ذاتِ شریفہ تک رسائی حاصل کرنے کا بہت مشتاق ہے۔ اس کا کہنا تھا کہ ہر شخص کو اس کی خواہش کرنی چاہئے، جب وہ جواہر الٰہیہ کو حاصل کرلے گا، عالمِ اعلیٰ تک پہنچ جائے گا تو اس کے بدلے میں اسے اضطرار اور بیتابی کی نعمت نصیب ہو گی۔ یہ ایسی اضطرار اور بیتابی ہو گی کہ اس پر دنیا کے سارے سکون قربان کئے جاسکتے ہیں۔ اس بیتابی کے بعد اسے ایسی راحت نصیب ہو گی کہ وہ اپنی زندگی پر ابدی زندگی کا گمان کرنے لگے گا۔ وہ ہمیشہ اس معرفت اور ملاقات کی لذت میں کھویا رہے گا۔ اگرچہ یہ لمحہ یا گھڑی بھر کی ملاقات ہو گی مگر اس کا مزہ پوری زندگی پر محیط ہو گا۔" (۲۶۶)

مزید کہتا ہے "بہت سارے لوگ اسے ریاضت اور محنت کے ذریعے حاصل کرنے کی کوشش کرتے ہیں، حالانکہ اس کے حصول کیلئے یہ کوئی طریقہ نہیں ہے۔ اس لئے کہ اس ملاقات کے ذریعے تو وہ عالمِ لطیف کا حصہ بن جاتا ہے۔ وہ جسم کے مختلف اشغال پر قادر ہو جاتا ہے۔ کائنات کے عجائب اسے اپنے سامنے ہیچ نظر آتے ہیں۔ جن لوگوں کو یہ تجربہ ہوا وہ بتاتے ہیں کہ ان کا جسم اسی دنیا میں رہ گیا اور اپنی روح کے ساتھ وہ عالمِ اعلیٰ تک گئے، وہاں انہوں نے نور کا مشاہدہ کیا، پھر جب وہ مادی دنیا میں واپس آئے تو وہ سب چیزیں ان سے ختم ہو گئیں، صرف یادیں رہ گئیں۔ اس طرح کے واقعات سقراط، افلاطون اور ارسطو نے اپنی کتابوں میں نقل کئے ہیں۔" (۲۶۷)

اس طرح کی عبارات، ہمیں صوفیوں کی کتابوں میں اور بھی بہت ساری ملتی ہیں، یہ گویا داخلی شہادات اور گواہیاں ہیں، یہ صوفیوں کے اعترافات ہیں۔

اسی بنا پر مشہور صوفی عبدالوہاب الشعرانی اپنے شیخ کے بارے میں نقل کرتے ہیں "میرے شیخ افضل الدینؒ کہا کرتے تھے کہ صوفیوں کی بہت ساری باتیں ظاہری اعتبار سے معتزلہ اور فلسفیوں کے قواعد کے مطابق ہیں۔ لہٰذا ان باتوں کے ظاہر کو دیکھ کر ان کا انکار نہیں کر دینا چاہئے بلکہ اس کے مآخذ پر غور کرنا چاہئے۔ اس لئے کہ ضروری نہیں کہ جو بات فلسفی یا معتزلی کہے، وہ غلط اور باطل ہو۔" (۲۶۸)

ان اعترافات اور گواہیوں کے بعد ہمیں صوفیوں کے مزید اقوال بیان کرنے کی ضرورت نہیں۔اس کتاب کے دوسرے حصے میں بعض مقامات پر ہم کچھ اور اقوال کا بھی حوالہ دیں گے جس سے یہ بات معلوم ہو جائے گی کہ صوفیوں کے افکار اور جدید افلاطونی افکار میں بہت زیادہ مکارنت اور مشابہت ہے۔

یہ تصوف کے بنیادی آ خذ ہیں جس سے تصوف کے شجرہ بے ثمر نے سیرابی حاصل کی۔لہٰذا یہ ممکن نہیں کہ کسی ایک مصدر کو ہی تصوف کا بنیادی مصدر قرار دیا جائے۔نیکلسن کے مطابق ''عیسائیت' جدید افلاطونی افکار' بدھ ازم سمیت کئی افکار اور فلسفے ہیں جن کا اسلامی تصوف پر گہرا اثر ہے۔جس زمانے میں تصوف نے پروان حاصل کیا' اس زمانے میں ان تمام مذاہب اور فلسفوں کا غلغلہ تھا' لہٰذا تصوف پر ان کی گہری چھاپ کا لگنا ضروری تھا۔اس کے علاوہ بھی اس پر بہت سی دلیلیں شاہد ہیں۔خلاصہ کلام ہم کہہ سکتے ہیں کہ تیسری صدی میں تصوف ایک مسلک کے طور پر سامنے آیا۔جو بہت سے افکار اور خیالات کا نتیجہ تھا۔اس میں اسلامی عقیدہ توحید کے ساتھ ساتھ عیسائیوں کا تصورِ رہبانیت' ہندوؤں اور یونانیوں کا فلسفہ بھی شامل تھا۔''(۲۶۹)

ان مذاہب اور افکار کے علاوہ تصوف پر اثر ڈالنے والا ایک اور انتہائی اہم مصدر بھی ہے یعنی تصوف' جس کا پہلا بیج یہودیوں نے رکھا تھا' بعد ازاں وہ ایرانی علاقوں میں پھلا پھولا۔چونکہ اس مصدر کا بھی تصوف میں انتہائی اہم مقام حاصل ہے لہٰذا ہم اگلے صفحات میں اسے بھی تفصیل کے ساتھ بیان کریں گے جس میں ہم ثابت کریں گے کہ شیعیت اپنے ابتدائی دور سے لے کر آخر تک تصوف پر غالب رہا' تصوف کے بنیادی عقائد' اصطلاحات اور تعریفیں شیعیت سے حیرت انگیز طور پر مشابہت رکھتی ہیں۔شیعوں کی گمراہیاں اور مذموم عقائد صوفیوں میں بھی نظر آتے ہیں۔باب کی اہمیت کے پیش نظر ہم اس کیلئے ایک مستقل باب قائم کر رہے ہیں تاکہ اس موضوع پر سیر بحث گفتگو ہو اور اس کا ہر پہلو کھل کر قارئین کے سامنے آ جائے۔

حوالہ جات باب2

(۱)اس کتاب کا باب نمبر 1 ،فصل نمبر 3 ملاحظہ فرمائیں

(۲)''تذکرۃ الاولیاء'' مصنف فریدالدین العطار'' ص53 'مطبوعہ: پاکستان

(۳)''طبقات السلمی'' ص12 'مطبوعہ: مطابع الشعب القاہرہ1380ھ

(۴)''حلیۃ الاولیاء'' مصنف الاصبہانی' جلد7 ' ص367 'مطبوعہ: دارالکتاب العربی لبنان

(۵)''الرسالہ القشیریہ'' جلد1 'ص54 'مطبوعہ: دارالکتب الحدیثہ القاہرہ' تحقیق ڈاکٹر عبدالحلیم محمود

(٦)''جمہرۃ الاولیاء'' جلد2 'ص125 'مطبوعہ: مؤسسۃ الحلبی 'القاہرہ1967ء

(۷)''نفحات الانس'' مصنف جامی' ص41 'ایران

(۸)''طبقات الاولیاء'' مصنف ابن الملقن 'ص5 'مطبوعہ: مکتبہ الخانجی القاہرہ' پہلا ایڈیشن1393ھ

(۹)''الطبقات الکبریٰ'' مصنف شعرانی' جلد1 'ص69

(۱۰)''للت دستر'' باب21۔ نیز ''دائرۃ المعارف'' نقل از'' تاریخ التصوف فی الاسلام'' مصنف ڈاکٹر قاسم غنی' عربی ترجمہ ص223۔ نیز ''جستجو در تصوف ایران'' فارسی' مصنف ڈاکٹر عبدالحسین زرین کوب' ص7-6 'مطبوعہ: مؤسسۃ انتشادات امیر کبیر تہران' 1363

(۱۱)مذکورہ بالا حوالہ

(۱۲)''تاریخ التصوف فی الاسلام'' مصنف ڈاکٹر قاسم غنی' عربی ترجمہ ص223

(۱۳)''اللمع'' مصنف الطوسی' ص265 'تحقیق ڈاکٹر عبدالحلیم محمود' طٰہٰ عبدالباقی سرور۔ ''تذکرۃ الاولیاء'' مصنف عطار' ص57 'مطبوعہ: پاکستان

(۱۴)''عوارف المعارف'' مصنف سہروردی' ص166۔ نیز ''غیث المواہب العلیہ'' مصنف نفزی الرندی' جلد1 'ص208

(۱۵)''قوت القلوب'' مصنف ابوطالب المکی' جلد1 'ص252' مطبوعہ: دار صادر بیروت۔ نیز ''غیث المواہب العلیہ'' جلد1 'ص208

(۱٦)''عوارف المعارف'' مصنف سہروردی' باب21 'ص165 'مطبوعہ: دارالکتاب العربی بیروت' 1983

(۱۷)''قوت القلوب فی معاملۃ المحبوب''مصنف ابوطالب المکی' جلد 1'ص 267

(۱۸)''قوت القلوب'' جلد 2'ص 238۔ نیز ''عوارف المعارف''ص 165۔ نیز ''الطبقات الکبریٰ'' مصنف شعرانی' جلد 1'ص 73'مطبوعہ: دار العلم للجمیع قاہرہ 1954

(۱۹)''عوارف المعارف''ص 165-164

(۲۰)مذکرہ بالاحوالہ'ص 165

(۲۱)''غیث المواہب العلیہ فی شرح الحکم العطائیہ'' مصنف ابوعبداللہ محمد بن ابراہیم النفزی الرندی' جلد 1' ص 209'تحقیق ڈاکٹر عبدالحلیم محمود' ڈاکٹر محمود شریف'مطبوعہ: مطبعۃ السعادۃ القاہرہ

(۲۲)مذکورہ بالاحوالہ

(۲۳)''طبقات الاولیاء''مصنف ابن الملقن'ص 36'مطبوعہ: مکتبۃ الخانجی القاہرہ' پہلا ایڈیشن 1393

(۲۴)''طبقات الشعرانی'' جلد 1'ص 46

(۲۵)''کشف المحجوب''مصنف الہجویری'ص 611-610

(۲۶)''کشف المحجوب''عربی ایڈیشن'ص 611-610

(۲۷)''اللمع''مصنف السراج الطوسی'ص 264

(۲۸)''تذکرۃ الاولیاء''مصنف فریدالدین العطار'ص 241'مطبوعہ: پاکستان

(۲۹)''الاخلاق المتبولیہ''مصنف عبدالوہاب الشعرانی' جلد 3'ص 179'تحقیق ڈاکٹر منیع عبدالحلیم محمود'مطبوعہ: مطبعہ دار التراث العربی' قاہرہ' 1974ء

(۳۰)''طبقات الشعرانی''ص 34

(۳۱)''تنبیہ المغترین''مصنف شعرانی'ص 29

(۳۲)''تلبیس ابلیس''مصنف علامہ ابن الجوزی'ص 286

(۳۳)سورۃ النساء' آیت 3

(۳۴)سورۃ النور' آیت 32

(۳۵)سورۃ الروم' آیت 21

(۳۶)متفق علیہ

(۳۷)رواہ ابوداؤد والنسائی والبیہقی عن معقل بن یسار

(۳۸)رواہ احمد والنسائی

(۳۹)رواہ مسلم



(۴۰) ''تلبیس ابلیس''، مصنف ابن الجوزی، ص285-286
(۴۱) آیت 12، انجیل متی، عہد نامہ جدید
(۴۲) بولس کا کورنتس والوں کے نام خط، عہد نامہ جدید، حصہ نمبر 7، آیت 1
(۴۳) مذکورہ بالا حوالہ، آیت 8
(۴۴) حصہ نمبر 7، آیت 31 تا 39
(۴۵) Oxford History of Christian Church P.992, London 1958.
(۴۶) ''طبقات الشعرانی'' جلد 2، ص142
(۴۷) ''تذکرۃ اولیائے برصغیر'' مصنف مرزا محمد اختر دہلوی، جلد 3، ص33
(۴۸) Bookings of The Chirstian Churchs, P135, London, 1955
(۴۹) انجیل متی، حصہ 6
(۵۰) انجیل متی، حصہ 6، آیت 24 تا آخر
(۵۱) حصہ 19، آیت 16 تا 24
(۵۲) مذکورہ بالا حوالہ، آیت 29
(۵۳) حصہ 10، آیت 10-9
(۵۴) انجیل لوقا، حصہ 14، آیت 26
(۵۵) مذکورہ بالا حوالہ آیت 33
(۵۶) انجیل متی، حصہ 8، آیت 18 تا 23
(۵۷) ''دی ہسٹری آف کلچر'' مصنف ول ڈیورنٹ، عربی ترجمہ محمد بدران، ج12، ص119 تا 123، مطبوعہ: الادارہ الثقافیہ فی جامعۃ الدول العربیہ القاہرہ، 1964
(۵۸) The Story of the Christian Church, P889, 1933
(۵۹) A short History of our Religion, London 1922
(۶۰) Origin Christian Church Art, 4-6, Oxford, 1933
(۶۱) Buildings, Loeb, Lib i, 10
(۶۲) History of Ancient Art, 1, 350-1, Finlay, 195
(۶۳) سورۃ الاعراف، آیت 32-31
(۶۴) سورۃ القصص، آیت 77

(۶۵) سورۃ البقرہ، آیت 29

(۶۶) سورۃ النحل، آیت 14

(۶۷) سورۃ النحل، آیت 81-80

(۶۸) سورۃ النحل، آیت 5 تا 7

(۶۹) سورۃ الجمعۃ، آیت 10

(۷۰) سورۃ النساء، آیت 5

(۷۱) سورۃ البقرہ، آیت 275



(۷۲) سورۃ البقرہ، آیت 212

(۷۳) سورۃ البقرہ، آیت 201

(۷۴) سورۃ الذاریات، آیت 19

(۷۵) سورۃ الانعام، آیت 141

(۷۶) سورۃ الروم، آیت 38

(۷۷) سورۃ الاسراء، آیت 27

(۷۸) سورۃ الانعام، آیت 141

(۷۹) رواہ البخاری ومسلم والنسائی وابوداؤد وابن ماجہ

(۸۰) متفق علیہ

(۸۱) رواہ احمد واسنادہ صحیح

(۸۲) متفق علیہ

(۸۳) رواہ البخاری ومسلم وغیرھما

(۸۴) رواہ احمد وابن ماجہ

(۸۵) رواہ مسلم فی صحیحہ

(۸۶) رواہ البیہقی وابن ماجہ واسنادہ صحیح ورجالہ ثقات

(۸۷) رواہ مسلم وابوداؤد والنسائی وغیرھم، واللفظ لمسلم

(۸۸) ''المحبۃ'' مصنف المحاسبی

(۸۹) ''عوارف المعارف'' مصنف سہروردی، ص 92۔ نیز ''اللمع'' مصنف طوسی، ص 262۔ نیز ''الرسالہ القشیریہ'' جلد 1، ص 71

(۹۰) ''الرسالہ القشیر یہ'' مصنف ابو قاسم القشیر ی' جلد 1' ص 84

(۹۱) ''قوت القلوب'' مصنف ابو طالب المکی' جلد 1' ص 267۔ نیز ''غیث المواهب العلیہ'' مصنف نفزی الرندی' ص 208

(۹۲) ''الرسالہ القشیر یہ'' جلد 1' ص 117

(۹۳) ''ایقاظ الھمم'' مصنف ابن عجیبہ الحسنی' ص 213' تیسرا ایڈیشن' مطبوعہ: مصطفیٰ البابی الحلبی 1402ھ

(۹۴) مذکورہ بالا حوالہ

(۹۵) ''اصطلاحات الصوفیا'' مصنف کمال الدین عبدالرزاق القاشانی' آٹھویں صدی ہجری کے مشہور صوفی' ص 76' مطبوعہ الھیئۃ المصریہ العامہ للکتاب مصر

(۹۶) رواہ النسائی

(۹۷) ''اللمع'' مصنف الطّوسی' ص 72۔ نیز ''مناقب الصوفیہ'' مصنف قطب الدین المروزی' ص 55' مطبوعہ: تہران 1362ھ

(۹۸) ''اللمع'' مصنف طوسی' ص 72

(۹۹) ''الیواقیت والجواھر'' مصنف شعرانی' جلد 1' ص 26' مطبوعہ: مصطفیٰ البابی 1378

(۱۰۰) ''الاخلاق المتبولیہ'' مصنف شعرانی' جلد 2' ص 94' تحقیق عبدالحلیم محمود' مطبوعہ: مطبعۃ حسان القاہرہ

(۱۰۱) ''حیاۃ القلوب فی کیفیۃ الوصول الی المحبوب'' مصنف عمادالدین الاموی' جلد 2' ص 122

(۱۰۲) ''طبقات الاولیاء'' مصنف ابن الملقن المتوفی 804ھ' مطبوعہ: مکتبہ الخانجی قاہرہ 1393

(۱۰۳) ''التعرف لمذہب اھل التصوف'' ص 185' مطبوعہ: قاہرہ 1400ھ

(۱۰۴) ''غیث المواھب العلیہ'' مصنف نفزی الرندی' المتوفی 792ھ' ص 93-92' مطبوعہ: القاہرہ

(۱۰۵) ''کشف المحجوب'' مصنف الہجویری' ص 558

(۱۰۶) مذکورہ بالا حوالہ' ص 361

(۱۰۷) ''المفخۃ العلیہ فی اوراد الشاذلیہ'' مصنف عبدالقادر ذکی' ص 263' مطبوعہ: مکتبۃ المثنی قاہرہ۔ نیز ''الانوار القدسیہ'' مصنف شعرانی' جلد 1' ص 132' مطبوعہ: داراحیاء التراث العربی' بغداد 1984ء

(۱۰۸) ''مناقب الصوفیہ'' فارسی' مصنف ابوالمظفر المروزی' ص 55' اہتمام محمد تقی' ایرج افشار' مطبوعہ: ایران

(۱۰۹) ''قوت القلوب'' مصنف ابوطالب المکی' جلد 2' ص 9

(۱۱۰) مذکورہ بالا حوالہ' ص 21

(۱۱۱) ''التعارف لمذہب اہل التصوف'' ص 108' مطبوعہ: مکتبہ الکلیات الازہریہ القاہرہ

(۱۱۲)''فواتح الجمال وفواتح الجلال''مصنف نجم الدین الکبری'ص59

(۱۱۳)''منازل السائرین مع العلل والمقامات''ص296'مطبوعہ:ایران 1361ھ

(۱۱۴)''طبقات الاولیاء''مصنف ابن الملقن المتوفی 804ھ'ص152'مطبوعہ: مکتبہ الخانجی القاہرہ 1973

(۱۱۵)''طبقات السلمی''ص47

(۱۱۶)''قوت القلوب''ص168۔نیز''الرسالہ''مصنف القشیری'ص88

(۱۱۷)''التعرف''مصنف الکلاباذی'ص29

(۱۱۸)''قوت القلوب''مصنف ابوطالب المکی'جلد2

(۱۱۹)''تاریخ الافکار الوارده فی الاسم''مصنف فون کریمر'منقول از''مقدمۃ الکتاب فی التصوف اسلامی وتاریخہ'' مصنف ڈاکٹر ابوالعلی العفیفی۔نیز''الفکر العربی ومکانتہ فی التاریخ''مصنف مشہور مستشرق اولیری'ترجمہ تمام حسان' ص195-194'مطبوعہ:القاہرہ

(۱۲۰)''التصوف الاسلامی منہجا وسلوکا''مصنف ڈاکٹر عبدالرحمٰن عمیرہ'ص33'مطبوعہ: مکتبہ الکلیات الازہریہ القاہرہ۔نیز''مدخل الی التصوف الاسلامی''مصنف ڈاکٹر تفتازانی'ص28

(۱۲۱)مذکورہ بالاحوالہ'ص100عربی ترجمہ

(۱۲۲)''طبقات الشعرانی''جلد1'ص35

(۱۲۳)''العقد الفرید''مصنف ابن عبدربہ'جلد3'ص378'مطبوعہ:القاہرہ 1293ھ

(۱۲۴)''تلبیس ابلیس''مصنف ابن الجوزی المتوفی 596'ص219'مطبوعہ:دارالوعی العربی بیروت

(۱۲۵)''تلبیس ابلیس''ابن الجوزی'ص220-219

(۱۲۶)''الطبقات الکبریٰ''مصنف الشعرانی'جلد1'ص78

(۱۲۷)''عوارف المعارف''مصنف سہروردی'ص59'مطبوعہ:دارالکتاب العربی

(۱۲۸)''التعرف لمذہب اہل التصوف''مصنف ابوبکر محمد الکلاباذی'ص31

(۱۲۹)''دراسات فی التصوف الاسلامی وتاریخہ''مصنف نیکلسن'عربی ترجمہ ابوالعلا العفیفی'ص43-42

(۱۳۰)مذکورہ بالاحوالہ'ص48

(۱۳۱)مذکورہ بالاحوالہ'ص68-67

(۱۳۲)''المجلہ الاسیویہ الملکیہ'' 1891'ص153'منقول از''نشاۃ الفلسفہ الصوفیہ''مصنف ڈاکٹر عرفان عبدالحمید'ص111'مطبوعہ المکتب الاسلامی بیروت 1974ء

(۱۳۳)''تاریخ التصوف فی الاسلام''مصنف قاسم غنی'عربی ترجمہ صادق نشات'مطبوعہ: مکتبہ النہضہ القاہرہ'

1970ء

(۱۳۴) مذکورہ بالاحوالہ، ص102

(۱۳۵) ''الصوفیہ والفقراء'' شیخ الاسلام ابن تیمیہ، ص7 ،مطبوعہ: دار الفتح القاہرہ 1984ء

(۱۳۶) ''تلبیس ابلیس'' ،مصنف ابن الجوزی، ص222-221

(۱۳۷) ''نفحات الانس'' ،مصنف الجامی

(۱۳۸) ''الفلسفہ الصوفیہ فی الاسلام'' ،مصنف ڈاکٹر عبدالقادر محمود، ص39 ،مطبوعہ: دار الفقر العربی قاہرہ

(۱۳۹) '' تاریخ التصوف فی الاسلام'' ،مصنف ڈاکٹر قاسم غنی، عربی ترجمہ، ص103

(۱۴۰) ''التصوف الاسلامی وتاریخہ'' ،مصنف نیکلسن، عربی ترجمہ ڈاکٹر ابوالعلاء العفیفی، ص56 تا 58

(۱۴۱) ''تلبیس ابلیس'' ،مصنف ابن الجوزی، باب10 ،ص196-195

(۱۴۲) مذکورہ بالاحوالہ، ص324

(۱۴۳) مذکورہ بالاحوالہ، ص171-170

(۱۴۴) ''کشف المحجوب'' ،مصنف الہجویری، عربی ترجمہ ص439 ،مطبوعہ: دار النہضۃ العربیہ بیروت

(۱۴۵) ''الجواہر والدرر'' ،مصنف شعرانی، ص237 ،مطبوعہ: مصر

(۱۴۶) ''الطبقات الکبریٰ'' ،مصنف الشعرانی، جلد2 ،ص140

(۱۴۷) ''حلیۃ الاولیاء'' ،مصنف الاصبہانی، جلد10 ،ص151 ، تیسرا ایڈیشن، دار الکتاب العربی بیروت لبنان 1980

(۱۴۸) مذکورہ بالاحوالہ

(۱۴۹) ''قوت القلوب'' ،مصنف ابوطالب المکی، جلد2 ،ص56

(۱۵۰) '' تاریخ التصوف الاسلامی'' مصنف ڈاکٹر عبدالرحمٰن بدوی، ص35 ، مطبوعہ: وکالۃ المطبوعات کویت 1978ء

(۱۵۱) مذکورہ بالاحوالہ، ص34-33

(۱۵۲) ''التصوف الاسلامی و تاریخہ'' ص47 ۔ نیز '' تاریخ الافکار الواردۃ فی الاسلام'' مصنف فون کریمر، ص52 ۔ نیز ''المجلہ الملکیہ الآسیویہ'' گولڈزیہر کے مقالات

(۱۵۳) ''تاریخ التصوف الاسلامی'' ،مصنف البدوی، ص333

(۱۵۴) ''اضواء علی التصوف'' ،ڈاکٹر طلعت غنام، ص84 تا 88 ،مطبوعہ: عالم الکتب قاہرہ

(۱۵۵) ''مدخل الی التصوف الاسلامی'' ،مصنف ڈاکٹر ابوالوفا الغنیمی التفتازانی، ص30-29 ،مطبوعہ: دار الثقافہ

للنشر والتوزیع، قاہرہ

(۱۵۶) ''مقدمۃ الکتاب فی التصوف الاسلامی وتاریخہ'' ص ح، ط

(۱۵۷) مذکورہ بالاحوالہ

(۱۵۸) ''تاریخ التصوف الاسلامی'' مصنف ڈاکٹر قاسم غنی، عربی ترجمہ صادق نشات۔ نیز ''مدخل الی التصوف الاسلامی'' ڈاکٹر تفتازانی

(۱۵۹) ''نفحات الانس'' مصنف جامی، ص80

(۱۶۰) مذکورہ بالاحوالہ

(۱۶۱) ''فی التصوف فی الاسلامی وتاریخہ'' ص20

(۱۶۲) ''الرسالہ القشیریہ'' جلد1، ص117، تحقیق عبدالحلیم محمود

(۱۶۳) مذکورہ بالاحوالہ، ص88۔ نیز ''قوت القلوب'' مصنف ابوطالب المکی، جلد2، ص168

(۱۶۴) ''اللمع'' مصنف الطّوسی، ص269

(۱۶۵) ''غیث المواھب العلیہ'' مصنف نفزی الرندی، جلد2، ص166، تحقیق عبدالحلیم محمود

(۱۶۶) ''طبقات السلمی'' ص23، مطبوعہ: مطابع الشعب، 1380ھ

(۱۶۷) ''طبقات الشعرانی'' جلد1، ص7

(۱۶۸) ''احیاء علوم الدین'' مصنف غزالی، جلد3، ص79، مطبوعہ: دارالقلم بیروت، پہلا ایڈیشن

(۱۶۹) مذکورہ بالاحوالہ، ص77

(۱۷۰) مذکورہ بالاحوالہ

(۱۷۱) ''حیاۃ القلوب'' مصنف عمادالدین الاموی، جلد2، ص9

(۱۷۲) ''عوارف المعارف'' مصنف سہروردی، ص223، مطبوعہ: دارالکتاب العربی، دوسرا ایڈیشن 1983

(۱۷۳) ''عوارف المعارف'' مصنف سہروردی، ص224-223

(۱۷۴) ''فلسفۃ الہند القدیمہ'' مصنف محمد عبدالسلام رامپوری، ص64۔ نیز ''ادیان الہند الکبریٰ'' مصنف شبلی، ص126، مطبوعہ: القاہرہ 1964

(۱۷۵) ''طبقات الشعرانی'' جلد2، ص143

(۱۷۶) ''قوت القلوب'' مصنف ابوطالب المکی، فصل41، جلد2، ص206

(۱۷۷) ''اللمع'' مصنف طوسی، ص261۔ نیز ''الرسالۃ القشیریہ'' جلد2، ص547

(۱۷۸) ''اللمع'' مصنف طوسی، ص255

(۱۷۹) مذکورہ بالاحوالہ، ص253

(۱۸۰) ''کشف المحجوب'' مصنف الہجویری، ص605

(۱۸۱) ''عوارف المعارف'' مصنف سہروردی، ص150۔ نیز ''غیث المواہب العلیہ'' مصنف نفزی الرندی، جلد2، ص66۔ نیز ''ایقاظ الہمم'' مصنف ابن عجیبہ، ص333

(۱۸۲) ''عوارف المعارف''ص150۔ نیز ''غیث المواہب العلیہ'' جلد2، ص65

(۱۸۳) ''عوارف المعارف''ص157

(۱۸۴) ''غیث المواہب العلیہ'' مصنف نفزی الرندی، جلد2، ص65

(۱۸۵) ''طبقات الشعرانی'' جلد2، ص67-66

(۱۸۶) ''ایقاظ الہمم'' مصنف ابن العجیبہ الحسنی، ص333، مطبوعہ: مصطفیٰ البابی الحلبی مصر، تیسرا ایڈیشن 1402

(۱۸۷) ''عوارف المعارف'' مصنف سہروردی، ص125

(۱۸۸) مذکورہ بالاحوالہ، ص122

(۱۸۹) ''التعرف لمذہب اہل التصوف'' مصنف الکلاباذی، ص29، دوسرا ایڈیشن، مطبوعہ: مکتبۃ الکلیۃ الازہریہ قاہرہ 1400

(۱۹۰) ''کشف المحجوب'' مصنف ہجویری، ص416۔ نیز ''تذکرۃ الاولیاء'' مصنف فریدالدین عطار، ص347، مطبوعہ: پاکستان

(۱۹۱) ''قوت القلوب'' مصنف ابوطالب المکی، جلد2، ص207

(۱۹۲) مذکورہ بالاحوالہ، جلد2، ص152

(۱۹۳) ''عوارف المعارف'' مصنف سہروردی، ص126۔ نیز ''قوت القلوب'' مصنف ابوطالب المکی'' جلد2، ص207، مطبوعہ دارالصادر بیروت

(۱۹۴) ''طبقات الکبریٰ'' مصنف شعرانی، جلد1، ص137-136

(۱۹۵) مذکورہ بالاحوالہ، جلد2، ص122

(۱۹۶) ''عوارف المعارف'' مصنف سہروردی، ص111

(۱۹۷) ''جامع الاصول فی الاولیاء'' مصنف احمد الکمشخانوی النقشبندی، مطبوعہ: المطبعۃ الوہبیہ، شام 1298ھ

(۱۹۸) ''رسالۃ ترتیب السلوک'' مصنف القشیری، ص77-76، مطبوعہ: المعہد المرکزی للابحاث الاسلامیہ اسلام آباد پاکستان

(۱۹۹) ''طبقات الشعرانی''ص182

(۲۰۰) مذکورہ بالا حوالہ' جلد 2' ص 141

(۲۰۱) The Buddha and the Criste, P 84 by B.H Streeter London, 1932

(۲۰۲) ''ترتیب السلوک الی ملک الملوک'' مصنف جمال الدین محمد بن عمر بحرق الحضرمی' ص 249-248' مطبوعہ: پنجاب یونیورسٹی لاہور

(۲۰۳) ''الانوار القدسیہ'' مصنف عبدالوہاب الشعرانی' جلد 2' ص 21' مطبوعہ: داراحیاء التراث العربی بغداد عراق

(۲۰۴) ''الطبقات الکبریٰ'' مصنف شعرانی' جلد 1' ص 183۔ نیز ''النفحۃ العلیہ فی اوراد الشاذلیہ'' مصنف عبدالقادر ذکی' ص 253' مطبوعہ قاہرہ

(۲۰۵) ''جمہرۃ الاولیاء'' مصنف منوفی الحسینی' جلد 2' ص 237۔ نیز ''قلادۃ الجواہر فی ذکر الرفاعی واتباعہ الاکابر'' مصنف محمد ابوالہدیٰ الرفاعی' ص 399' پہلا ایڈیشن 1400ھ' بیروت لبنان۔

(۲۰۶) ''اللمع'' مصنف الطوسی' ص 275۔ نیز ''الرسالۃ القشیریہ'' ص 160۔ نیز ''تذکرۃ الاولیاء'' مصنف عطار' ص 305۔ نیز ''مکاشفۃ القلوب'' مصنف الغزالی' ص 30۔ نیز ''الانوار القدسیہ'' مصنف شعرانی' ص 54۔ نیز ''طبقات الکبریٰ'' مصنف شعرانی' جلد 1' ص 103

(۲۰۷) ''رسالۃ الترتیب السلوک من الرسائل القشیریہ'' مصنف عبدالکریم القشیری' المتوفی 465' ص 78' مطبوعہ: پاکستان

(۲۰۸) ''سیدی احمد الدردیر'' مصنف ڈاکٹر عبدالحلیم محمود' ص 76' مطبوعہ: القاہرہ 1974

(۲۰۹) ''طہارۃ القلوب'' مصنف عبدالعزیز الدرینی' ص 209' مطبوعہ: مصطفیٰ البابی الحلبی 1971

(۲۱۰) ''اللمع'' مصنف الطوسی' ص 500

(۲۱۱) اب تک ہم نے جو دلائل نقل کیے ہیں اور جن عبارات کا حوالہ دیا ہے' وہ غالی نہیں بلکہ معتدل صوفیوں کی کتب سے لئے گئے ہیں۔ اگر غالی صوفیوں کے اقوال کا اعتبار کیا جائے تو وہ بیحد و بیشمار ہیں' مثلاً غزالی نے حلاج کے بارے میں نقل کیا ہے کہ وہ 13 برس تک ایک ٹانگ پر کھڑا رہا اور دوسری کو باندھے رکھا۔ اسی طرح حلاج کے بارے میں ہی ایک اور قول ہے کہ وہ روزانہ ایک ہزار رکعتیں پڑھتا تھا۔ بحوالہ ''مکاشفۃ القلوب'' مصنف الغزالی' ص 30 تحقیق عبداللہ احمد ابوزینہ طبوعہ: قاہرہ۔ ترمذی سے بھی منقول ہے کہ اس نے اپنے بارے میں لکھا ''میں نے دنیا کی لذتوں کو اپنے اوپر حرام کر لیا ہے یہاں تک کہ میں ٹھنڈا پانی بھی نہیں پیتا تھا بلکہ نہروں اور دریاؤں کا پانی استعمال کرتا تھا' میں صحراؤں میں پھرنے اور خلوت کو پسند کرتا تھا' میں بیابانوں اور جنگلوں میں جاتا تھا۔'' بحوالہ

''رسالۃ بدو شان ابوعبداللہ'' مصنف الحکیم الترمذی' ص 15 'مطبوعہ: کیتھولک بیروت۔ شعرانی نے ابن عربی کے بارے میں نقل کیا ہے'' وہ بادشاہوں کے پاس بیٹھا کرتے تھے' پھر خدا کی طرف سے انہیں ہدایت نصیب ہوئی اور جنگلوں اور بیابانوں میں جانے لگے' کچھ عرصہ بعد وہ ایک قبر میں عزلت نشینی اختیار کر کے بیٹھ گئے' جب قبر سے باہر آئے تو بہت سے علوم وفنون کے ماہر تھے۔ سیاحت کو پسند کرتے تھے۔'' بحوالہ ''الیواقیت والجواہر'' مصنف شعرانی' جلد 1 'ص 7-6 'مطبوعہ: مصطفیٰ البابی الحلبی 'القاہرہ۔ ابن الفارض کے بارے میں اس کا بیٹا ہی نقل کرتا ہے'' میں نے اپنے والد ابن الفارض کو سنا' وہ کہہ رہے تھے کہ تصوف کے ابتدائی دور میں میں اپنے والد سے اجازت لے کر پہاڑوں پر چلا جایا کرتا تھا' طویل عرصہ سیاحت کرتا تھا۔'' بحوالہ ''جمہرۃ الاولیاء'' مصنف محمود ابوالفیض المنوفی الحسینی' جلد 2 'ص 246 'مطبوعہ: القاہرہ 1387ھ۔ اسی طرح ابن العربی نے کہا ''تصوف کا راستہ سختیوں والا راستہ ہے۔ عیش پسندی اور آرام کا اس میں کوئی عمل دخل نہیں ہے۔'' بحوالہ ''الامر المحکم المربوط'' مصنف ابن عربی' ص 268 'تحقیق محمد عبدالرحمٰن القوی' مطبوعہ: القاہرہ۔

(۲۱۲) ''تذکرۃ الاولیاء'' مصنف فریدالدین عطار' ص 305 'پاکستان۔ نیز ''طبقات الشعرانی' جلد 1 'ص 88

(۲۱۳) ''الابریز'' مصنف دباغ' ص 105

(۲۱۴) ''حیات القلوب'' مصنف الاموی' ص 219

(۲۱۵) ''تذکرہ اولیائے برصغیر'' مصنف مرزا محمد اختر دہلوی' جلد 3 'ص 31 'مطبوعہ: پاکستان

(۲۱۶) مذکورہ بالا حوالہ' جلد 1 'ص 157

(۲۱۷) ''تذکرہ اولیائے پاک وہند'' مصنف ڈاکٹر ظہور الحسن شارب' ص 282 'مطبوعہ: پاکستان

(۲۱۸) ''تذکرہ اولیائے برصغیر'' مصنف مرزا دہلوی' جلد 1 'ص 96 'مطبوعہ: پاکستان

(۲۱۹) ''تذکرۃ اولیائے پاک وہند'' مصنف ڈاکٹر ظہور الحسن شارب' ص 179 'مطبوعہ: پاکستان

(۲۲۰) ''ترتیب السلوک'' مصنف القشیری' ص 6 'مطبوعہ: پاکستان

(۲۲۱) ''تذکرہ اولیائے پاک وہند'' ص 286

(۲۲۲) مذکورہ بالا حوالہ' ص 307

(۲۲۳) ''حیات القلوب'' مصنف عمادالدین الاموی' ص 268

(۲۲۴) مذکورہ بالا حوالہ' ص 266

(۲۲۵) ''فلسفہ یوگا'' مصنف راماشارا کا یوگی' ص 198

(۲۲۶) ''تاریخ تصوف'' مصنف یوسف سلیم چشتی' ص 30 'مطبوعہ: مجمع العلماء' اوقاف لاہور 1976ء

(۲۲۷) ہر قاری اس طرح کے بہت سے حوالہ جات مختلف مقامات پر دیکھے گا۔ طوالت کے خوف کے پیش نظر ہم

نے ان سب کو بیان تو نہیں کیا تاہم بطور نمونہ چند ایک ذکر کیے ہیں۔

(۲۲۸)''جمہرۃ الاولیاء'' مصنف محمود ابوالفیض المنوفی الحسینی' جلد 1' ص 267-266

(۲۲۹)''روضۃ التعریف بالحب الشریف'' مصنف لسان الدین بن الخطیب' ص 543' تحقیق عبدالقادر احمد عطا' مطبوعہ: دارالفکر العربی

(۲۳۰)''اضواء علی التصوف'' مصنف ڈاکٹر طلعت غنام' ص 113

(۲۳۱)''تصوف پر ماسینئن کے مقالے'' ص 49' مطبوعہ: دارالکتاب اللبنانی بیروت

(۲۳۲)''الفکر العربی ومکانتہ فی الطریق'' عربی ترجمہ' ص 200' مطبوعہ 1916ء

(۲۳۳)''فی التصوف الاسلامی وتاریخہ'' ترجمہ ڈاکٹر ابوالعلا العفیفی' ص 75

(۲۳۴) مذکورہ بالا حوالہ' ص 24

(۲۳۵)''العقیدہ والشریعہ فی الاسلام'' مصنف گولڈزیہر' عربی ترجمہ ص 162

(۲۳۶)''المعراج فی الکتابات الصوفیہ'' مصنف ڈاکٹر قاسم سامرائی' ص 216

(۲۳۷)''تاریخ التصوف فی الاسلام'' عربی ترجمہ صادق نشات' ص 222-221

(۲۳۸) سورۃ آل عمران' آیت 85

(۲۳۹) سورۃ المائدہ' آیت 3

(۲۴۰)''جمہرۃ الاولیاء'' مصنف منوفی الحسینی' جلد 1' ص 292' مطبوعہ: القاہرہ

(۲۴۱) مذکورہ بالا حوالہ' ص 276

(۲۴۲)''الفلسفہ الصوفیہ فی الاسلام'' مصنف ڈاکٹر عبدالقادر محمود' ص 31 تا 33' مطبوعہ: دارالفکر العربی

(۲۴۳)''تاریخ التصوف الاسلامی'' مصنف ڈاکٹر عبدالرحمٰن بدوی' ص 42-41

(۲۴۴)''تعلیقات ابوالعلا العفیفی علی فصوص الحکم'' دوسرا حصہ' ص 9' مطبوعہ: دارالکتاب العربی بیروت

(۲۴۵)''مدخل الی التصوف الاسلامی'' مصنف ڈاکٹر ابوالوفا الغنیمی التفتازانی' ص 34-33

(۲۴۶)''کتاب المعارضہ والرد'' مصنف سہل بن عبداللہ التستری' مطبوعہ: دارالانسان قاہرہ

(۲۴۷)''اقلیم الروحیہ'' ص 58

(۲۴۸)''التصوف الاسلامی فی الادب والاخلاق'' جلد 1' ص 249

(۲۴۹)''دراسات فی التصوف الاسلامی'' ص 346

(۲۵۰)''ولایت اللہ والطریق الیہا'' کا مقدمہ

(۲۵۱)''التصوف الاسلامی'' مصنف ڈاکٹر قاسم غنی' ترجمہ صادق نشات' ص 143-142

(۲۵۲)''جستجو در تصوفِ ایران''ص 267 'مطبوعہ: تہران' 1362ھ

(۲۵۳)''نفحات الانس'' مصنف جامی'ص 83 'مطبوعہ: ایران 1337ھ

(۲۵۴)''حدیقۃ الشیعہ''ص 266 'مطبوعہ: تہران

(۲۵۵)''تاریخ التصوف'' اُردو زبان میں' مصنف یوسف سلیم چشتی' ص 63 'مطبوعہ: علماء اکیڈمی محکمہ اوقاف پاکستان 1976ء

(۲۵۶)''بایزید الانصاری'' کا مقدمہ' مصنف ڈاکٹر میر ولی خان' ص 89 'مطبوعہ: مجمع البحوث الاسلامیہ' پاکستان 1396ھ

(۲۵۷)''التصوف الاسلامی و تاریخہ'' کا مقدمہ' ص، س

(۲۵۸)''فی التصوف الاسلامی و تاریخہ'' مصنف نیکلسن' عربی ترجمہ' ص 14

(۲۵۹) مذکورہ بالا حوالہ' ص 74-73

(۲۶۰)''صوفیۃ الاسلام'' ص 15

(۲۶۱) مذکورہ بالا حوالہ' ص 196 - نیز ''مدخل الی التصوف'' مصنف تفتازانی' ص 33-32

(۲۶۲)''التاریخ العام للتصوف ومعالمہ''

(۲۶۳)''التصوف'' مصنف ماسینئن' ص 39-38

(۲۶۴)''الانسان الکامل'' مصنف عبدالکریم الجیلی' جلد 2' ص 53-52 'چوتھا ایڈیشن 1981ء

(۲۶۵) مذکورہ بالا حوالہ' جلد 2' ص 117

(۲۶۶)''روضۃ التعریف'' مصنف لسان الدین بن الخطیب' ص 559 تا 561

(۲۶۷) مذکورہ بالا حوالہ' ص 560

(۲۶۸)''الطبقات الکبریٰ'' مصنف الشعرانی' جلد 1' ص 11

(۲۶۹)''التصوف'' مصنف نیکلسن' جلد 12' ص 10 - نیز ''فی التصوف الاسلامی و تاریخہ'' ص 72

تیسرا باب

شیعیت اور تصوف

شیعیت دراصل یہودیت کا چربہ ہے' شیعیت کے موجد اور بانی یہودی ہیں جنہوں نے اس کی بنیاد رکھی' اصول وضع کئے' قواعد مرتب کئے۔ شیعیت کا بانی عبداللہ بن سبا تھا جس نے اسلام کا لبادہ اوڑھ کر اسلام میں نقب لگائی۔ تقیہ اور دھوکے کا چولا پہن کر مسلمانوں کو فریب دیا۔

تیسرے خلیفہ راشد حضرت عثمان بن عفانؓ کے دور میں یہ شخص یمن سے مدینہ منورہ آیا' اس کا مقصد ہی اسلامی ارکان کا خاتمہ اور اسلام کی تباہی تھا۔ یہی وہ شخص ہے جس نے سب سے پہلے مسلمانوں کے درمیان تفریق اور اختلافات کے بیج بوئے اور بغض اور عداوت کی آگ بھڑکائی۔ یہی وہ شخص ہے جس نے مسلمانوں کے درمیان گالم گلوچ اور لعن طعن کی ترویج کی۔ اصل میں یہ یہودی تھا' مسلمان ہونے کا ڈھونگ رچایا اور حضرت علیؓ کے ساتھیوں میں شامل ہوگیا۔ یہودیوں کے مذہب کے مطابق یوشع بن نون حضرت موسیٰ علیہ السلام کے وصی تھے' عبداللہ بن سبا نے اسی طرز پر یہ مشہور کیا کہ حضرت علیؓ حضورؐ کے وصی ہوں گے۔ سب سے پہلے حضرت علیؓ کی امامت کی فرضیت کا اعلان کرنے والا شخص بھی یہی تھا۔ اسی نے حضرت علیؓ کے دشمنوں پر تبرا بازی کی' ان کو کافر قرار دیا۔ یہی وجہ ہے کہ شیعہ ازم کے ناقدین برملا کہتے ہیں کہ شیعیت اور رافضیت یہودیت سے ماخوذ ہے۔(۱)

عبداللہ بن سبا کے جھنڈے تلے بہت سے یہودی اکٹھے ہوگئے' ایران کے شکست خوردہ عراق کے مفتوحین' اہل عرب کے بالادستی کے مخالف' عربوں کے دیرینہ مخالفین' سبھی اس کے جھنڈے میں آگئے' یوں عبداللہ بن سبا کو بنا بنایا ماحول ملا اور اس نے ان لوگوں پر مشتمل ایک لشکر ترتیب دیا۔ عبداللہ بن سبا نے اس بات کو واضح طور پر محسوس کیا کہ وہ مسلمانوں کے ساتھ کھلی جنگ نہیں کرسکتا' وہ مسلمانوں کی شان وشوکت کو براہ راست ختم نہیں کرسکتا' چنانچہ اس نے اسلام کا لبادہ اوڑھا اور مسلمانوں کی صفوں میں داخل ہوگیا۔ اس نے مسلمانوں میں یہودی' مجوسی اور عیسائی

افکار داخل کئے' اس کا اصل مقصد اسلام اور مسلمانوں سے انتقام لینا تھا' اس نے ایسے ایسے عقائد داخل کئے جو اس سے قبل مسلمانوں نے نہیں سنے تھے۔ مثلاً اس نے حلول کا عقیدہ داخل کیا جس کے مطابق خدا بندے میں حلول کرتا ہے۔ اسی نے حضورؐ کے بعد نبوت کے اجراء کا دعویٰ کیا' یہی وہ شخص تھا جس نے اماموں پر وحی کے نزول' فرشتوں کی آمد' معصومیت' ہر زمانے میں امام کا نزول' وصیت اور ولایت کا عقیدہ' امام کا چھپنا' تاویل' علم کی ظاہر و باطن اقسام' لوگوں کی عموم و خصوص میں تقسیم' شریعت کی تنسیخ' اسلامی تعلیمات کا خاتمہ اور اس طرح کے نئے ڈھکوسلے اسلام میں داخل کئے' حالانکہ ان کا اسلام کے ساتھ دُور دُور تک کوئی تعلق نہیں تھا۔ ان ڈھکوسلوں کے ذریعے اس نے اسلام میں شکوک و شبہات کے بیج بوئے۔ بنیادی مقصد اسلام کو ختم کرنا تھا۔

عبداللہ ابن سبا کے بعد شیعوں نے اس اصل مقصد کو آگے چلایا اور اس کی آبیاری کی۔ اس حوالے سے شیعوں نے جو خدمات سرانجام دیں انہیں کسی بھی طرح نظر انداز نہیں کیا جا سکتا۔ سب سے پہلے انہوں نے دامادِ رسولؐ، تیسرے خلیفہ حضرت عثمان بن عفانؓ کو شہید کیا' ان کی شہادت کی وجہ سے مسلمانوں کے درمیان تفرقے اور اختلافات پیدا ہوئے جو شیعوں کا بنیادی مقصد تھا۔ ایسے ایسے گروہ اور فرقے سامنے آئے جن کا پہلے کبھی نام بھی نہ سنا گیا تھا۔ اختلاف اور تفرقہ بازی کے اس ماحول میں ان نئے فرقوں کی خوب پرورش ہوئی' یہاں تک کہ لوگوں کو مصدرِ اصلی یعنی قرآن و سنت بھول ہی گئے۔ عبداللہ بن سبا اور اس کے متبعین کا بنیادی مقصد یہ تھا کہ مسلمانوں کے درمیان فتنے فساد پیدا کئے جائیں' یہ فتنے دونوں اعتبار سے تھے' مادی اور فکری فتنے۔ مادی فتنوں کی وجہ سے مسلمانوں کے درمیان لڑائی جھگڑے شروع ہو گئے اور انہوں نے ایک دوسرے کو قتل کرنا شروع کر دیا۔ فکری فتنوں کی وجہ سے مسلمان اپنے مصدرِ حقیقی سے دُور ہوتے گئے۔ حضورؐ کے ارشادات کو بھول گئے' کتاب اللہ کے احکامات کو نظر انداز کرنے لگے' انتشار اور لڑائی جھگڑے کے اس دور میں ہی ایک نئے مسلک یعنی تصوف نے جنم لیا' تصوف کی تاریخ کا مطالعہ کرنے والا ہر شخص بآسانی سمجھ سکتا ہے کہ تصوف کی پیدائش کا وہی وقت ہے جب یہودیت نے شیعیت کے ذریعے اسلام پر یلغار کی ہوئی تھی۔ یہودیوں نے شیعہ ازم کے ذریعے بہت سے فرقوں کی پرورش کی' تاہم

ان تمام فرقوں کو پرکھنے کے بعد یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ ان کی بنیاد شیعہ ازم ہے۔

یہی معاملہ تصوف کا ہے۔ اسلامی تاریخ کے اندر وہ پہلے تین افراد جو صوفی کے لقب سے مشہور ہوئے، وہ تینوں شیعہ تھے اور ان مقامات پر رہائش پذیر تھے جو اس دور میں شیعیت کے مراکز تھے، یعنی کوفہ۔

ان تین میں سے ایک ابوہاشم الکوفی ہے جس کے بارے میں کچھ باتیں تو ہم پیچھے ذِکر کر چکے ہیں، یہ کوفہ کے مشہور شیعوں میں سے تھا بلکہ اس کے بارے میں تو یہاں تک کہا جاتا ہے کہ وہ زندیق اور دہریہ تھا۔ (۲)

دوسرا شخص جابر بن حیان ہے۔

جابر بیان حیان کے بارے میں مشہور مستشرق ماسینٔن کہتا ہے" تاریخ میں یہ پہلا شخص ہے جو صوفی کے لقب سے مشہور ہوا۔ آٹھویں صدی عیسوی کے دوسرے نصف میں اس کا نام سامنے آیا، یہ کیمیادان اور کوفہ کا مشہور شیعہ ہے۔ تصوف میں اس کا خاص مقام ہے۔" (۳)

نیکلسن اس کے بارے میں کہتا ہے" جابر بن حیان مشہور کیمیادان ہے جو جابر صوفی کے نام سے معروف تھا۔ ذوالنون مصری کی طرح یہ بھی علم باطن کا دعویدار تھا اور تصوفِ اسلامی میں اس کا خاص مقام ہے۔" (۴)

چیکوسلواکیہ کے مشہور مستشرق محقق پی کراس اور ایم پلیسنر لکھتے ہیں" جابر بن حیان غالی شیعہ تھا، غالباً اس کا تعلق فرقہ کرامیہ یا اسماعیلیہ سے تھا۔ دیگر غالی شیعوں کی طرح یہ بھی تناسخ ارواح کے عقیدے کا قائل تھا۔" (۵)

یہ دونوں مستشرقین جابر بن حیان سے نقل کرتے ہیں کہ اس نے خود کہا" میں نے تمام علوم جعفر صادق سے حاصل کئے ہیں جو حکمت کے منبع تھے۔ میں تو ان علوم کا صرف ناقل اور مرتب ہوں۔ ان علوم کے بانی جعفر صادق تھے۔" (۶)

اسی طرح مشہور انگریز محقق ہوم یارڈ جس نے جابر بن حیان کی بہت ساری کتابیں شائع کیں، وہ بھی یہی نقل کرتا ہے۔ (۷)



شیعہ اپنی کتب میں جابر بن حیان کو اپنی اہم شخصیات اور اکابر میں شمار کرتے ہیں۔ سید محسن الامین جو مشہور شیعہ ہے اپنی کتاب میں اعیانِ شیعہ یعنی شیعہ رہنماؤں کے حوالے سے لکھتا ہے ''ابوعبداللہ' بعض کے مطابق ابوموسیٰ جابر بن حیان بن عبداللہ الطرسوسی الکوفی جو صوفی کے لقب سے مشہور تھا' یہ ماہر حکیم' ریاضی دان' فلسفی' علم نجوم کا ماہر' طبیب' منطقی اور بہت سی کتابوں کا مصنف تھا۔ امام جعفر صادق کے ساتھیوں میں سے تھا' کبارِ شیعہ میں سے ہے' اس کی کتابیں اور تالیفات اتنی زیادہ ہیں کہ انسانی عقل حیران رہ جاتی ہے' کہا جاتا ہے کہ اس نے مختلف علوم وفنون پر انتالیس سو سے زائد کتابیں لکھیں جہاں یہ فلسفی' حکیم اور مصنف تھا' وہاں زاہد اور واعظ بھی تھا۔''(۸)

پھر اس نے بہت سارے شیعہ مصنفین کا نام ذِکر کیا جنہوں نے جابر بن حیان کو شیعہ قائدین میں شمار کیا جو کہ جعفر بن الباقر کے شاگردوں میں سے تھا۔ وہ لکھتا ہے ''ان کے بارے میں بہت سے امور ثابت ہیں' ایک یہ کہ وہ شیعہ تھے' دوسرا یہ کہ وہ مشہور کیمیادان تھے' اس کے علاوہ صوفی فلسفی' امام صادق کے شاگرد بھی تھے۔ ان کی شہرت چہار دانگ عالم میں تھی۔''(۹)

اس کے بعد محسن امین نے ایک علیحدہ عنوان قائم کیا جس کا نام اس نے رکھا ''جابر بن حیان کا شیعہ ہونا''۔ چنانچہ اس ضمن میں وہ لکھتا ہے ''ابن طاؤس نے اسے شیعہ ستارہ شناسوں میں شمار کیا ہے' ابن الندیم نے جابر بن حیان کو اکابر شیعہ میں شمار کیا ہے اور یہ بھی کہا کہ وہ جعفر صادق کے شاگردوں میں سے تھا۔ بعض لوگوں کو اس حوالے سے مغالطہ ہے کہ وہ اسے جعفر برمکی کا ساتھی قرار دیتے ہیں۔ مگر بڑے بڑے فلسفی اسے جعفر صادق کے ساتھیوں میں سے شمار کرتے ہیں۔ فلسفی ہونے کے ساتھ ساتھ شیعہ بھی ہے۔ اس کا فلسفہ اسلامی فلسفہ تھا اور یہ پرانے فلسفے کا مخالف تھا۔''(۱۰)

ڈاکٹر رحمت فواد الاھوانی اس کے بارے میں نقل کرتے ہیں ''جابر بن حیان کے والد کو خراسان میں شیعہ ہونے کی وجہ سے قتل کیا گیا۔''(۱۱)

ہم یہاں پر مشہور شیعہ مؤرخ تہرانی کے حوالے سے نقل کریں گے کہ اس نے بھی جابر بن حیان کو شیعوں میں ذِکر کیا۔ تہرانی لکھتے ہیں ''جابر بن حیان کی دو کتابیں مشہور ہیں' ایک کا نام

الرحمۃ الصغیر اور دوسری کا نام کتاب الرحمۃ الکبیر ہے۔ اس کا پورا نام جابر بن حیان الصوفی الطوسی الکوفی ہے۔ المتوفی 200ھ۔"(۱۲)

ابن الندیم اس کے حوالے سے نقل کرتے ہوئے لکھتا ہے "ابوعبداللہ جابر بن حیان بن عبداللہ الکوفی جو صوفی کے نام سے مشہور تھا' اس کے بارے میں لوگوں کا اختلاف ہے' شیعوں کا مؤقف یہ ہے کہ یہ اکابر شیعہ میں سے تھا' کوفہ کا رہنے والا تھا اور جعفر صادق کے ساتھیوں میں سے تھا۔ بعض فلسفی اسے فلسفیوں میں شمار کرتے ہیں۔ اس نے منطق اور فلسفہ کے موضوع پر بہت سی کتابیں بھی لکھیں۔ یہ کیمیا گری کا ماہر تھا اور اپنی موت تک اس نے کسی کو کیمیا گری کا طریقہ نہ سکھایا۔ اس کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ وہ کسی بھی شہر میں چند روز سے زیادہ قیام نہیں کرتا تھا کیونکہ اسے ہمیشہ یہی خطرہ لاحق رہتا کہ اس علاقے کا بادشاہ اس سے کیمیا گری کا طریقہ زبردستی پوچھے گا۔ یہ بھی کہا گیا کہ وہ برمکی خاندان سے قربت رکھتا تھا۔ جعفر بن یحییٰ کا ساتھی تھا۔ جو لوگ اس کے قائل ہیں وہ یہ کہتے ہیں کہ جعفر سے مراد جعفر صادق نہیں بلکہ جعفر برمکی ہے۔ شیعوں کا مؤقف ہے کہ اس سے مراد جعفر صادق ہیں۔"(۱۳)

یہاں تک لکھنے کے بعد ابن الندیم لکھتا ہے "مذہب شیعہ پر اس نے بہت سی کتابیں تصنیف کیں۔"(۱۴)

اس کے بارے میں یہ بھی منقول ہے "یہ جعفر بن محمد الباقر کا شاگرد یا غلام تھا۔"(۱۵)

اس کے شیعہ ہونے اور نظریہ حلول پر عقیدت رکھنے کی دلیل یہ ہے کہ اس نے اپنی کتابوں میں خود یہ کہا "جب میں نے کیمیا گری پر امام صادق کا کلام سنا تو میں اس کے سحر سے باہر نہ نکل سکا' سجدے میں گر پڑا۔ مجھ سے امام جعفر نے کہا اگر تو تیرا سجدہ میرے لئے ہے' تو تو ہمیشہ کیلئے کامیاب ہو گیا۔ تیرے آباؤ اجداد بھی مجھے ہی سجدے کرتے رہے۔ مجھے سجدہ کرنا گویا اپنے آپ کو سجدہ کرنا ہے۔"(۱۶)

جہاں تک جعفر صادق کے شاگرد ہونے کا تعلق ہے' حاجی خلیفہ نے اپنی کتاب "کشف الظنون" اور ابن خلکان اپنی کتاب "وفیات" میں اس کو ذکر کیا ہے۔"(۱۷)

ڈاکٹر شیبی نے اگرچہ جابر بن حیان کے حوالے سے بہت سی باتیں لکھیں تاہم اس نے چند اہم باتیں چھوڑ بھی دیں، مثلاً وہ کہتا ہے ''جابر برائے نام ہی صوفی تھا' کیونکہ اس نے کبھی بھی کوئی مجاہدہ وغیرہ نہیں کیا' زیادہ تر کیمیا گری میں ہی مصروف رہا۔'' (۱۸)

حالانکہ ابن الندیم نے تو جابر بن حیان سے خود نقل کیا ہے کہ وہ کہتا ہے ''میں نے زہد اور تصوف پر بہت سی کتابیں لکھیں۔'' (۱۹)

اخبار الحکمہ میں قفطی لکھتا ہے ''جابر بن حیان مشہور فلسفی اور اس علم کا مقلد تھا جسے علم باطن کہا جاتا ہے' جس کے بارے میں یہ بھی مشہور ہے کہ وہ حارث المحاسبی' سہل بن عبداللہ تستری وغیرہ کی طرح تصوف میں بھی کمال رکھتا تھا۔'' (۲۰)

مشہور مستشرق فلپ اس کے بارے میں لکھتا ہے ''زہد اور تصوف میں اس کا خاص مقام ہے۔'' (۲۱)

تو یہ وہ دو افراد ہیں جو صوفیوں کے بانیان میں سے ہیں' جابر بن حیان کے انتقال کے بارے میں مختلف اقوال ہیں' 160 سے لے کر 200ھ کے درمیان میں اس کا انتقال ہوا۔ تصوف کے بانیان میں سے تیسرا شخص عبدک ہے۔

عبدک

تصوف کے بانیوں میں سے تیسرا شخص عبدک ہے۔ جس کا ذکر مستشرقین میں سے ماسینئن نے کیا' اس کے علاوہ شیعہ محقق ڈاکٹر قاسم غنی' عراق کے شیعہ محقق ڈاکٹر مصطفیٰ الشیبی وغیرہ نے بھی اس کا ذکر کیا' اور اس امر کی بھی تصدیق کی کہ وہ غالی شیعہ تھا۔

ماسینئن کہتا ہے ''صوفیاء کا لفظ جو کہ جمع کے صیغے سے آتا ہے' سب سے پہلے اس لفظ کو 199ھ بمطابق 814ء میں سنا گیا۔ سکندریہ میں فسادات کے دوران سب سے پہلے اس لفظ کا ظہور ہوا۔ یہ تقریباً وہی وقت ہے جس زمانے میں کوفہ میں شیعیت پروان چڑھ رہی تھی۔ عبدک صوفی شیعوں کا مشہور رہنما تھا اور اس کا عقیدہ تھا کہ امامت تعین کے ساتھ قائم ہوتی ہے۔ یعنی ہر

امام اپنے بعد آنے والے امام کو متعین کرتا ہے۔ عبدک سبزی خور تھا' اس نے کبھی بھی گوشت نہیں کھایا' بغداد میں 210ھ بمطابق 825ء میں اس نے وفات پائی۔ اس لحاظ سے معلوم یہ ہوتا ہے کہ صوفی کا لفظ سب سے پہلے کوفہ میں منظر عام پر آیا۔" (۲۲)

ڈاکٹر قاسم غنی کہتے ہیں "وہ مشہور صوفی تھا' لوگوں سے علیحدہ رہتا تھا' عزلت نشینی اور خلوت کا دلدادہ تھا' سب سے پہلے صوفی کے نام سے یہی مشہور ہوا۔ اس زمانے میں بعض کوفی زاہدوں کیلئے یہ لفظ بولا جاتا تھا۔ 189ھ میں بھی بعض لوگوں کیلئے اس لفظ کو بولا گیا مثلاً ثوار الاسکندری۔ چونکہ عبدک گوشت نہیں کھاتا تھا اس لئے بعض لوگ اسے زندیق سمجھتے ہیں۔ ماسینئن کہتا ہے کہ پہلی صدی ہجری میں صوفی کا نام مشہور نہیں تھا۔ تیسری صدی ہجری میں یہ لفظ مشہور ہوا اور سب سے پہلے یہ لفظ عبدک صوفی کیلئے استعمال کیا گیا' جو کہ صوفیوں کے شیوخ اور اقطاب میں شمار ہوتا ہے۔ یہ بشر بن حارث الحافی سے بھی قبل کا ہے۔ اسی طرح سری سقطی بھی اس کے بعد آیا ہے کیونکہ عبدک کی وفات 210ھ اور بشر بن حارث کی وفات 227ھ' جبکہ سری سقطی کی وفات 225ھ ہے۔ اس بنا پر سب سے پہلے صوفی کا لفظ کوفہ میں استعمال ہوا۔ نصف صدی کے بعد ہی یہ لفظ بغداد کے گلی کوچوں میں گونجنے لگا۔ عراق کے اندر یہ لفظ ملامتی فرقہ کے افراد کیلئے بولا جاتا تھا' جو خراسان وغیرہ کے گردونواح میں رہتے تھے۔ چوتھی صدی کے بعد یہ لفظ بہت زیادہ مشہور ہو گیا اور اب یہ کسی فرقہ کی خصوصیت نہ رہی۔ صوفیوں کا سفید جبہ جو انہوں نے پہلی صدی ہجری کے آخر میں استعمال کرنا شروع کیا تھا' دراصل خوارج اور عیسائیوں کی یادگار ہے۔" (۲۳)

شیبی نے سمعانی سے نقل کیا کہ وہ کہتا ہے "عبدک کا نام عبدالکریم تھا۔ اس کا پوتا محمد بن علی بن عبدک الشیعی' شیعوں کا مشہور رہنما تھا۔" (۲۴)

پھر مزید کہتا ہے "عبدک اپنے کمالات اور جامع شخصیت کی وجہ سے شیعوں کا بڑا اہم کردار سمجھا جاتا ہے۔ ایک طرف اس کی طبیعت میں زہد اور تصوف ہے اور اس نے اس رجحان کو کوفہ اور بغداد میں پھیلایا۔ یہ وہ پہلا شخص ہے جس کیلئے صوفی کا لفظ استعمال کیا گیا۔ یہ کوفہ سے بغداد آیا تو لوگوں نے صوفی کا لفظ اس کیلئے استعمال کیا' ہم یہ بھی جانتے ہیں کہ لفظ صوفی کا منبع کوفہ ہے جہاں

اس لفظ کو شیعوں نے استعمال کیا۔ اگر یہ قول درست ہو تو یہ بات قطعی طور پر ثابت ہو جاتی ہے کہ تصوف ابتدائی دور میں شیعیت کا ہی چربہ تھا۔" (۲۵)

متقدمین میں سے مشہور شخصیت الملطی اسی بات کی تصدیق کرتے ہوئے کہتا ہے "عبدک زندیقوں کے نیک فرقہ کا سربراہ تھا جن کا دعویٰ تھا کہ دنیا سے فائدہ اٹھانا حرام ہے اس سے صرف اتنا ہی فائدہ اٹھایا جا سکتا ہے جو زندگی کیلئے انتہائی ضروری ہو۔ دنیا حاصل کرنا اس وقت تک جائز نہیں ہو سکتا جب تک امام عادل موجود نہ ہو۔ اگر امام عادل نہ ہو تو دنیا کا حصول حرام ہے۔ ایسے علاقے کے لوگوں کے ساتھ معاملہ کرنا بھی حرام ہے جہاں امامِ عادل موجود نہ ہو۔ لہٰذا اگر تم امام عادل کے بغیر کہیں خرید و فروخت کرو گے تو وہ حرام ہی ہوگا۔" (۲۶)

یہ وہ شخص ہے جس کو صوفی کا لقب ملا۔

ہم یہاں ابو ہاشم الکوفی کے حوالے سے بھی کچھ بیان کرنا چاہیں گے' کوفہ کا رہنے والا تھا۔ اگرچہ اس پر شیعہ ہونے کی تہمت تو نہیں ہے لیکن عام طور پر اس کے بارے میں یہی خیال کیا جاتا ہے کہ زندیق اور دہریہ ہے۔ حاجی معصوم علی نے اس کے بارے میں لکھا "اون کا بنا لمبا سا چوغہ پہنے رکھتا تھا۔ عیسائیوں کی طرح حلول اور اتحاد کا قائل تھا۔ عیسائیوں نے حلول اور اتحاد کی نسبت حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی طرف کی' جبکہ اس نے حلول اور اتحاد کی نسبت اپنی طرف کی۔ حلول اور اتحاد کے بارے میں اس کے بہت سارے اقوال تھے' آخر تک وہ اس میں متذبذب رہا' اموی النسل تھا' ظاہری اعتبار سے فرقہ جبریہ سے تعلق رکھتا تھا جبکہ حقیقت میں یہ دہریہ تھا۔ اسلام میں فتنہ فساد پیدا کرنے کیلئے اس نے اس مذہب (تصوف) کو وضع کیا۔" (۲۷)

ایک اور شخص بھی ہے جس کے بارے میں یہ کہا جاتا ہے کہ وہ تصوف کے بانیان اور ابتدائی افراد میں سے ہے' وہ ذوالنون المصری ہے جس کے بارے میں کہا جاتا ہے "وہ سب سے پہلا شخص ہے جس نے توحید کی وہ تعریف کی جو آج صوفی کرتے ہیں۔" (۲۸)

نیز "اس جماعت کا سربراہ ہے' تمام بڑے بڑے صوفیا نے اس سے علم اخذ کیا۔ اس سے پہلے بھی بہت سارے مشائخ گزرے لیکن یہ پہلا شخص تھا جس نے صوفیوں کے اقوال کی تفصیل

اور وضاحت کی۔''(۲۹)

اور یہ کہ ''وہ پہلا شخص ہے جس نے اپنے علاقے میں صوفیوں کے مقامات اور ولایت کے احوال کو بیان کیا۔''(۳۰)

اس کے بارے میں یہ بھی منقول ہے ''وہ پہلا شخص نے جس نے وجد اور سماع کی تعریف بیان کیں۔''(۳۱)

اسی بنیاد پر مشہور انگریز محقق بجا طور پر اس کے بارے میں کہتا ہے ''یہ کہنا قرین انصاف ہے کہ یہی شخص تصوف کا واضع تھا' اس میدان کا شہسوار تھا' اور بہت سے مسلمان مؤرخوں نے بھی اس کے احوال نقل کئے۔''(۳۲)

تو یہ وہ آخری شخص تھا جو تصوف کے بانیان میں سے ہے۔ اس پر بھی عام طور پر یہ تہمت لگائی جاتی تھی کہ یہ زندیق اور جادوگر ہے۔ کہا جاتا ہے کہ یہ شعبدہ بازیوں اور جادو پر یقین رکھتا تھا۔ جیسا کہ امام ذہبی نے یوسف بن احمد البغدادی کے حوالے سے نقل کیا ہے کہ وہ کہتے ہیں ''اس کے علاقے کے لوگ اسے زندیق سمجھتے تھے۔''(۳۳)

سلمی سے منقول ہے ''ذوالنون وہ پہلا شخص ہے جس نے احوال اور اولیاء کے مقامات بیان کئے۔ عبداللہ بن عبدالحکم نے ذوالنون کی مخالفت کی۔ مصر کے علماء نے اسے زندیق سمجھ کر شہر بدر کر دیا۔ اس کے بارے میں یہ بات مشہور ہوگئی کہ اس نے ایک ایسا علم ایجاد کیا ہے کہ اس سے پہلے کسی نے نہیں کیا۔ لوگوں نے اس پر زندیق ہونے کا الزام لگا کر اسے شہر بدر کر دیا۔ اس کے بھائی اس کے پاس آئے اور کہنے لگے کہ تو زندیق ہے' اس لئے تجھے شہر بدر کیا جا رہا ہے' تو وہ کہنے لگا میرے پاس خاموشی کے علاوہ کوئی طریقہ نہیں ہے' میں اپنی ٹھوڑی اور گال کے نیچے ہاتھ رکھے ہوئے بیٹھا رہوں گا۔''(۳۴)

امام ذہبی نے اس کے بارے میں نقل کیا ہے ''حدیث کا ذکر بہت کم کرتا تھا اور لوگوں کی اس کی تلقین بھی نہیں کرتا تھا۔ دار قطنی نے اس کے بارے میں کہا ہے کہ اس نے مالک سے بہت سی احادیث نقل کی ہیں لیکن ان حدیثوں میں نظر ہے۔''(۳۵)

مشہور صوفی فریدالدین عطار اپنی کتاب میں اس کے بارے میں لکھتے ہیں "اس کا تعلق ملامتی فرقہ سے تھا' اس نے اپنے تقوی کو چھپایا ہوا تھا' لوگوں کے سامنے شرعی امور کی خلاف ورزی کرتا تھا' اس لئے عام طور پر مصری اسے زندیق سمجھتے تھے۔ اگر چہ اس کی وفات کے بعد سب نے اس کی ولایت کا اعتراف کر لیا۔" (۳۶)

ابن الندیم نے اس کے بارے میں یہ نقل کیا ہے کہ یہ علم کیمیا کا ماہر تھا' اسے جانتا تھا اور اس کے بہت سے اصول بھی اس نے وضع کیے۔ (۳۷) القطفی نے اس کا ذکر ان الفاظ میں کیا "ذوالنون بن ابراہیم الاخیمی المصری کیمیا گری میں جابر بن حیان کی طرح مہارت رکھتا تھا' بہت سے فلسفی علوم کا ماہر تھا' بربہ نامی شہر میں جو کہ اخمیم کے نواح میں واقع تھا' وہیں رہتا تھا۔ یہ علاقہ قدیم حکمت کا گڑھ تھا جہاں مختلف قسم کی تصاویر' عجیب وغریب اشکالیں بنی ہوئی تھیں جس سے ایمان والے کا ایمان بڑھتا اور کافر مزید گمراہ ہوتا۔ کہا جاتا ہے کہ اللہ نے اس پر کچھ ایسے علوم کھول دیئے جو اسی کا خاصہ ہیں۔ یہ صاحب کرامات بھی تھا۔" (۳۸)

اس کے بارے میں مسعودی ذکر کرتا ہے "مجھے ذوالنون کے بارے میں معلومات اخمین شہر جا کر ہوئیں۔ وہاں کے لوگ اسے ابوالفیض کے نام سے جانتے تھے۔ اس علاقے میں اس کے زہد تقویٰ اور حکمت کا چرچہ تھا' دین ودنیا کے معاملے میں اس کا اپنا ہی ایک انداز تھا۔ براوی جو اک پراسرار سا مقام ہے' یہ وہاں بہت زیادہ آتا جاتا اور کہا جاتا ہے کہ وہ اس علاقے کے پراسرار رازوں کو سمجھتا تھا' وہ بہت سے نقوش اور اشکال جو دیواروں پر بنی ہوئی تھیں' انہیں اس نے اپنی ذہانت سے حل کیا تھا' پھر مسعودی بعض اشکال کا ذکر کرتا ہے جنہیں ذوالنون نے حل کیا۔" (۳۹)

ان عبارات کو نقل کرنے کے بعد نیکلسن لکھتا ہے "ذوالنون نقش شناس تھا' بصریٰ کے قدیم مندروں اور چرچوں میں دیواروں پر جو تصویریں اور اشکال بنی ہوتیں' انہیں حل کرنے کا اسے شوق تھا۔ مسلمانوں کی نظر میں قدیم مصر کیمیا گری کا مرکز اور جادو و پراسرار علوم کا گڑھ تھا۔ ذوالنون مصری کیمیادان اور جادوگر تھا' حالانکہ اسلام میں جادو کی حرمت منقول ہے اس لئے ذوالنون نے جادو کو کرامات کی شکل دی اور اسے لوگوں کے سامنے پیش کیا۔ اس کے زمانے سے ہی صوفیوں میں

کرامات ظاہر ہونا شروع ہوئیں۔ یہ اپنے متبعین کو جادو کے الفاظ سکھاتا' سب سے پہلے اسی نے مختلف قسم کی خوشبوؤں کا استعمال کیا جس کے ذریعے لوگوں پر سحر سا طاری ہو جاتا۔" (۴۰)

پہلے تین افراد کے ساتھ اس کو بھی ملا لیا جائے تو تصوف کی ایک واضح تصویر ہمارے سامنے آجاتی ہے۔

تصوف کے سلسلے

تصوف کی بنیاد شیعیت ہے۔ اس کی ایک اور دلیل یہ ہے کہ تصوف کے سارے سلسلے سوائے ایک دو کے سبھی حضرتِ علی بن ابی طالبؓ پر جا کر ختم ہو جاتے ہیں۔ کسی اور صحابی کی طرف ان سلسلوں کی اسناد نہیں ہے۔ ان تمام سلسلوں کی اسناد کا اگر مطالعہ کیا جائے تو اس میں شیعوں کے معصوم آئمہ کا ذِکر ملتا ہے اور شیعوں کا ان کے بارے میں عقیدہ یہ ہے کہ وہ حضرت علیؓ کی اولاد میں سے تھے۔ تصوف کی کتابوں میں بھی ان آئمہ معصومین کا ذکر ملتا ہے۔ اس کے علاوہ تصوف کا ذکر حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے ہی شروع کیا جاتا ہے۔

علی ابن ابی طالبؓ صحابی رسولؐ تھے، عشرہ مبشرین میں سے شامل ہیں۔ چوتھے خلیفہ راشد ہیں۔ عرب میں انہیں عزت واحترام کی نگاہ سے دیکھا جاتا تھا' لیکن بہر حال یہ ایک حقیقت ہے کہ وہ حضرت ابوبکر صدیقؓ یا حضرت عمرؓ سے زیادہ زاہد اور متقی نہیں تھے۔ ابوبکر صدیقؓ جنہوں نے سب سے پہلے حضورؐ کی نبوت کی تصدیق کی، جن کا لقب عتیق تھا' سفر وحضر میں حضورؐ کے ساتھی تھے' ہر حالت میں حضورؐ کا ساتھ دیا' انتقال کے بعد بھی روضہ مبارک میں آپؐ کے ساتھ ہیں۔ قرآن پاک میں ان کا ذِکر ایسے الفاظ کے ساتھ آیا ہے جن تک اور کوئی بھی نہیں پہنچ سکتا۔ زمانے پر ان کی فوقیت اور عزت مسلم ہے۔ ان کے مقام تک پہنچنا تو دُور کی بات ہے' کوئی اس کا تصور بھی نہیں کر سکتا۔ قرآن پاک میں ان کیلئے ثانی اثنین کا لفظ بولا گیا جو کسی اور کیلئے ثابت نہیں ہے۔ احادیث میں ان کے بہت زیادہ فضائل نقل ہوئے ہیں' ان کا مقام اور مرتبہ روزِ روشن کی طرح واضح ہے۔ یہ حضرت ابوبکر صدیقؓ ہی تھے جن کے بارے میں یہ آیت نازل ہوئی، ترجمہ "فتح مکہ سے قبل جو

لوگ مسلمان ہوئے' اللہ کی راہ میں خرچ کیا اور جہاد کیا' ان تک کوئی نہیں پہنچ سکتا۔" لقب صدیق میں یکتا ہیں۔ ساری زندگی اسلام کی سربلندی کیلئے محنت کرتے رہے اور اس سلسلے میں اپنی جان' مال کی پروانہیں کی۔" (۴۱)

"جب ان کا انتقال ہوا تو ان کے پاس درہم اور دینار میں سے کچھ بھی نہ تھا۔" (۴۲)

"دو پرانے کپڑوں میں کفن دیا گیا۔" (۴۳)

آخری وقت میں اپنے گھر والوں کو وصیت کرتے ہوئے کہا "جب سے مجھے مسلمانوں کی ولایت عطا کی گئی میں نے کبھی بھی ان کے درہم و دینار کو اپنے لئے حلال نہیں سمجھا' ان کے مال میں سے سوکھی روٹی کو ہی اپنے پیٹ کی غذا بنایا' کھردرے کپڑوں کو پہنا' دورانِ خلافت مجھے خدمت کیلئے ایک حبشی غلام اور سواری کیلئے اونٹ دیا گیا تھا' جب میں مرجاؤں تو یہ عمر کو دے دینا تا کہ بیت المال میں جمع کرادیا جائے۔" جب حضرت عمرؓ کے پاس ان کا یہ پیغام پہنچا تو وہ رونے لگے' یہاں تک کہ ان کے آنسو زمین پر گرتے رہے' کہنے لگے اللہ ابوبکر پر رحم کرے' اس نے آنے والوں کیلئے بڑی ہی مشکل مثال چھوڑی ہے۔ (۴۴)

حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ "حضورؐ کی دعوت کو چہار دانگ عالم میں پھیلانے والے' حق و باطل کے درمیان فاصل' دین کو تقویت پہنچانے والے' توحید کے سب سے بڑے داعی' بدعت و شرک کی جڑیں کاٹنے والے' اسلام کے کلمہ کو سربلند کرنے والے' اللہ تعالیٰ نے ان کی ذات میں اتنی صفات جمع کیں جنہیں بیان کرنا مشکل ہے۔ ان کے دورِ خلافت میں پوری دنیا اسلام کے جھنڈے تلے آگئی۔ کفر ان کے رعب اور دبدبے سے لرزاں و ترساں رہتا۔ مشرکین ہمیشہ دبے رہتے۔ وہ یقین کی اس کیفیت میں تھے کہ ان کی بات سننے والے شخص کے پاس ماننے بنا کوئی چارہ نہ ہوتا۔ حضرت عمرؓ کبھی بھی مخالفین کی کثرت یا جمعیت سے مرعوب نہیں ہوئے' ہر موقع پر حق کی بات سنائی' حضورؐ کے پیغام کو بعینہ نقل کرنے والے' زندگی بھر مشقتوں اور تکلیفوں پر صبر کیا' آخری وقت تک نعمتوں اور آسائشوں کا منہ نہ دیکھا' کفر کیلئے شمشیر بے نیام تھے' حق ان کی زبان پر جاری ہوتا' ان کے موافقات بھی مشہور ہیں' ہمیشہ حق کی بات کرنے والے' اسی کا پرچار اور اسی کو نافذ کرنے

والے زندگی بھر خدا کے علاوہ کسی کا خوف دِل میں نہ رکھا۔"(۴۵)

نیز"کپڑوں پر کندھوں کے نزدیک چار پیوند لگے ہوئے تھے ازار پر چمڑے کے پیوند لگے ہوتے تھے منبر پر خطبہ دینے کیلئے بیٹھے تو کپڑوں پر بارہ پیوند لگے ہوئے تھے حج کرنے گئے تو دورانِ حج سولہ دینار کا خرچ آیا جب واپس آئے تو اپنے بیٹے سے کہنے لگے: ہم نے اس حج کے دوران بہت زیادہ اسراف کیا ہے۔ دورانِ سفر سایہ دار جگہوں پر نہ بیٹھتے جب کہیں پڑاؤ کرنا ہوتا تو کسی درخت کے نیچے لیٹ جاتے اونٹ یا گھوڑے کے کجاوے کو اس درخت پر لٹکا کر سایہ حاصل کر لیتے سفر کے دوران کبھی بھی ان کیلئے خیمہ نصب نہیں کیا گیا۔"(۴۶)

اپنی زندگی میں بیت المال میں سے کچھ ادھار لیا تھا جب آخری وقت آیا تو اپنے بیٹے سے کہا"ادھار اتارنے کیلئے میرا سارا مال بیچ دینا اگر وہ مال پورا نہ ہوا تو بنی عدی سے لے لینا اگر وہ بھی پورا نہ ہوا تو قریش سے لینا ان کے علاوہ کسی اور سے نہ لینا۔"(۴۷)

اسی بات کی طرف اشارہ کرتے ہوئے شیخ الاسلام ابن تیمیہؒ شیعہ پر رَد کرتے ہوئے لکھتے ہیں"شیعوں کا مؤقف یہ ہے کہ حضرت علیؓ حضورؐ کے صحابہ میں سے سب سے زیادہ زاہد اور متقی تھے حالانکہ حضورؐ کے بعد زہد اور تقویٰ کے اعلیٰ مقام پر فائز ہونے والے حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ تھے اس لئے کہ حضرت ابوبکرؓ اپنی تمام آمدنی اللہ کے راستہ میں خرچ کرتے تھے۔ حضرت عمرؓ بھی ان کے نقش قدم پر چلتے رہے۔ مال و دولت خرچ کرنے کے اعتبار سے حضرت عمرؓ کو حضرت علیؓ پر فوقیت حاصل ہے اگر زہد کا اعتبار کیا جائے تو حضرت علیؓ کی زندگی آرام اور آسائش والی تھی جب حضرت علیؓ کا انتقال ہوا تو آپ کی چار بیویاں اور خادموں کے علاوہ انیس امِ ولد بھی تھیں۔ انتقال کے وقت ان کی چوبیس اولادیں تھیں حضرت علی نے ان کیلئے بہت سا مال و دولت اور جائیدادیں چھوڑیں جس کی وجہ سے ان کی اولاد بھی مالدار اور خوشحال ہوگئی۔ یہ ایک ایسی بات ہے جس کا کوئی بھی انکار نہیں کر سکتا تو اس سے یہ بات واضح طور پر ثابت ہو جاتی ہے کہ زہد کے اعتبار سے سب سے اعلیٰ مقام پر حضرت ابوبکرؓ اور پھر حضرت عمرؓ فائز ہیں۔"(۴۸)

حضورؐ کے صحابہ میں سے اور بھی بہت سارے لوگ تھے جو زہد اور تقویٰ والی زندگی بسر کرتے

تھے لیکن تصوف کا کوئی بھی سلسلہ ان پر ختم نہیں ہوتا۔ سارے سلسلے حضرت علیؓ پر ختم ہوتے ہیں۔ جس طرح شیعہ انہیں اپنا پہلا امام تسلیم کرتے ہیں۔

مشہور بزرگ علی ہجویری نے جنید بغدادی کے حوالے سے نقل کیا ہے، وہ کہتے ہیں ''اصول میں ہمارے شیخ علی المرتضیٰ ہیں، یعنی علی ابن ابی طالب، جو علم اور معاملات میں اس طریقت کے امام ہیں۔ اہل طریقت اصول کی نسبت انہی کی طرف کرتے ہیں اور تصوف کی مختلف منازل بھی انہی سے منقول ہیں۔'' (۴۹)

ہجویری نے ہی عطار سے نقل کیا ہے کہ وہ کہتے ہیں ''اللہ تعالیٰ نے انہیں علم، حکمت اور کرامت سے نوازا تھا۔ حضرت علی کی وجہ سے ہی ہم اس راہ پر چلے۔'' (۵۰)

طوسی ابونصر السراج کہتا ہے ''دیگر صحابہ کرام میں سے امیر المومنین علیؓ ابن طالب کو مختلف اعتبار سے فضیلت اور خصوصیت حاصل ہے۔ معرفت، ایمان اور علم کو بیان کرنے کیلئے آپ کا انداز منفرد اور جداگانہ ہے۔ آپ کی وہ خصالِ شریفہ ہیں کہ اہل تصوف نے ان سے استفادہ کیا اور اپنی طریقت کیلئے انہیں رہنما اصول پایا۔'' (۵۱)

''علی ابن ابی طالب کرم اللہ وجہہ جو مدینۃ العلم، طریقت اولیاء کی پہلی سیڑھی ہیں، سب سے پہلے حضورؐ نے انہیں اپنے رازوں کا امین بنایا۔'' (۵۲)

اس لئے کہ جبریل علیہ السلام حضورؐ کے پاس ''سب سے پہلے شریعت لے کر آئے، جب شریعت کے احکام ظاہر ہو گئے اور لوگوں نے اس پر عمل کرنا شروع کر دیا تو حقیقت اور حکمت نازل کی گئی جو دراصل اعمال شریعت کا مطلوب تھا۔ یہ حقیقت جسے دوسرے الفاظ میں ایمان اور احسان بھی کہا جا سکتا ہے۔ حضورؐ نے شریعت تو تمام صحابہ تک پہنچا دی مگر حقیقت سے بعض صحابہ کو ہی مطلع کیا۔ علم حقیقت سے حضرت علیؓ بتمامہ واقف تھے۔ سب سے پہلے لوگوں کو اس علم کی حقیقت کے بارے میں حضرت علیؓ نے ہی مطلع کیا۔'' (۵۳)

حضرت علیؓ بقول صوفیاء کے ''ان اصحابِ علم میں سے ہیں جنہیں اللہ تعالیٰ نے اس علم سے نوازا جس سے اور بہت کم لوگ واقف تھے۔'' (۵۴)

یہ علم جبریل اور میکائیل کو بھی حاصل نہیں تھا' اس لئے کہ ''جب حضورؐ نے حضرت علیؓ کو اس علم کی تلقین کی اور انہیں آگاہ کیا تو حضرت علیؓ خود فرماتے ہیں کہ حضورؐ نے مجھے اس علم کے راز دیئے جو جبریل اور نہ ہی میکائیل کے پاس ہیں۔'' (۵۵)

اسی بات کو طوسی وجیہی سے نقل کرتا ہے کہ اس نے کہا ''میں نے ابو علی الروذباری کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ انہوں نے جنید بغدادی کو سنا' وہ کہہ رہے تھے اللہ امیر المومنین حضرت علیؓ پر رحم کرے کاش کہ وہ (جہاد) میں مصروف نہ ہوتے تو ہمیں اس علم میں اور بھی حصہ ملتا۔ انہیں علم لدُنی عطا کیا گیا۔ یہ وہ علم لدُنی ہے جسے اللہ تعالیٰ نے حضرت خضر علیہ السلام کے ساتھ خاص کیا اور ان کے بارے میں فرمایا ''ہم نے اپنی طرف سے علم دیا ہے۔'' (۵۶) حضورؐ نے انہیں نائب ویسے ہی مقرر کیا تھا جیسے حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ہارون علیہ السلام کو بنایا تھا۔ خلت کے مقام پر حضورؐ کے ساتھ کوئی شریک نہیں ہو سکتا' ہاں اخوت کے معاملے پر حضورؐ کے ساتھ شریک ہیں اور حضورؐ نے ان کے بارے میں یہ فرما دیا علیؓ میرے لئے ایسے ہیں جیسے ہارون موسیٰ علیہ السلام کیلئے تھے۔ (۵۷)

صوفیوں کے نزدیک ان کا مقام اور مرتبہ انتہائی بلند ہے۔ شعرانی ایک مشہور صوفی کے حوالے سے نقل کرتے ہوئے کہتا ہے ''حضرت علی ابن ابی طالبؓ کو آسمان پر اٹھا لیا گیا جیسا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو اٹھایا گیا' حضرت عیسیٰ کی طرح ان کو بھی دوبارہ زمین پر اتارا جائے گا۔ پھر شعرانی کہتا ہے یہی بات میں نے علی الخواص سے بھی سنی' وہ کہتے ہیں: حضرت نوح علیہ السلام نے اپنی کشتی میں سے ایک تختے کو اکھاڑا' اس پر حضرت علیؓ کا نام لکھا اور اسے آسمان میں محفوظ کر دیا گیا۔ یہ آسمان میں اس وقت تک محفوظ رہا جب تک حضرت علیؓ کو بھی آسمان پر اٹھا لیا گیا۔'' (۵۸)

یہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا شان' مقام' مرتبہ صوفیاء کے ہاں ہے۔ ایک مشہور شیعہ محقق جلال الدین رومی کے حوالے سے کچھ اشعار نقل کرتا ہے جس میں جلال الدین رومی کی حضرت علی سے عقیدت ظاہر ہوتی ہے۔ وہ اشعار یہ ہیں:

عالم کی صورت گری جاری تھی اور علی موجود تھے

زمین و زماں کا نقشہ بنایا جا رہا تھا اور علی موجود تھے

علی نے ہی خیبر کے دروازے کو ایک جھٹکے سے اکھاڑا

موجودات پر نظر دوڑایئے

ابھی تخلیق عالم نہ ہوا تھا علی موجود تھے

وجود کو بھی عدم تھا

عالم ایک راز کی طرح خفتہ تھا علی موجود تھے

شمس تبریز کے قلب پر جن رازوں کا آشکارا ہوا

وہ علی ہی کے مرہون منت ہے" (۵۹)

حضرت علی بن ابی طالبؓ کی شخصیت کے بارے میں یہ غلو شیعوں کے خیالات اور ان کے افکار سے ملتا جلتا ہے۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہ تک تصوف کے تمام سلسلے ختم ہوتے ہیں۔ معصوم شیرازی جو معصوم علی شاہ کے لقب سے مشہور ہے' کہتا ہے "تصوف کے تمام سلسلوں کیلئے ضروری ہے کہ وہ ازل سے ابد تک حضرت علیؓ پر ہی ختم ہوں۔ آدم علیہ السلام سے لے کر قیامت تک جتنے بھی تصوف کے سلسلے ہوں گے وہ سید العالمین' امیر المومنین حضرت علیؓ پر ختم ہوں گے۔" (۶۰)

اس لئے کہ "وہ صوفیوں کے ہاں صحابہ میں سے سب سے زیادہ زاہد تھے۔" (۶۱)

جیسا کہ وہ "اس طریقت کے امام اور قطب تھے۔" (۶۲)

صوفیوں کے ہاں سب سے پہلے ولی حضرت علی ابن ابی طالبؓ ہیں اور انہی سے ولایت کا سلسلہ شروع ہوا' انہی سے ولایت دیگر اولیاء کو منتقل ہوئی' یہ وہی عقیدہ ہے جو شیعوں کا ہے کہ امامت کا آغاز حضرت علیؓ سے ہوا' ان سے امامت منتقل ہوئی' فتویٰ اور قطب بھی سب سے پہلے حضرت علیؓ تھے۔ حضرت علیؓ نے اپنی گدڑی حسن بصری کو پہنائی' آج تک یہ سلسلہ چلا آرہا ہے کہ صوفی اپنے خلفاء اور تصوف کے ورثا کو گدڑی پہناتے ہیں۔ (۶۳)

ابن خلدون اس بات کو نقل کرتے ہوئے لکھتے ہیں "شیعوں نے گدڑی اور خرقہ کی نسبت حضرت علیؓ کی طرف کی ہے اور اکثر مقامات پر یہی لکھا کہ وہ سب سے پہلے اس لباس کو پہننے والے

تھے، حالانکہ یہ بات درست نہیں ہے، زمانہ نبوت میں حضرت علیؓ علیحدہ لباس نہیں پہنتے تھے، ان کی کوئی علیحدہ حالت یا طریق بھی نہیں تھا۔ وہ فقط احکامِ پیغمبر پر عمل کرتے تھے۔ حضرت ابوبکر اور عمرؓ حضورؐ کے بعد زہد اور تقویٰ کے اعتبار سے سب سے بلند منصب پر فائز تھے مگر انہوں نے بھی کوئی ایسی چیز ایجاد نہیں کی جسے ان کی خصوصیت کہا جائے اور جو ان کے اور دیگر صحابہ کے درمیان مابہ الامتیاز ہو۔ صحابہ کرام سارے ہی قابل تقلید ہیں، اس لئے کہ وہ زہد اور مجاہدے والی زندگی گزارتے تھے۔ فاطمیوں نے اپنی کتب میں جو باتیں شامل کیں، ان کا اسلام کی ابتدائی تعلیمات سے کوئی تعلق نہیں ہے بلکہ وہ شیعوں اور روافظ کی کتب سے ماخوذ ہیں۔" (٦٤)

خرقہ کی نسبت حضرت علی کی طرف کرنا اور یہ روایت کہ حضرت علی نے حسن بصری کو یہ خرقہ پہنایا تھا، یہ سب غلط، باطل اور بے اصل باتیں ہیں۔ اس لئے کہ "حضرت حسن بصری کی حضرت علی کے ساتھ ملاقات ثابت نہیں ہے۔ حضرت علی جس وقت مدینہ منورہ سے کوفہ آئے تو حضرت حسن بصری بہت چھوٹے تھے۔" (٦٥)

بہر حال، صوفی خرقہ کی نسبت حضرت علی کی طرف کرتے ہیں اور تمام سلسلے بھی حضرت علی پر جا کر ہی ختم ہوتے ہیں۔ صوفی حضرت علی تک صرف اپنے سلسلوں کو ختم نہیں کرتے بلکہ شیعوں کی طرح یہ عقیدہ بھی رکھتے ہیں "نبوت اور رسالت پر ایمان لانے والے آٹھویں شخص علیؓ ابن ابی طالب تھے جنہوں نے بچپن کی حالت میں ہی اسلام قبول کیا اور بچپن میں ہی اللہ کے راستے میں جہاد کیا، اللہ تعالیٰ نے انہیں تمام اولیاء کا قطب بنایا، ان سے یہ وراثت حضرت حسنؓ اور حسینؓ نے حاصل کی، حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی طرح حضرت حسن اور حسین بھی فتویٰ کے مقام پر فائز تھے جو ولایت کے اعلیٰ ترین مقامات میں سے ہے۔ قطب بھی اس کے تابع ہوتا ہے۔ جب کوئی امام فتویٰ کے اعلیٰ مقام کو حاصل کرتا ہے تو وہ صدیقیت کے مقام تک پہنچ جاتا ہے۔ حضرت حسن کے مقامِ فتویٰ پر فائز ہونے کی ایک دلیل یہ بھی ہے کہ انہوں نے خلافت ظاہرہ کو ترک کر کے خلافت باطنہ قبول کی اور مسلمانوں کی جانیں بچانے کیلئے خلافت ظاہرہ ترک کر دی۔ حضرت حسینؓ کے مقامِ فتویٰ پر فائز ہونے کی دلیل یہ ہے کہ انہوں نے پوری استقامت کے ساتھ اللہ کے راستے

میں جان دی۔ حضرت علی کی خصوصیات میں سے یہ بھی ہے کہ حضورؐ نے ان کیلئے یہ کہا کہ وہ مدینۃ العلم کے باب یعنی دروازہ ہیں۔ مدینۃ العلم سے مراد حضورؐ کی ذاتِ اقدس ہے۔ اگر شجاعت اور ولایت کے کوئی مقام ہیں تو حضرت علی اس کے سرخیل ہیں۔ حضرت علی اولیاء کے رہنما ہیں، انہوں نے حضورؐ کی جگہ پر قربانی کیلئے اپنے آپ کو پیش کیا۔" (٦٦)

مزید کہتا ہے "حضرت علی نے ایک خاص طریقے سے حضورؐ کے ہاتھ پر بیعت کی تھی اور حضرت حسن اور حسین کو بھی اسی کی تلقین کی تھی۔" (٦٧) مشہور صوفی ابو العباس المرسی جو شاذلی کا شاگرد ہے، کہتا ہے "ہمارے طریق کی نسبت مشرق اور مغرب والوں کی طرف نہیں ہے بلکہ یہ حضرت علی کی طرف منسوب ہے اور وہ پہلے قطب تھے۔" (٦٨) یہ بھی کہتے ہیں "حضرت علیؓ اور ان کے صاحبزادگان کے بعد اس طریقت کے امام علی ابن الحسن زین العابدین اور پھر ان کے بیٹے محمد بن علی الباقر، پھر ان کے بیٹے جعفر بن محمد صادق ہیں۔" (٦٩)

کلاباذی اپنی کتاب "التعرف لمذہب اہل التصوف" کے دوسرے باب میں نقل کرتا ہے "علی ابن الحسین زین العابدین وہ ہستی ہیں جنہوں نے صحابہ کرام کے بعد اپنے قول و فعل سے ان کی تعلیمات کو نقل کیا، اسے نشر کیا اور پھر ان کے بیٹے محمد بن علی الباقر، پھر جعفر بن محمد الصادق ہیں۔" (٧٠)

آپ ذرا اس ترتیب کو دیکھیں اور پھر شیعوں کی اماموں کی ترتیب دیکھیں، جس طرح ان کے ہاں بارہ اماموں کی ترتیب یہ ہے: علیؓ، حسن، حسین، زین العابدین، محمد الباقر، جعفر بن محمد الباقر، موسی بن جعفر الکاظم، علی بن موسیٰ الکاظم وغیرہ ہیں۔ اسی ترتیب کو شعرانی نقل کرتا ہے، وہ انہیں امام بھی کہتا ہے اور ان کی مقررہ تعداد یعنی بارہ کو بھی نقل کرتا ہے، وہ کہتا ہے "موسیٰ الکاظم بھی ان میں شامل ہیں، جو بارہ اماموں میں سے ہیں۔ ان کا سلسلہ نسب یہ ہے: موسیٰ بن جعفر بن محمد بن علی بن الحسین بن علی بن ابی طالب۔ ان کی کنیت عبد صالح تھی کیونکہ وہ عبادت گزار تھے۔ قیام اللیل کے عادی تھے، جب انہیں کسی شخص کے بارے میں اطلاع ملتی کہ ان کی ذات کی وجہ سے اسے تکلیف پہنچی ہے تو فوراً اس کے پاس مال و دولت بھیج کر اسے راضی کر لیتے۔" (٧١)

علی بن موسیٰ الرضا کے بارے میں صوفیوں کا قول ہے ''صوفیوں کے شیخ المشائخ ہیں' معروف الکرخی نے ان کے ہاتھ پر اسلام قبول کیا۔'' (۷۲)

قشیری ان کے بارے میں کہتا ہے ''ابو محفوظ معروف بن فیروز الکرخی بڑے مشائخ میں سے تھے۔ مستجاب الدعوات تھے۔ لوگ ان کی قبر پر جا کر شفا حاصل کرتے ہیں اور ان کے بارے میں اہل بغداد کا کہنا ہے کہ ان کی قبر معروف اور مشہور ہے اور جس نیت سے وہاں جایا جائے' حاجت ضرور پوری ہوتی ہے۔ یہ علی بن موسیٰ الرضا کے موالی میں سے تھے۔'' (۷۳)

سلمی نے اپنے طبقاۃ میں اور جامی نے نفحاۃ میں لکھا ہے کہ کرخی' علی بن موسیٰ رضا کے دربانوں میں سے تھے۔ چنانچہ وہ کہتے ہیں ''معروف بن فیروز اور ایک قول کے مطابق معروف بن علی' جن کا لقب زاہد بھی تھا' اکابر شیوخ اور صوفیاء میں سے ہیں' ان لوگوں میں سے جو تقوے کے اعتبار سے مشہور ہیں۔ یہ سری السقطی کے استاد اور داؤد طائی کے ساتھی تھے۔ مشہور بات یہ ہے کہ انہوں نے علی بن موسیٰ الرضا کے ہاتھ پر اسلام قبول کیا اور اسلام قبول کرنے کے بعد ان کے دربان مقرر ہو گئے۔ ایک روز شیعہ حضرت علی بن موسیٰ کے دروازے پر اکٹھے ہوئے تو ان کی دھکم پیل کی وجہ سے معروف کی پسلیاں ٹوٹ گئیں اور ان کا انتقال ہو گیا۔ بغداد میں ان کو دفن کیا گیا۔ لوگ ان کی قبر کی زیارت کرتے ہیں اور تبرک حاصل کرنے کیلئے بھی ان کی قبر پر لوگوں کا تانتا بندھا رہتا ہے۔'' (۷۴)

یہ بات قابل ذکر ہے کہ معروف کرخی' سری سقطی کے استاد اور جنید بغدادی کے استاد ہونے کے ساتھ ساتھ ماموں بھی ہیں۔ اس لئے عام طور پر جب صوفیاء کوئی روایت نقل کرتے ہیں تو اس کی سند یوں ذکر کرتے ہیں ''جنید نے سری سقطی اور انہوں نے معروف کرخی سے' انہوں نے علی بن موسیٰ رضا' انہوں نے اپنے والد موسیٰ کاظم' انہوں نے اپنے والد محمد باقر' وہ اپنے والد علی زین العابدین' وہ اپنے والد حسین بن علی بن ابی طالب اور وہ اپنے والد علی ابن طالبؓ سے نقل کرتے ہیں کہ......'' (۷۵)

مشہور صوفی اور سابق شیخ الازہر ڈاکٹر عبدالحلیم محمود' علی بن موسیٰ رضا کے بارے میں کہتے

ہیں "ان کی بہت ساری کرامات مشہور ہیں، جن میں سے ایک یہ ہے کہ ایک روز انہوں نے ایک تندرست وتوانا شخص سے کہا تیار ہو جاؤ، تمہیں وہ معاملہ درپیش آنے والا ہے جس سے کسی کو مفر نہیں۔ چنانچہ تین دِن بعد ہی وہ شخص انتقال کر گیا۔ حاکم نے ابو حبیب سے نقل کیا ہے کہ وہ کہتے ہیں میں نے حضورؐ کو خواب میں دیکھا، وہ اس مقام پر تشریف فرما تھے جہاں حاجی واپس لوٹ کر ٹھہرتے ہیں۔ آپؐ کے ہاتھ میں ایک ٹوکرا تھا جس میں بہت سی کھجوریں پڑی ہوئی تھیں، حضورؐ نے اس کٹورے میں سے مجھے اٹھارہ کھجوریں دیں، بیس دِن کے بعد علی رضا بھی ہمارے شہر میں آئے اور انہوں نے بھی اسی مقام پر قیام کیا جہاں میں نے خواب میں حضورؐ کو قیام کرتے دیکھا تھا۔ لوگ ان سے مصافحہ کرنے کیلئے دوڑ پڑے، میں بھی انہیں ملنے گیا تو میں نے دیکھا وہ اسی مقام پر بیٹھے ہوئے تھے جس پر حضورؐ تشریف فرما ہوئے تھے، ان کے سامنے کھجوروں کا ایک ٹوکرا پڑا تھا، علی بن موسیٰ رضا نے اس ٹوکرے میں سے مٹھی بھر کر مجھے بھی کھجوریں دے دیں، میں نے شمار کیں تو وہ اتنی ہی تھیں جتنی حضورؐ نے مجھے دی تھیں، تو میں نے ان سے کہا مجھے تھوڑی سی کھجوریں اور دے دیں، وہ کہنے لگے اگر حضورؐ نے تجھے اور دی ہوتیں تو میں بھی تجھے اور دے دیتا۔" (۷۶)

یہ بات بھی عجائبات میں سے ہے کہ جس ترتیب سے شیعہ اپنے اماموں کی تفصیل بیان کرتے ہیں، اسی ترتیب کے ساتھ صوفیاء اپنی سند کو بیان کرتے ہیں، اور یہ سند جا کر شیعہ کے بارہ اماموں پر ختم ہوتی ہے۔ احمد الکبیر الرفاعی لکھتے ہیں "میں نے خرقہ تصوف اپنے ماموں شیخ المشائخ سیدنا منصور البطائحی الربانی سے حاصل کیا، انہوں نے یہ خرقہ اپنے ماموں شیخ ابوالمنصور الطیب، انہوں نے اپنے چچازاد بھائی شیخ ابوسعید یحییٰ البخاری الانصاری سے، انہوں نے شیخ ابوترمذی سے، انہوں نے شیخ ابوالقاسم السندوسی الکبیر سے، انہوں نے شیخ ابومحمد دویم البغدادی سے، انہوں نے شیخ امام تاج العارفین ابوالقاسم جنید بغدادی سے، انہوں نے شیخ سری سقطی سے، انہوں نے شیخ معروف کرخی سے، انہوں نے امامِ زمان حجت اہل عرفان امام ابن الامام علی رضا سے، انہوں نے اپنے والد ملجائے اولیاء باغِ ولایت کے نور، کرامات کے منبع اور مقامِ ظہور ابوالحسن موسیٰ الکاظم سے، انہوں نے اپنے والد امام جعفر صادق سے، انہوں نے اپنے والد صاحب السر الطاہر امام محمد الباقر

سے انہوں نے اپنے والد امام الآئمہ ابومحمد امام زین العابدین سے انہوں نے اپنے والد نواسہ رسول شہید کربلا امام حسین سے انہوں نے اپنے والد امام الآئمہ امیر المومنین عالی مرتبت ومقام امام ابوالحسن علی بن ابی طالبؓ سے حاصل کیا۔''(۷۷)

رفاعی خود ہی ایک اور طریقے سے اس سند کو بیان کرتے ہیں۔ وہ لکھتے ہیں ''توبہ کے اس طریق کا ظہور ذاتِ احمدِ مصطفیٰ سے ہوا۔ ان سے سیدہ بتول عذرا ہماری آنکھوں کی ٹھنڈک سیدۃ نساء اہل جنۃ ام السبطین حضرت فاطمہ زہرہؓ نے حاصل کیا' ان سے ان کے شوہر عالی مقام جلیل القدر وجلیل العزم شخصیت نے حاصل کیا جن کا مقام بمطابق حدیث وہی ہے جو ہارونؑ کا حضرت موسیٰ کی نسبت سے تھا۔ انہوں نے خلافت کے اس خلعت کو بطریق احسن لیا اور اس کے تمام تقاضے پورے کئے' یہاں تک کہ واصل حق ہوئے۔ تو اس عظیم مقام ومرتبت کی نورانی بارش ختمی مرتبتؐ کے نواسوں حضرت حسن اور حسین پر پڑی' پھر آپ کے بعد نسل در نسل چلتی یہ خلعت بڑھتی رہی' یہاں تک کہ امام آخر زماں تک جا پہنچی۔''(۷۸)

محمد معصوم شیرازی اس کے حوالے سے لکھتے ہیں کہ علی ابن ابی طالب ولایتِ محمدیہ کو ختم کرنے والے ہیں۔ کمیل بن زیاد النخعی' حسن بصری اور اویس قرنی نے علی ابن ابی طالب سے اس ولایت کو حاصل کیا۔ شقیق بلخی نے اس ولایت کو امامِ کاظم سے حاصل کیا' شیخ ابویزید نے جعفر صادق سے اس ولایت کو حاصل کیا۔ شیخ معروف نے امامِ رضا سے اور شیخ سری سقطی نے حضرت معروف سے' اور شیخ جنید بغدادی نے شیخ سری سقطی سے حاصل کیا۔

عجیب بات یہ ہے کہ شیعہ اثنا عشریوں کی طرح صوفیا بھی حضرت حسن عسکری کا ایک بیٹا مانتے ہیں' حالانکہ تمام اہلسنت مؤرخین حتیٰ کہ بعض شیعہ مؤرخین اور حضرت حسن عسکری کے بہن بھائیوں کی گواہی بھی اسی امر پر دال ہے کہ ان کی کوئی اولاد نہیں تھی۔ اس حوالے سے ہم مشہور شیعہ مؤرخ الکلینی کی ایک عبارت نقل کریں گے' وہ لکھتا ہے ''جب حضرت حسن عسکری کی تدفین ہوئی تو بادشاہ سمیت سارے لوگ ان کی آل اولاد کی تلاش میں تھے' ہر جگہ تلاش کی جاتی رہی' اس وقت تک ان کی میراث تقسیم نہیں ہوئی۔ ایک باندی کے بارے میں خیال کیا جارہا تھا کہ وہ

حضرت حسن عسکری سے حاملہ ہے' چنانچہ اسے خاص نگرانی میں رکھا گیا' یہاں تک کہ ظاہر ہو گیا کہ اس کے پیٹ میں کوئی حمل نہیں۔ جب باندی کے بارے میں بھی تصدیق ہو گئی تو حضرت حسن عسکری کی میراث کو ان کی ماں اور بھائی جعفر کے درمیان تقسیم کر دیا گیا۔ ان کی والدہ نے قاضی کے سامنے حسن عسکری کی ایک وصیت پیش کی جو تمام تر تحقیق کے بعد ثابت ہو گئی' چنانچہ انہی کو ان کا وارث بنایا گیا۔''(۷۹)

اس واقعے کو بہت سے شیعہ مؤرخین نے نقل کیا(۸۰)' مثلاً طبرسی اپنی کتاب ''اعلام الوریٰ''(۸۱)' اربلی اپنی کتاب ''کشف الغمۃ''(۸۲)' ملا باقر مجلسی اپنی کتاب ''جلاء العیون''(۸۳)' صاحب الفصول اپنی کتاب ''فصول المھمۃ''(۸۴) میں۔ عباس القمی اپنی کتاب ''منتھی الامال''(۸۵) میں نقل کیا ہے۔

مشہور شیعہ مصنف نوبختی اپنی کتاب ''فرق الشیعۃ'' میں لکھتا ہے ''حسن عسکری کا انتقال ہوا تو ان کی کوئی اولاد نہیں تھی' چنانچہ ان کی وراثت ان کے بھائی جعفر اور ان کی والدہ میں تقسیم ہوئی۔''(۸۶)

لیکن صوفی اس بات کے قائل ہیں کہ حسن عسکری کی اولاد تھی' ان کا ایک بیٹا تھا اور وہی امام مہدی ہے جس کا ظہور ہو گا۔ صوفیوں اور شیعوں کے اس عقیدے میں ذرہ برابر بھی فرق نہیں ہے بلکہ صوفی مصنفین انہی الفاظ کے ساتھ اس پورے واقعے کو نقل کرتے ہیں جیسے شیعہ کرتے ہیں' ملاحظہ ہو ''حضرت مہدی کا خروج ہو گا جو حسن عسکری کی اولاد میں سے ہیں' ان کی پیدائش ماہ شعبان کے نصف 255ھ کو ہوئی۔ عیسیٰ علیہ السلام سے پہلے ان کا خروج ہو گا' ابھی تک وہ مخفی ہیں۔ اگر حساب کیا جائے تو اس وقت یعنی 958ھ کو ان کی عمر 706 برس بنتی ہے۔ مجھے شیخ حسن العراقی نے یہی بتایا ہے۔ شیخ علی الخواص بھی اسی طرح کی بات نقل کرتے ہوئے لکھتے ہیں ''شیخ محی الدین نے اپنی کتاب فتوحات کے باب 366 میں یہ عبارت لکھی ہے'' جان لو کہ امام مہدی کا خروج ضروری ہے' اس وقت ان کا خروج ہو گا جب زمین ظلم اور جور سے بھر چکی ہو گی۔ چنانچہ امام اپنے خروج کے ساتھ اس زمین کو عدل و انصاف سے بھر دیں گے۔ اس دنیا کے خاتمے میں اگر

ایک دن بھی رہ گیا ہوتو اللہ تعالٰی اس دِن کو اتنا طویل فرما دیں گے تاکہ امام کا ظہور ہو، یہ خانوادہ رسول میں سے ہوں گے، حضرت فاطمہ کی اولاد میں سے ہوں گے، ان کے دادا حسین ابن علی بن ابی طالب اور ان کے والد حسن بن عسکری بن علی النقی بن محمد التقی بن امام علی الرضا بن امام موسیٰ الکاظم، بن امام جعفر صادق، بن امام محمد الباقر، بن امام زین العابدین علی، بن امام حسین، بن امام علی ابن ابی طالب ؓ ہوں گے۔" (۸۷)

صوفیوں کے مشہور فرقہ رفاعیہ کے بانی اپنے شیخ رفاعی کو بارہ اماموں کے بعد تیرھواں امام تسلیم کرتے ہیں۔ (۸۸)

اس ساری بحث سے یہ بات ثابت ہوگئی کہ صوفیوں کے عقائد اور شیعوں کے عقائد میں کوئی فرق نہیں بلکہ جس طرح شیعہ بارہ اماموں کو مانتے ہیں اور انہیں حضرت علی کی اولاد سے ثابت کرتے ہیں، ان کی جانب بہت سی خرافات منسوب کرتے ہیں، اسی طرح صوفی بھی قدم بہ قدم شیعوں کے راستے پر چل رہے ہیں۔

صرف یہی ایک بات اس امر کو ثابت کرنے کیلئے کافی ہے کہ تصوف پر بنیادی اثر شیعیت کا ہے۔

ہم اپنی گفتگو کا اختتام مشہور صوفی ابوظفر ظہیر الدین القادری کے اس مقولے پر ختم کریں گے "مقامِ قطبیت بارہ اماموں کو بطریق استقلال حاصل ہوا، اور ان کے بعد آنے والے لوگوں کیلئے بطریق نیابت یہ مقام ثابت ہوا۔" (۸۹)

وحی کا نزول اور فرشتوں کی آمد

اب ہم صوفیوں کے کچھ اور عقائد کو بیان کرنا چاہیں گے تا کہ یہ بات ظاہر ہو جائے کہ شیعوں نے دراصل مسلمانوں میں گھسنے کیلئے تصوف کا لباس اوڑھا ہوا ہے۔ صوفیوں کی زبان میں شیعہ بولتے ہیں اور ان کے ذریعے وہ اسلام کی بنیادوں کو تباہ کرنے کے درپے ہیں۔ تصوف کا مأخذ اور مرجع شیعیت ثابت ہو جاتا ہے۔

شیعوں کا عقیدہ یہ ہے کہ نبوت حضورؐ پر ختم نہیں ہوئی' ان کا کہنا ہے کہ جس زمانے میں حضورؐ پر وحی نازل ہو رہی تھی اور جبریل علیہ السلام آپ کے پاس آتے تھے' اس زمانے میں ایک اور شخص بھی تھا جو ان اوصاف کا حامل بلکہ اس سے زیادہ خصوصیات کا مالک تھا' اس لئے کہ حضورؐ سے تو اللہ تعالیٰ نے وحی یا پس پردہ گفتگو کی' یا ایک طریقہ یہ ہوتا کہ اپنا پیامبر نازل فرماتے' لیکن آپ کے زمانے میں امام بھی موجود تھا' اس پر بھی وحی نازل ہوتی' خدا کا پیامبر آتا' خدا اس سے ہم کلام ہوتے اور بغیر کسی حجاب کے اس سے گفتگو کرتے' تو امام کو ایسی خصوصیات عطا کی گئی تھیں جو اس سے پہلے کسی اور کو عطا نہیں کی گئی تھیں۔ پھر اس امامِ اوّل کے بعد یہ صفات اس کے نائبین میں نسل در نسل منتقل ہوتی رہیں۔

شیعہ اثنا عشریوں کی کتابوں میں اس قسم کے حوالے ہمیں جا بجا ملتے ہیں۔(۹۰) یہ اسماعیلیوں کی کتب کے حوالے نہیں ہیں۔(۹۱) ہم یہاں ان کے چند مشہور اقوال کو نقل کرنا چاہیں گے' مثلاً کلینی اپنی مشہور زمانہ کتاب ''الکافی'' (۹۲) میں، جو اُن کے ہاں اس مرتبے کی ہے جو اہل سنت کے ہاں صحیح بخاری کو حاصل ہے' میں چھٹے معصوم امام جعفر صادق کے حوالے سے لکھتا ہے ''امام علیؓ جو حکم کریں' اسے اپناؤ' اور جس سے منع کریں اس سے رُک جاؤ' اس لئے کہ خدا نے حضرت محمدؐ کو جو فضیلت اور مرتبہ دیا ہے' ویسی ہی فضیلت اماموں کو عطا کی گئی' تاہم حضرت محمدؐ کو تمام مخلوق سے زیادہ فضیلت عطا کی گئی۔ جو امام علیؓ کے احکام کا اتباع کرے گا گویا اس نے اللہ اور اللہ کے رسول کے احکام کا اتباع کیا۔ جس نے کسی چھوٹے یا بڑے معاملے میں ان کی نافرمانی کی' اس نے گویا اللہ

کے ساتھ شرک کا ارتکاب کیا۔ امیر المومنین علیؑ علوم خداوندی کے باب تھے' کہ علومِ خداوندی وہیں سے آتے تھے۔ جو آپ کے علاوہ کسی اور کے راستے کو اپنائے گا، ہلاک ہو جائے گا۔ آپؑ کی تمام خصوصیات یکے بعد دیگرے آئمہ کو منتقل ہوتی رہیں جنہیں خدا نے رکنِ کائنات بنایا' قریب تھا کہ یہ زمین اپنے باسیوں کو لے کے ایک طرف لڑھک جاتی، مگر آئمہ معصومین نے اس زمین کو سہارا دیا' یہ آئمہ معصومین روئے زمین پر خدا کی حجت ہیں۔ حضرت امیر المومنین علیؑ اکثر کہا کرتے تھے میں جنت اور جہنم میں لوگوں کو تقسیم کرنے والا ہوں' میں ہی فاروقِ اکبر ہوں' میں ہی صاحبِ عصا ہوں' میرے لئے ہی سب فرشتوں' ارواح اور پیغمبروں نے اقرار کیا تھا' یہ ویسا ہی اقرار تھا جیسے انہوں نے حضرت محمدؐ کیلئے کیا تھا۔ مجھے کچھ خصوصیات ایسی عطا کی گئی ہیں جو مجھ سے پہلے کسی کو عطا نہیں ہوئیں۔ خدا نے مجھے علمِ منایا عطا کیا' خدا ہی نے مجھے انساب کا علم عطا کیا' خدا نے مجھے حق اور باطل کے درمیان حدِ فاصل بنایا' کوئی غائب مجھ سے چھپا نہیں اور کوئی سابق میرے علم سے بالاتر نہیں۔'' (۹۳)

ایک اور مقام پر کلینی کے استاد محمد بن حسن الصفار' جو شیعوں کے ہاں گیارھویں امام کے ساتھیوں میں شمار کیا جاتا ہے' وہ بہت سی ایسی روایات نقل کرتا ہے جس سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ ان کے اماموں پر بھی وحی کا نزول ہوتا ہے' فرشتے آتے ہیں۔ چنانچہ وہ ایک مقام پر حمران بن اعین سے نقل کرتا ہے کہ انہوں نے کہا ''میں نے اپنے والد عبداللہ جعفر سے سوال کیا میں آپ پر قربان' مجھے یہ بات پہنچی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے امامِ علیؑ سے گفتگو فرمائی' تو وہ کہنے لگے بالکل درست' یہ گفتگو مقامِ طائف پر ہوئی تھی اور جبریل علیہ السلام بھی وہاں پر موجود تھے۔'' (۹۴)

جب حضورؐ نے حضرت علی کو خیبر کے دِن بلایا' آپ کی آنکھوں میں اس وقت درد تھا' چنانچہ حضورؐ نے اپنا لعاب دہن ان کی آنکھوں میں ڈالا اور فرمایا جب تم خیبر کے قلعے کو فتح کر لو تو وہاں وقوف کرنا' اس لئے کہ خدا نے مجھے حکم دیا ہے۔ ابو رافع کہتا ہے حضرت علیؑ یہ حکم سن کر چل پڑے' میں بھی آپ کے ساتھ تھا' صبح کو جب خیبر کا قلعہ فتح ہوا تو حضرت علی نے حضورؐ کے ارشاد کے مطابق وہاں وقوف کیا' یعنی کافی دیر تک آپ کھڑے رہے' لوگ حیرانی سے دیکھتے رہے اور لوگوں

میں یہ بات مشہور ہوگئی کہ حضرت علیؓ اپنے رب سے مناجات کر رہے ہیں۔ ابو رافع کہتا ہے کہ جب آپ مدینہ منورہ واپس آئے تو میں نے حضورؐ سے سوال کیا' یا رسول اللہ حضرت علی نے آپ کے حکم کے مطابق فتح خیبر کے بعد وقوف کیا تھا' یہاں تک کہ بعض لوگ کہنے لگے کہ حضرت علی اللہ تعالیٰ سے مناجات اور گفتگو فرما رہے ہیں' تو حضورؐ نے فرمایا ہاں اے رافع' اللہ تعالیٰ نے حضرت علی سے اسی مقام پر نہیں بلکہ اس کے علاوہ طائف' یوم حنین اور یوم عقبہ پر بھی خدا تعالیٰ سے ان کی گفتگو ہوئی۔" (۹۵)

اس طرح کی اور بھی بہت ساری روایات ہیں۔ (۹۶)

دوسری جانب شیعہ اپنے اماموں کو انبیاء سے بھی افضل قرار دیتے ہیں' چنانچہ کلینی تصریح کرتا ہے کہ امامت' نبوت' رسالت اور مقامِ خلت سے بھی بالاتر ہے۔ چنانچہ وہ جعفر بن محمد الباقر کے حوالے سے ایک روایت نقل کرتا ہے "اللہ تعالیٰ نے ابراہیم علیہ السلام کو نبی بنانے سے پہلے اپنا بندہ بنایا اور نبی بنانے سے پہلے انہیں رسول بنایا اور رسول سے پہلے انہیں اپنا خلیل بنایا' اور خلیل بنانے سے پہلے بھی انہیں امام بنایا۔" (۹۷)

اسی طرح کلینی' یوسف التمار سے روایت نقل کرتا ہے کہ اس نے جعفر بن باقر کو سنا' وہ کہہ رہے تھے "ربِ کعبہ کی قسم (تین مرتبہ یہ قسم اٹھائی) اگر میں موسیٰ اور خضر علیہ السلام کے پاس موجود ہوتا تو انہیں بتاتا کہ میں ان سے بھی زیادہ علم رکھتا ہوں' جو ان کے علم میں نہیں تھا' میں انہیں بتاتا' اس لئے کہ موسیٰ اور خضر علیہ السلام کو ماکان کا علم دیا گیا' انہیں مایکون کا علم عطا نہیں کیا گیا تھا۔" (۹۸)

ایک اور مقام پر امام جعفر بن باقر کے حوالے سے منقول ہے "مجھے آسمان اور زمینوں کے درمیان ہر چیز کے بارے میں علم ہے' مجھے جنت اور جہنم میں ہونے والی باتوں کا علم ہے اور مجھے ماکان و مایکون کا بھی علم ہے۔" (۹۹)

مشہور شیعہ مصنف حرالعاملی اپنی کتاب میں ایک مستقل باب اس عنوان سے قائم کرتا ہے "بارہ امام تمام مخلوق حتیٰ کہ انبیاء' اوصیاء اور فرشتوں وغیرہ سے بھی افضل ہیں۔ اور یہ کہ انبیاء

فرشتوں سے افضل ہیں۔''

اس عنوان کے تحت وہ بہت سی روایات نقل کرتا ہے جن میں سے ایک روایت اس نے جعفر بن باقر سے نقل کی کہ وہ کہتے ہیں ''اللہ تعالیٰ نے اولوالعزم رسولوں کو پیدا کیا' انہیں علم کے ذریعے فضیلت دی' ہم ان کے علم کے وارث ہیں اور خدا نے ہمیں ان سے بھی زائد علم دیا۔ حضورؐ کو خدا نے وہ علم دیا جو ان سے پہلے انبیاء کو نہیں دیا گیا تھا' ہمیں حضورؐ کا علم اور ان سے پہلے والوں کا علم' سارا ہی عطا کیا گیا۔''(۱۰۰)

اسی بنیاد پر مشہور شیعہ رہنما خمینی اپنی کتاب ''ولایت الفقیہ'' میں لکھتا ہے ''ہمارے مذہب کی بنیادی باتوں میں سے یہ ہے کہ کوئی بھی شخص روحانی یا مادی اعتبار سے امام کے مقام تک نہیں پہنچ سکتا' یہاں تک کہ کوئی نبی' رسول اور فرشتہ بھی اس مقام تک نہیں پہنچ سکتا۔ ہمارے ہاں یہ بھی منقول ہے کہ امام اس دنیا کی تخلیق سے قبل عرش کے نیچے انوار کی شکل میں موجود تھے اور اماموں کے بارے میں یہ بھی منقول ہے کہ وہ کہتے ہیں اللہ تعالیٰ کے ساتھ ہمارا معاملہ ایسا ہے کہ اس تک نہ کسی فرشتے اور نہ کسی نبی کی رسائی ہے۔ تو یہ وہ بنیادی عقائد ہیں جن کی بنا پر ہمارا مذہب قائم ہے۔''(۱۰۱)

شیعہ اثنا عشریوں کا اپنے اماموں کے بارے میں عقیدہ یہ ہے کہ ان کے پاس جبریل علیہ السلام آتے تھے' وحی نازل ہوتی تھی' اللہ تعالیٰ ان سے پس پردہ گفتگو فرماتے تھے' بلکہ براہِ راست کسی حجاب کے بغیر بھی ان سے گفتگو فرماتے تھے' نبوت حضرت محمدؐ پر آ کر ختم نہیں ہوئی' اور یہ کہ ولایت نبوت اور رسالت سے افضل ہے' اور ولی کا علم کسی واسطے کے بغیر ہوتا ہے' اس لئے وہ ما کان اور ما یکون کا علم رکھتے ہیں اور انہیں انبیاء اور رسولوں پر بھی فضیلت حاصل ہوتی ہے۔

اس حوالے سے شیعوں کی سینکڑوں روایات اور اقوال اس امر پر دال ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ شیعیت کو یہودیوں نے قائم ہی اس لئے کیا تھا کہ وہ اسلام کی بنیادوں کو گرائیں اور نبوت کے خاتمے کا انکار کریں۔

اب ہم صوفیوں کی طرف لوٹتے ہیں' ان کے عقائد' افکار کا ذکر کرتے ہیں' ان کی کتب اور

رسائل کا حوالے دیتے ہیں' ان کی روایات اور منقولات کو بیان کرتے ہیں۔ ان کی تصریحات اور عبارات کا جائزہ لیتے ہیں تو ہمیں معلوم ہوتا ہے کہ ان کے افکار پر بھی شیعہ مسلک کی گہری چھاپ ہے۔ شیعوں کی طرح ان کے ہاں بھی اس طرح کی خرافات اور کج رویوں کی بہتات ہے۔ چند اقوال بطور نمونہ ملاحظہ ہوں:

مشہور صوفی عبدالقادر الحلبی جو ابن قضیب البان کے نام سے مشہور ہے' لکھتا ہے "جو انبیاء کی خصوصیات ہیں' وہ اولیاء کی بھی ہیں۔" (۱۰۲)

انبیاء کی خصوصیات کیا ہیں؟ یہی کہ ان پر وحی نازل ہوتی ہے' فرشتے آتے ہیں' اللہ تعالیٰ ان سے ہمکلام ہوتے ہیں' وہ غیب کی بعض باتوں پر مطلع ہوتے ہیں' اللہ کا پیغام پہنچانے میں وہ غلطیوں اور خطا سے معصوم ہوتے ہیں۔ (۱۰۳) یہی وہ خصوصیات ہیں جن میں ابن البان اور دیگر صوفی کچھ اور لوگوں کو بھی ان کے ساتھ شریک کرنا چاہتے ہیں۔

یہاں ایک دلچسپ سوال سامنے آسکتا ہے کہ جب کسی امر میں بہت سے لوگ شریک ہوں تو وہ کسی ایک کی خصوصیت کیسے قرار پا سکتا ہے؟

اب ہم چند اور حوالہ جات یہاں پر نقل کرنا چاہیں گے' جس سے یہ بات واضح ہو جائے گی کہ الزام تراشی کی بجائے ہم حقائق کو نقل کر رہے ہیں۔

امام غزالی پر رَد کرتے ہوئے شیخ اکبر لکھتے ہیں "غزالی نے نبی اور ولی کے درمیان فرق بیان کیا ہے کہ نبی پر فرشتے کا نزول ہوتا ہے' ولی پر نہیں ہوتا۔ حالانکہ یہ غلط ہے' نبی اور ولی دونوں پر فرشتے کا نزول ہوتا ہے۔" (۱۰۴)

اسی طرح شعرانی اپنی کتاب میں ذِکر کرتے ہیں کہ اگر کوئی شخص یہ کہے کہ غزالی نے اپنی بعض کتابوں میں لکھا ہے کہ نبی اور ولی پر وحی نازل ہونے میں فرق یہ ہے کہ نبی پر وحی فرشتے کے ذریعے نازل ہوتی ہے' ولی کو الہام ہوتا ہے۔ فرشتہ اس کے پاس نہیں آتا۔ جبکہ نبی پر وحی فرشتے کے ذریعے نازل ہوتی ہے' تو کیا یہ بات درست ہے؟ اس کا جواب شیخ نے باب نمبر 364 میں دیا کہ غزالی کا یہ قول غلط ہے اور اس کی وجہ یہ ہے کہ غزالی کو بھی اس کا تجربہ نہیں ہوا۔ تجربہ نہ ہونے کی

بنا پر وہ اس بات کو سمجھ ہی نہ سکا کہ کبھی اس طرح کے معالات سے آشنائی نہیں ہوئی۔ غزالی کا خیال ہے کہ وہ تصوف اور سلوک کے تمام مقامات سے گزر چکا ہے' چونکہ اسے کسی فرشتے کے نزول کا تجربہ نہیں ہوا' چنانچہ اس نے فرشتے کے نزول سے انکار کر دیا اور یہ کہا کہ یہ تو انبیاء کا خاصہ ہے۔ تو ان کا ذوق صحیح ہے لیکن ان کا فیصلہ غلط ہے۔

مزید کہتے ہیں کہ ابو حامد غزالی وغیرہ اگر کسی اہل اللہ کے پاس بیٹھتے تو وہ انہیں بتا تا فرشتے کے نازل ہونے کے بارے میں' تو وہ بھی اسے قبول کر لیتے اور انکار نہ کرتے۔ شعرانی کہتے ہیں کہ اللہ کا شکر ہے کہ پیغمبروں کی طرح ولی پر بھی فرشتوں کا نزول ہوا ہے۔ (۱۰۵) غزالی بھی اس امر کے قائل ہیں' وہ کہتے ہیں کہ مکاشفہ اور مشاہدہ کا آغاز اس طرح ہوتا ہے کہ صوفی بیداری کے عالم میں بھی فرشتوں کا مشاہدہ کرتے ہیں اور انبیاء کی ارواح سے ملاقات کرتے ہیں' ان کی آوازیں سنتے ہیں اور ان سے فوائد بھی حاصل کرتے ہیں۔ پھر مشاہدہ اور کشف کی یہ کیفیت بڑھتی رہتی ہے' یہاں تک کہ کشف اتنا ترقی کر جاتا ہے کہ وہ ان مقامات کو دیکھنے لگتا ہے جنہیں بیان کرنے سے زبان قاصر ہے۔ (۱۰۶)

ابن عربی اپنی کتاب "**الجواب المستقیم عماسأل عنه الترمذی الحکیم**" میں لکھتے ہیں کہ بعض لوگوں کا یہ جو خیال ہے کہ ولی پر فرشتہ نازل ہوتا ہے' تو بات صرف اتنی سی نہیں ہے بلکہ گفتگو کے دوران اولیاء فرشتوں کو دیکھتے بھی ہیں' جس نے ان کے دیکھنے بارے کوئی بات نقل کی ہے تو اس کی بات صحیح ہے' یعنی ولی پر فرشتہ نازل ہوتا ہے' اس سے گفتگو کرتا ہے' ولی اسے دیکھتا ہے اور نزول و کلام کے وقت وہ اس کے سامنے ہوتا ہے۔ (۱۰۷) اسی طرح کی بات ایک اور مشہور صوفی نجم الدین الکبری المتوفی 618ھ بھی لکھتا ہے کہ فرشتے صوفیاء پر نازل ہوتے ہیں۔ (۱۰۸)

دباغ نے بھی اسی طرح کا ایک قول نقل کیا ہے' تاہم اس کی بات اور عبارت دیگر عبارات کی نسبت زیادہ واضح ہے۔ وہ لکھتا ہے کہ بعض حضرات نے نبی اور ولی کے درمیان یہ جو فرق بیان کیا ہے کہ نبی پر فرشتہ نازل ہوتا ہے ولی پر نہیں' تو یہ بات درست نہیں ہے' اس لئے کہ اللہ تعالیٰ جس کے سامنے معاملات کو کھول دے' چاہے وہ ولی ہو یا نبی' وہ فرشتوں کا مشاہدہ

کرتا ہے، فرشتے اس سے کلام کرتے ہیں اور وہ فرشتوں سے کلام کرتا ہے۔ جو یہ بات کہتا ہے کہ ولی فرشتے کو نہیں دیکھتا یا اس سے کلام نہیں کرتا تو یہ بات درست نہیں ہے۔ خدا نے انہیں اپنی معرفت سے سرفراز نہیں فرمایا۔(۱۰۹)

مشہور صوفی نفزی الرندی اپنے بعض مشائخ کے حوالے سے نقل کرتے ہوئے کہتا ہے کہ فرشتے میری زیارت کو آتے ہیں، میں ان سے مانوس ہوتا ہوں، وہ مجھے سلام کرتے ہیں اور میں ان کی سلام کی آواز کو سنتا ہوں۔(۱۱۰) پھر فرشتوں سے مراد عام فرشتے ہی نہیں بلکہ جبریل علیہ السلام ہیں، جیسا کہ شعرانی نقل کرتے ہیں اپنے شیخ عبدالغفار القوسی سے، کہ ان کے شیخ نے اپنی کتاب جس کا نام الوحید ہے، اس میں لکھا کہ جب شیخ تاج الدین شعبان کے پاس کوئی شخص اپنی حاجت لے کر آتا تو وہ اس سے کہتے کہ ٹھہرو ابھی جبریل آئے گا اور اس سے ہم یہ چیز مانگ لیں گے۔(۱۱۱)

ابن عربی اپنی کتاب "مواقعة النجوم" میں لکھتے ہیں کہ صوفیاء میں سے جو قطب کے مقام پر فائز ہو اس کے دِل پر روح الامین یعنی جبریل علیہ السلام نازل ہوتے ہیں۔ چنانچہ اپنی کتاب میں انہوں نے اشعار نقل کئے، جن کا ترجمہ یہ ہے: یہ قطب ہے اور یہ اس کے راز اور احوال ہیں، اس کے سامنے سے سارے حجاب اُٹھ جاتے ہیں، اس کے نور سے سارا جہاں منور ہو جاتا ہے۔ وہ گویا 14 ویں رات کے چاند کی طرح ہے جو دیکھنے والوں کو روشن کر دیتا ہے، اس کے دِل پر روح الامین کا نزول ہوتا ہے اور ہر مشکل وقت میں وہ اس کی مدد کو آتا ہے۔(۱۱۲)

دباغ مشہور صوفی کے مطابق جبریل امین آکر صوفی کو اوامر اور نواہی کے بارے میں بھی آگاہ کرتے ہیں۔(۱۱۳) چنانچہ دباغ کہتا ہے کہ فرشتہ اتر کر ولی کو امر اور نہی کے بارے میں آگاہ کرتا ہے اور صوفی کا دِل وحی کے اترنے کی جگہ ہوتی ہے۔(۱۱۴) اسی طرح آگے وہ لکھتا ہے کہ صوفی اللہ کی بات بھی سنتے ہیں، اللہ کا کلام بھی سنتے ہیں، چنانچہ وہ کہتا ہے کہ جب صوفی کے اندر یہ خوبیاں پیدا ہو جائیں تو اس کے اندر صفتِ ابدیت پیدا ہو جاتی ہے اور اس کی سماعت اس قدر تیز ہوتی ہے کہ وہ اللہ کے کلام کو بھی سن لیتا ہے۔(۱۱۵) مزید لکھتا ہے کہ اللہ کے فرشتے اس کا استقبال

کرتے ہیں' خوش آمدیدی الفاظ سے انہیں بلاتے ہیں' جنت کی نہروں میں سے ایک نہر کا پانی ڈالتے ہیں' عرش نشینوں سے ان کی گفتگو ہوتی ہے اور اس موقع پر وہ ایسی آواز سنتے ہیں گویا بادلوں کی گرج ہو' یا بعض دفعہ انہیں اپنے دماغ میں بھنبھناہٹ کی سی آواز سنائی دیتی ہے۔(۱۱۶)

سہروردی المتوفی 587ھ کہتے ہیں کہ صوفی روح القدس یعنی جبریل علیہ السلام سے تعلیم حاصل کرتے ہیں' ان کی تعلیم کا بشری اور انسانی تعلیم سے کوئی تعلق نہیں ہوتا' وہ عالم کے اسرار و رموز سے باخبر ہوتے ہیں' پوری دنیا کو وقتاً فوقتاً آنے والے مصائب و آفات سے آگاہ کرتے رہتے ہیں' انہیں ماضی اور مستقبل کے واقعات بھی بتاتے ہیں۔(۱۱۷)

حکیم ترمذی جو مشہور صوفی ہیں' وہ ولی اور اللہ تعالیٰ کے درمیان گفتگو کو ان الفاظ میں نقل کرتے ہیں ''اللہ تعالیٰ ولی سے ایک اور انداز میں گفتگو کرتے ہیں۔ یہ گفتگو حق تعالیٰ سے آتی ہے' حق زبان کے ذریعے جس میں سکینت اور اطمینان ہوتا ہے۔ صوفی کے دِل کی سکینت اس سکینت خداوندی کو جذب کر لیتی ہے اور یوں یہ مکالمہ اور گفتگو اپنے اختتام کو پہنچتا ہے۔''(۱۱۸)

یہاں ہم ابن العربی کے حوالے سے چند اہم نکات بیان کرنا چاہیں گے' جو اس نے بیان کئے۔ وہ لکھتے ہیں ''اے میرے بیٹے جان لو کہ صوفی جب اپنے دِل کو دنیاوی آلائشوں اور گندگیوں سے پاک کر لیتا ہے تو گویا وہ اسرار خداوندی کا مخزن بن جاتا ہے۔ ہر جمعہ کے دِن اس کے قلب پر چھ سو ملکوتی رازوں کا نزول ہوتا ہے جن میں سے ایک راز الٰہی ہوتا ہے اور پانچ راز ربانی ہوتے ہیں' یہ ایسی باتیں ہیں جن میں اس دنیا کا کوئی دخل نہیں ہوتا' جب تک وہ شخص اس مقام تک رہتا ہے اسے یہ اسرار حاصل ہوتے رہتے ہیں۔''(۱۱۹)

یہی نہیں بلکہ صوفی اس بات کے بھی قائل ہیں کہ وہ معراج کرتے ہیں' انہیں معراج حاصل ہوتی رہتی ہے' وہ آسمان پر جاتے ہیں' اللہ پاک کے سامنے کھڑے ہوتے ہیں' اللہ پاک سے مناجات اور گفتگو کرتے ہیں' چنانچہ ابن البان اپنے بارے میں لکھتا ہے ''اللہ تعالیٰ نے مجھے اسرا کے ذریعے' یا اسرا کی سعادت سے نوازا' میں پہلے آسمان پر پہنچا' پھر وہاں سے دوسرے آسمان پر' یہاں تک کہ ہم ساتویں آسمان تک پہنچے' ساتویں آسمان پر نور کی ایک کرسی تھی جس پر جنتوں کے خادم

رضوان تشریف فرما تھے جو تمام فرشتوں میں سے سب سے خوبصورت ہیں' وہاں اسرافیل بھی تھے۔
اسرافیل نے ہی مجھے میرے مقام اور اللہ سے قرب کی خوشخبری دی تھی اور انہوں نے ہی مجھے آخرت میں خوش نصیبی اور شفاعت محمدیؐ کے بارے میں بتایا تھا' اسی آسمان پر ہم نے ابراہیم خلیل اللہ کو دیکھا جو ٹیک لگائے بیٹھے تھے' ہم وہاں سے چلے' یہاں تک کہ ستر پردے ہمارے سامنے آئے اور ہم نے ان کو پار کرلیا۔ ہم آخری پردے تک پہنچے' آخری پردے پر اُس پار نور کی بنی ایک کرسی تھی جس کے پاس موتیوں' ہیرے جواہرات اور زمرد بھی تھے' سبز زمرد بھی تھے' وہاں کسی نے میرا ہاتھ پکڑا اور مجھے اس کرسی پر بٹھا دیا' پھر اچانک کوئی چیز اتری اور میرے پیٹ تک غیر محسوس طریقے سے داخل ہوگئ' میرے دِل میں خود بخود یہ خیال پیدا ہوا کہ میرے مولا نے مجھے سکینت سے نواز دیا ہے۔ جب میرے باطن نے اس سکینت کا احساس کیا تو یکلخت میرے سارے اعضاء و جوارح سکینت محسوس کرنے لگے' گویا اس وقت میں کسی بھی چیز کو نہیں دیکھ رہا تھا بلکہ اپنے اسی سکینت اور اطمینان میں کھویا ہوا تھا' پھر مجھے قریب سے ہی آواز آئی لیکن یہ آواز گویا چھ کے چھ اطراف سے آرہی تھی' میں نے سنا کوئی مجھ سے کہہ رہا تھا اے میرے حبیب' اے میرے مطلوب تجھ پر سلامتی ہو' میں نے اپنی آنکھیں بند کرلیں۔ یہ ساری باتیں مجھے دِل سے سنائی دے رہی تھیں' میرا دِل ان آوازوں کو سن رہا تھا' یہاں تک کہ مجھے یہ گمان ہونے لگا کہ شاید یہ آوازیں میرے ہی اعضاء میں سے آرہی ہیں' پھر مجھے آواز آئی مجھے دیکھو' میں نے آنکھیں کھولیں تو گویا میں سراپا چشم بن گیا۔ جو میں اپنے باطن میں محسوس کررہا تھا' اب وہی مجھے اپنے ظاہر میں محسوس ہورہا تھا۔ محسوس یوں ہورہا تھا جیسے میں آئینہ دیکھ رہا ہوں اور وہ آئینہ میرے دِل کی کیفیت کو دکھا رہا ہے' پھر میں نے ایک آواز سنی' قرآن پاک کی آیت کوئی تلاوت کررہا تھا' اچانک میرے سامنے سے سارے حجاب اٹھتے چلے گئے اور مجھے اندر داخل ہونے کی اجازت ملی۔ جب میں داخل ہوا تو میں نے دیکھا کہ سارے انبیائے کرام صف در صف کھڑے ہیں' ان کے پیچھے فرشتے تھے۔ میں نے دیکھا کہ اللہ پاک کے سب سے قریب چار انبیاء کرام ہیں' پھر میں نے دیکھا کہ حضورؐ سے سب سے قریب اولیاء تھے اور حضورؐ انبیاء میں سے اللہ تعالیٰ سے سب سے قریب تھے۔ حضورؐ کے قریب چار اولیا تھے جن میں سے میں نے ایک سید محی

الدین عبدالقادر کو پہچان لیا' انہوں نے آ کر ہی مجھے دروازہ کے پاس سے لیا تھا' میرا بازو پکڑ لیا' یہاں تک کہ میں حضورؐ کے قریب ہو گیا۔ حضورؐ نے اپنا دایاں ہاتھ میری طرف بڑھایا تو میں نے اپنے دونوں ہاتھوں سے آپ کا ہاتھ پکڑ لیا۔ حضورؐ مجھے اپنے قریب کرتے رہے' یہاں تک کہ میں اتنا قریب ہو گیا کہ میرے اور حق تعالیٰ کے درمیان اور کوئی بھی نہیں تھا' میں نے جی بھر کر حق تعالیٰ کا دیدار کیا تو میں نے یہی محسوس کیا کہ جس طرح حضورؐ نے ان کے بارے میں بتلایا' وہی حق تعالیٰ کی صورت تھی۔ مگر یہ کہ دیکھنے میں وہ برف کی طرح دکھائی دیتے تھے۔ اس عالم وجود میں سب سے زیادہ مشابہت مجھے برف ہی کی نظر آئی' مگر حق تعالیٰ لباس سے پاک تھے۔ جب بوسہ لینے کیلئے میں نے اپنے ہونٹ قریب کئے تو مجھے ٹھنڈک کا احساس ہوا' گویا کہ وہ برف ہوں۔ قریب تھا کہ میں بیہوشی کی وجہ سے گر جاتا' مگر حضرت محمدؐ نے مجھے پکڑ لیا۔'' (۱۲۰)

ابن عربی بھی اپنی معراج کا واقعہ نقل کرتے ہیں اور اسے معراجِ نبویؐ سے مشابہت دیتے ہیں۔ وہ کہتا ہے ''میں سویا ہوا تھا جبکہ میرا وجود جاگ رہا تھا' میرے پاس پیغمبر توثیق آیا تا کہ وہ مجھے سیدھا راہ دِکھلائے' اس کے ساتھ اخلاق کا براق تھا' جس پر کامیابی کا لبادہ اور اخلاق کی لگام تھی' اس نے میرے گھر کی چھت کو ہٹایا' مجھے لیا' سکینت کی چھری سے میرا سینہ شق کیا اور مجھ سے کہا گیا تیار ہو جاؤ' مرتبت اور مقام کی طرف جانے کیلئے۔ میرا دِل ایک کپڑے میں نکالا تا کہ وہ ہمیشہ کیلئے تبدیلیوں سے پاک ہو جائے۔ پھر اُس دل کو خداوند قدوس کے حکم سے رضا کے برتن میں ڈالا گیا' اس میں سے شیطانی حصہ نکال دیا گیا۔ پھر میرے سامنے شراب اور دودھ لایا گیا تو میں نے دودھ پی لیا اور شراب کو چھوڑ دیا، کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ میں نشے کی وجہ سے معرفت سے محروم ہو جاؤں۔ میرے لئے آسمان کھولے گئے۔ میں نے ارواح کے آسمان کو دیکھا' وہاں مجھے کہا گیا' اھلاً وسھلاً ومرحباً۔ اسی طرح کی اور بھی بہت ساری خرافات ہیں جنہیں ابن عربی نقل کرتا ہے۔'' (۱۲۱)

نجم الدین الکبری متوفی 618ھ جو متقدمین صوفیاء میں سے ہے' وہ بھی کہتا ہے ''مجھے معراج کی سعادت نصیب ہوئی۔'' (۱۲۲)

ابوالحسن الحقانی سے منقول ہے کہ وہ کہتے ہیں ''دوپہر کے وقت میں عرش کی طرف گیا تا کہ

میں اس کا طواف کرسکوں، تو میں نے تھوڑی ہی دیر میں عرش کے ایک ہزار چکر لگائے، میں نے وہاں کچھ لوگوں کو دیکھا، جو انتہائی اطمینان کے ساتھ بہت ہی آہستہ چل رہے تھے، وہ لوگ میرے تیز طواف کو دیکھ کر حیران رہ گئے، تعجب کرنے لگے مگر مجھے ان کا طواف پسند نہ آیا۔ میں نے ان سے پوچھا تم کون ہو اور اتنے آہستہ طواف کیوں کررہے ہو؟ تو وہ کہنے لگے ہم فرشتے ہیں، ہم نورانی مخلوق ہیں، یہی ہماری طبعی کیفیت ہے، ہم اس سے تجاوز نہیں کرسکتے۔ پھر انہوں نے مجھ سے پوچھا تم کون ہو اور تم نے اتنی جلدی جلدی طواف کیسے کیا؟ تو میں نے ان سے کہا میں آدمی ہوں اور میرے اندر نور بھرا ہوا ہے، میرے اندر شوق کی آگ ہے جو مجھے اتنی تیز طواف کیلئے اکساتی ہے۔" (۱۲۳)

اسی طرح الجیلی نے اپنی معراج کا ذکر کیا، اس نے یہ بھی بتایا کہ اس نے سدرۃ المنتہیٰ دیکھا اور اسے اللہ تعالیٰ کی تجلیات کا بھی موقع ملا۔ (۱۲۴) نفزی الرندی المتوفی 792ھ لفظ "ملکا کبیرا" کی تفسیر کرتے ہوئے لکھتا ہے "اللہ تعالیٰ اپنے ولی کے پاس فرشتہ کو بھیجتے ہیں اور اس سے کہتے ہیں جاؤ اور جاکر میرے بندے سے اجازت طلب کرو، اگر وہ اجازت دے تو داخل ہونا ورنہ واپس آجانا، تو وہ فرشتہ ولی کے پاس ستر پردوں کے پیچھے جاکر اجازت طلب کرتا ہے۔ ولی کے پاس جاتا ہے اور اس کے پاس اللہ پاک کی طرف سے ایک سندیسہ ہوتا ہے جس کا عنوان یہ ہوتا ہے کہ یہ سندیسہ اس حیّ ذات کی طرف سے ہے جس پر کبھی موت نہیں آئے گی، اس بندے کیلئے جو حیّ ہے اور جس پر اب کبھی بھی موت نہیں آئے گی۔ جب وہ ولی اس سندیسے کو کھولتا ہے، اس میں لکھا ہوتا ہے اے میرے بندے تو میرے دیدار کا مشتاق تھا، آ میں تجھے اپنا دیدار کراؤں۔ وہ ولی پوچھتا ہے کہ اے فرشتے تم براق لائے ہو؟ وہ کہتا ہے ہاں۔ یہ ولی براق پر سوار ہوتا ہے، اس کے دِل میں شوق کا غلبہ ہوتا ہے، یہ شوق اسے اللہ تعالیٰ سے ملاقات کیلئے لے جاتا ہے۔" (۱۲۵)

اسی طرح بہت سے اور لوگ بھی ہیں جنہوں نے آسمان کی طرف عروج اور معراج کا دعویٰ کیا، جس میں انہوں نے بتایا کہ انہوں نے اللہ تعالیٰ سے کلام کیا اور اللہ تعالیٰ بھی ان سے مخاطب ہوئے۔ ان میں سے صالح بن بان النقا السودانی (۱۲۶)، ظفر اللہ بن محمد الکاہلی الهذلی السودانی (۱۲۷)، فتح اللہ بوراس الکیروانی (۱۲۸)، محمد بن قائد اللوانی العراقی (۱۲۹)، ابوعباس

المرسی (۱۳۰) اور اس طرح کے کتنے صوفی ہیں جنہوں نے حق تعالیٰ سے ملاقات کے احوال بیان کئے۔ مشہور صوفی عزیز الدین نسفی صوفیوں کے معراج کے احوال نقل کرتے ہوئے کہتا ہے "بعض صوفی پہلے آسمان تک جاتے ہیں اور اسی کے گرد طواف کرتے ہیں، بعض پہلے آسمان سے آگے جاتے ہیں اور بعض ایسے بھی ہیں جو عرش تک پہنچتے ہیں۔" (۱۳۱)

یہ تو آسمان کی طرف جانے اور معراج کا بیان تھا۔ حق تعالیٰ کے ساتھ گفتگو اور مکالمہ کرنے کے حوالے سے بھی اس نے لکھا۔ چنانچہ وہ کہتے ہیں "بعض صوفی ایسے ہوتے ہیں جسے حق تعالیٰ عالمِ اجسام سے عالمِ ارواح میں لے جاتے ہیں اور یہ سب سے بلند مرتبہ ہے۔ کچھ ایسے ہیں جن کے قلب سے اللہ تعالیٰ خطاب فرماتے ہیں۔ بعض ایسے ہیں جن کی روح آسمانِ دنیا تک جاتی ہے۔ بعضوں کی روح دوسرے اور بعضوں کی تیسرے آسمان تک جاتی ہے۔ بعض ایسے ہیں جو سدرۃ المنتہیٰ تک پہنچتے ہیں اور اس مقام پر اللہ تعالیٰ ان سے ہمکلام ہوتے ہیں۔ ہر انسان کو اس کی بساط اور مرتبے کے حساب سے مقام ملتا ہے اور ہر ایک سے حق تعالیٰ اس کی ہمت کے مطابق ہی گفتگو کرتے ہیں۔ اس لئے کہ حق تعالیٰ ہر چیز کو اس کے مقام پر رکھتے ہیں۔ ان میں سے بعض ایسے ہوتے ہیں کہ جب وہ اللہ تعالیٰ سے ہمکلام ہوتے ہیں تو ان کے سامنے روشنیاں اور نور پھوٹ رہا ہوتا ہے، بعض ایسے ہوتے ہیں جن کیلئے نور کا بنا میز لگایا جاتا ہے، بعض ایسے ہیں جو اپنے اندر نور کو محسوس کرتے ہیں اور اس نور میں سے انہیں حق تعالیٰ کی آواز سنائی دیتی ہے۔ عام طور پر یہ نور گول دائرے یا لمبائی کی شکل میں ہوتا ہے۔ بعض ایسے ہوتے ہیں جنہیں کوئی روحانی صورت نظر آتی ہے اور وہ روحانی صورت ان سے سرگوشی کرتی ہے۔ اگرچہ یہ سب صورتیں خطاب تو نہیں کہلاتیں مگر یہ ہے کہ جس شخص کے ساتھ بھی ایسی حالت ہو تو وہ فوراً جان لیتا ہے کہ حق تعالیٰ ہی اس سے ہمکلام ہیں۔ اس کیلئے اسے کسی دلیل کی ضرورت نہیں ہے۔ وہ فی الفور اسے سمجھ لیتا ہے اس لئے کہ اللہ تعالیٰ کے کلام کی خاصیت یہ ہے کہ وہ چھپی نہیں رہ سکتی۔ سننے والا از خود ہی یہ جان لیتا ہے کہ اس نے اللہ تعالیٰ کا کلام سنا ہے۔ جو لوگ سدرۃ المنتہیٰ تک جاتے ہیں، انہیں اللہ تعالیٰ کی طرف سے خصوصی کلام سے نوازا جاتا ہے اور اللہ تعالیٰ ان سے فرماتے ہیں کہ تم عین حق ہو، میں ہی تمہارا مراد ہوں، میں تمہارے

لئے ہوں تم میرے لئے نہیں، تم میرے مراد ہو، میں نہیں۔ تم وہ نقطہ ہو جس کے گرد اس کائنات کا وجود ہے۔ تم ہی اس میں عابد ہو اور تم ہی معبود۔ تم ہی نور ہو اور تم ہی ظہور۔ تم ہی زیب و آرائش ہو اور اس کیلئے تم ایسے ہی ہو جیسا کہ انسان کیلئے آنکھ اور آنکھ کیلئے انسان۔" (۱۳۲)

ان عبارتوں کو پڑھ کر ہر شخص اندازہ لگا سکتا ہے کہ یہ باتیں کس حد تک گمراہی کی ہیں۔ کیا ان سب باتوں کو نقل کرنے کے بعد بھی معاملہ واضح نہیں ہوتا؟ اب بھی کوئی چیز چھپی رہ گئی ہے؟ مزید وضاحت کیلئے ہم یہاں چند اقوال اور نقل کرتے ہیں تاکہ اتمام حجت ہو جائے مثلاً ابو یزید البسطامی کے بارے میں منقول ہے کہ وہ عام طور پر فقہا اور علماء سے کہا کرتا تھا "تم نے اپنا علم میتوں سے لیا اور ہم نے اپنا علم اس ذات سے لیا جو حیٔ ہے اور کبھی بھی اس پر موت نہیں آئے گی۔" (۱۳۳)

ابو یزید البسطامی اپنی معراج اور حق تعالیٰ سے کلام کے احوال نقل کرتا ہے اور کہتا ہے "میں پہلے آسمان پر پہنچا تو مجھے زمین اور آسمان کی ہر چیز دکھائی گئی، پھر میں اوپر والے آسمانوں میں گیا، مجھے وہاں طواف کرایا گیا اور جنت سے لے کر عرش تک ہر چیز کو میں نے دیکھا۔ پھر حق تعالیٰ نے مجھے اپنے سامنے کھڑا کیا اور کہا مجھ سے مانگو تاکہ میں تمہیں کچھ عطا کروں۔ میں نے کہا اے میرے مالک مجھے آج تک کوئی چیز اچھی لگی ہی نہیں کہ میں تجھ سے اس کا مطالبہ کروں۔ تو حق تعالیٰ نے مجھ سے کہا واقعتاً تو میرا ہی بندہ ہے۔ تو میری عبادت میری خاطر ہی کرتا ہے۔" (۱۳۴)

بسطامی سے ہی ایک اور مقام پر منقول ہے، وہ کہتا ہے "ایک دفعہ حق تعالیٰ نے مجھے اپنے سامنے کھڑا کیا اور مجھ سے کہا اے ابو یزید! لوگ تجھے دیکھنا پسند کرتے ہیں۔ تو میں نے کہا یا اللہ اے میرے مالک مجھے اپنی وحدانیت سے آراستہ کر دے، اپنی عزت و جلال کا لباس مجھے پہنا دے تاکہ جب تیری مخلوق مجھے دیکھے تو وہ میرے اندر تجھے پائیں، جہاں میں ہوں وہاں تو بھی ہو۔ بلکہ پھر میں وہاں نہ رہوں، تو ہی رہے۔" (۱۳۵)

سری السقطی نے جنید بغدادی سے بھی اس طرح کا ایک واقعہ نقل کیا، وہ کہتے ہیں کہ ایک رات میں سری سقطی کے پاس تھا، انہوں نے مجھ سے کہا تم سو گئے؟ میں نے کہا نہیں۔ وہ کہنے لگے

کہ ایک دِن حق تعالیٰ نے مجھے اپنے سامنے کھڑا کیا اور کہا تمہیں پتہ ہے میں نے اپنی مخلوق کو کیوں پیدا کیا؟ میں نے کہا نہیں۔ حق تعالیٰ نے مجھے کہا میں نے انہیں پیدا کیا تو انہوں نے مجھ سے محبت کا دعویٰ کیا۔ چنانچہ میں نے دنیا کو پیدا کیا تو ہر دس ہزار میں سے نو ہزار دنیا میں مشغول ہو گئے' صرف ایک ہزار رہ گئے۔ پھر میں نے جنت کو پیدا کیا تو نو سو اُس میں مشغول ہو گئے اور سو رہ گئے۔ ان پر میں نے مختلف آزمائشیں اور تکالیف ڈالیں تو نوے اُن میں مشغول ہو گئے اور دس رہ گئے۔ میں نے ان سے کہا نہ تم دنیا چاہتے ہو' نہ ہی تمہیں جنت سے رغبت ہے' اور نہ ہی مصیبتوں اور آزمائشوں سے تم بھاگتے ہو' تم چاہتے کیا ہو؟ تو دس افراد کہنے لگے اے ہمارے مالک جو ہم چاہتے ہیں تجھے اس کا علم ہے۔ تو حق تعالیٰ نے ان کو کہا میں تمہارے اوپر ایسی مصیبتیں نازل کروں گا کہ پہاڑ بھی انہیں برداشت نہیں کر سکتے' کیا تم پھر بھی ثابت قدم رہو گے؟ وہ کہنے لگے یا اللہ تو ہی ان بلاؤں کو ٹالنے والا ہو گا اس لئے ہم اس پر راضی ہیں۔ ان بلاؤں کے نازل ہونے کے باوجود ہم تیرا شکر بجا لائیں گے' تیری ہی تعریفیں کریں گے' اللہ تعالیٰ نے ان سے فرمایا واقعتاً تم میرے ہی بندے ہو۔'' (۱۳۶)

جنید بغدادی سے منقول ہے کہ وہ کہتے ہیں ''تیس برس تک میں نے اللہ تعالیٰ سے کلام کیا۔'' (۱۳۷)

سہل بن عبداللہ التستری' جو مشہور صوفی ہے' وہ کہتا ہے ''تیس برس تک میں اللہ تعالیٰ سے کلام کرتا رہا' لوگ سمجھتے تھے کہ شاید میں ان سے کلام کر رہا ہوں۔'' (۱۳۸)

شعرانی نے علی الخواص سے نقل کیا ہے کہ وہ کہتے ہیں: میں نے ابراہیم المتبولی کو کئی بار یہ کہتے ہوئے سنا ''مجھے تیس برس گزر گئے' میں اللہ کے سامنے حاضر رہا' اس دوران میں نے جو بھی گفتگو کی' وہ حق تعالیٰ کے ساتھ ہی کی۔'' (۱۳۹)

جب دیگر سلسلوں کے لوگوں نے اپنے اپنے پیروں کی شان میں اس طرح کے خارق عادت واقعات نقل کئے تو رفاعیہ کیسے پیچھے رہ جاتے؟ وہ یہ کیسے برداشت کر سکتے تھے کہ ان کے مرشد' ہادی اور پیر کی شان دوسرے پیروں سے کم ہو۔ وہ یہ کیسے برداشت کر سکتے تھے کہ مریدوں کی

نظر میں ان کے پیر کی شان دوسرے پیروں سے کمتر ہو۔ چنانچہ انہوں نے اپنے مرشد، اپنے شیخ رفاعی کے بارے میں نقل کیا کہ وہ بہت زیادہ اپنے رب سے مناجات اور گفتگو کیا کرتے تھے۔

ابن جلال نے اپنی کتاب ''جلاء الصد'' میں نقل کیا ہے ''سید ابراہیم العازب سے منقول ہے کہ وہ کہتے ہیں: میں کمرے میں سید احمد الرفاعی کے ساتھ بیٹھا ہوا تھا' احمد رفاعی کا سر میری رانوں پر تھا تو اس نے اپنا سر اٹھایا اور انتہائی اونچی آواز سے ہنسنے لگا' ان کو ہنستا دیکھ کر میں بھی ہنسنے لگا' جب وہ خاموش ہوئے تو میں نے ان کے ہنسنے کا سبب جاننے کیلئے اصرار کیا تو کہنے لگے اے ابراہیم: مجھے حق تعالیٰ نے بلایا تھا اور کہا کہ میں زمین کو دھنسنا چاہتا ہوں اور آسمان کو زمین پر دے مارنا چاہتا ہوں۔ جب میں نے یہ بات سنی تو مجھے حیرانگی ہوئی اور میں نے کہا الٰہی تو آپ کو آپ کے ارادے اور فیصلے سے کون روک سکتا ہے؟ سید ابراہیم کہتے ہیں کہ یہ بات کر کے سید احمد رفاعی پر کپکپی طاری ہوگئی' وہ زمین پر گر پڑے اور طویل عرصہ تک اسی حالت میں پڑے رہے۔''(۱۴۰)

جب شاذلیوں نے رفاعیوں کے بارے میں اس طرح کے واقعات سنے ان کے شیخ کی اللہ رب العزت سے ملاقات اور گفتگو ان کے سامنے آئی تو وہ بھی پیچھے رہنے پر راضی نہ ہوئے بلکہ کہنے لگے کہ ہمارے پیرِ اکبر شاذلی، حق تعالیٰ صرف ان سے خطاب ہی نہیں فرماتے تھے بلکہ ان کا تو نام شاذلی بھی اللہ تعالیٰ نے ہی رکھا ہے۔

اسی بارے میں جامع ازھر کے سابق شیخ الجامعہ ڈاکٹر عبدالحلیم محمود نقل کرتے ہوئے ابوالحسن شاذلی کے بارے میں بتاتے ہیں کہ کیسے وہ جبل زغوان سے اترے اور تنہائیوں کی زندگی ترک کی۔ ڈاکٹر عبدالحلیم محمود لکھتے ہیں کہ ابوحسن الشاذلی نے مجھے بتایا ''مجھ سے کہا گیا اے علی لوگوں کے پاس جاؤ تاکہ وہ تجھ سے فائدہ اٹھائیں' تو میں نے کہا باری تعالیٰ مجھے لوگوں سے دُور ہی رکھئے' اس لئے کہ ان کے ساتھ میل جول کی مجھ میں ہمت نہیں۔ تو مجھ سے کہا گیا جاؤ ہم نے آپ کے ساتھ سلامتی کو کر دیا اور ملامت کو ہمیشہ کیلئے تم سے دُور کر دیا۔ تو میں نے کہا باری تعالیٰ آپ مجھے لوگوں کے حوالے کر رہے ہیں کہ میں اُن کے مال اور درہموں میں سے کھاؤں' تو مجھ سے کہا گیا خرچ کر اے علی' اور میں ہی تیری ضرورتوں کو پورا کرنے والا ہوں'

خرچ کر، چاہے تو جیب سے اور چاہے تو غیب سے۔ شاذلی پہاڑ سے اترے، خیال تھا کہ وہ اس مقام جس کا نام شاذلہ تھا، کو چھوڑ دیں اور کسی نئے مقام پر بسیرا کریں، اس لئے کہ ان کے شیخ نے ان کی جو ذمہ داری لگائی تھی، وہ پوری ہوگئی۔"

قبل اس کے کہ ہم ان کے نئے ٹھکانے اور بسیرے بارے بات کریں، بات کو آگے بڑھاتے ہوئے وہ قول نقل کرتے ہیں جو ابوالحسن الشاذلی نے اپنے نام کے بارے میں بتایا۔ وہ کہتے ہیں "میں نے کہا اے رب آپ نے میرا نام شاذلی کیوں رکھا؟ حالانکہ میں تو شاذلی نہیں ہوں۔ تو مجھ سے کہا گیا اے علی میں نے تمہارا نام شاذلی نہیں رکھا بلکہ "الشاذُ لی" رکھا تو میری محبت اور خدمت کیلئے وقف ہوگیا۔" (۱۴۱)

اس طرح کی اور بھی بہت ساری حکایات، من گھڑت باتیں صوفیوں نے نقل کی ہیں۔ ذوالنون مصری اور اللہ تعالیٰ کے درمیان گفتگو اور کلام کے احوال بھی بہت طویل ہیں۔ (۱۴۲) شاید ہی کوئی صوفی ہو جس نے اس طرح کا دعویٰ نہ کیا ہو۔ ان واقعات میں وہ جہاں خدا سے ملاقات اور اس سے گفتگو کا دعویٰ کرنے کی جرأت کرتے ہیں وہیں کئی مقامات پر وہ حضور کی شانِ اقدس میں کمی کیلئے کوشش کرتے ہیں۔ مثلاً بعض دفعہ وہ اپنے آپ کیلئے یا اپنے پیروں اور مرشدوں کیلئے ایسی باتیں ثابت کرتے ہیں جسے آج تک کوئی شخص حتیٰ کہ حضور بھی حاصل نہیں کر سکے۔

بطور مثال ہم فتح اللہ الکیروانی کا واقعہ نقل کرتے ہیں، وہ کہتے ہیں "اللہ تعالیٰ نے مجھے ساتوں آسمانوں کی سیر کرائی، میں نے کرسی، لوح محفوظ اور حجاب کے پیچھے جو کچھ تھا، سب دیکھا، میں نے ساتوں آسمانوں کے طلسموں کو دیکھا، میں نے آٹھواں آسمان دیکھا جس میں سارے ستارے ہیں، جس میں بناتِ نعش جدید اور قطب نامی تارے ہیں، میں اس سے بھی آگے نویں آسمان پر بھی گیا، جسے اطلس کہا جاتا ہے، اس کے تمام بلند مقامات پر بھی میں چڑھا، اس وقت میں چھوٹا سا بچہ تھا، ابھی بالغ بھی نہیں ہوا تھا۔" (۱۴۳)

کیروانی مزید اشعار میں کہتا ہے

"ساتویں آسمان پر میں نے اپنے رب کو دیکھا اور اس سے کلام کیا

عرش اور کرسی کے اوپر سے میرے رب نے مجھے پکارا مجھ سے خطاب کیا

لوح محفوظ میں جو احکام اوامر اور نواہی کے انہیں میں نے یاد کرلیا

میرے ہاتھ میں جنتوں کی کنجیاں تھیں، میں نے انہیں کھولا اور داخل ہوا

اس میں حور عین تھیں، انہیں بھی میں نے دیکھا اور شمار کیا

جس نے مجھے یا مجھے دیکھنے والوں کو دیکھا، یا جو میری مجلس میں بیٹھا

ان سب کو میں نے جنتِ عدن اور اس کے باغوں میں بسا دیا۔" (۱۴۴)

اسی طرح شعرانی دسوقی التوفی 774ھ سے نقل کرتا ہے، دسوقی کہتا ہے "زمین پر جتنے بھی ولی ہیں، میں نے آسمان پر ان سب کا مشاہدہ کیا اور ان سے خطاب کیا، میرے ہاتھ میں جہنم کے دروازے ہیں، میں ہی انہیں بند کرتا ہوں۔ میرے ہاتھ میں ہی جنت کے دروازے ہیں، میں ہی انہیں کھولتا ہوں۔ جو میری زیارت کیلئے آتا ہے، میں اسے جنت الفردوس میں ٹھکانا دیتا ہوں۔" (۱۴۵)

اس طرح کی اور بھی خرافات، بیہودگیاں اور احمقانہ باتیں ہیں جن میں یہ اللہ تعالیٰ پر بہتان باندھتے ہیں اور افتراء کرتے ہیں۔

ہماری دعا یہی ہے کہ خدا تعالیٰ ہمیں ان جاہلوں کی وجہ سے ہلاک نہ کرے۔ یا اللہ یہ تو آپ کی طرف سے ایک آزمائش ہے، آپ جسے چاہتے ہیں گمراہ کرتے ہیں، جسے چاہتے ہیں ہدایت دیتے ہیں۔ یا اللہ ہمارے لئے آپ ہی ولی اور کارساز ہیں، ہمیں بخش دیں، ہمارے حال پر رحم فرمائیں، اس لئے کہ آپ بہترین بخشنے والے ہیں۔

اس کے بعد صوفیاء ایک قاعدہ کلیہ اور ایک حکم عام نقل کرتے ہیں، کہتے ہیں "ہر ولی جسے اللہ تعالیٰ کے ساتھ تعلق ہوتا ہے وہ اپنے رب کے ساتھ ایسے ہی مناجات اور گفتگو کرتا ہے، جیسا کہ موسیٰ علیہ السلام کیا کرتے تھے۔" (۱۴۶)

ایک اور جگہ پر کہتے ہیں "جب فقیر کا دِل دنیا کی محبت سے پاک صاف ہو جائے تو وہ مھبط الوحی یعنی وحی اترنے کی جگہ بن جاتا ہے۔" (۱۴۷)

اسی بارے دباغ کہتے ہیں ''جس کے سینے کو اللہ تعالیٰ اپنے کلام کے سننے کیلئے کھول دیں، وہ حق تعالیٰ کے کلام کو غیر معمولی انداز سے سنتا ہے کہ اس کلام کے حروف اور نہ ہی آواز ہوتی ہے، نہ ہی اس کی ایسی کیفیت ہوتی ہے جسے بیان کیا جا سکے۔ یہ کلامِ خداوندی کسی جہت اور سمت کے ساتھ بھی خاص نہیں ہوتا بلکہ ولی اسے ہر سمت اور جہت سے سنتا ہے حتیٰ کہ وہ اپنے جسم کے ہر عضو سے اس آواز کو سنتا ہے۔ اس آواز کو سننے کیلئے وہ کسی جہت یا سمت کا محتاج نہیں ہوتا، اس کے اعضاء بھی اس اعتبار سے برابر ہیں، ان تمام اعضاء سے ہی کلامِ خداوندی سنائی دیتی ہے۔ کوئی جز وایسا نہیں رہتا، کوئی جوہر، کوئی دانت، کوئی داڑھ، کوئی بال، جسم کا کوئی بھی حصہ ایسا نہیں مگر یہ کہ وہ اس سے رب کے کلام کو سنتا ہے، یہاں تک کہ وہ ہمہ تن گوش بن جاتا ہے، اس کا پورا جسم گویا کان بن جاتا ہے۔ پھر اس کے بعد دباغ نے اس میں کچھ اختلافات اور اقوال بھی نقل کیے۔'' (۱۴۸)

دباغ مزید اس حوالے سے کہتا ہے ''صوفیوں کا معراج، ان کا آسمانوں پر جانا، حق تعالیٰ سے کلام کرنا، خطاب فرمانا، یہ شرعاً اور نقلاً جائز ہے۔ یہی شاذلی کا بھی قول ہے۔ ابن عطاء اللہ نے اپنی کتاب ''لطائف المنن'' اور محمد السنوسی نے اپنی کتاب ''کبریٰ'' اور شیخ عبدالباقی وغیرہ نے بھی یہی نقل کیا ہے۔'' (۱۴۹)

شعرانی نے شاذلی کے حوالے سے یہ قول نقل کیا کہ وہ کہتے ہیں ''جو شخص یہ کہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس سے ایسے ہی کلام کیا جیسا کہ موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ کلام کیا تھا، تو اس کی بات کا انکار نہیں کیا جا سکتا۔'' (۱۵۰)

ابن عربی تو دو قدم اور آگے بڑھ کر کہتے ہیں ''میرا دل مجھے اپنے رب کے بارے میں بتاتا رہتا ہے، میں نے آج تک جو بھی کتابیں تصنیف کی ہیں، جو بھی کام کئے ہیں، مجھے خدا نے ہی اس کا حکم دیا تھا اور اسی کا یہ ارشاد تھا۔'' (۱۵۱)

ابن عربی اللہ تعالیٰ سے کلام کرنے کے بارے میں کہتے ہیں ''صوفی کلامِ خداوندی کو اس وقت سن سکتا ہے جب وہ ایک خاص مقام پر پہنچے۔ یہ انتہائی قربت والا مقام ہوتا ہے جیسا کہ میں اس مقام پر فائز ہوں اور بہت عرصے سے مجھے کلامِ خداوندی کی سعادت حاصل ہو رہی

ہے۔"(۱۵۲)

اسی طرح صوفی یہ بھی کہتے ہیں کہ وہ غیب پر مطلع ہیں، وہ ما کان اور ما یکون کا علم رکھتے ہیں، ہر ظاہر اور چھپی ہوئی چیز کا انہیں پتہ ہے، صوفیا نے اپنی بہت سی کتابوں میں اس بات کو صراحت کے ساتھ نقل کیا ہے، بلکہ وہ تو یہاں تک کہتے ہیں کہ جب تک کسی شخص کو غیب پر اطلاع نہ ہو، غائب اور حاضر کی اسے خبر نہ ہو، اس وقت تک صوفیوں میں اس کا شمار ہی نہیں ہوتا۔ حالانکہ قرآنی تعلیمات مطلقاً اس کیخلاف ہیں۔"

قرآن پاک میں اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں:

"وعنده مفاتح الغيب لا يعلمها الا هو ويعلم ما فى البر والبحر وما تسقط من ورقة الا يعلمها ولا حبة فى ظلمات الارض ولا رطب ولا يابس الا فى كتاب مبين"(۱۵۳)

اور فرمایا:"ولله غيب السموات والارض واليه يرجع الامر كله"(۱۵۴)

اور فرمایا: "ان الله عالم غيب السموات والارض انه عليم بذات الصدور"(۱۵۵)

فرمایا:"عالم الغيب والشهادة الكبير المتعال"(۱۵۶)

نیز"عالم الغيب والشهادة العزيز الحكيم"(۱۵۷)

اپنے نبیؐ کو حکم دیا"قل لا يعلم من فى السموات والارض الغيب الا الله"(۱۵۸)

نیز فرمایا"قل لا اقول لكم عندى خزائن الله ولا اعلم الغيب"(۱۵۹)

اپنے نبی کے بارے میں نقل کرتے ہوئے کہا"ولو كنت اعلم الغيب لا ستكثرت من الخير"(۱۶۰)

ایک اور مقام پر اپنے نبی کو خطاب کرتے ہوئے کہا"تعلم ما فى نفسى ولا اعلم ما فى نفسك انك انت علام الغيوب"(۱۶۱)

آیات تو اس بارے میں اور بھی بہت ساری ہیں تاہم' ہم نے چند آیات کو نقل کرنے پر اکتفا کیا۔

صوفی حضرات ان قرآنی تعلیمات کے برعکس شیعہ سوچ سے متاثر نظر آتے ہیں اور ان کے افکار و خیالات کو اپناتے ہیں' مثلاً قشیری درجاتِ سلوک کو بیان کرتے ہوئے کہتا ہے ''اس دوران صوفی کو ایک دِن اس بات کا احساس ہوتا ہے کہ ساری دنیا اس کے نور کی وجہ سے روشن ہوگئی' یہاں تک کہ کوئی چیز بھی چھپی نہ رہ سکی۔ آسمان اور زمین کے درمیان وہ ہر چیز کو دیکھتا ہے' اپنے دِل کی نگاہ سے اسے ہر چیز نظر آتی ہے' یہاں تک کہ پوری کائنات میں اگر کہیں ایک ذرہ یا ایک چیونٹی بھی حرکت کرتی ہے تو اسے وہ بھی نظر آتی ہے اور اس کا بھی اسے علم ہوتا ہے۔'' (۱۶۲)

کلاباذی نے ابوعبداللہ الانطاکی سے نقل کیا ہے کہ وہ کہتے ہیں ''جب تم اہل صدق کے پاس بیٹھو تو احتیاط اور صمیم قلب کے ساتھ بیٹھو' اس لئے کہ وہ دِل کے جاسوس ہوتے ہیں' تمہارے دِلوں اور ارادوں کو جان لیتے ہیں اور تمہارے معاملات میں مداخلت کرتے ہیں۔'' (۱۶۳)

ابن العجیبہ الحسنی کہتے ہیں ''حق تعالیٰ نے دو قسم کی مخلوق بنائی اور انہیں دو قسموں میں ہی تقسیم کیا۔ ایک قسم تو وہ ہے جو اللہ تعالیٰ کی محبت کے ساتھ خاص ہے اور جنہیں خدا نے اپنا ولی اور محبوب بنایا' ان کیلئے خدا تعالیٰ دروازے بھی کھولتے ہیں' یعنی آسمانوں کے' ان کیلئے حجاب اور پردے بھی ہٹائے جاتے ہیں' اللہ تعالیٰ انہیں اپنی ذات کے اسرار کے مشاہدے کرواتے ہیں اور ان سے کوئی چیز بھی چھپائی نہیں جاتی۔'' (۱۶۴)

جب پردے ہٹا دیئے جاتے ہیں' دروازے کھول دیئے جاتے ہیں تو ''وہ دنیا کی ہر بات کو جان لیتا ہے' انتہا و ابتدا کو پہچان لیتا ہے' قول اور ما کان و ما یکون کو سمجھ لیتا ہے' کوئی چیز کیسے واقع ہوگی' کب واقع ہوگئی' جو نہیں ہوئی' جس نے نہیں ہونا' کیوں نہیں ہوئی' ان سب چیز کا علم اسے حاصل ہو جاتا ہے۔ یہ علم اصلی اور حکمت والا علم ہے جو اسے حق تعالیٰ اپنی ذات کے ذریعے دیتے ہیں اور یہ شخص ان علوم کی تفصیلات اور ان کی جزئیات تک سے واقف ہو جاتا ہے۔ بعض ایسے ہوتے ہیں جنہیں حق تعالیٰ اپنی صفتِ سماع میں سے عطا فرماتا ہے۔ تو ایسے لوگ جمادات' نباتات

اور حیوانات کی بات اور گفتگو کو بھی سنتے ہیں۔ یہ لوگ ملائکہ کے کلام کو بھی سمجھتے ہیں اور لغتوں کا اختلاف بھی ان کیلئے کوئی اہمیت نہیں رکھتا۔ ان کیلئے بعید اور قریب میں کوئی فرق نہیں ہوتا۔'' (۱۶۵)

عمادالدین الاموی کہتے ہیں'' جب دِل پر سے پردے ہٹ جاتے ہیں تو انسان کے سامنے ہر چیز کھل کر آ جاتی ہے۔ یہاں تک کہ لوحِ محفوظ میں چھپی ہوئی چیزیں بھی اس کے سامنے آ جاتی ہیں، غیب کے پردوں کے پیچھے اور مخفی علوم بارے بھی اسے آگاہی ہو جاتی ہے۔'' (۱۶۶)

مزید کہتا ہے'' وہ صوفی ملکوتِ اعظم کے سامنے پیش کیا جاتا ہے، وہ حق تعالیٰ کے عجائب دیکھتا ہے، غرائب کا مشاہدہ کرتا ہے، لوح، قلم، دائیں بائیں نیکی اور بدی لکھنے والے فرشتے ان سب کا وہ مشاہدہ کرتا ہے، وہ فرشتوں کو دیکھتا ہے کہ وہ عرش خداوندی کا طواف کر رہے ہیں، وہ انہیں دیکھتا ہے کہ وہ بیت المعمور کا طواف کر رہے ہیں، وہ دنیا کی ہر مخلوق کا کلام سمجھتا ہے، چاہے وہ حیوان ہوں، جماد ہوں یا نبات ہوں۔ پھر وہ معرفتِ خالق کی طرف متوجہ ہوتا ہے جو سب کیلئے بمنزلہ کل بھی ہے، اس وقت انوار اور درجات اسے ڈھانپ لیتے ہیں اور حقائق کھل کر اس کے سامنے آ جاتے ہیں۔'' (۱۶۷)

دباغ بعض مقامات کا ذِکر کرتے ہوئے کہتا ہے "پہلے مقام پر بعض امور اس کے سامنے آتے ہیں مثلاً وہ لوگوں کو دیکھ رہا ہوتا ہے کہ وہ اپنی خلوت میں کیا کر رہے ہیں؟ اسی طرح وہ ساتوں زمینوں اور ساتوں آسمانوں کا مشاہدہ کرتا ہے، وہ پانچویں زمین میں موجود جہنم کا مشاہدہ کرتا ہے، اس کے علاوہ بھی وہ زمین و آسمان میں موجود ہر چیز کا مشاہدہ کرتا ہے۔ جہاں زمینیں آپس میں ملتی ہیں، انہیں دیکھتا ہے، جہاں ایک زمین دوسری زمین سے نکلتی ہے، جہاں ایک زمین دوسری زمین سے ممتاز ہوتی ہے، ان سب مقامات کو وہ دیکھتا ہے، وہ زمین پر موجود ہر مخلوق کو دیکھتا ہے۔ وہ افلاک کا مشاہدہ کرتا ہے کہ وہ آپس میں کیسے جڑے ہوئے ہیں؟ وہ ستاروں کو دیکھتا ہے، ان کے باہمی ربط کو دیکھتا ہے اور اسے یہ بھی پتہ چل جاتا ہے کہ یہ ستارے آسمان کے ساتھ جڑے ہوئے کیسے ہیں؟ وہ شیطانوں کا مشاہدہ کرتا ہے، ان کے ہاں طریقہ توالد اور تناسل کو دیکھتا ہے۔ جنات کا مشاہدہ کرتا ہے، ان کی رہنے کی جگہوں کو دیکھتا ہے۔ چاند سورج اور ستاروں کے چلنے کو، ان کی چال کو دیکھتا ہے۔

یہ پہلا مقام ہے جو صوفی دیکھتا ہے۔ دوسرے مقام پر باقی انوار کا مکاشفہ ہوتا ہے۔ پہلے مقام میں اسے ثانوی امور کا مشاہدہ کروایا گیا تھا' دوسرے مقام میں وہ فرشتوں اور کراماً کاتبین' دیوان اور ان اولیاء کو دیکھتا ہے جو اس کے ہمعصر ہوتے ہیں۔ تیسرے مقام پر وہ قدر اور تقدیر کے رازوں کو جانتا ہے۔ چوتھے مقام پر وہ اس مقام کا مشاہدہ کرتا ہے جہاں ہر چیز آ کر ختم ہو جاتی ہے۔ جہاں ہر چیز آ کر جذب ہو جاتی ہے۔ وہ مقام ایسا ہے جیسا کہ زہر کے ایک قطرے کو پانی میں ڈال دیا جائے اور وہ اس میں حلول کر جائے۔ پانچویں مقام پر وہ دیکھتا ہے کہ سب چیزیں اسلوب میں سے کیسے نکلتی ہیں' ہر چیز اس کے سامنے جدا جدا ہو کر آ جاتی ہے۔ نور و فعل اور دیگر اشیاء میں اسے فرق واضح ہو جاتا ہے۔ اسے عورتوں کے ارحام میں موجود ہر چیز کا بھی ادراک ہوتا ہے۔" (١٦٨)

دباغ کا اس بارے میں خیال یہ ہے کہ صوفی صرف غیب کی باتوں کو نہیں جانتے بلکہ ان پانچ چیزوں کو بھی جانتے ہیں جن کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک میں فرمایا کہ ان پانچ چیزوں کے بارے میں اللہ کے سوا کوئی علم نہیں رکھتا۔ قرآن پاک میں ارشاد ہے'' ان اللہ عندہ علم الساعة وینزل الغیث ویعلم ما فی الارحام وما تدری نفس ماذا تکسب غدا وما تدری نفس بای ارض تموت ان اللہ علیم خبیر"(١٦٩) ''اللہ کے پاس ہی قیامت کا علم ہے۔ وہی بارش نازل کرتا ہے۔ وہی جانتا ہے کہ جو کچھ ماں کے رحم میں موجود ہے۔ وہ جانتا ہے کہ کس نے کل کیا کمانا ہے' اور وہی جانتا ہے کہ کس کی موت کہاں پر آئے گی۔ بیشک اللہ تعالیٰ علیم اور خبیر ہے۔"

ابن المبارک' دباغ کے حوالے سے نقل کرتا ہے ''میں نے اپنے استاد یعنی دباغ سے پوچھا کہ علماء اور محققین کا اس بارے میں اختلاف ہے کہ قرآن پاک میں جن پانچ چیزوں کے علم کو اللہ تعالیٰ نے خاص اپنے لئے بیان کیا ہے' کیا اس کا علم حضور کو بھی ہے یا نہیں۔ تو میرے شیخ یعنی عبدالعزیز دباغ کہنے لگے کہ یہ پانچ علوم بالخصوص صوفیوں سے مخفی کیسے ہو سکتے ہیں؟ نبی تو بہت اعلیٰ مقام پر فائز ہوتا ہے' کوئی صوفی بھی اس وقت تک کامل صوفی نہیں کہلاتا کہ جب تک اسے ان

پانچ چیزوں کا علم نہ ہو۔(۱۷۰)

مسلمان دوسرے مسلمان کی نظر میں ایسے ہوتے ہیں جیسے اس کے ہاتھ کی انگوٹھی۔(۱۷۱)

دباغ مزید کہتے ہیں جب کوئی بچہ ماں کے پیٹ سے نکلتا ہے تو عارف اسے اس حالت میں دیکھتا ہے اور زندگی کے آخری لمحے تک وہ اس کی نظر میں رہتا ہے۔"(۱۷۲)

رفاعی سے منقول ہے کہ وہ کہتے ہیں: انسان ایک آسمان سے دوسرے آسمان پر چڑھتا جاتا ہے' یہاں تک کہ وہ غوث کے مقام پر پہنچتا ہے' پھر اس مقام سے بھی اوپر جاتا ہے' یہاں تک کہ وہ حق تعالیٰ کی صفت میں سے ایک صفت بن جاتا ہے' تو وہ غیب کے تمام امور پر مطلع ہو جاتا ہے یہاں تک کہ کوئی پودا اس کے علم میں آئے بغیر نہیں اُگتا' کوئی پتہ سبز ہو تو اسے اس کا علم ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اس سے اس طریقے سے کلام فرماتے ہیں کہ انسانی عقل اس کا احاطہ ہی نہیں کر سکتی۔

احمد رفاعی مزید کہتے ہیں: جب انسان کا دِل دنیا کی محبت اور اس کی شہوتوں سے پاک ہو جائے تو وہ نور کی طرح شفاف ہو جاتا ہے اور پھر حق تعالیٰ اسے ماضی اور مستقبل کی ساری باتیں بتاتے رہتے ہیں۔"(۱۷۳)

اسی طرح شعرانی نے اپنی کتاب "طبقات الکبریٰ" میں بھی اس طرح کا قول نقل کیا ہے۔(۱۷۴)

شبلی سے منقول ہے کہ وہ کہتے ہیں "اگر سیاہ چیونٹی تاریک رات میں سیاہ پتھر کے نیچے حرکت کرے اور مجھے اس کا علم نہ ہو تو میں یہی کہوں گا کہ میرے رب نے میرے ساتھ مکر کیا۔"(۱۷۵)

حالانکہ اللہ تعالیٰ تو واضح طور پر ارشاد فرماتے ہیں: **"وعنده مفاتح الغيب لا يعلمها الا هو ويعلم ما في البر والبحر وما تسقط من ورقة الا يعلمها و لا حبة في ظلمات الارض ولا رطب ولا يابس الا في كتاب مبين"(۱۷۶)**

اسی طرح ایک اور مقام پر اللہ پاک اپنے نبیؐ سے نقل کرتے ہوئے فرماتے ہیں: **"ما ادري ما يفعل بي ولا بكم ان اتبع الا ما يوحى الي"(۱۷۷)**

ایک اور مقام پر فرمایا: "تلك من انباء الغیب نوحیها الیك ما کنت تعلمها انت ولا قومك من قبل هذا فاصبر ان العاقبة للمتقین"(۱۷۸)

لیکن صوفی اس کے برعکس شیطان کے بہکاوے میں آ کر شیعوں اور یہودیوں والا عقیدہ اپناتے ہیں جسے اس زمانے کے کاہن اور جادوگر اپناتے تھے۔ ایک موقع پر جب کسی شخص نے حضورؐ سے اصحابِ کہف اور ان کی تعداد کے بارے میں پوچھا تو حضورؐ نے اس شخص کو جواب دیا کہ میں اس کے بارے میں تمہیں کل بتاؤں گا۔ حضور کا خیال یہ تھا کہ اس بارے وحی نازل ہو جائے گی اس لئے وحی کے بعد کل اس شخص کو بتا دیا جائے گا، مگر اس دوران اللہ تعالیٰ نے وحی نازل فرمائی اور حضور کو کہا گیا "لا تقولن لشیء انی فاعل ذلك غدا. الا ان یشاء الله واذکر ربك اذا نسیت وقل عسی ان یهدین ربی لاقرب من هذا رشدا(۱۷۹)

اسی طرح حضورؐ سے پہلے فرشتوں نے بھی اپنی کم علمی کا اعتراف کیا تھا اور انہوں نے بھی یہ بات تسلیم کی تھی کہ وہ تمام علوم کا احاطہ نہیں کرتے، چنانچہ سورۃ البقرہ میں تفصیلی طور پر فرشتوں کا یہ واقعہ نقل ہے جس میں وہ کہتے ہیں "سبحانك لاعلم لانا الاما علمتنا انك انت العلیم الحکیم"(۱۸۰) اللہ تعالیٰ نے ان کے اس اعتراف کے جواب میں ان پر واضح کر دیا کہ ان کا علم ناقص ہے۔ اور کامل و مکمل علم صرف خدا تعالیٰ کا ہے۔ چنانچہ خدا نے کہا "الم قل لکم انی اعلم غیب السموات والارض واعلم ما تبدون وما کنتم تکتمون"(۱۸۱)

اس کے مقابلے میں آپ دیکھئے کہ صوفیاء کیا کہتے ہیں؟

مشہور صوفی منوفی الحسینی، ابراہیم الدسوقی سے نقل کرتے ہیں کہ وہ کہتے تھے "اولیاء کو درختوں کے پتوں، پانی، ہوا پر جو لکھا ہو اس بارے اطلاع ہوتی ہے۔ بر و بحر میں جو ہو رہا ہو انہیں اس کی اطلاع ہوتی ہے۔ آسمان کے صحیفے پر جو لکھا ہوا ہو اس سے وہ باخبر ہوتے ہیں۔ انسان اور جنات کے ساتھ، دنیا اور آخرت میں کیا ہو گا، اس سے وہ آگاہ ہوتے ہیں۔"(۱۸۲)

شاذلی کے بارے میں منقول ہے کہ وہ کہتا ہے "جو اللہ تعالیٰ کی عبادت کرے "اسیم حیّ" کے ذریعے اس پر ہمیشگی اختیار کرے، دِن رات اس لفظ کے معنی کو سوچتا رہے تو وہ ہر چیز کی زندگی بارے

جان لے گا اور ملک وملکوت کے سارے راز اس کے سامنے آشکارا ہو جائیں گے۔ اور جو شخص اللہ کی عبادت کرے ''الاحد، الحی'' کے نام سے خوب عبادت کرے، اتنی عبادت کرے کہ جس کی کوئی حد ہی نہ ہو، تو وہ ہر چیز کے بارے میں جان لے گا۔ اور جو ان تمام الفاظ کے ساتھ اللہ پاک کی عبادت کرے گا تو اس کی روح ملاء اعلیٰ تک چلی جاتی ہے۔ اس کی روح عرش تک پہنچ جاتی ہے تا کہ اللہ تعالیٰ کے ہاں وہ کاملین اور صدیقین میں شمار ہو۔'' (۱۸۳)

افضل الدین کہتا ہے ''کوئی شخص اس وقت تک قطبیت کے مقام پر فائز نہیں ہوتا جب تک کہ اسے سارے عالم کے بارے میں علم نہ ہو۔ جب تک اسے عرش، کرسی، آسمان وزمین اور تمام لوگوں کے نام، ان کے نسب، ان کی عمریں اور ان کے اعمال کے بارے میں علم نہ ہو۔'' (۱۸۴)

شعرانی نے ابراہیم المبتولی سے نقل کیا ہے کہ وہ کہتے ہیں ''ساری دنیا فقیر یعنی صوفی کے دِل میں سمٹ کر آجاتی ہے تو صوفی اسے اپنے دِل میں دیکھ لیتا ہے، اس سے یہ بھی بات ثابت ہوتی ہے کہ جب انسان کا دِل دنیاوی آلائشوں سے پاک ہو جائے تو وہ ایک بڑے شیشے کی طرح ہو جاتا ہے، جب اس کے سامنے آسمان اور زمین آتے ہیں تو ان کا عکس اسے اپنے دِل میں نظر آتا ہے۔'' (۱۸۵)

علی الخواص سے منقول ہے، وہ کہتے ہیں ''کسی بھی انسان کا ایمان اس وقت تک مکمل نہیں ہوتا جب تک غائب چیزیں بھی اس کے سامنے حاضر چیزوں کی طرح نہ ہو جائیں۔'' (۱۸۶)

محمد ضیف اللہ الجعلی السوڈانی کہتے ہیں ''اولیاء کا کشف دو قسم کا ہوتا ہے، بعض تو وہ ہیں جو لوح تک میں نظر کرتے ہیں اور اس میں کوئی تغیر وتبدل نہیں ہوتا جیسا کہ علی الخواص۔ بعض ایسے ہوتے ہیں جو ایسے الواح پر نظر ڈالتے ہیں جن میں تغیر وتبدل آتا رہتا ہے، ایسے الواح کی تعداد تین سو ساٹھ ہے۔ اب جب یہ ولی کسی چیز کے بارے میں اطلاع دے اور وہ چیز واقع نہ ہو تو اسے جھوٹا گمان نہیں کرنا چاہیے بلکہ یہ کہنا چاہیے کہ اس نے ان الواح پر نظر ڈالی ہے جن میں تغیر وتبدل ہوتا رہتا ہے۔'' (۱۸۷)

آپ دیکھ سکتے ہیں کہ یہ کس طرح کی خرافات، بیہودگی اور قبیح باتیں ہیں۔

ابن العربی اور اس کے مکتب فکر کے لوگ اس طرح کی باتیں عام طور پر کرتے رہتے ہیں۔ان کے مکتبہ فکر کی کوئی بھی کتاب اٹھائی جائے تو وہ اس طرح کی خرافات اور ڈھکوسلوں سے بھری نظر آئے گی۔ابن عربی کہتے ہیں ''علم لدنی کا تعلق الٰہیات سے ہوتا ہے' رحمت کا حصول اسی کے ذریعے ممکن ہوتا ہے۔علم النور. یہ علم ملأ الاعلیٰ میں آدم علیہ السلام کے وجود سے بھی ہزاروں برس قبل کا ہے۔جمع تفریق کا علم' یہ تو بحرِ بے کراں ہے۔لوحِ محفوظ بھی اس کا ایک حصہ ہی ہے۔عقل اوّل اسی سے استفادہ کرتی ہے اور ملاء الاعلیٰ پر موجود سب لوگ بھی اسی سے اعانت حاصل کرتے ہیں۔اس امت کے اولیاء کے علاوہ کسی کو یہ علم حاصل نہیں ہوا۔یہ علم اس امت کے چھ ہزار دوسو اولیاء کو حاصل ہوا۔بعض اولیاء ایسے ہیں جنہیں ان تمام علوم پر عبور حاصل تھا جیسے بایزید بسطامی اور سہل بن عبداللہ۔بعض ایسے ہیں جنہیں ان علوم میں سے چند ایک کا علم ہی حاصل ہے۔''(۱۸۸)

اپنے ایک اور رسالے میں ابن عربی لکھتے ہیں ''انسانی روح جب پاک صاف ہو جائے تو اسے عالم بالا میں بڑا ہی بلند مقام حاصل ہو جاتا ہے۔وہ روحانی مناظر دیکھتا رہتا ہے' وہ افلاک اور ان کے دوران کو بھی دیکھتا ہے۔وہ دِلوں کی گہرائی میں چھپی ہوئی بات کو بھی جانتا ہے۔اسے پتہ ہوتا ہے کہ کس وقت کون' کیا سوچ رہا ہے؟ کیا حرکات اس سے سرزد ہو رہی ہیں۔پھر جب اس کی توجہ اس سے بلند مقام کی طرف ہوتی ہے' وہ اس سے اعلیٰ مقامات بھی حاصل کرتا ہے تو اس پر الٰہی انوار پڑتی ہیں۔دنیا اس کے سامنے روشن ہو کر آ جاتی ہے۔وہ اس دنیا کو دیکھ کر یہ بتا دیتا ہے کہ کیا ہو چکا اور کیا ہونے والا ہے؟ وہ چھپی باتوں کو بھی پھر جان لیتا ہے اور دِن رات کا کوئی بھی معاملہ اس سے چھپا نہیں رہ سکتا۔''(۱۸۹)

ایک اور مقام پر مزید کہتے ہیں ''حق تعالیٰ جس کے کان اور آنکھیں بن جائیں تو اس سے کوئی چیز چھپی کیسے رہ سکتی ہے؟''(۱۹۰) مزید کہتا ہے ''ولی عالم غیب تک پہنچتا ہے تو دیکھتا ہے کہ وہاں فرشتے قلم پکڑے لوحِ محفوظ پہ کچھ لکھ رہے ہیں۔(۱۹۱) بعض صوفی ایسے ہوتے ہیں جو لوحِ محفوظ کو مستقل دیکھتے رہتے ہیں اور بعض ایسے ہوتے ہیں جو کبھی کبھی دیکھتے ہیں۔''(۱۹۲)

ابن عربی نے اپنی کتاب میں جنید بغدادی کے حوالے سے نقل کیا کہ وہ کہتے ہیں ''عارف وہ ہے جو تمہاری خاموشی کے باوجود تمہارے دِل کے راز بتادے۔'' (۱۹۳)

ابن عربی نے اپنی ایک کتاب میں یہ بھی وضاحت سے بیان کیا کہ صوفی غیب کے امور پر کیسے مطلع ہوتا ہے؟ چنانچہ لکھتا ہے ''صوفی کا علم اطلاع اور کشف وتجلی کے طریقے پر ہوتا ہے۔ یہ تجلی دوطرح کی ہوتی ہے، یا تو یہ تجلی آسمان سے اس کے قلب پر نازل ہوتی ہے اور یا وہ صوفی اس تجلی کو حاصل کرنے کیلئے آسمانوں پر جاتا ہے۔'' (۱۹۴)

ایک اور مقام پر کہتا ہے ''خلیفہ کی ذات میں عقل کی صورت نظر آتی ہے تو اس کے سامنے سارے اسرار ورموز اور لکھے ہوئے تمام علوم لوح کی شکل میں آجاتے ہیں۔'' (۱۹۵)

یہ ابن عربی کے اقوال اور آراء ہیں۔ اس کے یہ اقوال اتنے واضح ہیں کہ انہیں سمجھنے کیلئے کسی تشریح کی ضرورت نہیں ہوتی۔ ہر لفظ اپنے معنے میں مکمل ہے اور ہر بات قرآن و حدیث کے منافی ہے۔

ابن عربی کے شاگرد محمد بن اسحٰق القونوی المتوفی 673ھ کہتے ہیں کہ کامل ولی اور جسے اللہ تعالیٰ چاہیں وہ لوحِ محفوظ پر مطلع ہونے کے بھی اہل ہوتے ہیں بلکہ مقامِ قلم پر بھی ان کی نظر ہوتی ہے۔ بلکہ علم الٰہی بارے بھی انہیں آگاہ ہوتی ہے۔ انہیں تقدیر کا پتہ ہوتا ہے اور کسی بھی کام کے واقع ہونے سے پہلے ہی انہیں اس سے آگاہی ہوتی ہے۔'' (۱۹۶)

شہاب الدین سہروردی کہتے ہیں ''انبیاء اور اولیاء کیلئے غیب کی چیزوں پر مطلع ہونا آسان ہوتا ہے، اس لئے کہ ان کا نفس یا تو فطری اعتبار سے قوی ہوتا ہے یا علوم اور طریقت کے ذریعے سے قوی ہوجاتا ہے۔ تو مضمرات ان کے سامنے کھل کر آجاتی ہیں، اس لئے کہ ان کا نفس مضبوط شیشے کی طرح ہوتا ہے جہاں انہیں ہر چیز کا نقش نظر آتا ہے۔ ان کے احساسات پر ایک شبیہ ظاہر ہوتی ہے جو ان سے انتہائی دِل پذیر انداز میں خطاب کرتی ہے اور ان کے سامنے انتہائی معزز صورت میں پیش ہوتی ہے۔ بعض دفعہ غیب کی باتوں کو اپنی حس کے ذریعے دیکھتے ہیں، بعض دفعہ انہیں ہاتف غیبی سے آواز آتی ہے اور بعض دفعہ وہ لکھی ہوئی چیز پڑھ کر اس کے بارے میں بتادیتے ہیں۔'' (۱۹۷)

لسان الدین ابن الخطیب اپنی کتاب ''موضع'' میں لکھتے ہیں ''تمام نفوس اپنی صفات کے اعتبار سے ملاء اعلیٰ سے مشابہت رکھتے ہیں۔ کائنات اور اس سے متعلق تمام چیزیں ان نفوس میں نقش ہو جاتی ہیں۔ چھپے علوم ظاہر ہو جاتے ہیں اور عالمِ بالا اور اسفل کے تمام علوم کھل کر سامنے آجاتے ہیں۔'' (۱۹۸)

اسی طرح داؤد بن محمود القیصری کہتا ہے ''جب انسان کا دِل صاف، خالص اور شفاف ہو جاتا ہے، وہ لعب ولہو اور لذت والی اشیاء سے اجتناب کرتا ہے تو اس کے باطن کی آنکھیں کھل جاتی ہیں اور غیب کی کرنیں اس کے سامنے ظاہر ہوتی ہیں۔ آسمانوں کے دروازے اس کیلئے کھول دیئے جاتے ہیں۔'' (۱۹۹)

ترمذی جو کہ حکیم کے نام سے مشہور تھے، لکھتے ہیں ''اولیاء کی مخصوص علامات اور ان کے علوم ہوتے ہیں، کچھ علوم جنہیں یہ اولیاء جانتے ہیں، یہ ہیں: علم البدء، ابتدا کا علم۔ علم المیثاق، مقداروں کا علم، حروف کا علم۔ یہ حکمت کے اصول ہیں اور یہ علم حکمت ہیں۔ لیکن یہ ظاہر صرف اور صرف اکابر اولیاء پر ہوتے ہیں۔'' (۲۰۰)

الجیلی عبدالکریم کہتے ہیں ''ہر قطب کو دنیا اور اس کے وجود میں تصرف کرنے کا اختیار ہوتا ہے۔ قطب دِن رات میں ہونے والے ہر واقعے کو جانتا ہے، اسے پرندوں کی زبانوں کا بھی علم ہوتا ہے۔ بلکہ شبلی نے تو یہاں تک کہا تھا کہ اگر ایک سیاہ چیونٹی تاریک رات میں سیاہ پتھر کے نیچے حرکت کرے اور مجھے اس کا پتہ نہ لگے تو میں یہی کہوں گا کہ میرے ساتھ میرے رب نے مکر کیا ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ میں یہ بات اس لئے کہوں گا کیونکہ اسے تو میری اجازت کے بغیر حرکت نہیں کرنی چاہیے تھی۔'' (۲۰۱)

اس طرح کی اور بھی بہت ساری خرافات ہیں مگر چونکہ یہ ایک مختصر کتاب ہے، لہٰذا ساری باتوں کو تو اس میں شامل نہیں کیا جا سکتا۔ صوفیوں کا یہ عقیدہ ہے کہ وہ غیب پر آگاہ ہوتے ہیں، وہ علم ما کان و ما یکون کا احاطہ کرتے ہیں اور انہیں آسمان اور زمین کے درمیان ہونے والی ہر حرکت اور چیز کا علم ہوتا ہے۔ ان شاء اللہ ہم اس بارے میں ایک اور باب کو قائم کریں گے اور اس معاملے کو

مزید تفصیل کے ساتھ وہاں بیان کریں گے۔

ولی اور نبی کے درمیان مساوات

شیعوں کی طرح صوفی بھی ولایت اور نبوت کو برابر سمجھتے ہیں بلکہ وہ ولایت کو نبوت اور رسالت پر افضل بھی سمجھتے ہیں۔ یہاں ہم چند عبارات کو نقل کریں گے جس سے ہمیں اپنی بات سمجھانے میں مدد ملے گی۔

لسان الدین الخطیب کہتے ہیں "ولایت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ولی کو اتنا قریب کرے کہ اتنا قریب نبی بھی نہ ہو۔ اللہ تعالیٰ اسے تمام معاملات میں اپنا نائب مقرر کرے، تو ولی بہت سے امور میں نبی کے مساوی ہوتا ہے۔ مثلاً ولی بھی علم کسبی طریقے سے حاصل نہیں کرتا، بلکہ اسے علم وہبی طریقوں سے حاصل ہوتا ہے۔ ولی سے بھی نبی کی طرح ایسے افعال صادر ہوتے ہیں جو عام لوگوں سے صادر نہیں ہوتے۔"

فضیل بن عیاض منیٰ کے ایک پہاڑ پر کھڑے تھے تو کہنے لگے "اگر اللہ کا کوئی ولی اس پہاڑ پر کھڑا ہو اور اس پہاڑ کو چلنے کا حکم دے دے تو یہ پہاڑ چل پڑے گا۔ ان کی یہ بات سنتے ہی منیٰ کے اس پہاڑ میں حرکت آ گئی اور وہ چلنے لگا، فضیل بن عیاض نے کہا ابھی تو میں نے تمہیں چلنے کا نہیں کہا، رک جاؤ۔ چنانچہ وہ پہاڑ رک گیا۔

اسی طرح ولی ان چیزوں کو سن سکتا ہے اور دیکھ سکتا ہے جنہیں عام طور پر لوگ سن اور دیکھ نہیں سکتے۔ صوفی اور ولی کے درمیان فرق الٰہی خطاب میں ہوتا ہے۔ دونوں کی معراج میں فرق ہوتا ہے۔ اگرچہ اصول یعنی مقامات کے اعتبار سے وہ دونوں اکٹھے ہوتے ہیں لیکن نبی نورِ اصلی کے ذریعے معراج کرتا ہے اور ولی اس نورِ اصلی سے حاصل کردہ نور سے معراج حاصل کرتا ہے۔ وہ دونوں اگرچہ ایک ہی مقام پر پہنچتے ہیں لیکن ان کے مرتبہ اور مقام میں فرق ہوتا ہے۔ نبی فنا اور بقا، جمع اور فرق والے مقام پر کھڑا ہوتا ہے اور ولی اپنے نبی کی روحانیت کے ذریعے سے ان مقامات کو حاصل کرتا ہے اور نبی کے مقام کی وجہ سے وہ ان مقامات کا مشاہدہ کرتا ہے۔ ہاں، جو محمدؐ کی

امت کے اولیاء ہیں تو جیسے ان کے نبی ﷺ تمام انبیاء کے مقامات کے جامع ہیں، تو اللہ تعالیٰ نے ان کو تمام انبیاء کے مقامات کا وارث بنایا، ان تک اپنا نور پہنچایا اور ان کی وساطت سے سارے انبیاء کو نبوت، رسالت اور نور ملا۔ پھر اولیاء کرام دیگر انبیاء کے اس اعتبار سے مشابہہ اور شریک ہوتے ہیں کہ وہ انبیاء کی طرح حضورؐ سے استفادہ کرتے ہیں اور نور حاصل ہیں۔ اسی بات کی طرف حضورؐ نے اشارہ فرمایا کہ میری امت کے اولیاء دیگر قوموں کے انبیاء کی طرح ہیں۔ یہ اولیاء آدم، ادریس، اسحٰق، اسماعیل، یوسف، موسیٰ اور موسیٰ علیہ السلام کی ولایت کے وارث ہوتے ہیں۔ لیکن سارے انبیائے کرام یہ مقام حضورؐ کے ذریعے حاصل کرتے ہیں، سوائے قطب کے، کہ وہ براہِ راست اس مقام تک پہنچتا ہے۔ (۲۰۲)

مزید کہتے ہیں اولیاء کے چار مقامات ہوتے ہیں، سب سے پہلا مقام نبوت کی خلافت ہے، دوسرا مقام رسالت کی خلافت ہے، تیسرا مقام اولوالعزم انبیاء کی خلافت ہے اور چوتھا مقام منتخب اور چنیدہ انبیائے کرام کی خلافت ہے۔ نبوت کی خلافت علماء کو ملی، رسالت کی خلافت ابدال کو ملی، اولالعزم پیغمبروں کی خلافت اوتاد کو ملی اور اللہ کے منتخب اور برگزیدہ انبیاء کی خلافت قطب کو ملی۔ بعض اولیاء ایسے ہیں جو انبیاء کے برابر ہوتے ہیں، بعض وہ ہیں جو رُسل کے قائم مقام ہوتے ہیں۔ بعض اولوالعزم کے قائم مقام اور بعض اللہ کے منتخب اور چنیدہ بندوں کے قائم مقام ہوتے ہیں۔ (۲۰۳)

اسی بنیاد پر کہا جاتا ہے کہ ولایت نبوت کا سایہ ہے۔ اور نبوت الوہیت کا سایہ ہے۔ انبیائے کرام علیہ السلام حق کا مظہر اور منبع ہیں۔ اور اولیاء کرام صدق کا مظہر اور منبع ہیں۔ اولیاء کرام کو نبوی اشاروں کے ساتھ ممتاز کیا گیا، انہیں حقیقت کی اطلاع ہوتی ہے، قدسی اسرار، روحانی انوار اور ازلی مشاہدات انہیں حاصل ہوتے ہیں۔" (۲۰۴)

اسی طرح کمشخانوی بھی اپنی کتاب "جامع اصول الاولیاء" (۲۰۵) میں یہی بات کہتا ہے۔ ایک اور صوفی اس بات کو مزید وضاحت کے ساتھ کہتا ہے "جو خصوصیات نبی کی ہیں وہی خصوصیات ولی کی ہیں۔" (۲۰۶)

مزید وہ حضورؐ پر افتراء باندھتے ہوئے ایک حدیث نقل کرتا ہے جس کا اصل کے ساتھ کوئی

تعلق نہیں کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں ''اولیاء کا کلام انبیاء کے کلام کے برابر ہے۔'' (۲۰۷)

ولی کی نبی پر فضیلت

ان لوگوں نے صرف انہی بیہودہ عقائد و نظریات اور خرافات پر اکتفا نہیں کیا بلکہ مزید غلو کرتے ہوئے ولایت کو نبوت اور رسالت سے افضل قرار دیا اور یہ بھی کہا کہ اولیاء انبیاء اور رسل سے افضل ہوتے ہیں۔ چنانچہ صوفیوں کا ایک مشہور قول ہے ''ہم نے ان سمندروں کی غوطہ خوری کی ہے کہ انبیاء بھی جن کے ساحلوں پر کھڑے ہیں۔'' (۲۰۸) ایک اور صوفی اسی طرح کی ایک بات کہتا ہے ''اے انبیائے کرام لقب تو تمہیں مل گئے مگر ہمیں وہ کچھ عطا ہوا جو تمہیں بھی نہ ہوا۔'' (۲۰۹)

بسطامی سے منقول ہے کہ وہ کہتا ہے ''اللہ کی قسم میرا جھنڈا محمدؐ کے جھنڈے سے بھی عظیم ہے' میرا جھنڈا انور کا جھنڈا ہے۔ جس کے نیچے جنات اور انسان حتیٰ کہ سب نبی بھی آتے ہیں۔'' (۲۱۰)

اسی بات کو بعض نے ایک شعر میں بیان کیا جس کا ترجمہ یہ ہے ''نبوت کا مقام برزخ کی طرح ہے کہ وہ رسول سے تو بالاتر مگر ولی سے نیچے ہے۔'' (۲۱۱)

مزید کہتے ہیں ''ولایت سب سے اونچا آسمان ہے جو اس کی تیراکی کرتا ہے وہ مطلع ہو جاتا ہے اور جو مطلع ہو جاتا ہے اسے علم حاصل ہو جاتا ہے اور جسے علم حاصل ہو جائے وہ اس علم کی روشنی میں اپنے آپ کو بدل لیتا ہے۔ یہ وہ ولی ہیں جسے لوگ نہیں جانتے' یہ وہ نکرہ ہے جو معرفہ نہیں ہوتا' کسی صورت میں قید نہیں ہوتا' ہر حالت میں وہ غربت والا لباس پہنتا ہے۔ خوشحالی ہو یا تنگدستی' اس کی حالت پر کبھی کوئی فرق نہیں آتا۔ ایک دن اس کی حالت خوشحالی والی ہوتی ہے تو دوسرے دن تنگدستی والی۔ اس کا ظرف اتنا کشادہ ہوتا ہے کہ وہ ان معاملات کو خاطر میں ہی نہیں لاتا۔ (۲۱۲)

ولایت ہر چیز کا احاطہ کرنے والی ہے' یہ گویا ایک بڑا دائرہ ہے۔ اللہ تعالیٰ جسے چاہتے ہیں نبوت سے سرفراز فرماتے ہیں جو ولایت کے احکام میں سے ہے اور جسے چاہتے ہیں رسالت پہ سرفراز فرماتے ہیں اور یہ بھی ولایت کے احکام میں سے ہے۔ ہر رسول کیلئے ضروری ہے کہ وہ نبی

ہو اور ہر نبی کیلئے ضروری ہے کہ وہ ولی ہو۔ اسی طرح ہر رسول کیلئے بھی ضروری ہے کہ وہ ولی ہو۔ تو رسالت بھی ولایت ہی کا ایک مقام ہے' فرشتوں میں رسالت دنیا اور آخرت دونوں میں ہوتی ہے' مگر انسان میں رسالت صرف دنیا میں ہوتی ہے' آخرت میں نہیں ہوتی۔ جب انسان آخرت میں جنت یا جہنم میں داخل ہو جائیں گے تو شریعت والی نبوت تو ختم ہو جائے گی مگر نبوتِ عامہ چلتی رہے گی۔

اصل میں رسالت احکام خداوندی کا نام ہے' احکام خداوندی کو پہچاننے کا نام ہے۔ رسالت کی حقیقت یہ ہے کہ کوئی شخص متکلم کے کلام کو سامع تک پہنچائے۔ یہ ایک حالت ہے مقام نہیں ہے۔ جب یہ پیغام پہنچ جائے تو رسول کا کام ختم ہو جاتا ہے اور اس کے بعد نئے پیغام کو پہنچانے کیلئے اسے نیا حکم دیا جاتا ہے۔ (۲۱۳)

بخلاف ولایت کے' کہ وہ کبھی بھی ختم نہیں ہوتی۔ وہ زمانہ اور مکان کے ساتھ محدود نہیں ہوتی اور ہر کسی کیلئے عام ہو سکتی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے بھی اپنے لئے نبی اور رسول کا لقب پسند نہیں کیا بلکہ ولی کا لقب پسند کیا اور قرآن پاک میں اسی کا استعمال ہوا ہے۔ چنانچہ ارشادِ خداوندی ہے "اللہ ولی الذین آمنو" اسی طرح ایک اور مقام پر ارشاد ہے' ' ر الولی الحمید' تو یہ لفظ یعنی ولی اب بھی باقی ہے اور دنیا اور آخرت میں یہ لفظ چلتا رہے گا۔" (۲۱۴)

ان کا عقیدہ یہ بھی ہے کہ ولی دو قسم کے علم جانتا ہے۔ شریعت کا علم اور حقیقت کا علم' یعنی ظاہر اور باطن کا علم۔ تنزیل اور تاویل کا علم۔ جبکہ رسول رسول ہونے کے اعتبار سے علم ظاہر' شریعت اور اسی علم سے واقف ہوتا ہے جو اس پر اللہ کی طرف سے نازل کیا جاتا ہے۔ "جب آپ کسی نبی کو دیکھیں کہ وہ شریعت سے ہٹ کر کوئی کلام کر رہا ہے تو وہ اس وقت ولی اور عارف کی حیثیت سے کلام کر رہا ہوتا ہے۔ اس لئے عارف ہونے کی حیثیت سے اس کا مقام زیادہ کامل اور مکمل ہوتا ہے بہ نسبت رسول کے۔" (۲۱۵)

اسی طرح ان کے عقائد میں یہ بھی شامل ہے کہ ولی اور رسول اس فرشتے کے ذریعے علم حاصل کرتے ہیں جو ان پر اللہ کی طرف سے نازل کیا جاتا ہے۔ نبی اور رسول براہِ راست اللہ تعالیٰ

سے علم حاصل نہیں کرتے۔ جبکہ ولی معرفت اور علم وہاں سے حاصل کرتا ہے جہاں سے یہ فرشتے حاصل کرتے ہیں یعنی اللہ تعالیٰ کی ذات سے براہِ راست۔ گویا ''رسول اور نبی جو صاحب شریعت ہو اس کا مرجع بھی ولایت اور علم ہے۔'' (۲۱۶)

ابن عربی انتہائی واضح اور صریح الفاظ میں کہتا ہے جس میں کسی بھی قسم کی تاویل کی گنجائش نہیں ''انبیاء اور رسول، خاتم الرسل کے چراغ سے روشنی حاصل کرتے ہیں اور سارے اولیاء خاتم الاولیاء کے چراغ سے روشنی حاصل کرتے ہیں۔ رسول جو دیکھتے ہیں وہ خاتم الاولیاء کے چراغ سے دیکھتے ہیں، اس لئے کہ رسالت اور نبوت یعنی نبوتِ تشریعی ختم ہو جائیں گی اور ان کا سلسلہ رُک جائے گا۔ جبکہ ولایت کبھی ختم نہیں ہوگی۔ پس جتنے بھی رسول ہیں، ولی ہونے کے اعتبار سے وہ خاتم الاولیاء کے چراغ سے روشنی حاصل کرتے ہیں۔ جب وہ روشنی حاصل کرتے ہیں تو اس کے علاوہ اور اولیاء کیسے حاصل نہیں کرتے؟ اگرچہ خاتم الاولیاء احکام کے اعتبار سے خاتم الرسل کی شریعت کا تابع ہوتا ہے مگر اس کی وجہ سے اس کے مقام پر کوئی فرق نہیں پڑتا اور کسی بھی طرح اس کے مقام میں کمی نہیں آتی۔ اگرچہ ایک اعتبار سے وہ خاتم الرسل سے مرتبے میں کم ہو جاتا ہے تو کسی اور مقام پر خاتم الاولیاء خاتم الرسل سے بلند ہو جاتا ہے۔ سمجھانے کیلئے حضورؐ نے نبوت کی تشبیہ اینٹوں کی بنی دیوار سے دی، کہ وہ دیوار مکمل ہو چکی تھی، اس میں صرف ایک اینٹ رکھنے کی گنجائش تھی، اور وہ اینٹ حضورؐ کی ذاتِ اقدس تھی۔ مگر یہ کہ حضورؐ اس کو دیکھ نہیں رہے تھے، جیسا کہ آپ نے خود کہہ دیا ایک اینٹ کم تھی، جبکہ خاتم الاولیاء کو اس کی رؤیت حاصل ہوتی ہے، وہ معاملے کو اس سے بھی زیادہ باریک بینی سے دیکھتا ہے، اسے دیوار میں دو اینٹوں کی جگہ خالی نظر آتی ہے، یہ اینٹیں سونے اور چاندی کی ہوتی ہیں۔ وہ اُن اینٹوں کو دیکھتا بھی ہے جو اس دیوار میں کم ہیں، ایک اینٹ سونے کی اور ایک اینٹ چاندی کی۔ وہ اپنے آپ کو ان دونوں اینٹوں میں سے ایک کی جگہ پر دیکھ رہا ہوتا ہے۔ ایک اینٹ سے رسالت ختم ہوتی ہے اور دوسری سے ولایت ختم ہوتی ہے۔ ان دو اینٹوں میں سے ایک اینٹ خاتم الرسل اور دوسری اینٹ خاتم الانبیاء ہے۔ اب وہ دیوار مکمل ہو گئی۔ ولی کی جانب سے دو اینٹیں دیکھنے کی وجہ یہ ہوتی ہے کہ وہ خاتم الرسل کی شریعت کا تابع ہوتا ہے، ظاہر کے

اعتبار سے یہ چاندی والی اینٹ ہے۔ چنانچہ ظاہری احکام میں وہ نبی کے تابع ہوتا ہے۔ لیکن وہ اللہ تعالیٰ سے براہِ راست بھی علم حاصل کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ کے علوم سے بھی مستفید ہوتا ہے۔ یہ باطنی علم ہے اور یہی اس سونے والی اینٹ کی جگہ پر ہوتا ہے۔ یہ ولی اس اصل اور بنیاد سے علم حاصل کر لیتا ہے، جس بنیاد سے اللہ پاک کا مقرر کردہ فرشتہ علم حاصل کر کے رسول تک پہنچاتا ہے۔ اگر آپ کو یہ اشارہ سمجھ آ گیا تو سمجھ لیں کہ آپ نے علم نافع کا بہت بڑا حصہ حاصل کر لیا ہے۔ ہر نبی آدم علیہ السلام سے لے کر آخری نبی تک وہ خاتم الانبیا کے چراغ سے نور حاصل کرتا ہے۔ خاتم الانبیا حضورؐ اگرچہ آپ اس دنیا میں سب سے آخر میں تشریف لائے لیکن حقیقی اعتبار سے آپ اس سے پہلے بھی موجود تھے، چنانچہ مشہور حدیث ہے کہ حضورؐ فرماتے ہیں "میں اس وقت بھی نبی تھا جب کہ آدم علیہ السلام پانی اور مٹی کی درمیانی حالت میں تھے۔" اسی طرح خاتم الاولیاء بھی ہیں، وہ اس وقت بھی ولی تھے جب آدم علیہ السلام پانی اور مٹی کے درمیان تھے۔ خاتم الاولیاء کے علاوہ دیگر اولیاء بھی اسی وقت ولی بنے جب انہوں نے خدائی اخلاق حاصل کیے۔ خاتم الرسل کی نسبت خاتم الولایت کے ساتھ ویسے ہی ہے جیسے کہ دیگر انبیا اور رسل کی طرف خاتم الرسل کی طرف ہے۔ اس لئے کہ وہ ولی رسول اور نبی ہوتا ہے، اور خاتم الاولیاء وہ ولی ہوتا ہے جو اصل مقام سے مشاہد و مراتب کو حاصل کرتا ہے۔" (۲۱۷)

مجھے سمجھ نہیں آتی کہ کوئی شخص ابن عربی کے ان یاوہ گوئیوں کا دفاع کیسے کر سکتا ہے؟ کوئی شخص کیسے کہہ سکتا ہے کہ ابن عربی ولی کو نبی پر فوقیت نہیں دیتا حالانکہ اس کی یہ عبارات اور باتیں انتہائی واضح ہیں، وہ خاتم الاولیاء کا ایک عہدہ قائم کرتا ہے اور اسے فیوض و برکات کا منبع اور محور قرار دیتا ہے، انبیاء اور رسل کے فیض کو بھی خاتم الانبیاء کے فیض سے مستنبط قرار دیتا ہے، یہ بھی کہتا ہے کہ انبیاء اور رسل بھی خاتم الاولیاء سے مدد حاصل کرتے ہیں۔ اسی کے گھاٹ سے پانی پیتے ہیں، اسی کے چراغ سے روشنی حاصل کرتے ہیں۔

شیخ الاسلام ابن تیمیہؒ نے بڑی سختی کے ساتھ اپنے رسائل اور کتب میں ابن عربی اور اس کے پیروکاروں کی مذمت کی ہے، اس کے مسلک اور منہج پر سخت رد کیا ہے اور واضح طور پر یہ بیان کیا

کہ اس طرح کے عقائد کفریہ ہیں اور اسلام میں ان کی کوئی گنجائش نہیں ہے۔(۲۱۸)

شیخ الاسلام ابن تیمیہؒ اپنے فتاویٰ میں لکھتے ہیں ''خاتم الاولیاء کا لفظ بے اصل اور فرضی ہے' اس کی کوئی حقیقت نہیں ہے۔ سب سے پہلے محمد بن علی الحکیم الترمذی نے اس لفظ کو استعمال کیا۔ ابن حموی' ابن عربی اور دمشق کے بعض اور گمراہ لوگ اس لفظ کو اپنے لئے استعمال کرتے رہے۔ ان تمام لوگوں کا دعویٰ یہ تھا کہ بعض وجوہ کے اعتبار سے وہ حضورؐ سے بھی افضل ہیں۔ اس طرح کے اور بھی کئی کفر اور بہتان کی باتیں انہوں نے بکی ہیں۔ ان سب باتوں کا مقصد صرف اور صرف خاتم الاولیاء کا مقام حاصل کرنا تھا۔ ان کے ذہن میں یہ بات تھی کہ وہ خاتم الانبیاء تو نہ بن سکے مگر خاتم الاولیاء تو بن سکتے ہیں۔ اسی سوچ اور فکر میں وہ ہمیشہ غلطاں و پیچاں رہے اور اس غیر حقیقی مقصد اور غیر اسلامی مقام کو حاصل کرنے کیلئے ہزلیات پر آمادہ رہے۔ حالانکہ وہ ایک مغالطے کا شکار تھے' خاتم الانبیاء حضورؐ کیلئے یہ لفظ اس لئے استعمال کیا جاتا ہے کہ اس پر بہت سے ادلہ موجود ہیں جبکہ خاتم الاولیاء کیلئے کوئی دلیل اور ثبوت موجود نہیں ہے۔ اس امت کے اولیاء تو حقیقت میں مہاجرین اور انصار میں سے سابقون الاوّلون ہیں اور اس امت میں حضورؐ کے بعد سب سے عظیم شخصیت حضرت ابوبکرؓ، پھر حضرت عمرؓ، پھر حضرت عثمانؓ، پھر حضرت علیؓ ہیں۔ بہترین زمانہ وہ زمانہ ہے جس میں حضورؐ مبعوث ہوئے' پھر اس کے بعد والا زمانہ' پھر اس کے بعد والا زمانہ۔ خاتم الاولیاء حقیقت میں وہ آخری مومن اور متقی آدمی ہوگا جو قیامت سے پہلے آئے گا لیکن وہ خیر الاولیاء تو نہیں ہوگا اس لئے کہ خیر الاولیاء اور افضل الاولیاء حضرت ابوبکر صدیقؓ، پھر حضرت عمرؓ و علی ھذا الترتیب ہیں۔(۲۱۹)

قبل اس کے کہ ہم ابن عربی اور ان جیسے لوگوں کے کچھ اور اقوال نقل کریں' ہم ابن عربی کے ہی چند اشعار کا حوالہ دینا چاہیں گے جس میں ابن عربی اپنے آپ کو خاتم الاولیاء کے مقام پر فائز کرتا ہے اور پھر اس بات کو ثابت کرتا ہے کہ خاتم الاولیاء کا مقام انبیاء اور رسل سے بھی زیادہ ہے' چنانچہ وہ کہتا ہے:

''میں ہی خاتم الاولیاء ہوں اور اس میں کوئی شک نہیں ہے
مسیح اور ہاشمی میرے ہی وارث ہیں

میں ہی ابو بکر العتیق ہوں، میں ہی ہر جسم اور روح کو تشکیل دیتا ہوں
قرآن میں میرا ہی ذکر فصاحت سے آیا ہے
جو شخص وحی صریح کے بارے میں مجھ سے جھگڑا کرتا ہے میں اس کی عقل کو باندھ دیتا ہوں
میرے پاس وہ تقویٰ ہے جو مجھے صحیح خبریں دیتا ہے
نیک اور متقی لوگ بھی اس معاملے میں میرا ساتھ دیتے ہیں
وہ ہر واجب اور مستحب میں میری ہی اتباع کرتے ہیں۔" (۲۲۰)

اس طرح کی اور بھی تشبیہات اور عبارات ہیں جنہیں ہم اس کتاب کے دوسرے حصے میں تفصیل سے بیان کریں گے۔

یہاں ہم حکیم ترمذی کے حوالے سے کچھ باتیں نقل کرنا چاہیں گے۔ ابن عربی نے اپنا فلسفہ حکیم ترمذی سے ہی اخذ کیا۔ گویا حکیم ترمذی فکری اعتبار سے ابن عربی کا استاد ہے۔ حکیم ترمذی بھی اس بات کا قائل ہے کہ نبی علم اور معرفت کی باتیں اللہ کی جانب سے مقرر کردہ فرشتے کے ذریعے حاصل کرتا ہے، لیکن ولی کسی واسطے کے بغیر براہِ راست ذاتِ باری تعالیٰ سے حاصل کرتا ہے۔

حکیم ترمذی سے پوچھا گیا کہ نبوت اور ولایت میں کیا فرق ہے؟ وہ کہتا ہے "نبوت اور ولایت کے درمیان فرق یہ ہے کہ نبوت وہ کلام ہے جو اللہ تعالیٰ سے وحی کے ذریعے جدا ہوتا ہے اور اس کے ساتھ اللہ کی طرف سے روح بھی اس میں شامل ہوتی ہے، وحی ختم ہوتی ہے تو اس کے ساتھ وہ روح بھی ختم ہو جاتی ہے، لیکن ولایت اس سے مختلف معاملہ ہے۔ خدا تعالیٰ کی جانب سے اس کے قلب پر پیغامِ خداوندی نازل ہوتا ہے اور ولی اسے سمجھ لیتا ہے۔ وہ کلام ذاتِ خداوندی سے جدا ہوتا ہے اور اس کے ساتھ سکینت بھی ہوتی ہے، یہ سکینت ولی کے دِل کی سکینت پر نازل ہوتی ہے اور پیغامِ خداوندی و کلامِ خداوندی کو جان اور سمجھ لیتا ہے۔ (۲۲۱)

پھر حکیم ترمذی خاتم الاولیاء کا ذکر کرتے ہوئے کہتا ہے "جب اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کو اس دنیا سے اٹھا لیا تو پوری امت میں چالیس صدیق بنائے گئے جن پر دنیا قائم ہے اور جو حضور کے اہل بیت میں سے ہیں۔ جب بھی ان میں سے کوئی ایک فوت ہوتا ہے، دوسرا اس کی جگہ لے لیتا ہے

یہاں تک کہ جب چالیس کی تعداد پوری ہو جائے گی اور اس دنیا کے خاتمے کا وقت قریب آ جائے گا تو اللہ تعالیٰ ولی کو بھیجیں گے' ایسا ولی جو اللہ کا منتخب اور برگزیدہ ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اسے اپنے قرب سے نوازتے ہیں' اس کے پاس وہ سارے اختیارات ہوتے ہیں جو اولیاء کے پاس ہوتے ہیں۔ اسے اللہ تعالیٰ خاتم الاولیاء کے مقام پر فائز کریں گے۔

وہ قیامت کے دِن تمام اولیاء پر اللہ کی طرف سے حجت ہوگا۔ ختم ولایت کی وجہ سے اسے وہ تمام خصوصیات حاصل ہوں گی جو ختم نبوت کی وجہ سے حضورؐ کو حاصل ہوئیں۔ ان کا کوئی بھی دشمن ان تک نہیں پہنچ پائے گا اور کسی بھی شخص کیلئے ان کی بات ماننے اور ان کی برکات سے اپنا حصہ لینے کے علاوہ کوئی چارہ نہیں ہوگا۔ جب قیامت کے دِن سارے اولیاء ظاہر ہوں گے اور وہ ولایت اور عبودیت کی صداقت کا تقاضا کریں گے تو وہ خاتم الاولیاء کے پاس اس حقیقت کو پائیں گے۔ خاتم الاولیاء ان پر یعنی تمام اولیاء پر اور ان کے علاوہ تمام موحدین پر اللہ کی طرف سے حجت ہوگا۔ قیامت کے دِن وہ ان کا شفیع ہوگا' ان کا سردار ہوگا اور تمام اولیاء کی قیادت کرے گا۔ جس طرح حضورؐ انبیاء کی قیادت کریں گے' اس کیلئے مقامِ شفاعت نصب کیا جائے گا' وہ بھی اللہ تعالیٰ کی ثناء اور حمد بیان کرے گا۔ اور اس طریقے سے بیان کرے گا کہ سارے اولیاء علمی اعتبار سے اس کے فضل اور تفوق کے قائل ہو جائیں گے۔ آخرت کے تمام مقامات میں اس کو ہمیشہ اولیت اور فضیلت حاصل رہے گی۔ ابتدا میں ذِکر میں علم' مشیت' لوحِ محفوظ' یثاق' محشر' اللہ کا پڑوس' خطاب' شفاعت' جنت میں دخول' زیارتِ خداوندی' ہر مقام پر اسے اولیت حاصل ہوگی اور اولیاء میں سے سب سے پہلے اسی کا نام لیا جائے گا۔" (۲۲۲)

کسی شخص نے سوال کیا کہ اس کا مقام کیا ہوگا؟ تو حکیم ترمذی نے بتایا "وہ اولیاء کے اعلیٰ ترین منازل پر فائز ہوگا۔ کوئی بھی اس کی ہمسری نہیں کر سکے گا۔ وہ بادشاہ کے دربار میں وزیروں کی طرح ہوگا اور وہ خزائن سعی سے ہدایا اور تحائف دے گا۔ کسی نے سوال کیا خزائن سعی کیا چیز ہیں؟ حکیم ترمذی نے کہا تین قسم کے خزائن ہیں' ایک کا نام خزائن المنن ہے' یہ اولیاء کیلئے ہیں۔ ایک ہے خزائن السعی' یہ خاتم الاولیاء کا ہے۔ اور ایک ہے خزائن القرب' یہ انبیاء کیلئے ہیں۔ خاتم

الاولیاء خزائن المنن اور خزائن القرب کے درمیان ہے۔ یہ ان دونوں کے درمیان تعلق اور واسطے کا کام کرتا ہے۔ انبیاء کے مقام اور ان کے مراتب اس کے سامنے ہوتے ہیں اور یہ ان کے ہدایا اور عطایا سے بھی محظوظ ہوتا رہتا ہے۔" (۲۲۳)

حکیم ترمذی یہ بھی کہتا ہے" اولیاء میں سے ایک شخص ایسا ہوتا ہے جو سب سے بلند مقام اور مرتبے کا حامل ہوتا ہے۔ اس کی ہر حرکت اور عمل قبضہ خداوندی میں ہوتی ہے۔ وہ خدا کے حکم اور اس کی مرضی سے ہی چلتا پھرتا ہے، بولتا ہے، سنتا ہے، دیکھتا ہے، ہاتھ پاؤں ہلاتا ہے، حرکت کرتا ہے۔ زمین پر اس کا شہرہ ہوتا ہے اور اللہ تعالیٰ اسے اپنی مخلوق کا امام بناتے ہیں۔ اولیاء کا جھنڈا اس کے ہاتھ میں ہوتا ہے۔ اہلِ ارض کو امان اس کی وجہ سے حاصل ہوتی ہے اور اہل سماں کی نگاہ اس پر ٹکی رہتی ہے۔ وہ جنت کا پھول ہوتا ہے، خدا کا خاص ہوتا ہے اور اس کے راز و اسرار کا واقف ہوتا ہے۔ وہ زمین پر خدا کی لاٹھی ہے کہ اس کے ذریعے خدا اپنی مخلوق کی تربیت کرتا ہے۔ وہ اپنے دیدار کے ذریعے مردہ دِلوں کو زندہ کرتا ہے، مخلوق اس کے راستے پر چلتی ہے اور اپنے حقوق کو پہنچانتی ہے۔ وہ ہدایت کی کنجی اور زمین پر چراغ کی مانند ہوتا ہے۔ وہ اولیاء کے صحیفے کا امین اور ان کا قائد ہوتا ہے۔ قیامت کے دِن حضورؐ کے سامنے وہ اپنے رب کی تعریف کرے گا۔ اللہ تعالیٰ اس کے دِل کے ذریعے معاملاتِ دنیا کو چلاتے ہیں۔ خدا نے اسے اپنی حکمت سے نوازا اور اپنی توحید کے ذریعے اس کی رہنمائی کی۔ اسے نفسانی خواہشات کے اتباع اور گمراہیوں سے پاک کیا۔ اسے صحیفۃ الاولیاء کا امین بنایا اور ہر ولی کے مقام کی پہچان کرائی۔ اس نے ان اولیاء کو ان کے منازل بارے آگاہی دی۔ یہ نیک لوگوں کا سربراہ، بیماریوں کی شفا اور طبیبوں کا امام ہے۔ اس کا کلام دِلوں کو گویا قید کر لیتا ہے اور اس کے دیدار سے نفوس کو شفا ملتی ہے۔ اس کی آمد خواہش نفسانی کا خاتمہ ہے اور اس کا قرب گندگیوں سے پاکی کا ذریعہ ہے۔ یہ وہ بہار ہے جس کا نور ہمیشہ اپنے جوبن پر رہتا ہے۔ وہ غار ہے جس کی طرف ہر بھولا بھٹکا پناہ لیتا ہے۔ یہ وہ کان ہے کہ ہر کوئی اپنا حصہ لینے اس کی طرف آتا ہے۔ یہ حق اور باطل کے درمیان حدِ فاصل ہے۔ یہی صدیق ہے یہی فاروق ہے۔ یہی ولی عارف اور محدث ہے۔ اللہ کی زمین پر یہ ایک وقت میں ایک ہی ہوتا ہے۔ (۲۲۴)

متاخرین صوفیا اس سے بھی زیادہ وضاحت کے ساتھ اس بارے گفتگو کرتے ہیں۔ چنانچہ داؤد قیصری کہتا ہے ''نبوت ایک بڑے اور مکمل دائرے پر مشتمل ہے۔ اس دائرے کے اندر بہت سے اور دائرے بھی ہیں جو اس سے مختلف اور محیط کے اعتبار سے بھی فرق کے ساتھ ہیں۔ یہ بات واضح ہے کہ ظاہر' باطن کے ذریعے ہی تائید' قوت' قدرت' تصرف اور علوم حاصل کرتا ہے۔ ظاہر' باطن کے بغیر کچھ بھی نہیں اور بذات خود وہ کوئی مقام بھی حاصل نہیں کرسکتا۔ باطن مقامِ ولایت ہے۔ اور ولایت کا لفظ ولی سے ماخوذ ہے جس کا معنی قریب ہونا ہے۔ ولی کا لفظ حبیب اور دوست کے معنے میں بھی استعمال ہوتا ہے۔ تو ظاہر نبوت ہے اور باطن ولایت ہے۔ نبوت کا باطن ولایت ہے اور یہ ولایت بھی عام اور خاص دو قسموں پر ہے' ولایت عامہ تو ہر اس شخص کو حاصل ہے جو اللہ تعالیٰ پر ایمان لائے اور نیک اعمال کرے۔ ولایت عامہ میں عام لوگ شامل ہیں اور ان کے مراتب بھی مختلف ہیں۔ ان کے بارے میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں ''الله ولی الذین امنو۔'' اللہ ایمان والوں کا ولی ہے۔ دوسری قسم ولایتِ خاصہ کی ہے جس میں صرف سالکین' واصلین شامل ہوتے ہیں۔ ولی وہ فانی چیز ہے جسے ہمیشہ بقا رہے گا۔ اگرچہ فنا اس کو لازم ہے کیونکہ فنا کے ذریعے ہی انسان حق تعالیٰ سے علیحدہ ہوتا ہے اور فنا ہی انسان اور اللہ تعالیٰ کے درمیان فرق ہے۔ لیکن چونکہ یہ حق تعالیٰ کے ساتھ قریب اور ملحق ہوتا ہے اس لئے اسے بقا بھی حاصل ہوتا ہے۔ اس لئے وہ خدا تعالیٰ کے انتہائی قریب ہوتا ہے اور اسے یہ قرب ہمیشہ حاصل رہتا ہے۔ گویا یہ بہت سے دائرے ہیں' اولیاء کا دائرہ نبوت کے دائرے سے بڑا اور مکمل ہے اس لئے نبوت تو ختم ہوگئی مگر ولایت ابھی بھی باقی ہے۔ ولی اللہ تعالیٰ کے ناموں میں سے ایک نام ہے' نبی نہیں ہے۔ جب ولایت اپنے دائرہ کار اور احاطہ کے اعتبار سے نبوت سے بڑی ہوگئی تو یہ انبیاء اور اولیاء دونوں کو شامل ہے۔ انبیاء وہ اولیاء ہیں جو حق پر فنا ہوگئے' حق کو لے کر چلے' جنہوں نے غیب اور اسرار کی باتوں کی خبر دی۔ اس لئے ولایت کے کمال کی کوئی انتہا نہیں ہے اور اولیاء کے مراتب بھی لامتناہی ہیں۔'' اس طرح کی اور بھی باتیں ہیں جنہیں یہ نام نہاد صوفی ذِکر کرتے رہتے ہیں۔ (۲۲۵)

ابن عربی کا ایک اور شیعہ شاگرد بھی اسی طرح کی بات کرتا ہے جس طرح داؤد قیصری نے کی'

چنانچہ وہ کہتا ہے ''درحقیقت ولایت باطن نبوت ہے۔ نبی، رسول اور ولی کے درمیان فرق یہ ہے کہ نبی اور رسول کو مخلوق کے ظاہر میں شریعت کے لحاظ سے تصرف کا اختیار ہے جبکہ ولی کو ان کے باطن اور حقیقت میں تصرف کا اختیار ہے۔ اسی لئے کہا جاتا ہے کہ نبوت تو منقطع ہوگئی، لیکن ولایت کبھی بھی منقطع نہیں ہوگی۔'' (۲۲۶)

عزیزالدین بن محمد النسفی المتوفی 671ھ اپنی کتاب ''زبدۃ الحقائق'' میں لکھتا ہے ''صوفیوں کے ایک گروہ کا خیال ہے کہ ولایت نبوت سے افضل ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ نبوت کا باطن ولایت ہے اور ولایت کا باطن علم خداوندی ہے۔'' (۲۲۷)

اسی طرح النسفی اپنی ایک اور کتاب ''الانسان الکامل'' (۲۲۸) میں بھی اس طرح کی باتیں لکھتا ہے۔ النسفی کی ایک اور کتاب ہے ''کشف الحقائق'' اس میں وہ کہتا ہے ''اے عارف جان لو کہ عارفین تین قسم کے ہوتے ہیں، حکماء، انبیاء اور اولیاء۔ حکیم وہ ہوتا ہے جسے چیزوں کی طبیعت اور ان کے مزاج کا علم ہو۔ نبی وہ ہوتا ہے جسے چیزوں کی طبیعت کے ساتھ ساتھ اس کے ساتھ ساتھ خواص کا بھی علم ہو۔ ولی وہ ہوتا ہے جسے اشیاء کی طبیعت اور خواص کے ساتھ ساتھ حقائق کا بھی علم ہو۔ اس سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ دنیا میں کوئی بھی شخص ایسا نہیں ہے جس کا علم اور قدرت ولی کے برابر ہو۔ اس لئے کہ تجلیاتِ خداوندی دو قسم پر ہیں، تجلی عام اور تجلی خاص۔ تجلی عام تو موجودات میں پائی جاتی ہے اور تجلی خاص سے مراد ولی ہے۔ یہ ولایت خدا کا وصف ہے جس کے بارے میں خدا خود اپنی کتاب میں کہتا ہے ''اللہ ہی ولی ہے، وہی مردوں کو زندہ کرتا ہے، وہی ہر چیز پر قادر ہے اور اس کا علم ہر چیز پر محیط ہے۔'' (۲۲۹)

ایک اور مقام پر اپنی کتاب میں لکھتا ہے ''معرفت کی تین اقسام ہوتی ہیں، پہلی قسم کسی چیز کی طبیعت کی معرفت، یہ حکماء کا مرتبہ ہے۔ دوسرا کسی چیز کی خاصیت کی معرفت، یہ انبیاء کا رتبہ ہے۔ تیسرا کسی چیز کی حقیقت کی معرفت، یہ اولیاء کا مرتبہ ہے۔ اور جان لو کہ اہل وحدت نے نبی کو حکیم پر فضیلت دی ہے اور ولی کو نبی پر فضیلت دی ہے۔ ہر نبی حکیم ہوتا ہے اور ہر ولی نبی ہوتا ہے۔ لیکن ہر نبی ولی نہیں ہوتا۔'' (۲۳۰)

اسی طرح ایک اور مشہور صوفی سعد الدین حموی اپنی مثنوی میں کہتا ہے "ولایت کی واؤ نبوت کی نون کی نسبت اللہ تعالیٰ سے زیادہ قریب ہے۔ اسی قربت کی وجہ سے ولایت نبوت سے افضل ہے۔ پھر وہ یہ اشعار نقل کرتا ہے جن کا ترجمہ یہ ہے:

"کلمہ ولایت کا پہلا حرف واؤ ہے اور واؤ کا درمیانی حرف الف ہے

اے مرید تو اس نقطے کو سمجھ لے

نبوت کا حرفِ اوّل نون ہے اور نون کے درمیان میں حرفِ واؤ آتا ہے

تو یہ بات ثابت ہوئی کہ نبی کا قلب اور ولی کی روح اللہ تعالیٰ کی ذات ہوتی ہے۔" (۲۳۱)

تو یہ صوفیوں کے عقائد ہیں جو وہ اولیاء اور ولایت کے بارے میں رکھتے ہیں۔ یہ ہو بہو شیعوں والے عقائد ہیں جنہیں ہم نے پہلے بیان کیا۔ شیعہ بھی ولی کو نبی پر ترجیح دیتے ہیں۔ اگرچہ بعض مقامات پر وہ تقیہ سے کام لیتے ہیں چھپاتے بھی ہیں مگر ان کی کتبِ اصول میں اس طرح کے اقوال ملتے ہیں جس کے مطابق ولی رسول سے بلند ہوتا ہے اور اس کا مرتبہ اللہ تعالیٰ سے کچھ ہی کم ہوتا ہے، بلکہ بعض دفعہ تو وہ اس کے اور اللہ تعالیٰ کے درمیان فرق کو بھی ختم کر دیتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ولی ذاتِ خداوندی اور عینِ خداوندی ہے، چاہے یہ ولی اس ذات کے ساتھ مل جائے، یا وہ ذات ولی کے ساتھ متحد ہو جائے۔ اسی لئے شیعہ اپنی کتابوں میں ایک جملہ نقل کرتے ہیں جو انتہائی قابل غور ہے "اگر ولی کی حقیقت سب کو پتہ لگ جائے تو وہ خدا کی طرح اس کی بھی عبادت کرنے لگیں۔" (۲۳۲)

نبوت کا اجراء

اسی مناسبت سے ہم صوفیوں کے چند اور غلط اور گمراہ عقائد کا ذکر کرنا چاہیں گے' انہوں نے یہ عقائد شیعوں کے بعض فرقوں سے لئے ہیں۔ شیعوں کا فرقہ خطابیہ' خرمیہ اور منصوریہ وغیرہ اس طرح کے عقائد کے قائل ہیں کہ اللہ پاک کی طرف سے رسالت کا سلسلہ منقطع نہیں ہوتا' نبوت جاری ہے اور ایک کے بعد ایک نبی آتا رہتا ہے۔(۲۳۳)

بنیادی طور پر شیعوں نے اپنے دیگر عقائد کی طرح یہ عقیدہ بھی یہودیوں سے لیا۔ یہودی مذہبی کتب کے حوالے سے یہ کہتے ہیں کہ نبی صادق ایک ہوتا ہے اور وہ بار بار آتا رہتا ہے۔(۲۳۴) دراصل یہودیوں نے شیعوں کے اندر اس خیال اور تصور کو شامل کیا تا کہ اسلام کی بیخ کنی کی جا سکے' اس کے مضبوط قلعوں میں شگاف ڈالا جائے اور تا کہ ہمیشہ کیلئے دجالوں اور کذابوں کا راستہ کھل جائے' انہیں اپنی نبوت کی ترویج اور جھوٹے دعوؤں کو ثابت کرنے کا موقع مل سکے' تا کہ وہ مسلمانوں کو اسلام کے محفوظ قلعے سے نکال کر کفر اور ارتداد کے گمراہ جنگلوں میں ڈال دے۔ تا کہ وہ مسلمانوں کو صادق' المصدوق اور الامینؐ کی پاک صاف شریعت سے دُور کر سکے۔ تا کہ وہ فتنے فسادات کو پھیلا سکیں۔ مسلمانوں کی جمعیت اور اتحاد کو پارہ پارہ کر سکیں' مسلمانوں میں اختلاف کے بیج بو سکیں اور مسلمانوں کے شان و شوکت کا خاتمہ کر سکیں۔ تا کہ وہ نور کے اس سیل رواں کا راستہ روک سکیں اور اس کے راستے میں کانٹے اور کیلیں بچھا سکیں۔ یہ عقائد بالکل اللہ تعالیٰ کے احکام سے معارض اور مخالف ہیں۔ احادیث نبویہ بھی اس بات پر دلالت کرتی ہیں کہ جن بیہودہ عقائد کے قائل یہ صوفی ہیں' ان کی کوئی حقیقت نہیں۔ ختم نبوت کے بارے میں قرآن پاک میں واضح آیات موجود ہیں' اللہ پاک نے ارشاد فرمایا "ماکان محمد ابا احد من رجالکم ولکن رسول اللہ و خاتم النبیین" (۲۳۵)

ایک اور مقام پر ارشاد فرمایا: "الیوم اکملت لکم دینکم و اتممت علیکم نعمتی ورضیت لکم الاسلام دینا" (۲۳۶)

اسی طرح ایک اور مقام پر فرمایا "وما ارسلناك الا كافة للناس بشيرا و نذيرا و لكن اكثر الناس لا يعلمون" (۲۳۷)

ایک اور مقام پر فرمایا "قل یاایها الناس انی رسول الله الیکم جمیعا" (۲۳۸)

احادیث میں بھی اس کا ذکر واضح طور پر ملتا ہے۔ حضورؐ نے ارشاد فرمایا "میں خاتم النبین ہوں، میرے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا۔" (۲۳۹)

اسی طرح حضورؐ نے فرمایا "میں آخری نبی ہوں اور میری مسجد آخری مسجد ہے۔" (۲۴۰)

ایک اور مقام پر فرمایا "میری اور مجھ سے پہلے انبیاء کی مثال ایسی ہے جیسے ایک محل ہو کہ اس کی تعمیر بڑی خوبصورت ہے مگر اس میں ایک اینٹ کی جگہ خالی ہے۔ دیکھنے والے اس کے حُسن اور خوبصورتی کو بہت پسند کرتے ہیں مگر انہیں اس اینٹ کی خالی جگہ حیرانگی میں ڈال دیتی ہے، میں نے اینٹ کی اس خالی جگہ کو پر کر دیا۔ اب وہ عمارت میرے ذریعے مکمل ہو گئی اور میرے ذریعے ہی رسالت بھی ختم ہو گئی۔" (۲۴۱)

اس طرح کی بہت سی احادیث اور بھی ہیں جو اس معنی پر دلالت کرتی ہیں، لیکن صوفی اس کے برعکس کلام اللہ اور کلام نبوی سے اعراض کرتے ہوئے اسلام کے مشہور اور معروف راستے سے ہٹ کر ایک نیا نقطہ نظر پیش کرتے ہیں۔ چنانچہ ان کے شیخ اکبر ابن عربی کہتے ہیں "نبوت ام الکتاب میں جمع ہے۔ ام الکتاب کی کنجی بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ہے۔ نبوت مخلوق کے درمیان قیامت تک جاری رہے گی۔ اگرچہ شریعت ختم ہو چکی ہے۔ شریعت تو نبوت کے اجزا میں سے ایک جزو ہے۔ اس دنیا سے خدا کی اخبار تو منقطع نہیں ہو سکتی، اگر خدا کے اخبار ہی منقطع ہو جائیں تو انسان کی روحانی غذا ختم ہو جائے اور اس کی بقا اور وجود مشکل ہو جائے۔ اسی کے بارے میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں "آپ کہہ دیجئے کہ اگر یہ سمندر بھی خداوند کی تعریف لکھنے کیلئے سیاہی بنائے جائیں تو یہ سمندر ختم ہو جائیں گے اور ان جیسے اور سمندر بھی ختم ہو جائیں گے مگر کلماتِ ربیہ ختم نہیں ہوں

گے۔'' اسی طرح ''اگر زمین کے سارے درختوں کو قلم بنالیا جائے اور سمندر سیاہی' تو خدا کے کلمات اور تعریفات ختم نہیں ہوں گے۔'' ہمیں خدا تعالیٰ نے یہ بھی بتایا کہ اللہ تعالیٰ جب کسی چیز کو معرضِ وجود میں لانا چاہتے ہیں تو اس کیلئے فقط کلمہ کُن فرماتے ہیں' تو یہ کلمات منقطع نہیں ہوتے' اب بھی جاری ہیں۔ تمام موجودات کیلئے خدا کا کلمہ کُن ہی چلتا ہے۔ یہ تو نبوت کا صرف ایک حصہ ہے جو ختم نہیں ہوتا' صرف ایک حصہ ابھی تک ختم نہ ہوا تو باقی اجزا کے بارے میں آپ کا کیا خیال ہے؟'' (۲۴۲)

ان ہفوات کو ابن عربی اپنی کتاب الفتوحات المکیہ میں نقل کرتا ہے۔

اس فتوحات کے بارے میں صوفی ہمیشہ رطب اللسان رہتے ہیں' بعض صوفیوں نے اشعار کے ذریعے اس کتاب کی جو تعریف نقل کی ہے وہ کچھ یوں ہے:

میرے شیخ کی فتوحات ایسے عجیب کلام پر مشتمل ہے
جنہیں نفیس علوم نے لباس کے طور پر ڈھانپا ہوا ہے
اس لئے تعجب کی کوئی بات نہیں
ان علوم کے حوالے سے ہماری اشتہا بڑھتی ہی جاتی ہے
اس کے حصول کیلئے ہماری کوششیں جاری رہتی ہیں
خدا شیخِ اکبر کا بھلا کرے
آج بھی مجالس اس کے سانسوں کے سہارے زندہ ہیں۔''

ان عقائد کی وجہ سے گمراہی کی بنیاد پڑی اور نبوت کے جھوٹے دعویداروں نے بھی انہی چراگاہوں میں منہ مارا' مثلاً غلام احمد قادیانی' کذاب' دجال' وہ بھی ابن عربی کے اسی کلام سے استشہاد کرتا ہے۔ (۲۴۳) اس کے علاوہ جو دجال اور کذاب ہیں' وہ بھی اسی طرح کی تاویلات پیش کرتے رہتے ہیں' حالانکہ حضورؐ نے واضح طور پر ان کے بارے میں فرما دیا ہے ''قیامت اس وقت تک قائم نہیں ہوگی جب تک تیس دجال دنیا میں نہ آئیں' ان میں سے ہر ایک یہ دعویٰ کرے گا کہ وہ اللہ کا رسول ہے' حالانکہ میں خاتم النبیین ہوں' میرے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا۔'' (۲۴۴)

ابن عربی اس کے برعکس کچھ اور کہتا ہے۔ مذکورہ بالا کتاب فتوحات میں ہی وہ لکھتا ہے ''اس باب میں بہت سی ایسی باتیں بھی شامل ہیں جنہیں اللہ کے بہت مقرب بندے ہی سمجھ سکتے ہیں۔ وہ مقرب بندے جو اپنے زمانے میں گویا انبیاء کی طرح ہیں۔ نبوت کے زمانے میں انبیاء جس مقام پر فائز تھے اب یہ اس مقام پر فائز ہیں اور یہ نبوتِ عامہ ہے۔ وہ نبوت جو حضورؐ کے وجود کے ساتھ ختم ہوگئی تھی، وہ شریعت والی نبوت تھی۔ حضورؐ کی شریعت کو اب کوئی اور شریعت نسخ نہیں کرسکتی، اور اس شریعت میں کمی بیشی کی بھی کوئی گنجائش نہیں ہے۔ یہی مطلب حضورؐ کی اس حدیث کا ہے کہ رسالت اور نبوت ختم ہوگئی، اب میرے بعد نہ کوئی رسول آئے گا اور نہ ہی کوئی نبی آئے گا، یعنی اب کوئی بھی ایسا نبی نہیں آئے گا جو میری لائی ہوئی شریعت کا مخالف ہو، بلکہ وہ میری شریعت کے تحت ہی ہوگا۔ یہ وہ نبوت ہے جس کو ختم کردیا گیا ہے، عام نبوت اس میں شامل نہیں ہے، وہ ابھی بھی باقی ہے۔'' (۲۴۵)

آپ ذرا غور کریں کہ دجال اور نبوت کے جھوٹے دعویدار بھی تو یہی بات کہتے ہیں، وہ بھی درحقیقت اس طرح کے بیہودہ خیالات اور ہفوات سے ہی استفادہ کرتے ہیں۔ وہ اس طرح کے گمراہ صوفیوں کے دسترخوان پر بیٹھ کر وہاں کے نام نہاد معارف اور علوم حاصل کرتے ہیں اور اس گمراہ شیخِ اکبر کی مثالیں ہی دیتے ہیں۔ ابن عربی حکیم ترمذی کے ایک سوال کا جواب دیتے ہوئے کہتا ہے، پوچھا گیا کہ انبیاء اور اولیاء کا مقام کیا ہے؟ تو اس نے جواب دیا ''اگر کوئی یہ پوچھے کہ اولیاء میں انبیاء کا مقام کیا ہے؟ یعنی اولیاء کا مقام کیا ہے؟ تو یہ وہ نبوت ہے جس کے بارے میں ہم پہلے بھی کہہ چکے ہیں کہ وہ منقطع نہیں ہوئی، یہ شریعت والی نبوت نہیں ہے۔ اسی طرح اگر سوال رسولوں کے بارے میں ہو، جو انبیاء میں سے ہی ہوتے ہیں، تو ہم اس کے جواب میں کہیں گے کہ انبیاء اولیاء ہی ہیں، حضرت خداوندی کے ہاں ان کا ایک علیحدہ اور جدا مقام ہے۔ یہ نبوتِ ولایت کا مقام ہے، نبوتِ شریعت کا مقام نہیں۔ رسل جو کہ انبیاء بھی ہیں، ان کی کچھ خاص مقامات اور خصوصیات ہیں مثلاً حضورؐ کے حوالے سے بھی اللہ تعالیٰ نے کچھ چیزیں مختص کیں، جو عورت اپنے آپ کو بطور ہبہ حضورؐ کیلئے پیش کردے، تو اس کے بارے میں قرآن کا فرمان ہے کہ اب یہ عورت آپ کیلئے حلال ہے، لیکن

دیگر مسلمان اس میں شامل نہیں ہیں۔ بعض رسول ایسے ہیں جنہیں اپنی امت پر کسی اعتبار سے خصوصیت اور فضیلت حاصل ہے' بعض ایسے ہیں جنہیں اپنی امت پر کوئی خصوصیت اور فضیلت حاصل نہیں ہے۔ اسی طرح اولیاء ہیں' ان میں سے کچھ انبیاء ہیں' یعنی انہیں خاصۃً اس علم سے نوازا گیا جو نبی کے علاوہ کسی کو حاصل نہیں ہوتا۔ یہ علم علمِ الٰہی ہے' ان کو حکم اللہ کی طرف سے ہوتا ہے اور فرشتوں جیسا مقام انہیں ملتا ہے۔ اس لئے اللہ تعالیٰ نے نبی شریعہ یعنی حضرت موسیٰ علیہ السلام کو فرمایا "مالم تحط به خبراً" وہ چیزیں جس کا احاطہ تمہارا علم نہیں کرسکتا۔ حالانکہ وہ کلیم اللہ تھے مگر حضرت خضر نے کشتی کو ڈبویا' غلام کو قتل کیا' دیوار گرادی اور یہ سب کچھ حکم خداوندی کے مطابق تھا۔ اب ایک بندے کے ذریعے وہ خدائی احکامات صادر ہو رہے تھے جو عام صورتوں میں فرشتوں کے ذریعے ظاہر ہوتے ہیں۔ جس طرح خدا نے حضرت خضر علیہ السلام کے ہاتھوں کشتی کو تباہ کیا' غلام کو قتل کروایا' دیوار گرادی' یہ ایسا ہی ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ جبریل علیہ السلام یا کسی اور فرشتے کو حکم دیں اور وہ حکمِ خداوندی کے مطابق کسی شہر یا آبادی کو زمین میں دھنسا دیں۔" (۲۴۶)

فرغانی بھی ابن عربی کی طرح کہتا ہے "ولایت امورِ حقہ کے ذریعے مخلوق کے معاملات میں تصرف کا نام ہے۔ حقیقت میں ولایت باطنِ نبوت ہے۔ نبوت تو ظاہری خبر کے اطلاع کا نام ہے اور اس کا باطن یہ ہے کہ نفوس کو ان احکام پر عمل کرنے کیلئے تیار کرنا۔ نبوت انبیاء یعنی خبریت کے اعتبار سے ختم ہو چکی ہے، کہ محمدؐ کے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا۔ مگر نبوت اپنے باطن یعنی ولایت اور تصرف کے اعتبار سے دائم ہے۔" (۲۴۷)

ولایت کے اعتبار سے صوفیوں کے یہ عقیدے ہیں جو سراسر اسلامی تعلیمات کے منافی اور مخالف ہیں۔ (۲۴۸) جو اسلامی قوانین اور بنیادوں سے متعارض ہیں۔ سراسر کفر ہیں' ارتداد کو شامل ہیں۔ یہ سارے خیالات شیعوں اور یہودیوں سے لئے گئے ہیں۔ یہ بھی بات واضح ہے کہ صوفی ولی کو صرف نبوت اور ولایت کے مقام پر نہیں پہنچاتے بلکہ شیعوں کی طرح وہ ولی کو نبوت کے تمام اوصاف سے بھی متصف قرار دیتے ہیں۔ جس طرح شیعہ اپنے اماموں کیلئے نبوت والے اوصاف بیان کرتے ہیں' اسی طرح صوفی بھی ان سارے اوصاف کو بیان کرتے ہیں' ان اوصاف

میں سے ایک مشہور وصف عصمت یعنی معصوم ہونا ہے۔

باب

عصمتِ اولیاء

انبیاء اور رسولوں کیلئے تو عصمت ضروری ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے احکام پہنچانے میں کسی غلطی کا شکار نہیں ہوتے۔ ان سے اللہ رب العزت کے اوامر ونواہی کی تکمیل میں خطا اور غلطی کا صدور نہیں ہوتا' وہ اس طرح کی غلطیوں سے معصوم یعنی پاک ہوتے ہیں۔ وہ اللہ کے احکام کو مخلوق تک صحیح اور مکمل پہنچاتے ہیں۔ ان پر فرشتوں کا نزول ہوتا ہے' ان کی کہی ہوئی بات وحی ہوتی ہے۔ وہ کبھی بھی ہوی اور خواہشاتِ نفسانیہ کے تابع نہیں ہوتے' اس لئے نبی کی ہر بات اور امر کا اتباع ضروری ہے کیونکہ وہ خطا اور غلطیوں سے پاک ہیں۔ اگر ان سے غلطی یا خطا کا احتمال ہوتا تو کبھی بھی شریعت اور نبوت کا سلسلہ قائم نہ ہوتا۔ غلطی اور خطا کی وجہ سے نبوت اور شریعت کا سارا ڈھانچہ ہی مشکوک ہو جاتا۔

شیعہ اپنے اماموں کیلئے انبیاء کی طرح معصومیت ثابت کرتے ہیں' انہوں نے امام کیلئے ایک اور مقام یعنی معصومیت کا مقام تخلیق کیا۔ چنانچہ وہ کہتے ہیں ''امام کیلئے ضروری ہے کہ وہ معصوم ہو۔'' (۲۴۹)

ابن بابویہ القمی جو شیعہ کے ہاں صدوق کے نام سے مشہور ہے' وہ کہتا ہے ''انبیاء' رسل' ائمہ اور ملائکہ علیہ السلام کے بارے میں ہمارا عقیدہ یہ ہے کہ وہ معصوم اور ہر گندگی سے پاک ہوتے ہیں' وہ کبھی بھی گناہِ صغیرہ یا کبیرہ کا ارتکاب نہیں کرتے۔ حکمِ خداوندی کی نافرمانی نہیں کرتے' جو حکم دیا جائے اس پر عمل کرتے ہیں۔ پس جو شخص ان کی عصمت کو' ان کے معصوم ہونے کو تسلیم نہ کرے، گویا وہ ان کے مقام اور مرتبے سے واقف نہیں ہے۔ جو ان کے مقام اور مرتبہ سے واقف نہیں ہے وہ کافر ہے۔ اس لئے ہمارا عقیدہ یہ ہے کہ وہ معصوم ہیں اور کمال' تمام اور علم کی صفات سے ابتدا

سے آخر تک متصف ہیں' ان صفات میں ان سے کبھی کی کوتاہی نہیں ہوسکتی۔'' (۲۵۰)

مشہور شیعہ محدث ملا باقر مجلسی کہتا ہے'' امام کیلئے دوسری شرط یہ ہے کہ وہ معصوم ہو۔ امامیہ کا اس امر پر اجماع ہے کہ امام بھی نبیؐ کی طرح ابتدائے زندگی سے لے کر آخر تک تمام گناہوں' صغیرہ وکبیرہ سے پاک ہوتا ہے اور اس بارے بہت سی احادیث بھی وارد ہیں۔'' (۲۵۱)

یہ لکھنے کے بعد ملا باقر مجلسی نے بہت سی جھوٹی حدیثیں نقل کیں جن کی نسبت حضرت علیؓ اور ان کی اولاد کی طرف کی' مثلاً ایک حدیث وہ ہے جسے ابن بابویہ القمی حضرت عبداللہ بن عباسؓ کے حوالے سے نقل کرتا ہے کہ انہوں نے کہا'' میں نے حضور کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ میں' علی' حسن اور حسین اور حسین کی اولاد میں سے نو افراد پاک اور معصوم ہیں۔'' (۲۵۲)

مفید نے اپنی کتاب الامالی میں جعفر بن محمد کے حوالے سے نقل کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ہماری ولایت کو فرض قرار دیا ہے' ہمارے ساتھ محبت کو واجب قرار دیا ہے' اللہ کی قسم ہم کوئی بات بھی اپنی طرف سے نہیں کہتے' ہم کوئی عمل اپنی مرضی سے نہیں کرتے' ہم وہی کہتے ہیں جو ہمیں ہمارا رب کہے۔'' (۲۵۳)

ابن بابویہ اپنی کتاب ''الخصال'' میں آیت ''لاینال عهدی الظالمین'' کی تفسیر کرتے ہوئے لکھتا ہے'' اس سے ثابت یہ ہوا کہ امام معصوم ہی ہوتا ہے اور یہ بات' ہمیں قرآن پاک کی آیت کے ذریعے معلوم ہوتی ہے۔'' (۲۵۴)

اسی طرح مختلف صوفی بھی اپنے اولیاء اور اکابر کے بارے میں یہی عقیدہ رکھتے ہیں۔

موقعہ کی مناسبت سے ہم شیخ الاسلام ابن تیمیہ کا ایک قول نقل کرنا چاہیں گے جو انہوں نے شیعہ کے بارے میں کہا ہے'' رافضی شیعہ ہر معاملے میں غلو کرتے ہیں' ان میں سے بعض ایسے ہیں جنہوں نے حضرت علی کے بارے میں خدائی کا دعویٰ کیا' یہ لوگ عیسائیوں سے بھی بدتر ہیں' کچھ ایسے ہیں جنہوں نے حضرت علی کیلئے نبوت کا دعویٰ کیا۔ ظاہر بات ہے کہ جو شخص حضورؐ کے بعد نبوت کو ثابت کرنے کی کوشش کرے تو وہ گویا مسیلمہ کذاب اور اس طرح کے اور جھوٹے لوگوں کا ساتھی ہے۔ حضرت علی جلیل القدر صحابی ہیں اور شیعوں کی ان افتراء پردازی اور جھوٹ سے بری

ہیں۔اس کے مقابلے میں بعض لوگ ایسے ہیں جنہوں نے اپنے لئے نبوت کو ثابت کیا مثلاً مسیلمہ کذاب وغیرہ۔

امامی شیعہ حضرت علیؓ کی امامت کو ثابت کرتے ہیں اور اس کے لیے کئی اقوال اور نصوص کا ذِکر کرتے ہیں، کہتے ہیں کہ وہ معصوم تھے، ان کی اولاد بھی معصوم ہے، لوگوں نے ان پر ظلم کیا، ان کا حق غصب کیا، حالانکہ ان باتوں کا حقیقت سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ عصمت کا دعویٰ دراصل شرکت فی النبوت ہے۔ معصوم کہہ کر وہ امام کو بھی نبی کے برابر لاتے ہیں، اس لئے کہ معصوم کا اتباع ہر بات میں واجب ہوتا ہے اور اس کی مخالفت جائز نہیں ہوتی۔ یہ انبیائے کرام علیہ السلام کا خاصہ ہے اور قرآن پاک نے ہمیں بھی اسی کا حکم دیا۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں "قولوا آمنا بالله وما انزل الينا وما انزل الى ابراهيم و اسمعيل واسحق ويعقوب والاسباط وما اوتى موسى و عيسى وما اوتى النبيون من ربهم لانفرق بين احد منهم و نحن له مسلمون"

ہمیں یہ حکم دیا گیا ہے کہ ہم یہ کہیں کہ نبیوں کو جو کچھ دیا گیا، ہم اس پر ایمان لاتے ہیں، چنانچہ اللہ پاک کا ارشاد ہے "آمن الرسول بما انزل اليه من ربه والمومنون كل آمن بالله وملائكته و كتبه ورسله لا نفرق بين احد من رسله وقالوا سمعنا واطعنا غفرانك ربنا و اليك المصير" ایک اور مقام پر فرمایا "ولكن البر من آمن بالله واليوم الآخر والملائكة والكتاب والنبين" ایمان لانا ان چیزوں پر جسے دیگر انبیائے کرام علیہ السلام لے کر آئے، حکم خداوندی ہے، خدا نے ہمیں اسے تسلیم کرنے اور اس پر ایمان لانے کا حکم دیا ہے، اور اس پر مسلمانوں کا اتفاق ہے کہ ہر نبی پر ایمان لانا واجب ہے، جو شخص کسی ایک نبی کا بھی انکار کرے گا وہ کافر ہے اور جو کسی ایک نبی کو گالی دے گا، علماء کا اس پر اتفاق ہے کہ وہ واجب القتل ہے۔

یہ حکم صرف انبیائے کرام کیلئے ہے، انبیاء کے علاوہ کسی اور کیلئے نہیں ہے، چاہے وہ اولیاء، حکماء، یا علماء ہوں یا کوئی اور۔ جو شخص رسول اللہ ﷺ کے بعد کسی کے بارے میں معصومیت کا عقیدہ رکھتا ہے، اس کا مطلب یہ ہے کہ اس کے مطابق اس شخص کی باتوں کو ماننا بھی ضروری ہے، گویا اس نے حکماً اس شخص کو نبی تسلیم کر لیا، اگرچہ نبی کا لفظ ان کیلئے نہیں بولا۔ ظاہر ہے کہ جو ایسا عقیدہ رکھتا ہے،

وہ اپنے آئمہ اور بنی اسرائیل کے انبیاء کے درمیان کوئی فرق نہیں کر رہا، جنہیں تورات کے احکام پر چلنے کا حکم تھا۔ صوفیوں میں سے بھی بہت سے غالی اور متعصب اپنے شیخ کے بارے میں اس طرح کے خیالات رکھتے ہیں، کہتے ہیں کہ شیخ محفوظ ہوتا ہے اور تمام احکامات میں وہ شیخ کے اتباع اور اس کی بات ماننے کو لازم قرار دیتے ہیں، حالانکہ یہ طریقہ شیعوں، اسماعیلیوں اور عیسائیوں کا ہے۔ ان کا اپنے امام بارے ایسے خیالات ہیں، وہ اپنے آئمہ کو معصومین سمجھتے ہیں۔ ابن تومرت جس نے مہدی ہونے کا دعویٰ کیا تھا، اس کے پیروکار بھی ابن تومرت کے بارے میں یہی کہتے تھے کہ وہ معصوم ہے، بلکہ جمعہ کے خطبے میں وہ یہ الفاظ بولا کرتے تھے "الامام المعصوم المهدی المعلوم" اس طرح کے الفاظ بول کر گویا کہ وہ اپنے امام کی تعریف کیا کرتے تھے۔ مشہور ہے کہ جو ابن تومرت کے معصوم ہونے کا انکار کرتا، اس کے پیروکار اسے قتل کر دیتے۔ یہ سب باتیں دین اسلام، کتاب وسنت اور سلف امت کے اجماع کیخلاف ہے، اس لئے کہ اللہ تعالیٰ تو واضح طور پر فرماتے ہیں "اطیعوا الله واطیعوا الرسول واولی الامر منکم فان تنازعتم فی شی فردوه الی الله والرسول" خدا نے ہمیں یہ حکم دیا ہے کہ جب کسی معاملے میں اختلاف ہو جائے تو اللہ اور اللہ کے رسول ﷺ کی طرف رجوع کیا جائے۔ رسول ﷺ کے علاوہ اگر کسی اور شخص کو معصوم مان لیا جائے تو اس سے یہ لازم آئے گا کہ تنازع اور جھگڑے کی صورت میں اس کی طرف بھی رجوع کیا جائے، اس لئے کہ جو معصوم ہوتا ہے اس کی بات کی تائید کرنی ہوتی ہے۔ خدا تعالیٰ نے اس کے بارے میں واضح کر دیا ہے کہ جو اللہ اور اس کے رسول کی نافرمانی کرے گا تو اس کیلئے جہنم کی آگ ہے وہ اس میں ہمیشہ رہے گا۔

قرآن پاک نے مختلف مقامات پر ہم پر یہ بات واضح کر دی کہ جو رسول اللہ کی اطاعت کرے گا وہ خوش بخت اور اہل سعادت میں سے ہوگا۔ اس میں کسی اور معصوم کی اطاعت کی شرط نہیں ہے۔ جو رسول اللہ کی نافرمانی کرے گا، تو اس کے بارے میں اوپر وعید گزر چکی ہے۔ یہ وعید اللہ اور اللہ کے رسول ﷺ کے علاوہ کسی اور شخص کی نافرمانی کیلئے نہیں ہے۔ جو شخص کسی اور کو بھی اس مقام پر فائز کرتا ہے تو گویا وہ اسے مقامِ نبوت کے برابر لا کھڑا کرتا ہے۔ اسلامی تعلیمات کے

مطابق اللہ تعالٰی نے نبی کے ذریعے اہل جنت اور اہل جہنم کی تفریق کی اور نبی نے آ کر ہی ہمیں ابرار اور فجار کے بارے میں بتایا' نبی کی تعلیمات ہی حق اور باطل کے درمیان حدِ فاصل ہیں' لہٰذا مدارِ سعادت اور نجات نبی کی اتباع ہے' جو اتباع کرے گا' وہ کامیاب اور جو مخالف کرے گا وہ بدبخت اور شقی کہلائے گا۔ یہ مقام اور مرتبہ نبی کے علاوہ کسی اور شخص کیلئے نہیں ہے' صرف نبی ہی معصوم ہوتا ہے' اس لئے کہ وہ اپنی طرف سے کوئی بات نہیں بتاتا بلکہ وہ جو کچھ کہتا ہے وہ اللہ پاک کی طرف سے وحی ہوتی ہے۔'' (۲۵۵)

اسی بات کو بیان کرتے ہوئے شیخ الاسلام لکھتے ہیں کہ صوفیاء بھی اپنے اولیاء کے بارے میں وہی عقیدہ رکھتے ہیں جو شیعہ اپنے اماموں کے بارے میں رکھتے ہیں' یعنی صوفیاء اپنے رہنماؤں کو بعض دفعہ خدائی صفات سے متصف کرتے ہیں اور بعض دفعہ وہ ان کیلئے ایسی صفات بیان کرتے ہیں جو انبیائے کرام کا خاصہ ہیں۔ اگرچہ ان کی بھرپور کوشش یہ ہوتی ہے کہ ان کی شیعوں کے ساتھ مشابہت ظاہر نہ ہو' اس کیلئے وہ کئی مقامات پر ان کی اصطلاحات سے مختلف اصطلاحات استعمال کرتے ہیں' اس کے باوجود اگر عقائد کا گہری نظر سے جائزہ لیا جائے تو بادی النظر میں ہی کئی مشترک چیزیں سامنے آجاتی ہیں۔ صوفیاء کی بھرپور کوشش کے باوجود ان کا تقیہ کامیاب نہیں ہوتا اور ہر محقق آسانی سے تحت اللفظ کو سمجھ جاتا ہے۔ چنانچہ صوفیاء میں سے ہی ایک یوں کہتا ہے:

''موحدین کو جس طرح القاء ہوتا ہے اس کی صورت یہ ہوتی ہے کہ ان کی فکر' لطیف شکل میں پرواز کرتی ہے' اس کی پرواز اتنی بلند ہوتی ہے کہ وہ انتہائی بلند مقاموں پہ جا کے حضرتِ حق کی تجلیات میں سے سب سے ادنیٰ تجلی تک پہنچتی ہے' وہاں اس پر نزولِ حکم ہوتا ہے' یوں عقل در عقل یہ عالمِ زیریں تک منتقل ہوتی ہے۔ وہ عقل جو سب سے پہلے حکمِ خداوندی کا اکتساب کرتی ہے' وہ خیر البشرؐ کی عقل ہے۔ یہ عقل فکر کے اعتبار سے صحت کے اعلیٰ ترین مقام پر فائز ہوتی ہے' اسی فکر سے مالکانِ ولایت فکر حاصل کرتے ہیں' چنانچہ مقامِ نبوت اور مقامِ ولایت دو علیحدہ مقامات کی شکل اپنا لیتے ہیں اور دونوں کا خاصہ یہ ہے کہ انہیں احکام حق تعالٰی کی جانب سے ہی حاصل ہوتے ہیں۔'' (۲۵۶)

اس عبارت میں شیخ اکبر نے صوفیاء کیلئے عصمت کا لفظ استعمال کیا ہے کہ جس طرح انبیاء

معصوم ہوتے ہیں اس طرح اولیاء بھی معصوم ہوتے ہیں' گویا دونوں کے درمیان کوئی فرق نہیں ہے' حالانکہ اسلامی تعلیمات کے مطابق انبیاء' اولیاء کے درجے سے بہت بالاتر ہوتے ہیں کیونکہ وہ اللہ پاک کی طرف سے برگزیدہ اور منتخب ہوتے ہیں اور انبیاء کی منزل اور مقام کو عقل سمجھ نہیں پاتی۔ ایک اور مقام پر شیخ اکبر ابن عربی لکھتے ہیں ''امامِ باطن یعنی ولی کی شرائط میں سے ایک شرط یہ بھی ہے کہ وہ معصوم ہو۔ اگر وہ معصوم نہیں ہوگا تو اس مقام پر فائز نہیں ہوسکتا۔'' (۲۵۷)

اسی بات کو مختلف الفاظ کے ساتھ ابوالحسن شاذلی لکھتا ہے ''قطب کے خواص میں سے ایک خاصیت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اسے رحمت' عصمت' خلافت اور نیابت سے نوازتے ہیں۔'' (۲۵۸)

ایک اور مشہور صوفی ابوعبدالرحمٰن السلمی اپنی کتاب ''طبقات الصوفیۃ'' میں ابوبکر محمد الدینوری سے نقل کیا ہے کہ ان سے صوفی کے بارے میں پوچھا گیا کہ اس کی علامت کیا ہوتی ہے؟ تو انہوں نے کہا کہ وہ صرف ضروری امور میں مصروف رہتا ہے اور غلطیوں سے معصوم ہوتا ہے۔ (۲۵۹)

ڈاکٹر عبدالحلیم محمود نے ایک اور مشہور صوفی ابوبکر الواسطی المتوفی 300ھ سے نقل کیا ہے کہ اس نے صوفیوں کی تین اقسام بیان کی ہیں' ان کا کہنا ہے ''لوگ تین قسم کے ہیں' پہلا طبقہ تو وہ ہے جن پر اللہ تعالیٰ نے انوار ہدایت کی بارش کی' یہ کفر' شرک اور نفاق سے معصوم ہوتے ہیں۔ دوسرا طبقہ وہ ہے جن پر اللہ تعالیٰ نے اپنی عنایتوں کی بارش کی' یہ صغیرہ اور کبیرہ گناہوں سے معصوم ہوتے ہیں۔ تیسرا طبقہ وہ ہے جن پر اللہ تعالیٰ نے اپنی کفایت کے ذریعے احسان کیا' یہ لوگ غلط خیالات اور گھٹیاں حرکتوں سے معصوم ہوتے ہیں۔'' (۲۶۰)

عبدالقاہر سہروردی اپنی کتاب ''عوارف المعارف'' میں لکھتے ہیں ''شیخ کی حیثیت اپنے مریدین کیلئے ایسے ہوتی ہے کہ وہ ان کے رازوں کا امین ہوتا ہے' جس طرح جبریل علیہ السلام وحی کے امین تھے۔ جبریل علیہ السلام وحی میں خیانت نہیں کرتے تھے' اسی طرح شیخ بھی اپنے مریدین کے رازوں میں خیانت نہیں کرتا اور کسی پر ان کو ظاہر نہیں کرتا۔ جس طرح حضورؐ اپنی خواہشات کے مطابق کلام نہیں فرماتے تھے' شیخ بھی ظاہری اور باطنی ہر اعتبار سے حضورؐ کا اتباع کرنے والا ہوتا ہے' اس لئے وہ بھی نفسانی خواہشات کے پیچھے نہیں چلتا۔'' (۲۶۱)

نیز "عارف اللہ کے علوم کا مخزن ہوتا ہے' جو رب العالمین کے اسرار کا امین ہوتا ہے۔ عارف اگر چہ وہ بدوی یا وحشی ہو' پھر بھی وہ عقل اور علم کا منبع ہوتا ہے۔" (۲۶۲)

نیز "عارف اور ولی معصوم ہوتے ہیں' اس لئے کہ وہ حق تعالیٰ کی گود میں گویا بچوں کی طرح ہوتے ہیں۔" (۲۶۳)

"وہ مشفق باپ کی طرح ہے۔" (۲۶۴)

یا "گود میں معصوم بچے کی طرح ہیں۔" (۲۶۵)

نیز "وہ اللہ کے حکم کے ساتھ ہی قائم ہوتے ہیں' اللہ تعالیٰ ان کے امور کا نگہبان ہوتا ہے' جب وہ کوئی نیکی کا کام کرتے ہیں تو ثواب کی امید نہیں رکھتے' اس لئے کہ وہ اپنے آپ کو اس کا اہل نہیں سمجھتے۔ اور اگر ان سے کوئی غلطی یا سہو ہو جائے تو دیت سرپرست پر آتی ہے۔ وہ اللہ کے علاوہ کسی پر بھی نظر نہیں رکھتے۔ سختی ہو یا نرمی' ہر حال میں ان کی نظریں خدا پر ہی ٹکی رہتی ہیں۔ ہیبت اور خوف کی وجہ سے انہیں بات تک کرنے کی ہمت نہیں ہوتی۔ ان کی سب سے بڑی خواہش اللہ کا قرب اور اللہ کا انس حاصل کرنا ہے۔" (۲۶۶)

نیز یہ کہ "وہ شیطان یا ابلیس کو نہیں جانتے۔" (۲۶۷)

نیز "اللہ تعالیٰ نے ان سے زیادہ کسی بھولے اور معصوم شخص کو پیدا نہیں کیا' اگر اللہ انہیں شیطان سے پناہ مانگنے کا حکم نہ دیتا تو وہ کبھی بھی اس سے پناہ نہ مانگتے۔" (۲۶۸)

بعض دفعہ صوفی اپنے بزرگوں کیلئے معصوم کی بجائے محفوظ کا لفظ استعمال کرتے ہیں۔ جس طرح شیعہ اپنے اماموں کیلئے معصوم کا لفظ استعمال کرتے ہیں تو ان سے فرق ظاہر کرنے کیلئے وہ لفظِ محفوظ کا استعمال کرتے ہیں' لیکن مراد دونوں کی ایک ہی ہوتی ہے' چنانچہ کہتے ہیں "ولی کی شرائط میں سے یہ ہے کہ وہ محفوظ ہے' جیسا کہ نبی کی شرائط میں سے ہے کہ وہ معصوم ہو۔" (۲۶۹)

اس لئے کہ حق تعالیٰ انہیں معاملات میں تصریف کا اختیار دیتا ہے "ولی اللہ کے وظائف اور موافقات میں تصریف کرتا ہے' چنانچہ وہ اللہ کی جانب سے گناہوں سے محفوظ ہوتا ہے۔" (۲۷۰)

اور یہ کہ "اس کیلئے سارے معاملات ایک جیسے ہی ہوتے ہیں' اس کی حرکات و سکنات حق

تعالیٰ کے احکام کے موافق ہوتی ہیں۔"(۲۷۱)

نیز"انبیاء کی عصمت اور اولیاء کی حفاظت پر اللہ پاک کی طرف سے لطائف اور حجتیں اتنی ہیں کہ بیان وشمار سے باہر ہیں۔"(۲۷۲)

اسی طرح کا مفہوم قشیری نقل کرتا ہے"ولی کے دو معنے ہوتے ہیں'ایک تو یہ کہ یہ فعیل کے وزن پر ہے'اور مفعول کے معنے میں ہے'یعنی جس کے معاملات کو اللہ تعالیٰ سنبھال لیں' چنانچہ قرآن پاک میں اللہ پاک فرماتے ہیں"وھو یتولی الصالحین"ایسے شخص کو اللہ تعالیٰ ایک لمحے کیلئے بھی اس کے نفس کے حوالے نہیں کرتے' بلکہ اس کے، امور و معاملات کی نگہبانی فرماتے ہیں۔ دوسرا یہ کہ لفظ ولی فعیل کے وزن پر مبالغہ کا صیغہ ہے اور یہ فاعل سے ہے'یعنی جو اللہ کی عبادت اور اطاعت کا متولی ہوتا ہے۔ چنانچہ اس کی عبادت تولی کی بنیاد پر چلتی ہے'لہٰذا اس میں کسی بھی موقع پر نافرمانی اور معصیت کا دخل نہیں ہوسکتا۔ یہ دونوں وصف ولی کیلئے بنیادی ہیں۔ ولی کیلئے ضروری ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے احکام کو مکمل اور اتم طریقے پر قائم کرے اور خلوت وجلوت میں اللہ تعالیٰ اس کی حفاظت فرمائیں گے۔"(۲۷۳)

اسی طرح کہا گیا"اگر کوئی شخص یہ پوچھے کہ ولی کا معنی کیا ہے؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ یہ لفظ دو معنوں میں استعمال ہوسکتا ہے'ایک تو یہ کہ یہ لفظ فعیل کے وزن پر مبالغہ کا صیغہ ہو اور فاعل کے معنی میں ہو' جیسا کہ علیم اور قدیر۔ اس صورت میں اس کا معنی یہ ہوگا کہ جس کی اطاعت اور عبادت اللہ کی جانب سے تولی کے طور پر چل رہی ہو' لہٰذا اس میں معصیت کا خلل واقع نہیں ہو سکتا۔ یہ بھی جائز ہے کہ وہ فعیل کے وزن پر بمعنی مفعول کے ہو۔ جیسا کہ قتیل مقتول کے معنی میں اور جریح مجروح کے معنی میں آتا ہے۔ اگر اس معنی کا اعتبار کیا جائے تو اس سے مراد یہ ہوگا کہ جس کے معاملات کا خدا تعالیٰ نگہبان ہو جائے اور اللہ تعالیٰ اسے اپنی حفاظت وحراست میں رکھے' چنانچہ کسی بھی موقع پر اس کے دِل میں وسوسہ اور شبہ داخل نہیں ہوتا۔ وہ اللہ پاک کی جانب سے دی ہوئی توفیق کی وجہ سے اطاعت پر قادر ہوتا ہے۔ انہی لوگوں کے بارے میں اللہ پاک کا فرمان ہے "وھو یتولی الصالحین."(۲۷۴)

اسی طرح حکیم ترمذی نے ایک عنوان قائم کیا جو یہ ہے: اللہ کے حق کا ولی اور اللہ کا ولی۔ اس ضمن میں حکیم ترمذی لکھتے ہیں "یہ سب اللہ کے حق کے ولی ہیں، یہ اولیاء اللہ ہیں جو اپنے مراتب کے اعتبار سے اللہ سے قریب ہوتے ہیں، اللہ کا انہیں قرب حاصل ہوتا ہے، یہ توحید کے صحن میں رہتے ہیں، انہی اعمال میں مصروف ہوتے ہیں جن کی اجازت انہیں حق تعالیٰ کی جانب سے ملتی ہے۔ جب اللہ تعالیٰ کسی عمل کیلئے ان کے بدن کو مصروف کر دیتا ہے تو ان کی حفاظت بھی کرتا ہے۔ چنانچہ یہ حق تعالیٰ کی حفاظت کے ساتھ ان اعمال میں مصروف ہو جاتے ہیں اور پھر اپنے مراتب پر منتقل ہو جاتے ہیں، اور یہی ان کا طریقہ ہے۔" (۲۷۵)

ابن عجیبہ شبلی کے اس قول "صوفیاء حق تعالیٰ کی گود میں بچوں کی مانند ہیں" پر تعلیق کرتے ہوئے لکھتے ہیں "حق تعالیٰ ان کی حفاظت اور نگہبانی کا ذمہ دار ہوتا ہے اور کسی بھی لحہ انہیں ان کے نفس پر نہیں چھوڑتا۔" (۲۷۶) اس سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ جس کی یہ شان ہوگی وہ معصوم ہوگا۔

صوفیوں نے اگرچہ حفظ اور محفوظ کا لفظ استعمال کیا مگر مراد اس سے وہ معصومیت ہی لیتے ہیں، غالباً عامۃ الناس کو دھوکہ دینے کیلئے انہوں نے شیعوں والی اصطلاح استعمال کرنے کی بجائے ایک نئی اصطلاح گھڑ لی۔ اسی لئے علی ہجویری ان دونوں لفظوں یعنی محفوظ اور معصوم کو ایک ہی معنی میں شمار کرتے ہیں، ان کے مطابق یہ دونوں لفظ مترادف ہیں، چنانچہ وہ جنید بغدادی سے نقل کرتے ہوئے لکھتے ہیں "مجھے یہ خواہش ہوئی کہ میں ابلیس کو دیکھوں، ایک دِن میں مسجد کے دروازے پر کھڑا تھا کہ میں نے دُور سے ایک بوڑھے شخص کو اپنی طرف آتے دیکھا، جب میں نے اسے دیکھا تو میرے دِل کی حالت عجیب ہوگئی، میرے دِل میں وحشت اور ویرانی سی پیدا ہونے لگی، جب وہ میرے قریب آیا تو میں نے اس سے پوچھا کہ تم کون ہو؟ اس لئے کہ وحشت کی وجہ سے میری آنکھیں تمہیں دیکھ نہیں پا رہیں اور ہیبت کی وجہ سے میرا دِل تمہارے بارے میں سوچ نہیں پا رہا۔ تو اس نے کہا میں وہی ہوں جسے دیکھنے کی تمہیں خواہش ہے۔ میں نے اس سے کہا اے ملعون تجھے آدم علیہ السلام کا سجدہ کرنے سے کس نے منع کیا؟ کہنے لگا اے جنید تجھے یہ خیال کیسے آیا کہ میں

اللہ کے علاوہ کسی اور کو سجدہ کروں گا۔ جنید بغدادی کہتے ہیں میں اس کی بات سن کر حیران رہ گیا' میرے دِل میں ایک خیال آیا کہ میں اسے کہوں کہ چل جھوٹے اگر تو اللہ کا بندہ ہوتا تو ہر صورت خدا کے حکم کو مانتا۔ اس نے گویا میرے دِل کے اس راز کو جان لیا' چلا کر کہنے لگا اللہ کی قسم تو نے مجھے جلا ڈالا' یہ کہہ کر وہ غائب ہو گیا۔'' (۲۷۷)

یہاں تک نقل کرنے کے بعد ہجویری لکھتے ہیں ''اس حکایت سے معلوم یہ ہوتا ہے کہ وہ (جنید) محفوظ اور معصوم تھے' اس لئے کہ اللہ تعالیٰ اپنے اولیاء کی ہر صورت میں حفاظت فرماتا ہے اور انہیں شیطان کے مکر سے محفوظ رکھتا ہے۔'' (۲۷۸)

صوفیوں کی اور بھی بہت ساری کتب اور مقالات ہیں' جن سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ اپنے اولیاء اور صوفیوں کو معصوم شمار کرتے ہیں اور ان کا مسلک یہ بھی ہے کہ ولی یا صوفی پر اعتراض کرنا بھی جائز نہیں ہے۔ اگرچہ ان سے کسی ایسے عمل کا صدور ہو جو بظاہر خلافِ شریعت ہو۔ چنانچہ شعرانی لکھتا ہے ''جو کسی شیخ کی صحبت میں داخل ہو جائے' پھر اس پر اعتراض کرے' گویا اس نے شیخ کی صحبت کو ختم کر دیا۔'' (۲۷۹)

اس کے بعد شعرانی دو انتہائی بیہودہ قسم کے واقعات نقل کرتا ہے جس سے وہ یہ ثابت کرتا ہے کہ اس کے مشائخ معصوم تھے۔ چنانچہ وہ لکھتا ہے:

''ایک شیخ روزانہ تفسیر قرآن کی محفل سجایا کرتا تھا' ایک دِن اس کے جی میں کچھ آیا' اس نے اس محفل کو قوالی کی محفل سے بدل دیا' ایک مرید نے دِل میں سوچا کہ قرآن کی مجلس قوالی کی مجلس سے کیسے بدل سکتی ہے؟ وہ ابھی یہ سوچ ہی رہا تھا کہ شیخ نے اس کا نام لے کر اسے آواز دی' اے فلاں' جو شخص اپنے شیخ سے کیوں کے بارے میں پوچھے گا وہ کبھی کامیاب نہیں ہو سکتا۔ چنانچہ مرید نے فوراً توبہ کی۔ اسی طرح ابوتراب النخشبی اور شقیق بلخی بایزید بسطامی سے ملنے گئے' بایزید بسطامی کے خادم نے ان دونوں کے سامنے دستر خوان بچھایا تو وہ کہنے لگے اے لڑکے تم بھی ہمارے ساتھ ہی کھانا کھاؤ۔ اس نے کہا نہیں جی میں تو روزہ دار ہوں' تو ابوتراب اس سے کہنے لگے کھا لے' تجھے ایک مہینے کے روزوں کا ثواب ملے گا۔ اس نے کہا نہیں۔ شقیق بلخی کہنے لگے' چل پھر ایک سال

کے روزوں کا ثواب۔ وہ لڑکا پھر بھی نہ مانا تو بایزید بسطامی نے کہا اسے جانے دو' اب یہ اللہ کی رعایت والی نظر سے گر گیا ہے۔ چنانچہ ایک سال بعد اس لڑکے نے چوری کی اور اس کا ہاتھ کاٹ دیا گیا' دراصل یہ اسے شیخ کی بات نہ ماننے کی سزا ملی تھی۔ اس کے بعد شعرانی شیخ برہان الدین کے حوالے سے نقل کرتا ہے کہ اس نے کہا جو شخص شیخ کی غلطی کو اپنی نیکی سے بھی اچھا نہ سمجھے وہ کبھی بھی فلاح نہیں پا سکتا۔" (۲۸۰)

سابق شیخ الازہر ڈاکٹر عبدالحلیم محمود نے اپنے شیخ احمد الدردیر سے نقل کرتے ہوئے لکھا ہے "مرید کے آداب میں سے یہ ہے کہ وہ اپنے شیخ کی بھرپور تعظیم اور توقیر کرے۔ ظاہراً اور باطناً اس کا احترام کرے' اس کے کسی بھی فعل پر اعتراض نہ کرے' اگرچہ بظاہر وہ فعل حرام ہی کیوں نہ لگ رہا ہو۔ شیخ جو حکم دے اس کی اچھی تعمیل کرے اور دوسروں کو بھی اس کے بارے میں بتائے۔ صرف اپنے شیخ کے پاس جائے' کسی اور ولی کا ہاتھ نہ پکڑے' کسی اور کی مجلس میں شیخ کی اجازت کے بغیر نہ جائے' کسی اور کی بات نہ سنے' یہاں تک کہ وہ شیخ کے اسرار و رموز سے مکمل طور پر آگاہ اور پورا سیراب نہ ہو جائے۔" (۲۸۱)

کیا اس گمراہی کے بعد اور بھی کوئی گمراہی ہے؟ اس سے بھی زیادہ بیوقوف بنانے والا کوئی اور عمل ہو سکتا ہے؟ سمجھ نہیں آتی کہ اس طرح کی بات کرنے والے شخص کو عالم اسلام کی عظیم اور قدیم ترین جامعہ کا شیخ کیسے بنایا گیا؟ ہماری دعا تو یہی ہے کہ "**ربنا لا تزغ قلوبنا بعد اذ هديتنا و هب لنا من لدنك رحمة انك انت الوهاب** (۲۸۲)" "یا اللہ ہدایت کے بعد ہمارے دلوں کو گمراہ نہ کرنا' ہمیں اپنی طرف سے رحمت عطا کر۔ بیشک تو بہت زیادہ عطا کرنے والا ہے۔"

یہی شیخ الازہر مرید کے آداب لکھتے ہوئے کہتے ہیں "مرید کے آداب میں سے یہ ہے کہ وہ اپنے شیخ کے سامنے زیادہ کلام نہ کرے' اس کے سجادے پر نہ بیٹھے' اس کی تسبیح استعمال نہ کرے' اس کے لئے مخصوص مقام پر نہ بیٹھے' کسی معاملے میں شیخ سے اصرار نہ کرے' سفر' شادی اور کوئی بڑا کام شیخ کی اجازت کے بغیر نہ کرے' سلام کرتے ہوئے شیخ کا ہاتھ نہ پکڑے' جب شیخ کھانے پینے یا لکھنے میں مصروف ہو تو ہاتھ سے مصافحہ کرنے کی بجائے زبان سے سلام کرے اور شیخ کے حکم کا انتظار

کرے، شیخ سے آگے یا اس کے برابر نہ چلے، ہاں جب انتہائی تاریک راستہ ہو اور کسی جانور یا درندے سے خطرہ ہو تو حفاظت کیلئے شیخ کے آگے چل سکتا ہے۔ برکات کا حصول شیخ سے ممکن سمجھے، جو برکت اسے حاصل ہو تو وہ یہی خیال کرے کہ اسے شیخ کی برکت کی وجہ سے ملی ہے۔ شیخ کی سختی اور اس کے اعراض پر صبر کرے، کبھی یہ خیال بھی دل میں نہ لائے کہ شیخ نے فلاں کے ساتھ ایسا برتاؤ کیا اور میرے ساتھ ایسا۔ اگر وہ ایسا خیال بھی لائے گا تو گویا وہ اپنے معاملات کو اس کے سپرد کرنے والا نہیں ہوگا' اس لئے کہ مرید کے لئے سب سے پہلی شرط یہی ہے کہ وہ اپنے آپ کو ظاہراً اور باطناً شیخ کے سپرد کرے۔ جب شیخ اسے کہے فلاں چیز پڑھ یا فلاں نماز ادا کر یا اتنے روزے رکھ تو فوراً اس کی بات مانے' ایسے ہی اگر مرید روزے کی حالت میں ہو اور شیخ اسے روزہ توڑنے کا حکم دے تو اس کیلئے روزہ توڑنا واجب ہے۔ یا اسے شیخ کسی وقت نماز سے منع کرے تو اس کیلئے شیخ کے حکم کا اتباع ضروری ہے۔ مرید شیخ پر خلوت کے وقت میں اجازت کے بغیر داخل نہ ہو' جہاں شیخ بیٹھا ہو اس کی اجازت کے بغیر پردہ نہ اٹھائے ورنہ وہ تباہی اور بربادی کا شکار ہو جائے گا۔" (۲۸۳)

اب ہم دوبارہ اپنے مضمون کی طرف آتے ہیں۔ اور کہتے ہیں کہ صوفی اپنے اولیاء کو معصوم سمجھتے ہیں اور اس پر اعتراض کرنے کو جائز قرار نہیں دیتے' کہتے ہیں "جو اپنے استاد سے کیوں کے ساتھ سوال کرے، وہ کبھی کامیاب نہیں ہو سکتا۔" (۲۸۴)

اس لئے کہ "شیخ اپنے مریدین کیلئے ایسا ہوتا ہے جیسے نبی اپنی امت کیلئے۔" (۲۸۵)

اسی بات کو قشیری بیان کرتا ہے "مرید کی شرائط میں سے یہ ہے کہ اس کے دل میں شیخ کے بارے میں کوئی اعتراض نہ ہو۔" (۲۸۶)

اس طرح کے بہت سے واقعات اور حکایات ہیں جس سے صوفی یہ ثابت کرتے ہیں کہ ان کے رہنما اور اولیاء ایسے ہی معصوم ہوتے ہیں جیسے انبیاء ہیں۔ ان واقعات کو پڑھنے کے بعد یہ بات اظہر من الشمس ہو جاتی ہے کہ اولیاء کی عصمت کے حوالے سے ان کا وہی مؤقف ہے جو شیعوں کا اماموں کی عصمت کے بارے میں ہے۔ چنانچہ ابن عجیبہ اسی طرح کی ایک حکایت اپنی کتاب "فتوحات الٰہیہ" میں اپنے بعض مشائخ کے حوالے سے نقل کرتا ہے "ایک دن میں نے ایک لڑکے کو

دیکھا اور اس کی خوبصورتی نے مجھے حیران کر دیا' اچانک ایک زوردار تھپڑ میرے منہ پر آ لگا' جس کی وجہ سے میری آنکھ باہر نکل کر میرے رخسار پر بہنے لگی' میرے منہ سے بے اختیار آہ نکلی تو مجھے آواز آئی ایک لمحے کی لذت کے بدلے میں ایک تھپڑ۔ اگر تم اور کرو گے تو ہم بھی اور کریں گے۔" (۲۸۷)

دیکھئے یہ کس طرح عصمت کا دعویٰ کرتے ہیں' یہاں تک کہ کوئی کسی شخص کو لذت کی نگاہ سے دیکھے تو اس کے بارے میں بھی فی الفور اس پر پکڑ ہو جاتی ہے۔

رفاعی کے مریدین میں سے ایک شخص نقل کرتا ہے "مجھے شیخ یعقوب نے بتایا کہ میں نے شیطان کو اپنے گھر کے دروازے پر کھڑا پایا تو اسے مارنے کیلئے میں بھاگا' اس نے مجھے کہا اے یعقوب' تم بھی عجیب انصاف کرتے ہو' تمہارے گھر میں سرخ اور زرد چیزیں یعنی درہم و دینار پڑے ہیں تو میں تمہارے گھر کیوں نہ آؤں۔" (۲۸۸)

اس واقعہ سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ شیطان صوفی کو گمراہ نہیں کر سکتا۔ وہ شیطان کی گمراہی اور اس کے ہفوات' گناہوں اور خطاؤں سے بھی محفوظ ہے۔

اس طرح کے اور بھی بہت سارے واقعات نقل کئے جاتے ہیں۔

یہ ایک اور عقیدہ ہے جو صوفیوں نے شیعوں سے اخذ کیا جس سے صوفیوں اور شیعوں کے درمیان تعلق اور ربط کھل کر سامنے آ جاتا ہے' یہ بات بھی واضح ہو جاتی ہے کہ تصوف شیعیت سے ماخوذ ہے۔

زمین کا کسی بھی وقت حجت سے خالی نہ ہونا

یہ شیعہ کا مشہور و معروف عقیدہ ہے کہ زمین کسی بھی وقت حجت سے خالی نہیں ہوتی۔ حجت سے ان کی مراد ان کے امام ہوتے ہیں، چنانچہ ان کے محدث اور فقہا نے اس عقیدے کے حوالے سے اپنی کتابوں میں ابواب قائم کئے ہیں، جن میں انہوں نے حضورؐ پر بہتان باندھتے ہوئے بہت سی من گھڑت احادیث نقل کیں، اسی طرح انہوں نے حضرت علیؓ اور ان کی اولادِ کرام کے بارے میں بھی بہت سے جھوٹے اقوال نقل کئے۔ شیعوں کا مشہور محدث کلینی اپنی کتاب ''الکافی'' جو شیعوں کے ہاں بخاری کی طرح معتبر ہے، میں لکھتا ہے کہ اگر زمین پر دو شخص ہی رہ جائیں تو ان میں سے ایک حجت یعنی امام ہوگا۔ اس بارے میں وہ جعفر بن محمد باقر سے روایت نقل کرتا ہے کہ انہوں نے کہا ''زمین میں اگر دو شخص ہی رہ جائیں تو ان میں سے ایک، امام ہوگا۔'' (۲۸۹)

اسی طرح اس نے ایک اور باب قائم کیا جس کا عنوان اس نے رکھا ''زمین کبھی بھی حجت سے خالی نہیں ہوتی''۔ اس کے ضمن میں اس نے بہت سی روایات نقل کیں، مثلاً امام جعفر سے سوال کیا گیا ''کیا زمین امام کے بغیر رہ سکتی ہے؟ انہوں نے کہا جب زمین میں امام نہ رہے گا تو یہ زمین ختم ہو جائے گی۔'' (۲۹۰)

اسی طرح کی ایک روایت ابن بابویہ القمی المتوفی 381ھ، جس کا مقام شیعوں کے ہاں وہی ہے جو اہلِ سنت کے نزدیک صحاح اربعہ کے مصنفین کا ہے۔ وہ اپنی کتاب ''عیون'' میں علی بن موسیٰ الرضا جو شیعوں کے ہاں آٹھواں امام ہے، کے بارے میں نقل کرتا ہے کہ ان سے سوال کیا گیا ''کیا زمین حجت سے خالی ہو سکتی ہے؟ تو انہوں نے بھی وہی جواب دیا کہ اگر زمین حجت سے خالی ہوگئی تو وہ تباہ ہو جائے گی۔'' (۲۹۱)

قمی اپنی کتاب میں ایک مستقل باب ''کمال الدین وتمام النعمۃ'' کے عنوان سے قائم کرتے ہوئے امام کی ضرورت کو بیان کرتا ہے، اس باب میں اس نے بیس سے زائد روایتیں نقل کی ہیں جن میں سے ایک یہ ہے کہ باقر بن علی زین العابدین نے فرمایا ''اگر امام ایک لمحے کیلئے بھی زمین

سے اٹھ جائے تو زمین اہل زمین کو اپنی لپیٹ میں اس طرح لے لے جس طرح سمندر کی بڑی لہر سب کو اپنی لپیٹ میں لے کر تباہ و برباد کر دیتی ہے۔" (۲۹۲)

ملا باقر مجلسی نے اس مضمون پر مشتمل سو سے زائد حدیثیں نقل کی ہیں، جن میں سے ایک حدیث وہ علی ابن الحسین سے نقل کرتا ہے کہ انہوں نے کہا "آدم علیہ السلام کی پیدائش سے لے کر ابھی تک زمین حجۃ اللہ یعنی امام سے کبھی بھی خالی نہیں ہوئی، ہاں یہ ضرور ہے کہ بعض دفعہ امام ظاہر اور مشہور تھا اور بعض اوقات غائب اور مستور۔ قیامت تک یہ زمین حجۃ اللہ سے خالی نہیں ہوگی، کیونکہ اگر امام نہ ہو تو کوئی اللہ کی عبادت نہ کرے۔" (۲۹۳)

شیعوں کی کتابیں اس طرح کی من گھڑت احادیث اور روایات سے بھری ہوئی ہیں، مگر ہم یہاں ہم انہی پر اکتفا کرتے ہیں۔

صوفیوں نے اس عقیدے کو من و عن اخذ کیا۔ کسی ایک مقام پر چھوٹی سی تبدیلی نہیں کی، صرف وہ حجت کو امام کی بجائے ولی کہتے ہیں۔ چنانچہ ابو طالب مکی اپنی کتاب "قوۃ القلوب" میں شیعوں کے الفاظ اور اصطلاحات کو استعمال کرتے ہوئے حضرت علیؓ کے حوالے سے نقل کرتے ہوئے لکھتا ہے کہ انہوں نے فرمایا "زمین کبھی بھی حجت سے خالی نہیں ہوگی، چاہے وہ ظاہر اور مشہور ہو یا خائف اور مقہور، اگر امام نہ ہو تو اللہ کی تمام نشانیاں اور علامات باطل ہو جائیں۔" (۲۹۴)

اسی طرح طوسی نے ان سے نقل کرتے ہوئے لکھا ہے "زمین حجۃ اللہ سے کبھی بھی خالی نہیں ہوگی، تا کہ اللہ کی آیات اور نشانیاں ختم نہ ہو جائیں۔" (۲۹۵)

حکیم ترمذی اور احمد بن زروق بھی اسی طرح کی بات لکھتے ہیں "دنیا کبھی بھی حجت سے خالی نہیں ہوتی۔" (۲۹۶)

سلمی اپنے طبقاۃ کے مقدمے میں لکھتا ہے "اللہ تعالی نے اس امت کو انبیاء کے بدلے اولیاء عطا کئے جو انبیاء کی سنتوں کے تابع اور ان کے خلیفہ ہوتے ہیں، جو امت کو انبیاء کے طریقوں اور نہج پر چلاتے ہیں۔ کوئی بھی وقت ان اولیاء سے خالی نہیں ہوتا، ہر ولی کے بعد ایک ولی آتا ہے۔

اس سے معلوم یہ ہوا کہ زمین آخر وقت تک کبھی بھی اولیاء اور ابدال سے خالی نہیں ہوگی۔ یہ اولیاء اور ابدال اس امت کو شریعت اور اس کے حقائق کے بارے میں آگاہ کریں گے۔" (۲۹۷)

ابن عربی کہتا ہے "زمین کبھی بھی ایک کامل شخص سے خالی نہیں ہوگی۔" (۲۹۸)

ابن عربی کا ہی ایک مشہور مرید علاء الدولہ السمنانی لکھتا ہے "ہر وقت ایک مرشد کا ہونا ضروری ہے جو عوام کی حق تعالیٰ کی طرف رہنمائی کرے۔ جو نبی کا خلیفہ ہو۔ اس مرشد کو تائیدِ الٰہی حاصل ہوتی ہے جس کے ذریعے وہ اپنے مریدوں اور متبعین کے قلوب کو مسخر کرتا ہے اور تائید الٰہی کے ذریعے ہی اس کے لئے مریدوں کو فائدہ پہنچانا اور انہیں تعلیم دینا ممکن ہوتا ہے۔ اسے عالم، ولی اور شیخ بھی کہا جاسکتا ہے۔ اسی بات کی طرف حضورؐ نے ایک حدیث میں ارشاد فرمایا "شیخ اپنی قوم میں ایسا ہی ہوتا ہے جیسا نبی اپنی امت میں۔" ہر زمانے میں قطب ایک ہی ہوتا ہے اور اس کے قلب کی کیفیت اور حالت وہی ہوتی ہے جو مصطفیٰ علیہ السلام کے قلب کی حالت تھی، اس لئے کہ اسے نبی کی وارثت کاملہ حاصل ہوتی ہے۔" (۲۹۹)

اسی طرح صاحبِ جمہرہ لکھتے ہیں "صحیح روایات اور احادیث جو کتاب وسنت سے ثابت ہیں، ان سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ زمین کسی بھی وقت حجت سے خالی نہیں ہوتی۔ ایک ایسا شخص جو حقیقت کا عارف اور ظاہر سے آگے کی باتوں کو جانتا ہے، جو صحیح معنوں میں اللہ کا عبادت گزار ہوتا ہے، جسے بصیرتِ کاملہ حاصل ہوتی ہے، جس کی دُوررس اور حقیقت بین آنکھیں ہوتی ہیں۔" (۳۰۰)

اسی نے قطب الدین القسطلانی سے نقل کیا "اللہ تعالیٰ اپنی حکمت اور نعمت کے ذریعے ہر زمانے کو اپنے ایک ترجمان سے نوازتے ہیں جو معارفِ الٰہیہ کا اظہار کرتا ہے، وہ لطائفِ ربانیہ سے باخبر ہوتا ہے، اللہ تعالیٰ اس شخص کے ذریعے انبیاء اور اولیاء کے معارف سے محروم کو ہدایت نصیب کرتے ہیں۔" (۳۰۱)

لسان الدین بن الخطیب کہتا ہے "ان کے ہاں ضروری ہے کہ عالم میں ایک شخص ہمیشہ ایسا موجود رہے جو حجت ہو اور وہ اسرارِ خداوندی کا نائب ہو۔ اگر وہ ظاہر ہو تو نبی اور رسول کہلائے گا،

اور اگر مستور ہو تو قطب کہلائے گا۔'' (۳۰۲)

شعرانی نے علی الخواص سے نقل کرتے ہوئے لکھا کہ وہ کہتا ہے ''اللہ تعالیٰ کی اپنے بندوں پر نعمتوں میں سے ایک یہ بھی ہے کہ زمین کبھی بھی اللہ کے نائب اور حجت سے خالی نہیں ہوتی۔ وہ حجت جو اس کے دِین میں اس کا نائب اور ولایت میں اس کی مرضی پر چلتا ہے' اللہ تعالیٰ اسے اپنے معاملات کیلئے منتخب فرماتے ہیں۔ خوشخبری ہے اس شخص کیلئے جو اس زمانے میں اس مقام پر فائز ہو۔'' (۳۰۳)

صوفیوں کے ان اقوال کی بناء پر ہی شیخ الاسلام ابن تیمیہؒ اپنے فتاوی میں لکھتے ہیں ''یہ وہی دعویٰ ہے جس کا رافضیوں اور شیعوں نے اعلان کیا کہ ہر زمانے میں امامِ معصوم کا ہونا ضروری ہے جو اللہ کی طرف سے اہل زمین والوں کیلئے حجت ہوگا۔ اور اس کے بغیر ایمان مکمل نہیں ہوتا۔'' (۳۰۴)

امام کی معرفت ضروری ہے

موضوع کی مناسبت سے ہم یہاں شیعوں کے ایک اور عقیدے کو بیان کرنا چاہیں گے، وہ یہ ہے کہ جس طرح امام کا ہر وقت موجود ہونا ضروری ہے، اسی طرح ہر امام کے دور کے لوگوں کیلئے اس کی معرفت بھی ضروری ہے۔ جو شخص اس حالت میں مر جائے کہ اسے اپنے امام کی معرفت نہیں تھی، تو وہ جاہلیت کی موت مرے گا۔ یا وہ کفر اور گمراہی کی حالت میں مرے گا۔ مشہور شیعہ مصنف شریف مرتضیٰ جو علم الھدیٰ کے لقب سے مشہور ہے، لکھتا ہے "امام کی معرفت اتنی ہی ضروری ہے جیسا کہ خدا تعالیٰ کی معرفت۔ امام کی معرفت ایمان اور اسلام ہے۔ امام کے بارے میں کسی شک میں مبتلا ہونا یا اس سے ناواقف ہونا گویا حق تعالیٰ کی ذات میں شک کرنا یا اس سے ناواقف ہونا ہے جو کہ صریح کفر ہے۔ ایسا شخص ایمان سے خارج ہو جاتا ہے۔ یہ مقام صرف ہمارے نبیؐ اور ان کے بعد آنے والے اماموں کیلئے ہے جو آپ کی اولاد میں سے ہیں۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ امام کی معرفت ایمان کا حصہ ہے۔ اس کے بارے میں شک و شبہ کرنا کفر ہے اور اس پر تمام شیعوں کا اجماع ہے۔" (۳۰۵)

طوسی جو شیخ الطائفہ کے نام سے مشہور ہے، لکھتا ہے "نبوت کو نہ ماننے کی طرح امامت کو نہ ماننا بھی کفر ہے۔ دونوں کی عدم معرفت ایک ہی سطح کی ہے۔ حضورؐ سے منقول ہے کہ جو شخص اس حالت میں مرا کہ اسے امام زمانہ کی معرفت نہیں تھی، تو وہ جاہلیت کی موت مرا۔ اور جاہلیت کی موت کفر کی موت ہے۔" (۳۰۶)

اس حوالے سے شیعہ محدثین نے اور بھی بہت ساری روایات نقل کی ہیں جن میں سے کلینی نے اپنی کتاب "الکافی" ابن بابویہ القمی، طوسی نے اپنی کتاب "شافیہ" برقی نے اپنی کتاب "محاسن" نعمانی نے اپنی کتاب "غیبہ" حر عاملی نے اپنی کتاب "فصول" ملا باقر مجلسی نے اپنی کتاب "بحار" اور بحرانی نے اپنی کتاب "برہان" میں اس طرح کی روایات نقل کی ہیں۔ یہاں تک کہ شیعوں کا مشہور محدث حر عاملی لکھتا ہے "اس بارے میں روایات اور دلائل بہت زیادہ ہیں

جو گنتی اور شمار میں نہیں آسکتے۔"(۳۰۷)

یہ شیعوں کا بنیادی عقیدہ ہے' مقصد یہ کہ شیعہ عقائد کے مطابق ہر شخص کیلئے ضروری ہے کہ وہ امام کے وجود کو تسلیم کرے' اس کی معرفت حاصل کرے' اس کی اتباع کرے' اس سے دینی علوم حاصل کرے' اس کے مسلک اور منہج پر چلے' اور یہ یقین رکھے کہ اس کی بات کا انکار کر کے وہ تباہی اور گمراہی میں پڑ جائے گا۔

یہ شیعوں کا عقیدہ ہے لیکن عجیب بات یہ ہے کہ صوفی بھی لفظ بہ لفظ ان باتوں کو اپناتے ہوئے یہی عقیدہ رکھتے ہیں۔ چنانچہ وہ کہتے ہیں جس کا کوئی شیخ نہ ہو اس کا امام شیطان ہوتا ہے' جیسا کہ صوفیوں نے ابو یزید سے نقل کیا ہے کہ وہ کہتا ہے"جس کا کوئی استاد نہ ہو تو اس کا امام شیطان ہوتا ہے۔"(۳۰۸)

لسان الدین ابن الخطیب کہتا ہے"مرید اپنے شیخ پر اعتماد کرے' اپنی لگام اس کے ہاتھ میں دے دے تا کہ شیخ اسے شیطان کی پکڑ سے بچائے اور اسے سیدھے راستے پر چلائے۔ اسی طرح کہا جاتا ہے جس کا کوئی شیخ نہیں اس کا شیخ شیطان ہے۔"(۳۰۹)

اسی طرح ابن عربی کہتا ہے"اے مرید جان لے کہ دعوت الی اللہ کا مقام بہت بلند ہے' یہ نبوت کا مقام ہے اور اس کا خلاصہ یہ ہے کہ جو شخص نبوت کے زمانے میں یہ کام کرے گا اسے نبی کہا جائے گا' اور اس زمانے کے علاوہ جو شخص یہ کام کرے گا اسے شیخ کہا جائے گا۔ جو علومِ نبویہ کا وارث ہوتا ہے تاہم یہ ہے کہ وہ نبی نہیں ہوتا۔ یہی وہ شخص ہے جس کے بارے میں اہل اللہ کہتے ہیں کہ جس کا کوئی استاد نہیں تو اس کا استاد شیطان ہوتا ہے۔"(۳۱۰)

شعرانی مزید کہتا ہے"اے میرے بھائی جان لو، کوئی بھی شخص سلوک کا اعلیٰ مقام اس وقت تک حاصل نہیں کر سکتا جب تک وہ کوئی شیخ نہ پکڑے' اور ان کے سامنے زانوئے تلمذ تہہ کرے۔ اس کی خوب خدمت کرے۔ جو شخص یہ دعویٰ کرتا ہے کہ وہ شیخ کے بغیر ہدایت حاصل کر لے گا' تو اس کا شیخ ابلیس ہوتا ہے۔ ابوالقاسم جنید بغدادی کہا کرتے تھے جو شخص شیخ کے بغیر اس راہ پر چلنے کی کوشش کرے گا تو وہ خود بھی گمراہ ہوگا اور اوروں کو بھی گمراہ کرے گا۔"(۳۱۱)

اسی طرح شعرانی اپنی کتاب ''الاخلاق المتبولیہ'' میں علی المرصفی سے نقل کرتے ہوئے لکھتا ہے کہ اس نے کہا ''اگر کوئی مرید شیخ کے بغیر اللہ تعالیٰ کی اتنی عبادت کرے کہ اس کی عبادت زمین و آسمان کے درمیان خلا کو بھر دے، پھر بھی اس کی عبادت گرد و غبار کی طرح ہے جو ایک پھونک سے اُڑ جائے گی۔ میں نے اپنے شیخ علی الخواص کو یہ کہتے ہوئے سنا' اگر کوئی شخص بغیر شیخ کے علم کی ایک ہزار کتابیں پڑھ لے، وہ ایسا ہی ہے جیسے کوئی شخص بیماری اور اس کی دوا جانے بغیر طب کی کتابیں یاد کرلے۔ جو شخص شیخ کے بغیر اس راہ پر چلنے کی کوشش کرتا ہے وہ ہر وقت گمراہی کے کنارے پر ہوتا ہے۔'' (۳۱۲)

شیعہ ابو جعفر محمد الباقر کے حوالے سے نقل کرتے ہیں کہ انہوں نے کہا ''اللہ تعالیٰ کو چند لوگ ہی جانتے ہیں۔ وہی لوگ جانتے ہیں جو اماموں کو جانتے ہیں۔ جو شخص اماموں کو نہیں جانتا وہ اللہ کو بھی نہیں جانتا۔ اور جو شخص اللہ کو نہیں جانتا' ظاہری بات ہے کہ وہ اس کی عبادت نہیں کرتا اور زندگی گمراہی میں گزارتا ہے۔'' (۳۱۳)

انہی سے ایک اور قول بھی منقول ہے ''جو شخص امام کے بغیر اپنی عبادت کے ذریعے اللہ کا قرب حاصل کرنا چاہے تو اس کی یہ کوشش رائیگاں ہے۔''

مشہور مستشرق نیکلسن بایزید بسطامی کے قول ''جس کا کوئی شیخ نہیں اس کا شیخ شیطان ہے'' کو نقل کرنے کے بعد لکھتا ہے کہ اس سے ظاہر ہوا کہ شیعیت کو تصوف میں گہرا اثر و رسوخ حاصل ہے۔ وہ شیعیت جس کا بانی عبداللہ بن سباء تھا۔'' (۳۱۴)

ولایت اور وصیت

صوفیوں اور شیعوں کے درمیان ایک اور معاملے میں بھی انتہائی مشابہت ہے' وہ یہ ہے کہ صوفی بھی اپنے اولیاء کیلئے وہی اختیارات اور اوصاف ثابت کرتے ہیں جو شیعہ اپنے اماموں کیلئے کرتے ہیں۔ شیعہ عقائد یہ ہیں ''امام حکم خداوندی کے والی ہوتے ہیں' علم خداوندی کے خزانے اور وحی خداوندی کا مہبط ہوتے ہیں۔'' (۳۱۵)

ابو جعفر محمد بن حسن الصفار المتوفی 290ھ جو کلینی کا بھی استاد ہے' اپنی کتاب بصائر میں محمد باقر بن علی زین العابدین کے حوالے سے نقل کرتے ہوئے لکھتا ہے ''ہم اللہ کے منتخب اور چنیدہ بندے ہیں' ہم سب سے افضل اور بہتر لوگ ہیں' ہم ہی علوم انبیاء کے وارث اور خدا کے محبوب ہیں۔ ہم زمین پر اللہ کی حجت ہیں' ہم ایمان کے ارکان اور اسلام کے ستون ہیں۔ ہم اللہ کی مخلوق کیلئے اللہ کی جانب سے رحمت ہیں۔ ہم ہی ہیں جن کی وجہ سے خدا رزق کی کشادگی اور تنگی کا فیصلہ کرتا ہے۔ ہم ہدایت کے امام' روشنی کے چراغ اور رہنمائی کے مینار ہیں۔ ہم ہی سابق ہیں' ہم ہی آخر ہیں۔ ہم ہی علم کا منبع ہیں۔ جو ہمارا اتباع کرے گا وہ کامیاب ہوگا' جو نہ مانے گا وہ تباہ ہو جائے گا۔ ہم امت کے رہنما ہیں' ہم ہی صراطِ مستقیم ہیں۔ ہم معدنِ نبوت ہیں۔ ہم موضع رسالت ہیں۔ ہمارے پاس ہی فرشتے آتے ہیں' ہم وہ چراغ ہیں جس سے لوگ رہنمائی حاصل کرتے ہیں' ہم وہ راستہ ہیں جس پر چل کر لوگ کامیاب ہوتے ہیں' ہم جنت کی طرف رہنما' اسلام کی عزت اور وہ پل ہیں کہ اُن پر چلنے والا ہر شخص کامیاب ہوگا۔ ہم شمشیرِ بے نیام ہیں' ہماری وجہ سے ہی خدا کی رحمت نازل ہوتی ہے' بارش ہوتی ہے' ہماری وجہ سے ہی عذاب ٹلتے ہیں۔ جو ہماری معرفت حاصل کرے اور ہماری مدد کرے اور ہماری بات مانے تو وہ ہم میں سے ہے اور ہمارا دوست ہے۔'' (۳۱۶)

کلینی نے بھی اماموں کے حوالے سے نقل کیا' کہ وہ کہتے ہیں ''ہم زمین پر اللہ کے علم کا خزانہ ہیں' ہم وحیِ خداوندی کا ترجمہ ہیں' ہم زمین و آسمان کے درمیان خدا کی حجت بالغہ ہیں۔'' (۳۱۷)

یہ بھی منقول ہے کہ انہوں نے کہا ''ہم ہی وہ مثانی ہیں جو خدا نے اپنے نبی کو عطا کئے۔ ہم انسانی شکل میں زمین پر تمہارے سامنے چلتے ہیں جس نے ہمیں پہچان لیا' پہچان لیا' اور جو غافل رہا وہ تباہ ہوا۔ جس نے پہچانا تو وہ جنت میں یقین کے مقام پر فائز ہوگا اور جس نے ہماری معرفت حاصل نہیں کی وہ جہنم میں جائے گا۔'' (۳۱۸)

اس حوالے سے روایت تو بہت زیادہ ہیں۔ جو مزید روایات پڑھنا یا جاننا چاہیں تو اس موضوع پر ہماری چار کتابوں کا مطالعہ کرے یا شیعوں کی مشہور کتابوں کا مطالعہ کرے' جیسے صفار کی کتاب ''بصائر الدرجات'' ، کلینی کی کتاب ''کافی''، مجلسی کی کتاب ''بحار الانوار'' عاملی کی کتاب ''الفصول المہمہ'' بحرانی کی کتاب ''البرہان'' وغیرہ۔

کتاب اللہ اور سنت رسول اللہؐ اس طرح کی خرافات' ہفوات اور شرکیات سے پاک ہیں' لیکن صوفی اپنی جڑوں میں شیعہ عقائد کا پانی ہی ڈالتے ہیں' کتاب وسنت سے رہنمائی حاصل کرنے کی بجائے وہ شیعوں کی باتیں مانتے ہیں۔ صوفیوں کے اولیاء اور رہنما وہی کچھ کہتے ہیں جو شیعہ اپنے اماموں اور وصیوں کے بارے میں کہتے ہیں۔

مشہور صوفی مؤرخ ابونصر سراج الطّوسی لکھتے ہیں ''یہ لوگ یعنی صوفیاء زمین پر اللہ تعالیٰ کا احسان ہیں' اس کے اسرار ورموز اور علم کے خزینے ہیں' اللہ کے خاص بندے اور دوست ہیں۔ اللہ سے محبت کرنے والے صالح نیک لوگ ہیں' انہی میں سے سابقون اور آخرون ہیں' یہی ابرار اور مقربین ہیں' یہی ابدال اور صدیقین ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ان کے دِلوں کو اپنی معرفت سے زندہ کردیا' اپنی خدمت کیلئے ان کے اعضاء کو آراستہ وپیراستہ کردیا' ان کی زبان کو اپنے ذِکر کیلئے خاص کردیا' ان کے دِلوں کو اپنے اسرار جاننے کیلئے پاک کردیا' ان میں سے کچھ ایسے ہیں جو ولایت کا تاج پہنے ہوئے ہیں' خدا نے انہیں ہدایت کا حلیہ اور لباس پہنایا اور ان کے دِل کو نرم اور اپنی مہربانیوں کے ساتھ انہیں اکٹھا فرمایا' خدائی عنایات والطاف کی بنا پر وہ اللہ کے علاوہ ہر چیز سے بے نیاز ہوگئے' اللہ کو ہر چیز پر ترجیح دینے لگے' صرف اسی پر بھروسہ اور اعتماد کرنے لگے' اس کے در پر بیٹھ گئے' اس کی قضا پر راضی ہوگئے اور اس کی طرف سے آنے والی آزمائشوں پر صبر کرنے لگے۔

اسی کی خاصر گھر بار اور بچے چھوڑ دیئے اور اسی کی خاطر اپنی بیویوں کو ترک کر دیا۔ "**ذلك فضل الله یوتیه من یشاء والله ذوالفضل العظیم**"۔ نیز "**فمنهم ظالم لنفسه**"۔ نیز "**قل الحمدلله و سلام علی عباده الذین اصطفی.**" (۳۱۹)

ذوالنون مصری سے منقول ہے کہ وہ کہتے ہیں "یہ زمین پر اللہ کی حجت ہوتے ہیں، خدا انہیں اپنے نور کا لباس پہناتا ہے، ان کیلئے ہدایت کے جھنڈوں کو بلند کرتا ہے، وہ خدا کے منتخب اور اس کی طاقت سے اس کے نام کو بلند کرتے ہیں۔ خدا ان میں صبر کوٹ کوٹ کر بھر دیتا ہے۔ ان کے جسموں کو اپنے مراقبہ کیلئے پاک کر دیتا ہے۔ اپنے مقربین کی خوشبو سے انہیں معطر کر دیتا ہے۔ اپنی محبت اور مودت سے انہیں سرفراز فرماتا ہے، پھر ان کے دِلوں پر غیب کا ذخیرہ نازل کرتا ہے، غیب کے یہ ذخیرے صرف اسی کو عطا ہوتے ہیں جو حق تعالیٰ کے قریب ہوتا ہے، ان کی ہمتیں خدا کی مرضی حاصل کرنے کیلئے ہیں، اور ان کی نگاہیں غیب کی باتوں کو بھی دیکھ لیتی ہیں، خدا انہیں اپنی معرفت کے اعلیٰ مقام پر بٹھاتا ہے۔" (۳۲۰)

نیز "یہ وہ گونگے ہیں جو فصیح و بلیغ کلام کرتے ہیں، وہ اندھے ہیں جو سب کچھ دیکھتے ہیں، الفاظ ان کی صفات بیان کرنے سے عاجز ہیں، ان کی وجہ سے ہی تکلیفیں اور مصیبتیں دُور ہوتی ہیں، اور انہی کی برکت سے رحمتیں نازل ہوتی ہیں، یہ دنیا میں سب سے خوبصورت اور معزز انسان ہیں، سب سے زیادہ وعدہ اور میثاق پورا کرنے والے، بندوں کیلئے روشن چراغ اور ہدایت کے مینار ہیں۔ رحمت کے معادن اور حکمت کے منابع ہیں۔" (۳۲۱)

ابن عجیبہ لکھتے ہیں "یہ باب اللہ اور یداللہ ہیں۔ جس نے ان کی تعریف کی، اس نے اللہ کی تعریف کی۔ اور جس نے ان کی برائی کی، وہ گویا اللہ کی برائی کا ارتکاب کرنے والا ہے۔" (۳۲۲)

ابن قضیب البان کہتے ہیں "قطب وقت کا فاروق ہوتا ہے، فیض تقسیم کرتا ہے، زمانے کے سارے معاملات اسی کے ہاتھ میں ہوتے ہیں، قطب کا دِل انبیاء کی روحوں کا مخزن ہوتا ہے۔ انبیاء کی روحیں تو اسرارِ خداوندی کے خزانے ہیں، وہ سب قطب کے دِل میں ہوتے ہیں، یہ وہ دروازہ ہے کہ داخل ہونے اور باہر نکلنے کا راستہ ہے۔ قطب کا دِل وہ چراغ ہے جو ارواحِ عالم کی

رہنمائی کیلئے نصب کیا گیا' اس کی زبان معرفتِ حق کی شاہد ہوتی ہے' اس کی زبان میں مقربین کیلئے شفا اور عارفین کیلئے مشاہدے کے مواقع ہوتے ہیں' اس کی زبان سے نکلے ہوئے الفاظ واصلین کے دلوں کی غذا ہیں' اس قطب کی عقل اس کیلئے بمنزلہ اسرافیل کے ہوتی ہے' قطب ہی کی وجہ سے آسمان اور زمین کے سب ستون قائم ہیں۔ ہر زمانے میں ایک قطب کا ہونا حقیقتِ محمدیہ ہے' ہر زمانے میں ایک قطب ہوتا ہے۔" (۳۲۳)

ابن عربی اس سے بھی زیادہ واضح الفاظ کے ساتھ کہتے ہیں:

"میں ہی قرآن ہوں میں ہی سبع مثانی ہوں

میں روحوں کی روح ہوں برتنوں کی روح نہیں

میرا دِل اعلیٰ مقام پر موجود ہے

جہاں علومِ خداوندی اس کا مشاہدہ کرتے ہیں

تمہارے لئے تو میری صرف زبان ہی ہے" (۳۲۴)

شیعوں کا عقیدہ ہے کہ ان کے امام ساری زبانیں جانتے ہیں' یہاں تک کہ پرندوں اور درندوں کی زبانیں بھی۔ صفار اپنی کتاب بصائر میں ایک عنوان قائم کرتا ہے "**باب فی الائمة علیهم السلام انهم یعرفون الالسن کلها.**"

اسی طرح اس نے کئی باب اور بھی قائم کئے جن میں سے ایک یہ بھی ہے "**باب فی الائمة علیهم السلام انهم یعرفون منطق البهائم. ویعرفونهم' ویجیبونهم اذا دعوهم**" (۳۲۵)

اس کے بعد وہ ان عنوانوں کے ذیل میں احادیث نقل کرتا ہے' مثلاً جعفر بن باقر کے حوالے سے ایک روایت نقل کی کہ وہ کہتے ہیں "حسن بن علی علیہ السلام کہتے ہیں' اللہ کے دو شہر ہیں' ایک مشرق اور ایک مغرب میں' ان کے گرد لوہے کی فصیلیں ہیں' ہر شہر پر ایک ہزار محافظ سونے کے گرز لئے کھڑے ہیں' سات لاکھ زبانیں ان شہروں میں بولی جاتی ہیں' ہر زبان دوسری سے مختلف ہے اور مجھے ان سب زبانوں کی پہچان ہے۔ اور اس کے علاوہ ان زبانوں کے جتنے اسرار و رموز

ہیں، مجھے ان کا بھی پتہ ہے اور حسین میرا بھائی ہے۔" (۳۲۶)

محمد الباقر سے منقول ہے کہ وہ کہتے ہیں "ہمیں پرندوں کی زبان سکھائی گئی اور ہمیں ہر چیز کا علم دیا گیا۔" (۳۲۷)

اس طرح کی اور بھی بہت ساری روایات ہیں، زیادہ تر ان روایات کو کلینی اور حر العاملی نے نقل کیا ہے۔

اسی طرح کے اقوال صوفی بھی اپنی کتابوں میں اپنے مشائخ کے بارے میں لکھتے ہیں، مثلاً شعرانی اپنی کتاب "طبقات" میں ابراہیم الدسوقی کے حوالے سے لکھتا ہے "وہ عجمی، سریانی، عبرانی، زنجی زبانوں میں گفتگو کرتے تھے، اس کے علاوہ جانوروں اور پرندوں کی زبانیں بھی انہیں آتی تھیں۔" (۳۲۸)

عماد الدین الاموی کہتا ہے "عارف ہر مخلوق کی بات کو سمجھتا ہے، وہ جانور اور جمادات ہی کیوں نہ ہوں۔" (۳۲۹)

شعرانی اپنی کتاب "الانوار القدسیہ" میں لکھتا ہے "ولی کو اللہ تعالیٰ تمام زبانوں کی معرفت عطا کرتے ہیں، بالخصوص انسانوں اور جنات کی زبانیں، لہٰذا کسی بات کو بھی سمجھنا اس کیلئے مشکل نہیں ہوتا۔" (۳۳۰)

صوفیوں نے اپنی کتابوں میں بہت سے ایسے واقعات ذکر کئے ہیں جس میں صوفیوں کے سربراہوں نے جانوروں، درندوں اور پرندوں سے گفتگو کی، اس کا ذکر ہم انشاء اللہ اس کتاب کے دوسرے حصے میں کریں گے۔

لیکن دلچسپی کیلئے ہم یہاں صرف ایک واقعہ بیان کرنا چاہیں گے جسے شعرانی نے اپنی کتاب "طبقات الکبریٰ" میں بیان کیا ہے، وہ لکھتا ہے "شیخ ابویعزی نے پندرہ برس جنگلوں میں گزارے۔ جنگلوں میں وہ جنگلی پھل کھاتے تھے۔ شیر بھی ان کے پاس آ کر سر جھکاتا تھا، پرندے ان کے گرد بیٹھتے تھے، جب وہ شیر سے کہتے کہ یہاں نہ ٹھہرو، چلو۔ تو وہ اپنے بچوں کو لے کر وہاں سے نکل جاتا تھا۔"

شیخ ابومدین کہتے ہیں "ایک بار میں صحرا میں ان کے پاس گیا تو شیر اور درندوں پرندوں کو ان کے گرد پایا' دوپہر کا وقت تھا' شیخ ابویعزی ان سب کو مختلف مقامات پر بھیج رہے تھے اور ان سے کہہ رہے تھے جاؤ تم فلاں جگہ پر جاؤ تمہارے لئے کھانا وہاں پر پڑا ہے' اسی طرح وہ پرندوں سے بھی کہہ رہے تھے اور سارے جانور ہی ان کی بات پر سر تسلیم خم کرتے ہوئے وہاں سے روانہ ہو رہے تھے۔ پھر انہوں نے مجھ سے کہا شعیب یہ پرندے اور درندے میرے پاس ہی رہنا پسند کرتے ہیں' میری خاطر وہ بھوک بھی برداشت کرتے ہیں۔" (۳۳۱)

اب اس کے بعد شیعوں اور صوفیوں کے عقائد اور خیالات میں کیا فرق رہ جاتا ہے؟

حلول اور تناسخ کا عقیدہ

شیعوں کے بعض فرقوں کا عقیدہ یہ ہے کہ ان کے امام مختلف اوقات میں مختلف صورتوں میں مختلف مقامات پر ظاہر ہوتے رہے۔ مثلاً وہ کہتے ہیں کہ آدم علیہ السلام کے زمانے میں ان کے امام ان کی صورت میں، پھر نوح علیہ السلام کے دور میں ان کی شکل میں، پھر شیث علیہ السلام، پھر عیسیٰ، پھر محمدؐ کے زمانوں میں ان کی اشکال میں ظاہر ہوتے رہے۔ ان کا یہ عقیدہ بھی ہے کہ انہی کے امام نے حضرت نوح علیہ السلام کو غرق ہونے سے بچایا اور ان کو نہ ماننے والوں کو غرق کیا۔ امام نے ہی خضر علیہ السلام اور موسیٰ علیہ السلام کے دور میں کشتی کو تباہ کیا، غلام کو قتل کیا وغیرہ وغیرہ۔

چنانچہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے بارے میں جھوٹ بولتے ہوئے وہ لکھتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا ''میں اور محمدؐ ایک ہی نور ہیں جو اللہ کے نور سے نکلے ہیں۔ میں ہی صاحب الرجفہ ہوں، میں ہی صاحب آیات ہوں، میں نے ہی پہلی قوموں کو ہلاک کیا، میں ہی وہ عظیم خبر ہوں جس کے بارے میں لوگوں کا اختلاف ہے، میں ہی کتاب ہوں، میں ہی لوح محفوظ ہوں، میں ہی قرآن حکیم ہوں، میں محمد اور محمد میں ہوں، ہمارے مردے نہیں مرتے، اور ہمارے مقتول قتل نہیں ہوتے، نہ ہماری اولاد ہوتی ہے نہ ہم کسی کی اولاد ہوتے ہیں، میں نے ہی نوح علیہ السلام کو نجات دی، عیسیٰ علیہ السلام کی زبان کے ذریعے بچپن میں میں نے ہی کلام کیا، آدم، شیث، نوح، سام، ابراہیم، اسماعیل، موسیٰ، یوشع، عیسی، شمعون، محمد اور میں، ہم سب ایک ہی ہیں، میں ہی زندہ کرتا ہوں میں ہی مارتا ہوں، میری اولاد میں سے آنے والے سارے امام یہی کرتے ہیں، اس لئے کہ ہم سب ایک ہی چیز ہیں اور ہر زمانے میں ہمارا ظہور ہوتا ہے۔'' (۳۳۲)

ان سے منقول ہے کہ انہوں نے سلمان کو کہا ''میں ہی مردوں کو زندہ کرتا ہوں، زمین و آسمان کے درمیان ہر چیز کو جانتا ہوں، میں ہی کتابِ مبین ہوں، اے سلمان، محمدؐ تو حجت کو قائم کرنے والے ہیں اور حجت میں ہوں، اسی روح کے ساتھ میں آسمان پر گیا، میں نے ہی نوح علیہ السلام کو کشتی کے ذریعے بچایا، مچھلی کے پیٹ میں یونس علیہ السلام کے ساتھ میں ہی تھا، میں نے

ہی سمندر میں موسیٰ علیہ السلام سے گفتگو کی' میں نے ہی پہلی قوموں کو ہلاک کیا' مجھے تمام انبیاء اور اوصیاء کا علم عطا کیا گیا' میں ہی فصلِ خطاب ہوں' مجھ سے ہی نبوتِ محمدی کامل ہوتی ہے' میں نے ہی دریاؤں اور سمندروں کو جاری کیا' میں نے ہی زمین سے چشموں کو نکالا' میں ہی تاریک دِن کا عذاب ہوں' میں ہی خضر موسیٰ علیہ السلام کا معلم ہوں' میں ہی داؤد اور سلیمان علیہ السلام کا استاد ہوں' میں ہی ذوالقرنین ہوں' میں نے ہی زمین کو دھنسایا' میں ہی تاریک دِن کا عذاب ہوں' میں ہی دُور سے پکارنے والا ہوں' میں ہی دابۃ الارض ہوں' میں وہی ہوں جس کے بارے میں حضورؐ فرمایا کرتے تھے اے علی تو اس دنیا کے دونوں کناروں جیسا ہے' تیرے لئے ہی آخرتِ اولیٰ ہے' اے سلمان ہمارے مردے مرتے نہیں' ہمارے مقتول قتل نہیں ہوتے' ہمارے غائب ہونے والے غائب ہو کر بھی غائب نہیں ہوتے' ہم ماں کے پیٹ میں نہ پیدا ہوئے اور نہ ہی ہماری اولاد وہاں پیدا ہوتی ہے' ہمارے اوپر دنیا کے کسی آدمی کو قیاس نہیں کیا جا سکتا' عیسیٰ علیہ السلام کے بچپن میں ان کی زبان سے میں نے ہی گفتگو کی' میں ہی نوح ہوں' میں ہی ابراہیم ہوں' میں ہی اونٹنی والا ہوں' میں ہی زلزلے والا ہوں' میں ہی لوح محفوظ ہوں' لوح محفوظ میں جو کچھ ہے اس کا علم مجھ پر آ کر ختم ہو جاتا ہے' میں جس صورت میں چاہوں متقلب ہو جاتا ہوں' جو ان صورتوں کو دیکھ لے گا اس نے گویا مجھے دیکھ لیا' اور جس نے مجھے دیکھ لیا اس نے گویا سب صورتوں کو دیکھ لیا' ہم حقیقت میں اللہ کا نور ہیں جس پر کبھی زوال نہیں آتا' اور وہ کبھی بھی نہیں بدلتا۔'' (۳۳۳)

جعفر ابن باقر سے نقل کیا گیا کہ انہوں نے کہا ''میں اللہ کا نور ہوں' بچپن میں عیسیٰ علیہ السلام کی زبان سے میں نے ہی کلام کیا' آدم' شیث' نوح' سام ابراہیم' اسماعیل' موسیٰ' یوشع' عیسیٰ' شمعون' محمد' اور میں' ہم سب ایک ہیں' جس نے ہمیں دیکھ لیا اس نے ان کو دیکھ لیا' میں ہی زندہ کرتا ہوں' میں ہی موت دیتا ہوں' میں ہی پیدا کرتا ہوں اور میں ہی رزق دیتا ہوں' میں ہی مادر زاد اندھے اور کوڑھی کو ٹھیک کرتا ہوں' میں ہی تمہیں بتاتا ہوں کہ تم نے کیا کھایا' اور تم نے اپنے گھروں میں کیا ذخیرہ کیا ہوا ہے' اور یہی صفات میری اولاد میں آنے والے تمام اماموں کی ہے اس لئے کہ ہم سب ایک ہی چیز ہیں۔'' (۳۳۴)

راشد الدین بن سنان السوری جو مشہور اسماعیلی رہنما ہے' کے حوالے سے نقل کیا گیا ہے کہ اس نے کہا ''نوح علیہ السلام کے دور میں میں ظاہر ہوا اور میں نے ہی ساری مخلوق کو غرق کیا' ابراہیم علیہ السلام کے دور میں میں تین مقامات پر ظاہر ہوا' میں نے ہی کشتی کو ڈبویا' غلام کو قتل کیا' دیوار کو سہارا دے کر کھڑا کیا' پھر میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی شکل میں نمودار ہوا' میں نے اپنے شفا بخش ہاتھ سے اپنی اولاد سے گناہوں کو دُور کر دیا' میں ہی شمعون علیہ السلام کی شکل میں ظاہر ہوا......الخ۔'' (۳۳۵)

یہ روایات صراحتاً اس بات پر دلالت کرتی ہیں کہ شیعہ حلول اور تناسخ کے قائل ہیں اور ان کے امام اللہ کے نور سے پیدا ہوئے جس میں کوئی تغیر و تبدیل نہیں ہوتا' لیکن یہ نور مختلف اوقات میں مختلف جسموں میں داخل ہوتا رہا' ہر دفعہ وہ ایک نئے رُوپ اور شکل میں ظاہر ہوا' ہر نئے شخص کے ساتھ اس رُوپ نے ایک نیا نام اختیار کیا' کبھی آدم' کبھی نوح' کبھی ابراہیم' کبھی موسیٰ' کبھی عیسیٰ اور کبھی محمد کی شکل میں ظاہر ہوا۔ مگر یہ نور اپنے جوہر کے اعتبار سے ایک ہی ہے۔

بعینہٖ یہی عقائد صوفیوں کے ہیں' وہ اس نور کو نورِ ازلی کہتے ہیں' کبھی اسے جوہرِ اصلی' کبھی حقیقتِ محمدیہ' اور کبھی صورت محمدیہ کہتے ہیں۔ تو حقیقت یہی ہے جو مختلف اجسام میں مختلف اوقات میں حلول کرتی ہے اور اس جسم کی مناسبت سے اپنا نام اختیار کرتی ہے۔ زمانہ اور جسم کے اعتبار سے اس کے نام بدلتے رہتے ہیں لیکن یہ روح ایک ہی ہے' چنانچہ اس کے بارے میں عبدالکریم الجیلی کہتا ہے ''جان اے شخص اللہ تیری حفاظت کرے' کہ انسانِ کامل وہ قطب ہے جس کے اوپر یہ سارے آسمان گھومتے ہیں' شروع سے آخر تک اسی کے اوپر اس کائنات کا وجود قائم ہے' وہ ابدالآباد سے لے کر آج تک ایک ہی ہے۔ مختلف شکلوں اور اجسام میں وہ ظاہر ہوتا رہتا ہے' چنانچہ لباس اور جسم کے اعتبار سے اس کے نام متعین ہوتے رہتے ہیں' جب لباس اور جسم بدل جائے تو نام بھی بدل جاتا ہے' اس کا اصلی نام محمد ہے' اس کی کنیت ابوالقاسم ہے' اور اس کی صفت عبداللہ ہے' اس کا لقب شمس الدین ہے' پھر مختلف اجسام اور اشکال کے اعتبار سے اس کے نام بھی مختلف ہیں' ہر زمانے میں اس کا وہی نام ہوتا ہے جو اس کی شکل کے شایانِ شان ہو۔ یہ ساری شکلیں محمد کی ذاتِ اقدس میں جمع

ہوئیں اور یہی شکلیں میرے شیخ شرف الدین اسماعیل الجبرتی میں ظاہر ہوئیں، مجھے یہ نہیں پتہ تھا کہ وہی نبیؐ ہیں، میرا خیال تھا کہ وہ میرے شیخ ہیں' یہ وہ مشاہدہ ہے جس کی سعادت مجھے 796ھ کو ہوئی۔ یہ راز مجھ پر آشکارا ہوا کہ یہ نور مختلف صورتوں میں ظاہر ہوتا رہتا ہے' اس لئے جب کوئی ادیب اسے صورتِ محمدیہ میں دیکھتا ہے' اس شکل میں جو حضورؐ کی زندگی میں آپؐ کی تھی' تو وہ آپ کا نام محمد رکھ دیتا ہے' جب وہ کسی اور صورت میں دیکھتا ہے اور جان لیتا ہے کہ یہ بھی محمدؐ ہی ہیں' مگر وہ ان کو اسی نام سے پکارتا ہے جس جسم میں ہوتے ہیں۔ یہ نام درحقیقت صورتِ محمدی اور حقیقت محمدی کیلئے ہی بولا جارہا ہے۔ تم جانتے نہیں کہ جب حضورؐ شبلیؒ کی شکل میں ظاہر ہوئے تو شبلی نے اپنے شاگرد سے کہا "اشهد انی رسول الله" میں گواہی دیتا ہوں کہ میں اللہ کا رسول ہوں۔ چونکہ ان کا شاگرد بھی صاحبِ معرفت تھا اس لئے اس نے ان کو پہچان لیا اور کہا "اشهد انك رسول الله" میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ اللہ کے رسول ہیں۔ یہ ایسی بات ہے جس سے کوئی بھی انکار نہیں کرسکتا۔ جس طرح خواب میں کوئی شخص کسی شخص کو کسی اور صورت میں دیکھتا ہے' اسی طرح یہ بھی ہے۔ کشف کا سب سے ادنی مقام یہ ہے کہ انسان حالتِ بیداری میں بھی وہ دیکھے جو اس نے خواب میں دیکھا' لیکن خواب اور کشف میں فرق ہوتا ہے۔ فرق یہ ہے کہ خواب میں حضورؐ جس صورت میں ظاہر ہوں' بیداری میں اس صورت کیلئے حقیقتِ محمدی کا لفظ نہیں بولا جاتا' اس لئے کہ جہاں کسی صورت کی تمثیل ظاہر ہو تو اس کی تعبیر کی جاتی ہے' حقیقت محمدی کی تعبیر اسی وقت کی جائے گی جب وہ حالتِ بیداری میں اس تصویر کو دیکھے۔ کشف میں جب حضورؐ کی شکل کسی اور انسان کی شکل میں ظاہر ہو جائے تو آپ کیلئے لازم ہے کہ اس صورت کیلئے آپ حقیقتِ محمدی کا نام استعمال کریں اور آپ کیلئے ضروری ہے کہ آپ اس شخص کا ویسا ہی احترام کریں جیسا کہ آپ حضورؐ کا احترام کرتے ہیں کیونکہ بذریعہ کشف آپ کو معلوم ہو گیا ہے کہ حضورؐ اس شکل میں ظاہر ہوئے ہیں۔ اس شخص کی شکل میں حضورؐ کے ظہور کے بعد اب تم اس سے اس طرح کا برتاؤ نہیں کرتے جس طرح تم اس سے پہلے اس شخص سے کرتے تھے۔ خبردار تم میری باتوں کا مطلب یہ نہ لو کہ میں تناسخ کا قائل ہوں' حاشا وکلا میرا یہ مطلب نہیں ہے بلکہ حضورؐ کو یہ قدرت اور اختیار حاصل ہے کہ وہ تمام صورتوں میں ظاہر ہو سکتے ہیں۔ حضورؐ

کا طریقہ یہ ہے کہ آپ ہر زمانے میں اس زمانے کے سب سے کامل شخص کی صورت میں ظاہر ہوتے ہیں تا کہ اس کی شان بلند کریں اور لوگوں کی توجہ اس شخص کی طرف ہو۔ تو یہ لوگ ظاہر میں حضورؐ کے خلفاء اور باطن میں حقیقتِ محمدی ہوتے ہیں۔" (۳۳۶)

اسی طرح ڈاکٹر ابوالعلاء العفیفی "فصوص ابن عربی" پر تفریع کرتے ہوئے لکھتے ہیں "اسلام کے ابتدائی دور سے ہی حضورؐ کی ازلیت کی بات مشہور ہوگئی، دوسرے الفاظ میں آپ یہ کہہ سکتے ہیں کہ نورِ محمدی کی ازلیت شروع سے ہی مسلم رہی۔ سب سے پہلے شیعوں نے اس طرح کی باتیں کہیں، اس کے بعد اہلسنت نے بھی ان سے یہ باتیں اخذ کرلیں۔ ان باتوں کے دلیل کے طور پر کچھ احادیث ذِکر کی جاتی ہیں جن میں سے اکثر کے بارے میں محققین کی رائے یہ ہے کہ وہ موضوع احادیث ہیں، ان احادیث میں سے چند ایک حدیثیں یہ ہیں کہ حضورؐ نے فرمایا "انا اول الناس فی الخلق" تخلیق میں، میں سب سے پہلا انسان ہوں۔ نیز "اول ما خلق الله نوری" سب سے پہلے اللہ تعالیٰ نے میرا نور پیدا کیا۔ نیز "کنت نبیا و آدم بین الماء و الطین" میں اس وقت بھی نبی تھا جبکہ آدم علیہ السلام ابتدائی تخلیق سے گزر رہے تھے اور وہ مٹی اور پانی کی درمیانی شکل میں تھے۔ اس کے علاوہ اور بھی بہت ساری احادیث ہیں جس سے ثابت کیا جاتا ہے کہ تمام مخلوق سے قبل حضورؐ کا وجود تھا۔ حضورؐ کے وجودِ زمانی سے قبل ہی مختلف شکلوں میں آپ کا وجود تھا۔ نیز یہ کہ حضورؐ کا وجود حادث نہیں بلکہ قدیم ہے یعنی فنا ہونے والا نہیں بلکہ ازل سے ابد تک ہے۔ اسی کو نورِ محمدی بھی کہتے ہیں۔ شیعوں نے نورِ محمدی کے بارے میں بہت ساری باتیں نقل کی ہیں۔ چنانچہ اس کے بارے میں ان کا خیال ہے کہ یہ نورِ محمدی ہر زمانے میں مختلف شکل اپناتا ہے۔ یہ نورِ محمدی آدم، نوح، ابراہیم، موسیٰ علیہم السلام وغیرہ انبیاء کی شکل میں ظاہر ہوا، پھر آخر میں یہ نورِ محمدی خاتم النبیین محمد کی شکل میں ظاہر ہوئی۔ اس سے وہ یہ ثابت کرتے ہیں کہ تمام انبیاء درحقیقت اسی نورِ محمدی کے مظہر تھے۔ اس سوچ اور فکر کا بغور مطالعہ کیا جائے تو اس سے عیسائیت کی بو آتی ہے۔

پوپ کلیمنٹ الیگزینڈر کہتا ہے" کائنات میں ایک ہی نبی ہے اور یہ وہ انسان ہے جسے اللہ تعالیٰ نے اپنی صورت پر پیدا کیا، اس میں روح القدس حلول کرتا ہے، یہ وجود ازل سے ہے اور ہر

زمانے میں ایک نئی شکل میں ظاہر ہوتا ہے۔"

اس طرح کی باتوں کی مثال ہمیں ابن العربی کی کتابوں میں بھی ملتی ہے۔ ابن العربی اس کیلئے کلمہ محمدیہ، حقیقت محمدیہ اور نورِ محمدی کی اصطلاحات استعمال کرتا ہے۔ چنانچہ جب وہ کلمہ محمدیہ کا لفظ بولتا ہے تو اس سے مراد محمد رسول اللہؐ نہیں ہوتے بلکہ اس سے مراد اس کی حقیقتِ محمدیہ ہوتی ہے جسے وہ اس کائنات کی سب سے کامل چیز گردانتا ہے۔ وہ کہتا ہے کہ یہ انسانِ کامل اور خدا کا خلیفہ کامل ہے۔ جب موجودات میں سے ہر چیز اسمائے الٰہیہ کی بعض خصوصیات کی حامل ہے تو محمدؐ تمام اسماء کی تمام خصوصیات کی جامع ہیں اور وہ اسمِ اعظم ہے یعنی لفظِ "اللہ"۔ اس لئے حضورؐ کو وہ تمام مراتب حاصل ہیں جو آپ سے قبل کو حاصل تھے، اور آپ کی ذات میں آکر ان تمام ذاتوں کا ارتکاز ہوگیا، آپ کو وہ مقام حاصل ہوگیا جس کے اوپر کوئی مقام نہیں۔ آپ کو وہ صفت حاصل ہوگئی جس سے بالاتر کوئی صفت، نام اور شکل نہیں ہے، اس لئے حقیقتِ محمدیہ ہی اس کائنات کا خلاصہ اور جوہر ہے۔ یوں بھی کہا جاسکتا ہے کہ حقیقتِ محمدیہ ہی اس کائنات کی سب سے پہلی تخلیق ہے۔ ایک اعتبار سے یہ عالم اور کائنات کی سب سے پہلی تخلیق ہے کیونکہ یہ وہ نور ہے جسے اللہ تعالیٰ نے ہر چیز سے قبل پیدا کیا اور پھر اس سے ہر چیز کو پیدا کیا۔ یا یہ وہ عقلِ الٰہی ہے جس میں حق تعالیٰ نے اپنی ذات کیلئے ہی تجلی فرمائی، تو یہ وہ پہلا مقام، مرتبہ اور موقع تھا جب حق تعالیٰ کسی موجود کی شکل میں ظاہر ہوئے۔ جب حق تعالیٰ پر اپنی خصوصیات اور کمالات کا ظہور ہوا اور وہ صفات سامنے آئیں جنہیں شمار بھی نہیں کیا جاسکتا، تو حق تعالیٰ نے اس بات کو پسند کیا کہ یہ کمالات مختلف صورتوں میں ظاہر ہوں تاکہ اس کی صفات بھی ان صورتوں میں آجائے۔ دوسرے اعتبار سے حقیقتِ محمدیہ کو انسان سے بھی جوڑا جا سکتا ہے۔ ابن عربی اسے انسانِ کامل کی صورتِ کاملہ کہتا ہے جس میں وجود اور کائنات کے تمام حقائق جمع ہوتے ہیں، اس لئے وہ اسے آدمِ حقیقی اور حقیقتِ انسانی بھی کہتا ہے۔ صوفیاء کی اصطلاح میں وہ اسے علمِ باطن کا مصدر، منبع اور قطب الاقطاب کہتے ہیں۔

اس پہلو سے ابن عربی اسے کلمہ محمدیہ یا حقیقتِ محمدیہ کہتا ہے۔ درحقیقت یہ سارے افکار افلاطونی، عیسائی اور یہودی افکار ہیں، ان افکار کو اسماعیلی اور قرامطہ کے افکار سے خلط ملط کردیا

گیا۔ ابن عربی نے اپنے خاص انداز میں ان تمام افکار کو ملایا اور یہ انوکھے اصول نکالے جو اوپر بیان ہوئے۔ اس نے اس طرح کے نظریات قائم کئے جو عام طور پر عیسائی اور یہودی اپناتے ہیں۔" (۳۳۷)

اسی طرح فرغانی کہتا ہے "آدم علیہ السلام سے لے کر محمدؐ تک ہر نبی روحِ اعظم کی نبوت کا مظہر تھا۔ روحِ اعظم کی ذات دائم ذات ہے اور دیگر انبیاء کی نبوت کا اس ذات میں اظہار معروضی اور عارضی چیز ہے' سوائے نبوتِ محمدیہ کے' کہ یہ بھی ہمیشہ ہے اور کبھی ختم نہیں ہوگی' اس لئے کہ نبوتِ محمدی روحِ اعظم کی حقیقت ہے اور اس حقیقت کی صورت وہ ہے جو تمام اسماء و صفات میں ظاہر ہوئی۔ بعض دفعہ یہ نبیوں کی شکل میں ظاہر ہوئی' چنانچہ جس نبی کی شکل میں ظاہر ہوئی اسے وہی نام دیا گیا۔ مگر حضورؐ کی ذات میں یہ صفت اپنے کمال اور تمام صفات کے ساتھ ظاہر ہوئی اور اسی پر نبوت کو ختم کر دیا گیا۔ تو حضورؐ حقیقت کے اعتبار سے تمام انبیاء سے مقدم ہیں' مگر صورت کے اعتبار سے مؤخر ہیں۔ جیسا کہ حضورؐ نے فرمایا ہم ہی آخر اور ہم ہی سابق ہیں۔ یہ بھی فرمایا میں اس وقت بھی نبی تھا جبکہ آدم علیہ السلام ابھی پانی اور مٹی کے درمیان تھے۔ اور ایک روایت میں جبکہ آدم علیہ السلام روح اور جسد کے درمیان تھے' یعنی نہ تو وہ مکمل روح اور نہ ہی وہ مکمل جسد تھے۔" (۳۳۸)

دباغ اپنی کتاب "الابریز" میں صوفیوں کے عقیدہ تناسخ کو بھی بیان کرتا ہے کہ صوفی اس بات کے قائل ہیں کہ ہر ولی کی روح اس سے نکل کر کسی اور ولی میں یا کسی اور شکل میں ظاہر ہو سکتی ہے۔ (۳۳۹)

شعرانی نے ایک صوفی کے بارے میں کہا کہ "وہ دشمنوں کیلئے ہیبت ناک شیر کی شکل میں ظاہر ہوئے۔" (۳۴۰)

اسی طرح منوفی اپنی کتاب جمہرۃ میں ایک صوفی کے بارے میں نقل کرتے ہیں "وہ درندوں اور ہاتھیوں کی شکل میں ظاہر ہوتے تھے۔" (۳۴۱)

حاصل کلام یہ ہے کہ صوفیوں نے بھی یہ افکار اور فلسفہ شیعوں سے لیا ہے۔ یہ بیہودہ اور باطل خیالات ان سے ہی اپنائے ہیں' اپنے رہنماؤں کے بارے میں وہ بھی وہی کہتے ہیں جو شیعہ اپنے

رہنماؤں کے بارے میں کہتے ہیں۔ بلکہ بعض صورتوں میں تو صوفی اپنے رہنماؤں کیلئے شیعوں کے اماموں سے بھی زیادہ صفات ثابت کرتے ہیں، مثلاً ابراہیم الدسوقی سے کچھ اشعار منقول ہیں کہ اس نے اپنے بارے میں کہا ؎

"میں وہ قطب ہوں جس کا حکم بڑا ہی مبارک ہے
کائنات میری ذات کے گرد ہی گھومتی ہے
میں عقل پر طلوع ہونے والا وہ سورج ہوں جو کبھی ڈوبتا نہیں
اندھے دل ہی مجھے دیکھ نہیں پاتے
وہ مجھے مدھم شیشوں میں دیکھتے ہیں
حالانکہ میں تو صرف صاف شیشوں میں ہی نظر آتا ہوں
میرے ذریعے سے ہی ہر امت اور قوم کو حقیقت کی اطلاع ملی
مختلف شکلوں میں اور یہ ساری امتیں بھی میری ہی ہیں
ہر جامع مسجد میں میرا ایک منبر مقرر ہے
اور حق تعالیٰ کے سامنے میں بندیدگی کا مظہر ٹھہرا
میری ذات کے ساتھ ہی دنیا کی ہر ذات قائم ہے
اور ہر ذات میں، میں تھوڑے تھوڑے عرصہ بعد حلول کرتا ہوں
لیلیٰ ہند رباب اور زینب علوی سلمی اور بثینہ
یہ سب نام ہیں ان کی حقیقت کوئی نہیں
ان سب سے مراد میری ہی صورت ہے
میری پیدائش آدم سے بھی قبل کی ہے
اور کائنات میں میری تجلیات کا ظہور تو میری پیدائش سے بھی قبل کا ہے
آسمانوں میں ، میں نورِ احمد کے ساتھ تھا
سفید روشنی کی مسہریوں پر اپنی خلوت میں

ابراہیم علیہ السلام کے خواب میں آنے والا شخص میں ہی تھا
اپنی تمام تر عنایات اور حقیقت کے ساتھ
میں ادریس کے ساتھ تھا جب وہ بلندیوں پر چڑھے
اور جب وہ جنت میں اعلیٰ ترین مقام پر فائز ہوئے
میں عیسیٰ علیہ السلام کے ساتھ بچپن میں تھا جب انہوں نے گفتگو کی
میں نے ہی داؤد علیہ السلام کی آواز میں حلاوت اور نغمگی ڈالی
میں نوح علیہ السلام کے ساتھ جب انہوں نے دنیا کا مشاہدہ کیا
جب سمندروں اور طوفانوں کا انہوں نے مشاہدہ کیا
میں قطب ہوں ہر حال میں شیخ الوقت ہوں
میرا نام ابراہیم ہے اور میں شیخ طریقت ہوں"(۳۴۲)

ایک اور مشہور صوفی سے منقول ہے کہ اس نے کہا "میں ہی موسیٰ کلیم اللہ کے ساتھ مناجات کرنے والا ہوں، میں ہی علی ہوں، میں نے زمین میں ہر ولی کو اپنے ہاتھوں سے پیدا کیا، جس کی شکل میں چاہوں آجاتا ہوں، آسمان پہ میں نے اپنے رب کا مشاہدہ کیا اور کرسی پر اس سے خطاب کیا، میرے ہاتھ میں ہی جنت اور جہنم ہے، میں جب چاہوں انہیں بند کردوں اور جب چاہوں کھول دوں، جو میری زیارت کرے گا وہ اسے جنت الفردوس میں داخل کروں گا۔"(۳۴۳)

فتح اللہ بوراس کہتا ہے:

"زمین کے ہر ولی کو میں نے ہی ولی بنایا
آسمان کی ہر حکمت کی بات میں نے ہی اسے سکھائی
میں نے ہی ایوب علیہ السلام کو تمام بیماریوں سے شفا دی
میں نے یعقوب علیہ السلام کی بینائی واپس کی
میں نے ہی ان کے بیٹے یوسف کو کنویں سے نکالا
میں نے ہی یونس کو مچھلی کے پیٹ سے نکالا

میں نے نوح کو طوفان سے نجات دی

ساتویں آسمان پہ میں نے اپنے رب کا مشاہدہ کیا اور اس سے کلام کیا

میرے ہاتھ میں جنتوں کے دروازے ہیں میں انہیں کھولتا ہوں اور داخل کرتا ہوں

جتنی بھی اس میں حور عین ہیں ان سب کو میں نے دیکھا اور شمار کیا

جس نے مجھے دیکھا یا مجھے دیکھنے والے کو دیکھا یا میری مجلس میں حاضر ہوا

تو میں اسے جنت الفردوس میں جگہ دوں گا'' (۳۴۴)

فریدالدین عطار نے بایزید بسطامی سے نقل کیا کہ ان سے کسی شخص نے عرش اور کرسی کے بارے میں پوچھا تو وہ کہنے لگے ''میں ہی عرش اور کرسی ہوں، میں ہی ابراہیم، موسیٰ اور محمد ہوں۔'' (۳۴۵)

یہ وہی بات ہے جو شیعہ حضرت علی کے بارے میں نقل کرتے ہیں۔ انہوں نے کہا ''میں لوح اور قلم ہوں، میں عرش اور کرسی ہوں، میں ساتوں آسمان ہوں، میں اسمائے حسنیٰ ہوں، اور میں ہی کلماتِ علیا ہوں۔'' (۳۴۶)

یہ بات بھی قابل ذکر ہے کہ صوفی ان باتوں کو ثابت کرنے کیلئے وہی جھوٹی روایات نقل کرتے ہیں جو شیعہ حضرات نقل کرتے ہیں۔ مثلاً شعرانی اور محمد رفاعی وغیرہ نے حضرت علی کے حوالے سے نقل کیا کہ انہوں نے اپنے ایک خطبے میں کہا ''میں بسم اللہ کا نقطہ ہوں، میں اللہ کا حکم ہوں جس میں تم نے افراط و تفریط کی، میں قلم اور لوح محفوظ ہوں، میں ہی عرش اور کرسی ہوں، اور میں ہی ساتوں آسمان اور زمین ہوں۔'' (۳۴۷)

مراتب صوفیا

صوفیا کے مراتب بھی مختلف ہیں جنہیں صوفیا نے اپنے اور اپنے رہنماؤں کیلئے وضع کئے ہیں، ان مراتب میں وہ بتاتے ہیں کہ فلاں مرتبے کے شخص کو یہ مقام اور اختیارات حاصل ہیں، ہم اس بات کو لسان الدین ابن الخطیب کے حوالے سے نقل کرتے ہیں، وہ کہتا ہے ''اللہ کے مخصوص لوگ اور زمین پر اللہ کی رحمت کے باعث لوگ یہ ہیں: ابدال، اقطاب، اوتاد، عرفا، نجبا، نقبا، اور ان سب کا سربراہ غوث ہوتا ہے۔'' (۳۴۸)

علی ہجویری ان الفاظ میں بیان کرتے ہیں ''اہل حل وعقد اور حق تعالیٰ کے زمین پر نائب تین سو ہیں جنہیں اخیار کہا جاتا ہے، چالیس کو ابدال کہا جاتا ہے، سات کو ابرار کہا جاتا ہے، چار کو اوتاد کہا جاتا ہے، تین کو نقبا کہا جاتا ہے، اور ایک وہ ہوتا ہے جسے غوث اور قطب کہا جاتا ہے۔ یہ سب لوگ ایک دوسرے کو پہچانتے ہیں اور تصرف کرنے میں ایک دوسرے کے حکم اور امر کے محتاج ہوتے ہیں۔'' (۳۴۹)

اسی طرح کی بات جرجانی نقل کرتا ہے، چنانچہ وہ کہتا ہے ''قطب: جسے غوث بھی کہا جاتا ہے یہ وہ واحد اور اکلوتا شخص ہے جو ہر زمان اور مکان میں اللہ تعالیٰ کی نظر کا مقام ہوتا ہے۔ امامین: یہ دو افراد ہیں، ان میں سے ایک غوث کی دائیں جانب اور ایک بائیں جانب ہوتا ہے۔ دائیں جانب والے کی نظر ملکوت پر اور بائیں جانب والے کی نظر ملک اور کائنات پر ہوتی ہے۔ بائیں جانب والے کا مرتبہ دائیں جانب والے سے زیادہ ہے اور یہی غوث کا خلیفہ ہوتا ہے۔ اوتاد: یہ چار افراد ہیں اور کائنات کے چاروں کونوں پر متعین ہوتے ہیں، مشرق مغرب اور شمال اور جنوب میں موجود ہیں۔ ہر ایک اپنی جہت کا ذمہ دار ہوتا ہے۔ ابدال: یہ سات ہیں، جب مذکورہ بالا شخصیات میں سے کوئی ایک اپنی جگہ کو چھوڑے اور اپنے قائم مقام کسی اور شخص کو متعین کرے تو وہ بدل یا ابدال کہلاتا ہے۔ نجبا: یہ چالیس ہیں، یہ مخلوق کے گناہ اٹھاتے ہیں، گویا یہ دوسروں کے کام آتے ہیں۔ نقبا: جو دلوں کے بھید باہر نکالتے ہیں، اور یہ تین سو ہیں۔'' (۳۵۰)

یہی ترتیب ابن عربی سے منقول ہے، وہ کہتا ہے ''اس بات پر اجماع ہے کہ اہل طریقت سات طبقات پر مشتمل ہیں۔ اقطاب، آئمہ، اوتاد، ابدال، نقباء، اور نجبا۔'' (۳۵۱)

اسی طرح کی بات شیخ العروسیہ عبدالسلام الفیتوری نے اپنی کتاب ''الوصیۃ الکبریٰ'' میں نقل کی۔ (۳۵۲) یہی بات کمشخانوی نے ''جامع الاصول فی الاولیاء'' میں بیان کی۔ (۳۵۳) اور اسی بات کو السلمی نے اپنی کتاب ''طبقات السلمی'' میں ذکر کیا۔'' (۳۵۴)

ہم یہاں پر داؤد بن محمود قیصری کی عبارت نقل کریں گے، اس نے مزید وضاحت سے لکھا ''ان کے مراتب بہت سارے ہوتے ہیں، پہلا مرتبہ قطبیت کا ہے، اس مقام پر ایک شخص ہی فائز ہوتا ہے اور اس کے جانے کے بعد دوسرا آتا ہے۔ اسے غوث بھی کہا جاتا ہے، اس لئے کہ یہ لوگوں کا مددگار اور مغیث ہوتا ہے۔ پھر دو اماموں کا مرتبہ ہے، یہ بادشاہ کے دو وزیروں کی طرح قطب کے ساتھ ہوتے ہیں۔ ایک دائیں جانب ہوتا ہے جو عالمِ ملکوت اور غیب کے معاملات میں قطب کی اجازت سے تصرف کرتا ہے، دوسرا بائیں جانب ہوتا ہے جو ملک اور دنیا کے معاملات میں تصرف کرتا ہے۔ جب قطب انتقال کر جاتا ہے تو بائیں جانب والا امام اس کا نائب بنتا ہے، اس لئے کہ وہ دائیں والے سے زیادہ مکمل ہوتا ہے۔ بائیں جانب والا عالمِ ملکوت سے بڑھ کر عالمِ ملک کی طرف آتا ہے، گویا اس نے یہ دونوں منازل طے کر لئے ہیں جبکہ دائیں جانب والا امام ابھی عالمِ ملکوت تک ہی پہنچا ہے۔ پھر اس کے بعد چار اوتاد ہوتے ہیں جیسا کہ صحابہ کرام میں سے چار منتخب شخص تھے، پھر اس کے بعد سات ابدال کا مقام ہوتا ہے جو سات اقلیموں کے محافظ ہوتے ہیں۔ ان میں سے ہر شخص اپنے اقلیم کا قطب ہوتا ہے، پھر دس اولیاء کا مرتبہ ہوتا ہے جو عشرہ مبشرہ کے منزل میں ہیں۔ پھر بارہ کا مقام ہوتا ہے جو بارہ برجوں کے حاکم ہوتے ہیں، ان برجوں میں جو واقعات اور حادثات ہوتے ہیں، وہ انہی کے ذمے ہوتے ہیں۔ پھر ان کے بعد بیس، چالیس، اور ننانوے ہوتے ہیں جو اسمائے حسنیٰ کے مظاہر ہیں۔ پھر اس طرح بڑھتے بڑھتے 360 تک ایک ہی کڑی ہوتی ہے۔ یہ سب لوگ ابتدائے عالم سے اب تک موجود ہیں، ان کی تعداد نہ کم ہوتی ہے نہ بڑھتی ہے۔ جب ان میں سے کوئی ایک عالمِ فانی سے رخصت ہوتا ہے تو دوسرا اس کی جگہ سنبھال لیتا

ہے۔ان کے علاوہ جو اولیاء ہیں وہ کم زیادہ ہوتے رہتے ہیں' اس کے بعد زہاد' عباد اور علماء کا مرتبہ ہوتا ہے مگر یہ سارے لوگ قطب کی حاکمیت اور بادشاہت کے تابع ہوتے ہیں۔ کچھ کامل افراد ہوتے ہیں جو مرتبے کے اعتبار سے قطب کے برابر ہوتے ہیں' یہ اس کے حکم کے تابع نہیں ہوتے بلکہ براہِ راست اللہ تعالیٰ سے احکامات لیتے ہیں۔ان کے علاوہ جتنے بھی لوگ ہیں وہ خدا تعالیٰ سے نہیں بلکہ قطب سے احکامات لیتے ہیں۔''(۳۵۵)

مشہور فرانسیسی مستشرق ماسینن کہتا ہے''صوفیوں کا خیال ہے کہ یہ عالم اولیاء کی بناء پر قائم ہے جو دنیا سے چھپے ہوئے اور ان کی تعداد محدود ہے۔ جب ان میں سے کوئی ایک فوت ہوتا ہے تو دوسرا ان کے قائم مقام بن جاتا ہے۔ یہ تین سو لوگ نقیب کہلاتے ہیں' چالیس ابدال کہلاتے ہیں' سات امناء کہلاتے ہیں' چار عمود یا ستون کہلاتے ہیں' اور پھر ایک قطب ہوتا ہے جسے غوث بھی کہا جاتا ہے۔''(۳۵۶)

یہ ترتیب اور گنتی صوفیوں نے شیعوں سے لی ہے۔ خاص طور پر اسماعیلی اور نصیری شیعہ اس طرح کے مراتب اور تعداد بیان کرتے ہیں' انہی کے بارے میں ذکر کرتے ہوئے شیخ الاسلام ابن تیمیہؒ نے اپنے مجموعے میں کہا''وہ نام جو صوفیوں کی زبان پر عام طور پر آتے ہیں' مثلاً غوث جو مکے میں ہوتا ہے' چار اوتاد' سات اقطاب' چالیس ابدال' اور تین سو نجباء۔ ان ناموں کا ذکر نہ تو قرآن پاک میں ہے اور نہ ہی حدیث میں۔ لفظ ابدال کے بارے میں ایک روایت آتی ہے جو سند کے اعتبار سے منقطع ہے' اس میں حضرت علی نے حضورؐ سے مرفوعاً نقل کیا ہے کہ حضورؐ نے فرمایا ''ان میں یعنی اہل شام میں چالیس ابدال ہیں' جب ان میں سے کسی ایک کا انتقال ہوتا ہے تو اللہ تعالیٰ ان میں سے کسی دوسرے کو اس کا نائب بنا دیتے ہیں۔'' اس ترتیب پر یہ نام ہمیں اسلاف کی کتابوں میں بھی نہیں ملتے۔ دراصل یہ رافضیوں اور شیعوں والا ہی دعویٰ ہے' وہ بھی ہر زمانے میں امامِ معصوم کے وجود کو لازم قرار دیتے ہیں کہ ہر زمانے میں ایک امامِ معصوم ہوتا ہے جو تمام مخلوق پر اللہ کی جانب سے حجت ہوتا ہے۔ ایمان اس کے بغیر مکمل نہیں ہوتا۔ پھر وہ ایک امام کے بارے میں کہتے ہیں کہ وہ بچپن میں ایک غار میں چلا گیا' چار سو چالیس برس گزر چکے ہیں' نہ تو اسے کسی نے

دیکھا اور نہ کسی کو اس کے بارے میں معلوم ہے۔ یہ مراتب جنہیں صوفیاء نقل کرتے ہیں، شیعوں کے ہاں بھی تھوڑے سے ردوبدل کے ساتھ پائے جاتے ہیں۔ ان باتوں کی نہ کوئی اصل اور نہ ہی کوئی بنیاد ہے، بلکہ من گھڑت اور بیہودہ باتیں ہیں۔" (۳۵۷)

ابن خلدون بھی اس کے بارے میں تصریح کرتے ہیں کہ یہ انداز اور اصطلاحات شیعوں سے ماخوذ ہیں۔ چنانچہ وہ کہتے ہیں "متاخرین صوفیاء کشف اور اس طرح کے کچھ دیگر عقائد کو بیان کرتے ہیں جس کی بنیاد عقیدہ حلول اور وحدۃ الشھود ہے۔ چنانچہ صوفیوں کی کتابوں میں اس بارے بہت ذِکر ملتا ہے، مثلاً الهروی، ابن العربی، ابن سبعین، ابن العفیف، ابن الفارض، نجم الاسرائیلی وغیرہ اپنی کتابوں میں اس بارے بہت زیادہ تفصیل بیان کرتے ہیں۔ دراصل ان کے اکابر اپنے زمانے میں اسماعیلیوں کے ساتھ رہتے تھے، ان کا عقیدہ حلول اور تناسخ کا تھا، چنانچہ ان سے انہوں نے بھی یہ باتیں سیکھیں اور اسلام کی شکل دینے کیلئے اس میں کئی نئی اصلاحات وضع کیں۔ صوفیوں کے کلام میں عام طور پر قطب کا لفظ ملتا ہے جس کا معنی راس العارفین یعنی عارفین کا سردار ہوتا ہے۔ اس کے بارے میں صوفیوں کا خیال یہ ہے کہ دنیا میں کوئی بھی اس کے برابر نہیں ہوتا۔ یہ سب سے بالاتر شخص ہوتا ہے۔ جب اس کا انتقال ہوتا ہے تو پھر دوسرا شخص اس کی جگہ سنبھالتا ہے۔ چنانچہ اسی کے بارے میں ابن سینا اپنی کتاب میں لکھتا ہے کہ یہ اقطاب یکے بعد دیگرے آتے ہیں اور اہل حق ہی ان کے مقام پر مطلع ہوتے ہیں۔" (۳۵۸)

یہ ایسی بات ہے جس پر نہ کوئی عقلی اور نہ ہی کوئی شرعی دلیل ہے۔ یہ وہی باتیں ہیں جنہیں شیعہ بیان کرتے ہیں۔ صوفی قطب کے بعد ابدال کا درجہ بیان کرتے ہیں جبکہ شیعہ قطب کے بعد نقباء کا درجہ بیان کرتے ہیں۔"

مشہور مصری محقق احمد امین مصری صوفیاء کے عقائد پر تفصیلی بحث کرنے کے بعد لکھتے ہیں "صوفیوں اور شیعوں کے درمیان گہرا تعلق ہے۔ صوفیوں نے شیعوں سے امام مہدی کی آمد والا خیال اور نظریہ لیا، جسے شیعہ امام مہدی کہتے ہیں، اسے صوفی قطب کہتے ہیں۔ شیعوں کی طرح صوفی بھی اس بات کو تسلیم کرتے ہیں کہ پوری کائنات کو ایک شخص یعنی قطب چلاتا ہے اور اسی کے سر پر

تمام دنیا کے معاملات کا دارومدار ہوتا ہے۔ شیعہ مسلک میں ایسے شخص کو امام کہا جاتا ہے اور شیعہ بھی اس کیلئے یہی مقامات اور فضائل ثابت کرتے ہیں جو صوفی اپنے امام کیلئے کرتے ہیں۔ قطب کے بارے میں صوفی کہتے ہیں کہ وہ زمانے کے معاملات چلاتا ہے' وہ آسمان کا ستون ہوتا ہے' اس کے بغیر زمین قائم نہیں رہ سکتی۔ قطب کے بعد نجباء کا درجہ آتا ہے چنانچہ ابن العربی اپنی کتاب ''الفتوحات المکیہ'' میں لکھتا ہے ''ہر زمانے میں یہ بارہ ہوتے ہیں' نہ کم اور نہ زیادہ۔ ستاروں کے بارہ برجوں کی طرح ہوتے ہیں' ہر نقیب ایک برج کے معاملات کا ذمہ دار ہوتا ہے' ان نقیبوں کے ہاتھ پر اللہ تعالیٰ شریعت کے علوم دے دیتے ہیں' یہ نقیب ہر شخص کے دِل کی بات اور اس کے دِل میں آنے والے برے خیالات کو جانتے ہیں' ابلیس ان سے چھپا نہیں رہ سکتا' انسان اپنے بارے میں اتنی چیزوں کو نہیں جانتا' جتنا یہ جانتے ہیں۔ کسی شخص کو دیکھتے ہی انہیں یہ پتہ لگ جاتا ہے کہ یہ شخص نیک یا بد بخت ہے۔'' (۳۵۹)

جو شخص ان مسائل پر شیعوں کا عقیدہ جاننا چاہے تو اسے ہماری کتاب ''الاسماعیلیہ القدامی تاریخ وعقائد'' کے ساتویں باب کا مطالعہ کرنا چاہیے' جس میں ہم نے اسماعیلی فکر اور اس کے نظام کو تفصیل سے بیان کیا ہے۔

ہم یہاں قاضی نعمان بن محمد المغربی الاسماعیلی کی عبارت نقل کرنا چاہیں گے' جس میں وہ شیعوں کے مطابق مراتب کو بیان کرتے ہوئے لکھتا ہے ''اساس' امام' حجت' نقیب' جناح۔'' (۳۶۰) ایک اور اسماعیلی محقق حمید الدین کرمانی اپنی کتاب ''راحۃ العقل'' میں بھی اسی طرح کے مراتب کا ذِکر کرتا ہے۔ (۳۶۱) ابراہیم بن حسین الحامدی نے بھی یہی مراتب نقل کئے ہیں۔ (۳۶۲)

یہ شیعوں کا ایک اور عقیدہ ہے جسے صوفیوں نے اخذ کیا' بعد میں یہی عقیدہ صوفیوں میں بھی جڑ پکڑ گیا' صوفیوں نے شیعوں والی اصطلاحات استعمال کیں مگر ہم اس بات کو انشاءاللہ تفصیل کے ساتھ اگلی کتاب میں بیان کریں گے۔

تقیہ

شیعہ کے اہم اور بنیادی عقائد میں سے ایک عقیدہ تقیہ یعنی باتوں کو چھپانے کا ہے، یعنی جو چیز ان کے دِل میں ہے اسے ظاہر نہ کیا جائے اور جس کا اعلان کیا جا رہا ہو وہ ان کے دِل میں نہ ہو۔ یہ وہ اہم ترین عقیدہ ہے جس کی وجہ سے شیعہ دوسرے گروہوں اور لوگوں سے ممتاز ہو جاتے ہیں اور ان کے اور عام مسلمانوں کے درمیان فرق واضح ہو جاتا ہے۔ اس عقیدہ کی وجہ سے ایک عام انسان کسی بھی شیعہ کو سمجھ ہی نہیں پاتا کیونکہ اسے اس کے ظاہر و باطن اور سچ و جھوٹ کی سمجھ ہی نہیں آئے گی۔

سید محب الدین الخطیب لکھتے ہیں "ہمارے اور اُن کے (شیعہ) درمیان فرق کر دینے والی ایک چیز تقیہ ہے، یہ شیعوں کے ہاں دینی عقیدہ ہے جس کے ذریعے ان کیلئے جھوٹ بولنا اور دِل کی بات کو زبان پر نہ لانا حلال ہو جاتا ہے۔ چنانچہ ایک سلیم القلب اور شریف انسان ان کی باتوں اور ظاہر کو دیکھ کر دھوکہ کھا جاتا ہے۔ یہ ہر شخص کے ساتھ ظاہری طور پر خوش اخلاقی اور محبت سے پیش آتے ہیں حالانکہ ان کے دِل میں یہ بات نہیں ہوتی۔" (۳۶۳)

شیخ الاسلام ابن تیمیہؒ فرماتے ہیں "شیعوں کے اندر جتنی منافقت اور زندیقیت ہے، اتنی کسی اور میں نہیں۔ اس لئے کہ شیعہ مسلک کی بنیاد ہی نفاق پر ہے، اور نفاق کی بنیاد جھوٹ پر ہے۔ قرآن پاک ہمیں یہ بتاتا ہے کہ زبان پر اور بات اور دِل میں کسی اور خیال کا ہونا منافق کی علامت ہے۔ چنانچہ اللہ پاک ارشاد فرماتے ہیں "اپنی زبانوں سے وہ باتیں کرتے ہیں جو اُن کے دل میں نہیں ہوتیں۔" "شیعہ جھوٹ بولنے کو اپنے مذہب کا ایک اہم اور بنیادی عقیدہ قرار دیتے ہیں اور اسے تقیہ کا نام دیتے ہیں۔ وہ اپنے اماموں سے اس طرح کے اقوال نقل کرتے ہیں جس سے تقیہ کی فضیلت اور اہمیت معلوم ہوتی ہے۔ اگرچہ جن لوگوں کی طرف یہ اقوال نسبت کرتے ہیں، وہ نیک اور معزز لوگ تھے مگر شیعہ اپنے مذموم عقائد کیلئے ان پاک طینت ہستیوں کو استعمال کرنے سے بھی باز نہیں آتے، چنانچہ حضرت جعفر بن صادق سے نقل کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا "تقیہ میرا اور

میرے آباؤ اجداد کا دین ہے۔"

حالانکہ اللہ تعالیٰ نے اہل بیت میں سے مومنین کو اس سے پاک کر دیا' بلکہ وہ تو انتہائی سچے اور ایمان کے اعتبار سے کامل تھے' ان کا دین تقیہ نہیں بلکہ تقویٰ تھا۔ (۳۶۴)

اس طرح کی اور بھی بہت ساری روایات ہیں جنہیں شیعہ اپنے آئمہ معصومین سے نقل کرتے ہیں۔ ان روایات میں سے بہت سی روایات ہم نے اپنی کتاب "الشیعہ والسنہ" میں بھی نقل کی ہیں' بلکہ اس کتاب میں تو ہم نے ان روایات کو بیان کرنے کیلئے ایک باب قائم کیا ہے۔ اپنی نئی کتاب "بین الشیعہ واھل السنہ" میں بھی ہم نے اس موضوع پر ایک علیحدہ مستقل فصل بیان کی ہے۔ جو اس موضوع پر مزید تحقیق کرنا چاہے وہ ان کتب کا مطالعہ کرے۔ یہاں ہم صرف دو روایتوں کو نقل کرنا چاہیں گے۔

کشی نے حسین بن معاذ بن مسلم النحوی سے بیان کیا ہے' انہوں نے ابوعبداللہ سے روایت نقل کی ہے کہ وہ فرماتے ہیں "مجھے ابوعبداللہ نے کہا مجھے پتہ چلا ہے کہ تم جامع مسجد میں بیٹھ کر فتوے دیتے ہو' میں نے کہا ہاں۔ بلکہ میں تو اس حوالے سے آپ سے ایک سوال بھی پوچھنا چاہ رہا تھا کہ ایک آدمی میرے پاس آ کر سوال پوچھتا ہے' اس کا عقیدہ میرے خلاف ہے' تو میں اسے کیا کہوں؟ ابوعبداللہ نے کہا ویسے ہی کر لیا کرو' ویسے ہی کر لیا کرو' یعنی اس کے عقیدے کے مطابق فیصلہ کر لیا کرو۔" (۳۶۵)

کلینی نے ایک روایت جعفر سے نقل کی ہے کہ انہوں نے اپنے ایک ساتھی معلیٰ بن خنیس سے کہا "اے معلیٰ ہماری باتوں کو چھپایا کرو سب کے سامنے نہ بتایا کرو' جو ہماری باتوں کو چھپائے گا' اسے پھیلائے گا نہیں تو اسے اللہ تعالیٰ دنیا میں عزت دیں گے اور قیامت کے دن اس کے سامنے ایک نور چلے گا جو جنت کی طرف اس کی رہنمائی کرے گا۔ اے معلیٰ جو ہماری باتوں کو چھپانے کی بجائے پھیلانا شروع کر دے' اللہ تعالیٰ اسے دنیا میں ذلیل کر دے گا اور قیامت کے دن اسے نور سے بھی محروم کر دے گا' چنانچہ اس کے سامنے تاریکی اور اندھیرا ہوگا اور وہ جہنم میں جا گرے گا۔ اے معلیٰ یاد رکھ تقیہ میرا بھی دین ہے اور میرے باپ دادا کا بھی' جس نے تقیہ نہیں کیا

اس نے ہمارے دِین پر عمل نہیں کیا۔'' (۳۶۶)

ابن بابویہ القمی اس حوالے سے لکھتا ہے'' تقیہ کے حوالے سے ہمارا عقیدہ یہ ہے کہ یہ واجب ہے اور اس وقت تک یہ تقیہ چلتا رہے گا جب تک قیامت قائم نہیں ہوگی۔ جو قیامت قائم ہونے سے قبل ہی تقیہ چھوڑ دے تو وہ ہمارے دِین سے خارج ہو گیا اور اس نے اللہ' اس کے رسول اور اماموں کی نافرمانی کی۔'' (۳۶۷)

مفید کہتا ہے'' تقیہ حق چھپانے اور اپنے عقیدے کو ظاہر نہ کرنے کا نام ہے۔ ایسی بات کو چھپانا جس سے دنیا یا آخرت میں نقصان کا اندیشہ ہو' ایسے تمام معاملات میں تقیہ کیا جا سکتا ہے جن کے ظاہر کرنے سے غالب گمان یہ ہو کہ اس سے نقصان پہنچے گا۔'' (۳۶۸)

تقیہ کے بارے میں شیعوں کا یہ عقیدہ ہے جو اوپر بیان کیا گیا ہے' اس کیلئے وہ بہت سے فضائل اور روایات بھی نقل کرتے ہیں۔

صوفیوں نے اس عقیدے کو بتمامہٖ اخذ کیا ہے بلکہ وہ تو ان سے بھی دو قدم آگے بڑھ گئے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے حضورؐ کے بارے میں یہ کہا ہے کہ وہ غیب کے معاملات بتانے میں بخیل نہیں تھے۔ (۳۶۹) لیکن شیعہ حضورؐ پر تہمت لگاتے ہیں اور حضورؐ کے بارے میں جھوٹی حدیثیں منسوب کرتے ہیں۔ حالانکہ فرمانِ نبوی ہے'' جو شخص میرے بارے میں کوئی جھوٹی حدیث نقل کرے گا تو وہ اپنا ٹھکانہ جہنم میں بنائے گا۔'' (۳۷۰)

مگر شیعہ حضورؐ کے بارے میں کہتے ہیں'' اللہ تعالیٰ نے ہمارے نبی محمدؐ کو حکم دیا ہے کہ وہ کچھ چیزوں کو چھپائیں۔ حضورؐ نے ایسی باتیں چھپائیں' چنانچہ حضورؐ کا فرمان ہے'' معراج والی رات مجھے تین علوم دیئے گئے۔ ایک قسم کے علوم وہ تھے جنہیں چھپانے کا مجھے حکم دیا گیا' دوسرے وہ علوم تھے جن کی تبلیغ میں مجھے اختیار دیا گیا' اور تیسرے علوم وہ ہیں جن کی تبلیغ کا مجھے حکم دیا گیا۔ وہ علوم جن کی تبلیغ کا مجھے حکم دیا گیا ہے وہ شریعت کے علوم ہیں' اور وہ علوم جن کی تبلیغ میں مجھے اختیار دیا گیا ہے وہ حقائق کے علوم ہیں۔ اور وہ علوم جنہیں بیان کرنے سے مجھے منع کیا گیا ہے وہ اسرارِ الٰہی ہیں جنہیں خدا تعالیٰ نے قرآن میں بھی ذِکر کیا ہے۔ جن چیزوں کی تبلیغ کا مجھے حکم دیا گیا

ہے وہ تو ظاہر ہیں اور جن میں مجھے اختیار دیا گیا ہے یہ وہ چیزیں ہیں جن کے بارے میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں "ہم انہیں اپنی آیات آفاق اور خود ان کی نفسوں میں بتائیں گے تاکہ حق ان کیلئے واضح ہو جائے۔" اسی طرح اللہ پاک کا فرمان ہے "آسمان اور زمین اور جو کچھ ان کے درمیان ہے' انہیں ہم نے حق کے ساتھ پیدا کیا۔" نیز فرمایا "اللہ تعالیٰ نے تمہارے لئے زمین و آسمان کی ہر چیز کو مسخر کیا' نیز فرمایا میں نے اس میں اپنی روح پھونکی۔" تو یہ تمام آیات ایک اعتبار سے ان تمام حقائق کو بیان کرتی ہیں جو اسرارِ الٰہی سے متعلق ہیں اور جنہیں بیان کرنے سے مجھے منع کیا گیا ہے۔ ایک اعتبار سے یہ اشیاء حقائق سے تعلق رکھتی ہیں اور دوسری جانب شرائع سے۔ حقائق والے اعتبار سے مجھے ان اشیاء کو چھپانے کا حکم دیا گیا اور شرائع والے اعتبار سے مجھے اختیار دیا گیا۔ جو فہم الٰہی رکھتا ہو' وہ تو ان حقائق تک پہنچ جائے گا اور جسے یہ فہم حاصل نہ ہو وہ اس طرح کے حقائق کا انکار کر دے گا۔ چنانچہ مجھے ان حقائق کو بیان کرنے سے منع کر دیا گیا تاکہ کم فہم لوگ اس کا انکار کر کے گمراہی اور بدبختی میں نہ پڑ جائیں۔ وہ علوم جنہیں چھپانے کا مجھے حکم دیا گیا ہے وہ قرآن پاک میں بھی تاویل کے ذریعے بیان کئے گئے ہیں۔ ان علوم کو وہی شخص سمجھ سکتا ہے جو علومِ الٰہیہ کا ماہر ہو اور جسے بذریعہ کشف اللہ تعالیٰ یہ علم ودیعت کریں۔ اس کے بعد جب وہ قرآن پاک کی آیات کو سنے گا تو وہ ان چھپے ہوئے احکام اور باتوں کو سمجھ جائے گا۔ حضورؐ نے بھی ان چیزوں کو چھپایا اور اسی کی طرف قرآن پاک نے بھی ایک موقع پر اشارہ کیا ہے "متشابہات کی تاویل کا علم اللہ تعالیٰ کو ہی ہے۔" جو شخص اس تاویل سے مطلع ہو جاتا ہے' وہ ان احکام کو سمجھ جاتا ہے۔" (۳۷۱)

ابو نصر السراج الطوسی کہتا ہے "رسالتِ محمدیؐ کے حقائق اور خصوصیات اتنی زیادہ ہیں کہ اگر انہیں پہاڑوں پر رکھ دیا جائے تو پہاڑ ان خصوصیات کی وجہ سے پگھل جائیں' مگر حضورؐ لوگوں کو ان کی سمجھ کے مطابق ہی احکام بتایا کرتے تھے۔" (۳۷۲)

اس کا مطلب یہ ہوا کہ حضورؐ نے خدا تعالیٰ کی جانب سے ودیعت کردہ تمام احکام امت تک منتقل نہیں کئے' اس لئے کہ لوگ ان علوم کو اٹھانے اور سمجھنے پر قادر نہیں تھے۔

اسی طرح کی ایک بات شعرانی، محمد الحنفی سے نقل کرتا ہے کہ انہوں نے فرمایا "کچھ باتیں

ایسی بھی ہیں جو اگر ہم تمہیں بتا دیں تو تم پاگل ہو جاؤ' لیکن ہم یہ باتیں نااہل لوگوں کو نہیں بتاتے۔"(۳۷۳)

یہی وہ بات ہے جو جسے شیعہ اپنے امام جعفر الباقر سے نقل کرتے ہیں کہ انہوں نے کہا "ہمارے اور اللہ تعالیٰ کے درمیان کچھ معاملات راز کے ہیں۔ہم نے کچھ علم براہِ راست اللہ تعالیٰ سے حاصل کیا اور اللہ تعالیٰ نے ہمیں ان علوم کی تبلیغ کا حکم دیا۔ہم نے ان علوم کی تبلیغ کی مگر ہمیں ایسے لوگ نہ ملے جو ان علوم کو سمجھتے یا ان علوم کی باتوں کو برداشت کرنے کے قابل ہوتے۔"(۳۷۴)

حضرت علیؓ کی طرف شیعوں نے ایک قول منسوب کیا ہے کہ انہوں نے فرمایا "ہمارے کچھ معاملات بہت مشکل ہیں جنہیں وہی شخص سمجھ سکتا ہے جس کے دِل کو اللہ تعالیٰ نے ایمان کے ذریعے پرکھ لیا ہو۔ ہماری باتوں کو کشادہ اور امانت دار سینے ہی برداشت کر سکتے ہیں اور ایسی سوچیں انہیں پا سکتی ہیں جو نکھری اور پرکھی ہوئی ہوں۔"(۳۷۵)

اسی طرح ایک اور قول ان کی طرف منسوب ہے "ہماری باتیں کہ اُن تک مقرب فرشتے اور رسول بھی نہیں پہنچ سکتے۔صرف وہی صاحبِ ایمان پہنچ سکتا ہے جس کے دِل کو اللہ تعالیٰ نے ایمان کے ذریعے پرکھ لیا ہو۔"(۳۷۶)

صوفی حضرت ابو ہریرہؓ پر بہتان باندھتے ہوئے کہتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا "میں نے حضورؐ سے دو قسم کے علوم حاصل کیے ہیں' ایک علم تو وہ تھا جو میں نے لوگوں کے درمیان پھیلا دیا' اور دوسرا علم وہ ہے کہ اگر میں اسے لوگوں کے درمیان پھیلاتا تو میری زبان گدی سے کھینچ لی جاتی۔"(۳۷۷)

اسی طرح شیعہ علی بن الحسین زین العابدین کی طرف نسبت کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ انہوں نے کہا:

"اے میرے رب میرے پاس کچھ علوم تو ایسے ہیں جنہیں اگر میں پھیلاؤں
تو مجھے یہ کہا جائے کہ تم تو بت پرست ہو

لوگ میرے خون کو حلال سمجھیں

اور میری اچھی باتوں کو بھی برا جانیں

میں اپنے علم میں سے اصل باتوں کو چھپاتا ہوں

تاکہ کوئی جاہل آدمی انکار کر کے فتنے میں نہ پڑ جائے" (۳۷۸)

نفزی الرندی کہتا ہے" آزاد منش لوگوں کے دِلوں میں رازوں کی قبریں ہوتی ہیں۔ یہ راز اس بندے کے پاس اللہ تعالیٰ کی طرف سے امانت ہوتے ہیں جنہیں پھیلانا خیانت کہا جاتا ہے' اور اللہ تعالیٰ خیانت کرنے والوں کو پسند نہیں کرتے۔ اس طرح کے معاملات کو اشاریوں کنایوں کے ذریعے بیان کیا جاتا ہے اور ان ذریعوں سے ہی وہ مشہور و معروف ہو جاتے ہیں۔ اگر انہیں بیان کرنے کیلئے واضح عبارتیں لائی جائیں تو ان عبارتوں کی وجہ سے معاملہ مزید الجھ جائے گا' اس لئے کہ ہر شخص کا ذوق انہیں سمجھنے سے قاصر ہے' چنانچہ سمجھ نہ پانے کی وجہ سے وہ ان کا انکار کر دیتا ہے۔ ابو علی الروذباری نے کہا کہ ہمارا یہ علم اشاروں پر مبنی ہے۔ جب اسے عبارتوں کے ذریعے سے واضح کیا جائے تو یہ مزید مخفی ہو جاتا ہے۔" (۳۷۹)

لسان الدین ابن الخطیب کہتا ہے" علومِ نبوت کے حامل لوگ وہ ہوتے ہیں جن کے بارے میں حضورؐ نے فرمایا" میری امت کے علماء بنی اسرائیل کے انبیاء کی طرح ہیں" یہ وہ علم ہے جنہیں ظاہر کرنا ان کیلئے جائز نہیں ہوتا' وہ اسے پھیلا نہیں سکتے' جو اسے پھیلائے یا عام کر دے تو اس کا خون حلال' اس کا قتل واجب ہو جاتا ہے۔ چنانچہ اس طرح کے اقوال بہت سے بزرگوں کے بارے میں مذکور ہیں مثلاً ایک بزرگ کہتے ہیں:

" اے میرے رب میرے پاس کچھ علوم تو ایسے ہیں جنہیں اگر میں پھیلاؤں

تو مجھے یہ کہا جائے کہ تم تو بت پرست ہو

لوگ میرے خون کو حلال سمجھیں

اور میری اچھی باتوں کو بھی برا جانیں

میں اپنے علم میں سے اصل باتوں کو چھپاتا ہوں

تا کہ کوئی جاہل آدمی انکار کر کے فتنے میں نہ پڑ جائے"۔ (۳۸۰)

کبارِ صوفیاء اسی طریقے پر چلتے تھے' وہ لوگوں کو عام طور پر اپنے علوم و افکار سے آگاہ نہیں کرتے تھے' چنانچہ کلاباذی نے جنید بغدادی سے نقل کیا ہے کہ انہوں نے شبلی سے کہا" اس علم کو ہم نے اشاروں سے حاصل کیا اور پھر اسے غاروں میں چھپا دیا۔ تو نے آ کر اسے لوگوں پر ظاہر کر دیا۔ تو وہ کہنے لگے میں کہتا اور سنتا ہوں' کیا دنیا میں میرے علاوہ بھی کوئی ایسا کرتا ہے۔" (۳۸۱)

شعرانی نے جنید بغدادی سے ایک اور مقام پر نقل کیا" وہ عام لوگوں سے اہل تصوف کی باتوں کو چھپاتے تھے' وہ ابوثور کے مسلک کے مطابق فقہ اور فتوے کی باتوں کو بھی چھپاتے تھے' جب وہ اہل تصوف کی باتیں بیان کرنا چاہتے تو گھر کا دروازہ بند کر لیتے اور چابی اپنی ٹانگوں کے نیچے رکھ کر بیٹھتے۔" (۳۸۲)

شاذلی سے منقول ہے کہ وہ کہتا ہے" طویل عرصہ تک مجھے حضورؐ کا دیدار نہ ہوا' ایک دفعہ ہوا تو میں نے عرض کیا یا رسول اللہؐ میرا گناہ کیا ہے؟ تو حضورؐ نے فرمایا تو ہمارے دیدار کے قابل نہیں' اس لئے کہ تو ہماری راز کی باتیں لوگوں کو بتا دیتا ہے۔" (۳۸۳)

صوفی بھی اپنے عقیدے اور خیالات کو لوگوں سے چھپاتے ہیں اور اپنے مریدوں کو بھی اسی کی تلقین کرتے ہیں۔ چنانچہ مشہور صوفی عبدالسلام فیتوری اپنی کتاب "الوصیۃ الکبریٰ" میں لکھتا ہے" بھائیو! اب ہم تمہیں کچھ ایسی باتیں بتائیں گے جن کا تعلق غیبی علوم سے ہے لیکن ان کو چھپانا تمہارے لئے ضروری ہے۔ انہیں بیوقوف اور نا اہل لوگوں کے سامنے بیان نہیں کرنا۔" (۳۸۴)

شعرانی ایک اور اہم بات بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں" بعض عارفین کہتے تھے ہماری کتابوں کو اہل تصوف کے علاوہ کسی اور کیلیے پڑھنا جائز نہیں ہے۔ جو ان کتابوں کو پڑھے' وہ صرف اسی شخص کو سنائے جو ان باتوں کو مانتا ہو۔ جو آدمی ہماری کتابوں کو پڑھنے کے بعد اس میں بیان کردہ علوم کو ایسے لوگوں کے سامنے بتائے گا جو انہیں نہیں مانتے تو وہ دونوں انکار کے جہنم میں جائیں گے۔ اہل اللہ نے وضاحت کے ساتھ ایسے لوگوں کے بارے میں بیان کر دیا ہے کہ جو رازوں کو افشا کرے گا وہ قتل کا مستحق ہو جائے گا۔" (۳۸۵)

دباغ نے بہت سے ایسے واقعات بیان کیے ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ جن لوگوں نے ان رازوں کو نہ سنبھالا اور لوگوں کے سامنے بیان کر دیا تو اللہ تعالیٰ نے انہیں قتل، سولی، آگ اور نابینا پن کی سزائیں دیں۔(۳۸۶)

انہی میں سے ایک منصور حلاج تھا جسے یہ راز افشا کرنے پر قتل کر دیا گیا۔(۳۸۷)

بیان کیا جاتا ہے کہ جب منصور حلاج کو پھانسی کو چڑھایا جانے لگا تو حضرت خضر انسانی شکل میں ان کے سامنے آئے، حلاج نے پوچھا: اے خضر! اللہ کے دوستوں کو ایسی سزا دی جاتی ہے؟ تو خضر علیہ السلام کہنے لگے ہم نے خدا کے رازوں کو چھپایا اور بچ گئے، تم نے ظاہر کیا اور آج پھندے پر چڑھنے لگے ہو۔"(۳۸۸)

ابو بکر الشبلی سے منقول ہے کہ وہ کہتے ہیں "میں اور منصور حلاج ایک ہی ہیں، مگر اس نے اسرارِ خداوندی کو ظاہر کر دیا اور میں نے چھپایا۔"(۳۸۹)

احمد بن زروق اور ابن عجیبہ نے جنید بغدادی کے بارے میں نقل کیا ہے کہ وہ ایک سوال کے کئی جواب دیتے تھے اور ہر جواب دوسرے سے مختلف ہوتا۔(۳۹۰)

اسی طرح کی ایک بات شیعہ محمد الباقر سے نقل کرتے ہیں۔ چنانچہ کلینی، زرارہ بن اعین سے نقل کرتے ہوئے کہتا ہے "میں نے ابو جعفر سے کوئی مسئلہ پوچھا اور انہوں نے مجھے بتا دیا، پھر ایک اور آدمی آیا اور اس نے وہی مسئلہ پوچھا تو انہوں نے علیحدہ جواب دیا، تیسرا آدمی آیا تو انہوں نے اسے ہم دونوں کے علاوہ ایک تیسرا جواب دیا، جب وہ دونوں آدمی چلے گئے تو میں نے کہا اے رسول اللہ کے فرزند اہل عراق کے یہ دونوں افراد آپ کے پاس سوال کرنے کیلئے آئے مگر آپ نے دونوں کو مختلف جواب دیئے، تو انہوں نے کہا اے زرارہ اس میں ہمارے اور تمہارے لئے بہتری ہے، اگر سب کو ہم ایک بات ہی بتائیں تو لوگ تمہاری باتوں کی تصدیق کریں، جو تمہارے اور ہمارے لئے نقصان دہ ہے۔ پھر وہ کہنے لگے کہ میں نے اپنے والد عبداللہ علیہ السلام سے کہا کہ یہ تو ہمارے ہی ساتھی تھے ہماری خاطر یہ سولی پر بھی چڑھ جائیں گے اور آگ پر چلنا بھی برداشت کریں گے، لیکن آپ نے دونوں کو علیحدہ علیحدہ جواب دیئے، تو انہوں نے بھی وہی جواب دیا جو اوپر ذکر ہوا۔"(۳۹۱)

یہ شیعوں کا بنیادی عقیدہ ہے جس کے ذریعے وہ خفیہ طور پر اسلام کی بنیادیں گراتے ہیں۔ اور اپنی چکنی چپڑی باتوں کے ذریعے مسلمانوں کی کتاب وسنت کی تعلیمات سے دُور کرتے ہیں۔ شیعوں کے اس قبیح ترین عمل کے ذریعے مسلمانوں کو جہاد سے غافل کیا جاتا ہے۔ ہم نے غیر جانبداری سے کام لیتے ہوئے طرفین کے دلائل بیان کر دیئے جس کے بعد دودھ کا دودھ اور پانی کا پانی ہو جاتا ہے۔



ظاہر اور باطن

اب ہم ایک اور عقیدے کو بیان کرنا چاہتے ہیں جسے صوفیوں نے شیعوں سے اخذ کیا ہے اور وہ ہے ظاہر و باطن اور عام و خاص۔ شیعہ شریعت کے احکامات کو دو حصوں میں تقسیم کرتے ہیں' ظاہر و باطن یا بالفاظ دیگر عام اور خاص۔ اس طریقے سے مسلمانوں کو بھی دو حصوں میں تقسیم کر دیا جاتا ہے اور عام اور خاص کہہ کر احکامِ خداوندی و تعلیماتِ نبویہ کی من مانی تشریح کی جاتی ہے۔ شیعوں کے تمام فرقے بالخصوص اسماعیلی یہ عقیدہ رکھتے ہیں کہ ہر ظاہر چیز کا ایک باطن بھی ہوتا ہے۔ حضرت علی اور ان کی اولاد یعنی آئمہ معصومین کو باطن کا علم تھا' جبکہ عام مسلمانوں کو صرف ظاہر کا علم ہے۔ چنانچہ وہ کہتے ہیں ''ہر مخصوص چیز کا ایک ظاہر اور ایک باطن ہوتا ہے' ظاہر تو وہ ہے جسے حواس خمسہ کے ذریعے جانا جاسکے' اور باطن وہ ہے جو اس بات کا اصل مقصود ہوتا ہے۔'' (۳۹۲)

حضورؐ کے بارے میں ایک جھوٹی حدیث نقل کرتے ہوئے وہ کہتے ہیں ''مجھ پر جو بھی آیت نازل ہوئی اس کا ظاہر اور باطن تھا' ہر حرف کی ایک حد ہوتی ہے اور ہر حد کو بیان کیا جاتا ہے۔'' (۳۹۳)

پھر شیعہ ظاہر و باطن کو نبی اور وصی کے درمیان تقسیم کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ ''ظاہری علم حضورؐ کو اور باطنی علم حضورؐ کے وصی کو عطا کیا گیا۔'' (۳۹۴)

پھر کہتے ہیں ''ظاہر شریعت ہے اور باطن حقیقت ہے۔ صاحبِ شریعت نبی ہوتا ہے اور صاحبِ حقیقت وصی یعنی حضرت علی بن ابی طالبؓ ہیں۔'' (۳۹۵)

اس حوالے سے ہم نے تفصیلی گفتگو اپنی کتاب ''الاسماعیلیہ القدامی تاریخ وعقائد'' میں بیان کی ہے کہ کس طرح شیعہ اپنے ان بیہودہ عقائد کو ثابت کرنے کیلئے قرآن وحدیث کے ساتھ کھلواڑ کرتے ہیں۔ مزید تفصیلات کیلئے ان کتب کا مطالعہ کیا جاسکتا ہے۔

کلینی اپنی کتاب ''الکافی'' میں شیعوں کے ساتویں امام موسیٰ الکاظم سے نقل کرتا ہے کہ انہوں نے کہا ''قرآن کا ظاہر اور باطن ہے۔'' (۳۹۶)

ابن بابویہ القمی نے حضرت علی بن ابی طالب سے ایک طویل حدیث نقل کی ہے کہ انہوں نے کہا''حضورؐ نے مجھے علم کے ایک ہزار باب سکھائے جن میں سے ہر باب مزید ایک ہزار ابواب کو کھولتا ہے۔ یہ علم میرے علاوہ کسی کو عطا نہیں ہوا۔'' (۳۹۷)

شیعوں کے مطابق حضرت علی کے بعد آنے والے اماموں نے اس علم کو وراثت میں حاصل کیا۔ چنانچہ کلینی اپنی کتاب میں کہتا ہے''اللہ تعالیٰ نے حضورؐ کے اہل بیت کے ذریعے دِین کو واضح کیا اور ان کے ذریعے ہی حق کے راستوں کو بیان کیا۔ ان پر اللہ تعالیٰ نے علم اور حکمت کے باطنی احکام کو کھول دیا اور انہیں اپنے دِین اور معرفت کے خزانے بنایا۔ یہ اہل بیت اللہ تعالیٰ اور اس کی مخلوق کے درمیان حجت ہیں اور یہ وہ باب ہیں جن کے ذریعے معرفت حق کیلئے داخل ہوا جاتا ہے۔ جب ایک امام اس دنیا سے رخصت ہوتا ہے تو ایک اور امام اس کی جگہ لے لیتا ہے۔ ان اماموں کے ذریعے اللہ تعالیٰ لوگوں کی رہنمائی فرماتے ہیں۔'' (۳۹۸)

یہ بات قابل ذکر ہے کہ شریعت اور حقیقت کے درمیان فرق پر شیعوں کے تمام فرقے اعتقاد کرتے ہیں اور اسی اصول کی بنیاد پر ان کے درمیان امام کی تعین پر اختلاف ہوتا ہے۔ ان کا اختلاف اس بات پر ہوتا ہے''جانے والے امام نے اپنے علوم کے راز سے کس کو آگاہ کیا؟ کسے اپنا جانشین بنایا؟ کسے تاویل کے علم سے مطلع کیا؟ کسے ظاہر و باطن دونوں علوم سے آراستہ کیا؟ اس لئے کہ سب ہی ان کے ماننے والے تھے اور سب ہی جانتے تھے کہ ان کا ظاہر و باطن ہے۔ ہر شخص کی روح ہے اور ہر کوئی اپنے حساب سے تاویل کرتا ہے۔'' (۳۹۹)

حاصل کلام یہ ہے کہ شریعت اور علوم کو ظاہر اور باطن میں تقسیم کرنا شیعوں کا ایک اہم عقیدہ ہے جو عبداللہ بن سبا کے ذریعے یہودیوں سے لیا گیا ہے۔

انہی افکار کو صوفیوں نے شیعوں سے لیا ہے اور اسے اپنے مسلک کا بنیادی عقیدہ بنالیا ہے' چنانچہ صوفی بھی شیعوں کی طرح شریعت اور حقیقت میں تفریق کرتے ہوئے کہتے ہیں''علوم تین قسم کے ہیں ظاہر' باطن اور باطن کا باطن۔ جس طرح ہر انسان کا ایک ظاہر' باطن اور باطن کا باطن ہوتا ہے۔ شریعت کا علم، علمِ ظاہر' طریقت کا علم، علمِ باطن اور حقیقت کا علم باطن کا باطن

ہے۔''(۴۰۰)

ابو نصر السراج الطوسی کہتا ہے''ہر علم کا ظاہر اور باطن ہے۔ ظاہر باطن کے بغیر قائم نہیں ہو سکتا ہے اور باطن بھی ظاہر کے بغیر قائم نہیں ہو سکتا۔ یہ وہی معاملہ ہے جسے اللہ تعالیٰ نے ان الفاظ میں بیان کیا''اگر یہ لوگ اس معاملے کو رسول اللہ اور اولی الامر کے حوالے کر دیتے' اہل استنباط اسے سمجھ جاتے۔''

اہل استنباط علم باطن کو جانتے ہیں اور یہی علم اہلِ تصوف کا علم ہے اس لئے کہ یہ قرآن و حدیث سے مستنبط ہے۔ تو علم ظاہر اور باطن پر منقسم ہے اور قرآن کا بھی ظاہر اور باطن ہے۔ حدیثِ رسول اللہ کا بھی ظاہر اور باطن اور اسلام کا بھی ظاہر اور باطن ہے۔''(۴۰۱)

صوفی وہی روایت نقل کرتے ہیں جو اس سے پہلے شیعوں نے نقل کی تھی''ہر آیت کا ظاہر' باطن اور حد ہے۔''(۴۰۲)

صرف یہی نہیں' صوفی شیعوں کی طرح علم باطن کا منبع اور ماخذ حضرت علی کو قرار دیتے ہیں' چنانچہ ایک صوفی کہتا ہے''جبریل علیہ السلام نے حضورؐ پر شریعت نازل کی' جب شریعت مکمل ہو گئی' اس کے احکام پختہ ہو گئے تو اس کے بعد شریعت کی حقیقت کو نازل کیا گیا یعنی ایمان اور احسان۔ علم شریعت حضور کو عطا کیا گیا اور حضورؐ نے شریعت کے باطن سے بعض صحابہ کو آگاہ کیا۔ سب سے پہلے علم حقیقت کے بارے میں حضرت علی نے حضورؐ سے کچھ اقوال نقل کئے' پھر اس کے بعد یہ اقوال بڑھتے گئے اور بہت سارے لوگوں نے انہیں نقل کیا جو تا قیامت چلتے رہیں گے۔''(۴۰۳)

شیعہ اپنی کتابوں میں اسی طرح کی ایک بات نقل کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ حضرت علی نے فرمایا''حضورؐ نے مجھے علم کے ستر باب سکھائے جو میرے علاوہ کسی کو عطا نہیں کئے گئے۔''(۴۰۴)

اس کے علاوہ بھی بہت ساری روایات ہیں جنہیں صوفی شیعوں سے نقل کرتے ہیں' مثلاً عام طور پر ایک حدیث بیان کی جاتی ہے جو بالکل موضوع ہے کہ''میں علم کا شہر اور علی اس کے دروازے ہیں۔''(۴۰۵)

اسی طرح کی ایک اور موضوع حدیث حضرت ابوسعید الخذری کی طرف منسوب کی جاتی ہے کہ انہوں نے فرمایا ''ہم حضورؐ کے ساتھ چل رہے تھے' حضورؐ کے جوتے کا تسمہ نکل گیا تو حضرت علی اسے ٹھیک کرنے لگے' حضورؐ اس جوتے کو پہن کر پھر چل پڑے اور فرمایا لوگو' تم میں سے کچھ لوگ ایسے ہیں جن کے ساتھ علیؓ قرآن کے احکام بیان کرنے کیلئے قتال کریں گے۔'' (۴۰۶)

اسی طرح کا ایک قول عبدالرحمٰن الصفوری نے اپنی کتاب ''نزھۃ المجالس ومنتخب النفائس'' میں نقل کیا ہے۔ (۴۰۷)

ابن فارض اس کے بارے میں کہتا ہے:

''تاویل کے ذریعے مشکل باتوں کو ...... علی نے واضح کردیا اپنی وصیت کے ذریعے'' (۴۰۸)

ابن عربی قرآن پاک کی آیت ''**عم یتساء لون عن النباء العظیم**'' کی تفسیر لکھتے ہوئے کہتے ہیں ''اس سے مراد قیامتِ کبریٰ ہے' اسی لئے کہا گیا ہے کہ امیر المومنین حضرت علیؓ ہی بناء عظیم ہیں'' اور وہی حقیقت اور شریعت کو بیان کرنے والے ہیں۔'' (۴۰۹)

اسی بارے ہجویری کہتے ہیں ''علی ابن ابی طالب حضورؐ کے چچازاد بھائی جو مصیبتوں اور بلاؤں کے سمندر میں غرق رہے' ولایت کی آگ میں جھلستے رہے' اور حضرت علی ہی تمام اولیاء اور اتقیاء کے امام ہیں۔ طریقت اور تصوف میں ان کا بڑا ہی بلند مقام ہے۔ تاویل اور حقیقت کو بیان کرنے میں انہیں مہارتِ تامہ حاصل تھی' چنانچہ ان کے بارے میں جنید بغدادی کہتے ہیں کہ حضرت علیؓ اصول اور آزمائش کے معاملے میں ہمارے شیخ ہیں' یعنی حضرت علی ہی علم اور معاملات میں تصوف کے امام ہیں۔ اہل تصوف کے ہاں طریقت کے علم کو اصول کہا جاتا ہے اور صعوبتیں برداشت کرنے کو معاملات کہا جاتا ہے۔'' (۴۱۰)

طوسی نے ابوعلی الروذباری سے نقل کیا کہ انہوں نے کہا ''میں نے جنید بغدادی کو یہ کہتے ہوئے سنا خدا امیر المومنین علی ابن ابی طالب سے راضی ہو جائے' اگر وہ جنگوں میں مصروف نہ ہوتے تو ہمیں اور بھی بہت سے علوم وفنون سے آگاہ کرتے۔ ان کے پاس علم لدنی تھا' یہ وہ علم ہے

جو اللہ تعالیٰ نے حضرت خضر علیہ السلام کو عطا کیا تھا' جس کے بارے میں اللہ تعالیٰ خود فرماتے ہیں ہم نے انہیں اپنے علم میں سے علم دیا۔'' (۴۱۱)

پھر طوسی نے حضرت علی سے کچھ چیزیں نقل کی ہیں اور کہا ''حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے اس طرح کی اور بھی بہت ساری کرامات ثابت ہیں۔ آپ نے علوم کے ایسے دریا بہائے کہ آج تک اہل تصوف اس سے سیرابی حاصل کرر ہے ہیں۔'' (۴۱۲)

اب ظاہر بات ہے کہ یہ عبارتیں شیعوں کی عبارتوں سے ہو بہو ملتی ہیں۔

علم باطن میں صوفیوں نے بھی صحرا نوردی کی ہے' چنانچہ عمادالدین الاموی کہتے ہیں ''صوفیوں کا قول ہے کہ علم باطن علم قلب اور علم تصوف ہے' یہ انتہائی قابل عزت اور بلند مقام والا علم ہے۔ اسے دیگر تمام علوم پر شرف اور تفوق حاصل ہے' یہ شریعت کا خلاصہ اور مقصدِ بعثت انبیاء ہے۔ یہ آخرت کے راستے کا علم ہے' اسی راستے پر چل کر صالحین' صحابہ اور تابعین نے کامیابی حاصل کی اور قرآن پاک میں اللہ تعالیٰ نے اس علم کو وضاحت کے ساتھ بیان کیا۔ یہ علم قرآن و حدیث سے ثابت ہے اور قرآن پاک کی بہت ساری آیات اس پر دلالت کرتی ہیں۔ غزالی اس کے بارے میں کہتا ہے کہ علم باطن مقربین کا علم ہے اس کے ذریعے اللہ تعالیٰ کی رضا اور ہمیشہ کی کامیابی حاصل ہوتی ہے۔ اسی سے تزکیہ نفس اور دِل کی صفائی ہوتی ہے۔ اس علم کے ذریعے وہ چیزیں حاصل ہوتی ہیں جنہیں عام نگاہوں سے دیکھنا بھی ممکن نہیں ہے۔'' (۴۱۳)

نیز کہتے ہیں:

''شریعت کا ظاہر اور علم باطن

ایسے جسم کی طرح ہیں جس میں ایک ساکن روح ہو

ظاہر کا علم تو بندگی کا علم ہے

اور باطن کا علم خدائی علم ہے'' (۴۱۴)

نیز یہ بھی کہتے ہیں ''اہل ظاہر کی کوئی بھی بات اہل باطن پر حجت نہیں ہے۔'' (۴۱۵)

خلاصہ کلام یہ ہے کہ علم باطن تصوف کا نام ہے' اسی کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کلاباذی نے

عبدالواحد بن زید سے نقل کرتے ہوئے کہا ''میں نے حسن سے علم باطن کے بارے میں سوال کیا تو وہ کہنے لگے کہ میں نے حذیفہ بن الیمان سے علم باطن کے بارے میں سوال کیا تھا تو انہوں نے کہا کہ میں نے حضورؐ سے علم باطن کے بارے میں سوال کیا تو حضورؐ نے جواب دیا کہ میں نے جبریل علیہ السلام سے علم باطن کے بارے میں پوچھا تھا تو انہوں نے کہا کہ میں نے اللہ تعالیٰ سے علم باطن کے بارے میں پوچھا تھا تو اللہ تعالیٰ نے بتایا کہ یہ میرے رازوں میں سے ایک راز ہے جو میں اپنے بندے کے دِل میں براہِ راست القاء کرتا ہوں اور دیگر لوگ اس سے آگاہ نہیں ہوتے۔ ابوالحسن بن ابی ذر نے اپنی کتاب منہاج میں شبلی کے حوالے سے اشعار نقل کیے ہیں جن کا ترجمہ یہ ہے:

''علم تصوف کو نافذ نہیں کیا جاتا
اس لئے کہ وہ آسمانی اور خدائی علم ہے
اس میں اہل فکر کے لئے بہت سے فوائد کی باتیں ہیں
جنہیں سمجھ والے ہی جانتے ہیں'' (۴۱۶)

صوفی اس علم کے بارے میں مزید مبالغہ کرتے ہوئے کہتے ہیں ''بعض علماء سے سوال کیا گیا کہ علم باطن کیا چیز ہے؟ تو انہوں نے کہا یہ اللہ تعالیٰ کے رازوں میں سے ایک راز ہے جسے اللہ تعالیٰ براہِ راست اپنے کسی بندے کے دِل میں ڈالتا ہے' اس سے کوئی فرشتہ اور نہ ہی کوئی انسان آگاہ ہوتا ہے۔'' (۴۱۷)

نیز یہ کہ ''علم باطن اللہ کے رازوں میں سے ایک راز ہے۔'' (۴۱۸)

حضورؐ کے بارے میں ایک جھوٹی حدیث کی نسبت کرتے ہوئے صوفی کہتے ہیں کہ حضورؐ نے فرمایا ''علم باطن اللہ تعالیٰ کے رازوں میں سے ایک راز اور اللہ تعالیٰ کی حکمتوں میں سے ایک حکمت ہے جسے اللہ تعالیٰ اپنے خاص بندوں کے دِلوں پر القاء فرماتا ہے۔'' (۴۱۹)

داؤد القیصری نے علم باطن کی اہمیت اور علم باطن کے حاملین کی تعریف اور مقام بیان کرتے ہوئے لکھا ہے ''جب یہ بات ثابت ہوگئی کہ کتاب اللہ کا بھی ظاہر اور باطن ہے' جیسا کہ حضورؐ نے اس کے بارے میں کہا کہ قرآن کا ظاہر اور باطن ہے۔ اور حضورؐ نے ایک اور مقام پر فرمایا کہ قرآن کا

ایک باطن اور پھر اس باطن کا ایک باطن ہے اور یہ سات مقامات تک چلتا ہے۔ ایک روایت کے مطابق ستر باطن آتے ہیں۔ قرآن پاک کا ظاہر وہ ہے جو قرآن پاک کے الفاظ اور آیات سے معلوم ہو اور اس کا باطن وہ ہے جو پہلی نظر کے ساتھ ہی سمجھ میں آجائے اور حد وہ ہے جس پر پہنچ کر انسانی سوچ اور عقل ختم ہو جائے۔ اور مطلع وہ ہے جس پر کشف کے ذریعے مطلع ہو جائے۔ کسی بھی آیت کا پہلا مفہوم عوام و خواص سب کیلئے ہوتا ہے' دوسرا مفہوم خواص کیلئے ہوتا ہے' حد صرف کاملین کیلئے ہوتی ہے' اور مطلع تو خاص الخاص اور اکابر اولیاء کیلئے ہوتا ہے۔ احادیث کے بارے میں بھی یہی تقسیم ہوتی ہے۔ علماء کے بھی بہت سارے مراتب ہیں۔ کوئی فقط عالم ہیں اور کوئی اعلم۔ ذاتِ خداوندی اور ذاتِ نبوی کے ساتھ قرب کے اعتبار سے بھی علماء کے بہت سے مراتب ہیں جو ذاتِ خداوندی سے دُور ہیں وہ علم ظاہر سے واقف ہوتے ہیں۔ جبکہ جو ذاتِ خداوندی و ذاتِ نبوی سے انتہائی قریب ہوتے ہیں وہ علم باطن سے بھی آگاہ ہوتے ہیں۔" (۴۲۰)

نیز "یہ وہ علم ہے جسے اللہ تعالٰی نے اپنے خزانے میں محفوظ کیا ہوا ہے اور مخصوص اولیاء کو ہی اس کا علم عطا ہوا۔ ابوبکر الواسطی قرآن پاک کی آیت "**والراسخون فی العلم**" کی تشریح کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ یہ وہ لوگ ہیں جو علم غیب سے آگاہ ہوتے ہیں' جو سرِ الٰہی کے رازوں سے بھی مطلع ہوتے ہیں' جنہوں نے علم کے دریاؤں میں غوطہ خوری کی ہے اور وہاں سے انہوں نے ہر آیت اور حرف کا علم اور اس مفہوم کے اثرات لئے۔ اس بحر ذخار سے انہوں نے علم کے ہیرے جواہرات حاصل کئے۔" (۴۲۱)

نیز وہ کہتے ہیں "اہل الظاہر وہ ہیں جو لوگوں کو احکام و مسائل سے آگاہ کرتے ہیں اور اہل باطن وہ ہیں جو عام لوگوں کے دِلوں کے بھیدوں سے بھی واقف ہوتے ہیں۔ علم ظاہر حکم اور علم باطن حاکم ہیں۔ اور ظاہر بات ہے کہ حکم حاکم کے حکم تک موقوف رہتا ہے۔" (۴۲۲)

نیز "اہل الظاہر شریعت والے اور اہل باطن حقیقت والے ہیں۔" (۴۲۳)

صوفی علم باطن کی طرف جانے پر اس لئے مجبور ہوئے کہ انہوں نے تصوف کے نام پر اسلام میں جو من گھڑت تعلیمات اور باتیں داخل کی ہیں قرآن و سنت میں اس کا کوئی وجود نہیں ہے۔ اپنے

ہفوات کو مضبوط اور پختہ کرنے کیلئے انہوں نے علم باطن کا سہارا لیا۔اس بارے نیکلسن کہتا ہے

''قرآن کسی بھی طرح تصوف کیلئے بنیاد اور اساس نہیں بن سکتا' صوفی اپنے مذہب کے حوالے سے شیعوں کے مقلد اور متبع ہیں۔ وہ ان کی طرح قرآن وسنت کے احکامات میں عجیب طرح کی تاویلات کرتے رہتے ہیں۔قرآن پاک کے ہر کلمہ کا من چاہا مطلب نکالتے ہیں' ہر آیت کے بارے میں ان کا خیال ہوتا ہے کہ اس آیت کے ظاہری معنی کے پیچھے باطنی معنی بھی ہے' جب صوفیوں نے علم باطنی کے نام پر ایک نیا علم ایجاد کر لیا' اب ان کیلئے اپنی تمام من گھڑت باتوں کو تحفظ دینا آسان ہو گیا۔اب انہیں قرآن وحدیث سے مطلب کی آیات بھی مل گئیں اور مطلب کا مفہوم بھی۔صوفیوں نے واضح طور پر کہہ دیا کہ تصوف علم باطن کا نام ہے اور اس کے بانی حضرت علی ہیں جنہوں نے حضورؐ سے یہ علم حاصل کیا۔چنانچہ ایک دفعہ جب صوفی احکامِ خداوندی میں تاویل شروع کرتے ہیں تو تاویل کا دروازہ کھلتا ہی چلا جاتا ہے۔جس کا نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ عبادات اور اسلامی احکام میں تناقض اور تضاد نظر آتا ہے۔قرآن پاک کے معنی چونکہ بہت زیادہ ہیں اس لئے ہر شخص اپنے مطلب کے معنی کو لیتا ہے۔شریعت کے بارے میں بھی صوفیوں کا یہی مؤقف ہے۔ ہر صوفی شریعت کے احکامات کی من چاہی تعبیر کرتا ہے۔بعض صوفی ایسے ہیں جو دینی احکام میں غلو کرتے ہیں' ہر ممکن طریقے سے عبادت ادا کرنے کی کوشش کرتے ہیں اور تکمیل حکم خداوندی کیلئے وہ مشکل سے مشکل راستہ اختیار کرتے ہیں حالانکہ اسلامی اعتبار سے تو یہ بات ثابت ہے کہ قرآن وسنت کے حکم کی تعمیل تب ہوگی جب اسے قرآن وسنت میں بیان کردہ اصولوں کے مطابق کیا جائے گا۔مثلاً حج گناہوں سے دُور کرنے کا ذریعہ ہے' احرام شہوات اور لذتوں والی چیزوں کو اپنے آپ سے ہٹانے کا ذریعہ ہے، مگر صوفی اس میں مطلب کا معنی بیان کرتے ہوئے اس پر عمل کرتے ہیں۔ دوسری جانب وہ صوفی ہیں جو اپنے آپ کو شرعی احکام کا مقلد نہیں سمجھتے۔اس لحاظ سے صوفیوں کے درمیان بھی واضح تضاد نظر آتا ہے اور اس تضاد کی بنیادی وجہ تاویل کا وہ دروازہ ہے جو انہوں نے ہر عام وخاص کیلئے کھول دیا۔ یہ بات ہم پہلے بھی بیان کر چکے ہیں کہ صوفی اپنے آپ کو انتہائی خاص مخلوق سمجھتے ہیں' جنہیں حق تعالیٰ اپنے علوم کے اسرار سے نوازتا ہے۔'' (۴۲۴)

ایک اور اعتبار سے اپنی ان تاویلات کی بنا پر ہی وہ کبھی آپ سے باہر ہو کر کفریہ کلمات کہنا شروع کر دیتے ہیں۔ جب علماء صوفیوں کے اس طرح کے کفریہ کلمات سنتے ہیں تو انہیں کافر، ملحد اور زندیق کہتے ہیں۔ علماء کے فتوؤں سے بچنے کیلئے صوفیوں نے ظاہر اور باطن کا سہارا لیا۔ جب ان پر کفر کا فتویٰ لگتا ہے تو وہ یہ کہہ کر جان چھڑا لیتے ہیں کہ اس سے ظاہری نہیں بلکہ باطنی معنی مراد ہے۔

مثلاً طوسی بہت سارے صوفیوں کے نام ذِکر کرتا ہے جن پر زندیق اور ملحد ہونے کے الزامات لگائے گئے، لیکن طوسی ان صوفیوں کی وکالت کرتے ہوئے کہتا ہے "ابو عبداللہ الحسین بن مکی علم صفات اور علم حروف کے بارے میں گفتگو کرتا تھا، لہٰذا ابو عبداللہ زبیری نے اسے کافر قرار دیا اور کفر کے فتوے کی وجہ سے لوگوں نے اسے مارنے کی کوشش بھی کی۔ طوسی کہتا ہے مجھے سہل بن عبداللہ نے بتایا کہ اس پر کفر کے فتوے اس لئے لگے کہ اس نے لوگوں کے سامنے وہ علم بیان کیا جو ان کی سمجھ سے بالاتر تھا۔ اپنی زبان پر قابو نہ پا سکنے کی وجہ سے اسے بصرہ شہر سے نکلنا پڑا۔ جب علوم ومعارف کی باتیں کرتا تو علماء بھی انگشت بدنداں رہ جاتے۔" (۴۲۵)

ابو سعید احمد بن عیسیٰ الخراز کہتا ہے " کی مخالفت بہت سے علماء نے کی ہے، اس کی کتاب "السر" کی وجہ سے علماء نے اسے کافر قرار دیا ہے۔ دراصل علماء اس کتاب کے مندرجات کو سمجھ نہیں پائے تھے۔ مثلاً اس نے اپنی کتاب میں ایک مقام پر لکھا: ایک شخص جو اللہ کی طرف رجوع کرتا ہے، ذِکر کثرت سے کرنا شروع کر دیتا ہے، اللہ تعالیٰ کی ہر ممکن تعظیم کرتا ہے اور ذِکر میں اس قدر محو اور غرق ہو جاتا ہے، اپنے اور اللہ کے علاوہ اسے کوئی چیز نظر ہی نہیں آتی، اگر اسے پوچھا جائے کہ تم کون ہو اور کیا چاہتے ہو؟ تو اس کا جواب ایک ہی ہوگا...... "اللہ"۔" (۴۲۶)

اس طرح کے اور بھی بہت سارے اقوال صوفیوں کی کتب میں مذکور ہیں، جن میں انہوں نے علماء کے فتوؤں کی تاویل کی۔ چنانچہ وہ کہتے ہیں "بعض لوگ ایسے ہیں جو اہلِ معرفت کی باتوں اور ان کے اشارات کو نہ سمجھ سکے، ان کے گہرے علم تک ان کی رسائی نہ ہو سکی، وہ معرفت کی ان باتوں کو سمجھنے سے قاصر تھے، انہوں نے یہی خیال کیا کہ یہ بھی لوگوں کے درمیان پھیلے علم کی

طرح کوئی عام سا علم ہے' چنانچہ وہ اس علم کو ہلکا سمجھنے کی وجہ سے ہلاک ہو گئے۔'' (۴۲۷)

اس طرح کی اور بھی بیشمار مثالیں ہیں۔ آخر میں ہم چند تاویلات کو بیان کرنا چاہیں گے جو صوفیوں نے قرآن و حدیث میں کی ہیں' تا کہ بات مزید واضح ہو جائے۔ مثلاً ابن عطاء اللہ الاسکندری اپنی کتاب میں بعض مشائخ کے حوالے سے نقل کرتا ہے'' اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک میں جو فرمایا ''ویھب لمن یشاء اناثا'' اس سے مراد حسنات یعنی نیکیاں ہیں۔ اور ''ویھب لمن یشاء الذکور'' سے مراد علوم ہیں۔ نیز ''اویزوجھم ذکرانا و اناثا'' سے مراد علوم اور حسنات ہیں۔ اور ''ویجعل من یشاء عقیما'' سے مراد وہ شخص ہے جس کے پاس نہ علوم ہوں اور نہ ہی حسنات۔ اسی طرح قرآن پاک کی آیت ''ان اللہ یامرکم ان تذبحوا بقرۃ'' اللہ تعالیٰ تمہیں حکم دیتا ہے کہ تم گائے ذبح کرو۔ صوفیاء اس آیت کے بارے میں کہتے ہیں کہ گائے سے مراد انسان کا نفس ہے جسے ذبح کرنے کا خدا نے حکم دیا ہے۔ اس سے یہ بات ظاہر ہوتی ہے کہ صوفی باطنی علم مراد نہیں لیتے بلکہ وہ قرآن آیات کا معنی ہی بدل دیتے ہیں' اس لئے کہ یہ آیات ایک خاص ترتیب کے ساتھ چل رہی ہیں اور ایک موضوع اور واقعہ کا تتمہ ہیں۔'' (۴۲۸)

مشہور صوفی الجیلی قرآن پاک کی آیت ''ھل اتی علی الانسان حین من الدھر لم یکن شیئا مذکورا'' کی تفسیر بیان کرتے ہوئے لکھتا ہے'' علماء کا اس پر اتفاق ہے کہ مذکورہ آیت میں ''ھل'' سے مراد ''قد'' ہے' اس کا مطلب یہ ہوا کہ انسان پر ایسا وقت آچکا ہے۔ ''دہر'' سے مراد اللہ تعالیٰ ہے اور ''حین'' سے مراد اللہ تعالیٰ کی تجلیات ہیں۔ ''لم یکن شیئا مذکورا'' سے مراد یہ ہے کہ انسان کوئی قابل ذکر چیز نہیں تھا۔ اس تجلی خداوندی میں اس کا کوئی وجود نہیں تھا' علمی اور مادی اعتبار سے اس کا کوئی وجود نہیں تھا' اس حوالے سے کہا جاتا ہے کہ وہ معلوم نہیں تھا۔'' (۴۲۹)

پھر جیلی نماز' روزہ' زکوۃ اور حج کی بھی تاویل کرتے ہوئے کہتا ہے'' نماز در اصل وحدانیتِ حق کا اعلان ہے اور اقامت صلوۃ کا مطلب یہ ہے کہ وحدانیت کو قائم کیا جائے یعنی اسماء و صفاء کے اعتبار سے خدا کو واحد مانا جائے۔ طہر یعنی پاکی سے مراد یہ ہے کہ انسان اس کائنات میں پائی جانے والی خامیوں سے پاک ہو جائے۔ قراۃ فاتحہ سے مراد یہ ہے کہ انسان کو اشارتاً بتایا گیا کہ

ساری فاتحہ بتمام وکمال تیرے جسم میں موجود ہے اس لئے کہ انسان اس کائنات کی فاتحہ ہے۔ زکوۃ تزکی سے ہے کہ انسان اپنے حق کو مخلوق کی خاطر چھوڑ دے۔ زکوۃ کا نصاب چالیسواں حصہ اس لئے مقرر کیا گیا ہے کہ کائنات کے بھی چالیس مرتبے ہیں۔ مرتبۃ العلیا یعنی سب سے بلند مرتبہ دراصل مقصود ہے۔ جو چالیس میں سے ایک ہے۔ لہٰذا کہا گیا ہے کہ چالیسواں حصہ ادا کیا جائے یعنی ہر چالیسویں سے ایک درہم یا دینار زکوۃ میں دیا جائے۔ روزہ اس بات کا اشارہ ہے کہ انسان اپنے آپ کو بشری تقاضوں سے دُور کرے تا کہ اس کے اندر خدائی صفات آ جائیں۔ جس قدر ہو سکے وہ بشری تقاضوں سے دُور رہے۔ حج دراصل اشارہ ہے اللہ تعالیٰ کے قرب کیلئے مسلسل کوشش کرنے کا۔ احرام اشارہ ہے مخلوقات کی نظروں سے حفاظت کا۔ سر کو مونڈھنا دراصل اشارہ ہے کہ انسان اس دنیا پر پائے جانے والے تمام زائد چیزوں سے اپنے آپ کو پاک کر لے۔ مکہ مکرمہ عبارت ہے مرتبہ الٰہیہ سے، اور کعبہ عبارت ہے ذاتِ الٰہی سے۔ حجرِ اسود ہے عبارت ہے اس ذات میں انسانی حصے کا...... الخ۔" (۴۳۰)

کلاباذی نے اپنے بعض مشائخ کے حوالے سے نقل کیا ہے کہ وہ کہتے ہیں "نماز کا مطلب یہ ہے کہ انسان دنیاوی آلائشوں سے پاک ہو جائے اور حقائق میں ڈوب جائے۔ اللہ تعالیٰ کے علاوہ دنیا کی چیزیں دنیاوی آلائشیں کہلاتی ہیں اور حقائق سے مراد وہ چیزیں ہیں جو صرف اللہ تعالیٰ کیلئے ہیں۔ ایک اور صوفی کا کہنا ہے کہ صلوۃ کا لفظ دراصل وصلٌ سے ہے۔ ایک اور قول یہ ہے کہ صوم یعنی روزے کا مطلب یہ ہے کہ انسان خدا تعالیٰ کو دیکھنے کی وجہ سے مخلوق کو نہ دیکھے۔ (۴۳۱)

سہروردی قرآن پاک کی آیت "یوقد من شجرة مباركة زيتونة لا شرقية" کے بارے میں تشریح کرتے ہوئے لکھتا ہے کہ اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ درخت صرف عقلی یا صرف ہیولا نہیں تھا، یہ وہی درخت ہے جس سے موسیٰ علیہ السلام نے اللہ پاک کی آواز سنی تھی۔ اور یہ اس مقام پر واقع ہے جسے قرآن نے بقعۃ المبارکہ کہا۔ "ولو لم تمسسه نار" اس نار سے مراد روح القدس یا مقدس باپ ہے۔ یہ وہی نار ہے جس کا ذکر قرآن پاک کی ایک اور آیت "ان بورك من في النار" میں آیا ہے، یعنی حق تعالیٰ کے قریبی لوگ۔" (۴۳۲)

یہ بھی کہا ''موسیٰ علیہ السلام نے جب اللہ تعالیٰ سے دیدار کا مطالبہ کیا تو اللہ تعالیٰ نے ان سے کہا ''ولکن انظر الی الجبل فان استقر مکانه فسوف ترانی ''تم پہاڑ کو دیکھو اگر وہ اپنی جگہ پر ٹھہرا رہا تو تم مجھے بھی دیکھ لو گے۔ اس پہاڑ سے مراد وہ پہاڑ ہے جو ہر وقت انسان کے دِل میں موجود ہوتا ہے اور نفس کو مشغول رکھتا ہے۔ اس پہاڑ کی وجہ سے انسان حق تعالیٰ کی روئیت اور قرب سے محروم رہتا ہے۔ جب حضرت موسیٰ علیہ السلام نے پہاڑ کے بارے میں سوچنا شروع کیا تو ''فلما تجلی ربه للجبل جعله دکا وخر موسی صعقا ''جب اللہ تعالیٰ نے پہاڑ پر اپنی تجلی ڈالی تو وہ ریزہ ریزہ ہو گیا اور موسیٰ علیہ السلام بھی بیہوش ہو گئے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ نورِ حقیقت کے ظہور کی وجہ سے بشری خامیاں اور نفس کے سارے مکر و فریب ختم ہو گئے۔'' (۴۳۳)

ابن عربی کے بارے میں ڈاکٹر ابو العلاء العفیفی کہتے ہیں ''وہ قرآن کو اپنے مطلب کے مطابق ڈھالتا تھا، ایسی تاویلیں کرتا تھا کہ قرآن کا اصل مفہوم پیچھے رہ جاتا اور ایک نیا قرآن سامنے آتا۔ (۴۳۴) شیخ رشید رضا مصری اپنے شیخ محمد عبدہ کی تفسیر کے بارے میں کہتے ہیں ''اس تفسیر میں ایسی متنازعہ باتیں ہیں جن کا قرآن میں کہیں بھی ذِکر نہیں ہے۔'' (۴۳۵)

ابن عربی اپنی ایک تفسیر میں لفظ ''الٓمٓ'' کی تشریح کرتے ہوئے کہتے ہیں ''اس لفظ میں پورے وجود کی طرف اشارہ ہے۔ ''ہمزہ'' میں اشارہ اللہ تعالیٰ کی ذات کی طرف ہے۔ ''لام'' میں اشارہ عقل اوّل یعنی جبریل کی طرف ہے جو اس کائنات کا درمیانی وجود ہے اور اسی سے فیض اوّل یعنی حق تعالیٰ سے آخر انسان کی طرف منتقل ہوتا ہے۔ ''میم'' اس سے مراد محمدؐ ہیں جو اس کائنات کے آخری وجود ہیں اور کائنات کا دائرہ ان کے ساتھ ختم ہوتا ہے۔'' (۴۳۶)

سلمی بھی اسی طرح کی تاویلات کا ماہر تھا۔ اس کے بارے میں امام ذہبی کہتے ہیں ''سلمی نے اپنی کتاب ''حقائق'' میں وہ باتیں اور وہ تاویلات نقل کی ہیں کہ خدا کی پناہ۔'' (۴۳۷)

چنانچہ وہ الٓمٓ کی تفسیر میں کہتا ہے ''الف'' سے مراد وحدانیت کا الف ہے۔ ''لام'' سے مراد اللہ کا لطف اور مہربانی ہے۔ ''میم'' سے مراد ملک یعنی بادشاہت ہے۔ اس کا مطلب یہ ہوا کہ جو شخص حقیقت کو پالیتا ہے اور علم باطن حاصل کر لیتا ہے، تو حق تعالیٰ کی جانب سے اس پر نگاہِ کرم ہوتی ہے

اور اسے بندگی سے نکال لیا جاتا ہے اور اسے بڑی بادشاہت میں شامل کر لیا جاتا ہے۔" (۴۳۸)

قشیری "الٓمٓ" کی تفسیر کرتے ہوئے کہتا ہے۔ "الف" لفظ اللہ کے شروع کا حرف ہے اور یہ اس نام کا حصہ بھی ہے۔ "لام" سے مراد لطف مہربانی ہے اور یہ حق تعالیٰ کے نام لطیف کی طرف اشارہ ہے۔ "میم" سے حق تعالیٰ کے نام مجید یا ملک کی طرف اشارہ ہے۔"

اسی طرح بعض لوگ ان حروف کی قسم اٹھاتے ہیں کیونکہ ان کے مطابق یہ حروف اسم خداوندی کا حصہ ہیں۔ ایک قول یہ ہے کہ یہ سورتوں کے نام ہیں۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ "الف" سے مراد اللہ تعالیٰ۔ "لام" سے مراد جبریل علیہ السلام اور "میم" سے مراد محمدؐ ہیں۔ یعنی یہ کتاب اللہ تعالیٰ نے حضرت جبریل علیہ السلام کے ذریعے محمدؐ پر نازل کی ہے۔"

اس لفظ کے مزید معارف بیان کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ لفظ الف دیگر حروف سے منفرد ہے کیونکہ یہ رسم الخط اور لکھنے میں اور حروف کے ساتھ متصل نہیں ہوتا بلکہ دوسرے حروف اس کے ساتھ متصل ہوتے ہیں۔ اس سے اشارہ اس امر کی جانب ہے کہ اللہ تعالیٰ بھی مخلوق سے علیحدہ اور جدا ہیں۔ اور جو حق تعالیٰ کے ساتھ جڑ جائے گا تو حق تعالیٰ اسے ہر نعمت سے نوازیں گے اور دوسروں سے اسے بے پرواہ کر دیں گے۔ لفظ الف کے بارے میں یہ بھی کہا جاتا ہے کہ اس کا مخرج بھی بہت عجیب ہے۔ دیگر تمام حروف منہ میں کسی نہ کسی مقام پر اپنا مخرج رکھتے ہیں مگر لفظ الف کسی مقام کا محتاج نہیں ہے بلکہ یہ حلق یعنی گلے میں موجود خالی جگہ سے نکلتا ہے۔ اس میں اشارہ ہے حق تعالیٰ کی انفرادیت کی جانب' کہ وہ بھی الف کی طرح حروف سے متعلق نہیں ہوتے۔ یہ بھی ایک قول ہے کہ ہر حرف کسی نہ کسی صیغے کے ساتھ مخصوص ہوتا ہے' سوائے الف کے' کہ وہ سب سے منفرد ہے۔ حروف تو اس کے ساتھ متصل ہوتے ہیں مگر وہ کسی کے ساتھ متصل نہیں ہوتا۔ جس سے معلوم یہ ہوتا ہے کہ جو شخص حق تعالیٰ کے ساتھ متصل ہو جائے گا تو اللہ تعالیٰ اسے بھی رتبہ علیا سے نوازیں گے۔ چنانچہ کہا جاتا ہے کہ کسی بھی لفظ کا پہلا حرف اس پورے لفظ پر دلالت کرتا ہے اور اسے پورے لفظ کے معنی سمجھ میں آ جاتا ہے۔ ایک شاعر کا مشہور شعر ہے:

"میں نے اسے کہا رک جاؤ

اس نے قفقت کا پہلا لفظ ق بولا"

وقفقت کی بجائے اس نے لفظ ق بولا کیونکہ کسی بھی اسم کا پہلا حرف پورے اسم پر دلالت کرتا ہے۔" (۴۳۹)

الجیلی قرآن پاک کی اس آیت "الم ذلك الكتاب لا ريب فيه هدى للمتقين الذين يومنون بالغيب" کے بارے میں لکھتا ہے" اس آیت میں "الم" کی حقیقت کی طرف اشارہ کیا گیا ہے مگر یہ اشارہ اجمالی ہے تفسیری نہیں۔ کتاب سے مراد حق تعالیٰ کے اسماء وصفات ہیں۔ انسانِ کامل ہی کتاب ہے' اس لئے الف سے مراد انسانی حقیقت ہے۔ "لاريب فيه هدى للمتقين" سے مراد وہ لوگ ہیں جو حق تعالیٰ کے انتہائی قریب ہیں۔ حق تعالیٰ ان کی حفاظت فرماتے ہیں۔ "الذين يومنون بالغيب" غیب سے مراد اللہ تعالیٰ کی ذات ہے۔ اس لئے کہ وہ کسی کو نظر نہیں آتی۔ "يقيمون الصلوة" سے مراد یہ ہے کہ وہ حق تعالیٰ کے مرتبے کو تمام اسماء وصفات کے ساتھ جانتے ہوئے قائم کرتے ہیں۔ "ومما رزقنهم ينفقون" یعنی وہ کائنات میں تصرف کرتے ہیں' اس لئے کہ ان کی ذات میں بھی حق تعالیٰ کی طرف سے صفتِ وحدانیت آجاتی ہے۔" (۴۴۰)

عبدالحلیم محمود نے ابوالحسن شاذلی سے قرآن پاک کی ایک آیت کی تفسیر کرتے ہوئے بیان کیا ہے کہ وہ کہتے ہیں "هى عصاى" سے مراد حق تعالیٰ کی معرفت ہے جس پر انسان بھروسہ کرتا ہے۔ "اهش بها على غنمى" یعنی اس معرفت کے ذریعے میں اپنی اولاد کو ہانکتا ہوں اور ان کی تربیت کرتا ہوں۔ "ولى فيها مآرب اخرى" اس سے مراد یہ ہے کہ حق تعالیٰ کے ساتھ میرا بعض دفعہ معاملات ایسا بھی ہوتا ہے کہ اسے بیان کرتے سے زمین و آسمان بھی عاجز ہیں۔" (۴۴۱)

ابن عجیبہ نے قرآن پاک کی ایک اور آیت کی تفسیر کرتے ہوئے لکھا "رب ادخلنى" سے مراد یہ ہے کہ تمام چیزیں چاہے وہ حقیقت ہوں یا غیر حقیقت' ان میں مجھے داخل فرما۔ "مدخل صدق" یعنی صحیح صحیح مقام عطا فرما' کہ اس کے ذریعے مجھے تیری معرفت ہو جائے اور تیری طاقت پر مجھے بھروسہ ہو جائے۔ میں اپنی طاقت اور دنیا کی ہر طاقت سے بے نیا ہو جاؤں

"واخرجنی" مجھے اس سے نکال۔ "مخرج صدق" یعنی صحیح طریقے سے، کہ مجھے آپ کی جانب سے اجازتِ خاصہ ہو جائے اور میں آپ کی صحبت میں شامل ہو کر اخلاص کے اسرار و رموز حاصل کروں۔ "واجعل لی من لدنك" یعنی مجھے اپنی ذات سے بلاواسطہ عطا فرما۔ "سلطانا" یعنی مضبوط حجت اور دلیل۔ ایسی دلیل اور ایسی حجت کہ اس کا مقابلہ کوئی بھی چیز نہ کر سکے جس کے ذریعے میں حق کو حق ثابت کر سکوں اور باطل کو بھگا سکوں۔ میرے پاس ایسی دلیل ہو کہ وہ میری مدد کرے اور کسی کو مجھ پر غالب نہ آنے دے، جو ہر موقع پر مجھے فتح یاب کرے، ایسی دلیل اور حجت جو ہر چیز پر غالب آ جائے، جو دشمنوں کے ساتھ دو دھاری تلوار ہو، جب تمہیں ایسی دلیل نصیب ہو جائے گی تو تمہیں اپنے محبوب حق تعالیٰ کی ذات کے ساتھ وصل اور تعلق نصیب ہو جائے گا۔ جب یہ دلیل ختم ہو جائے گی تو وہ تعلق بھی ختم ہو جائے گا۔ ایسی دلیل جو مجھے محسوسات سے بے نیاز کر دے، اس لئے کہ جب محسوسات کی ضرورت نہیں رہتی تو حق تعالیٰ کی جانب سے براہِ راست انعامات کا نزول ہوتا ہے۔ یہ دراصل انسان کی نشاۃ ثانیہ یعنی دوسری پیدائش ہے۔ پہلی پیدائش میں وہ اپنے حواس پر اعتبار کرتا ہے اور ان کے ذریعے کام لیتا ہے، دوسری پیدائش میں یہ حواس کام نہیں کرتے بلکہ وہ حق تعالیٰ کی جانب سے ہدایت کے ذریعے رہنمائی حاصل کرتا ہے۔ یہ انسان کی ایک ایسی ولادت ہے جس کے بعد اس پر کبھی فنا اور موت نہیں آتی۔" (۴۴۲)

شعرانی اپنے شیخ علی الخواص سے ایک آیت کی تفسیر نقل کرتے ہوئے لکھتا ہے کہ انہوں نے کہا "ان الذین قالوا ربنا الله" اس سے مراد انبیائے کرام ہیں۔ "ثم استقاموا" اس سے مراد حضورؐ ہیں۔ "تتنزل علیهم الملائکة" اس سے مراد عام نبی ہیں۔ "ان لا تخافوا ولا تحزنوا" اس سے مراد عارفینِ کاملین ہیں۔ "وابشروا بالجنة التی کنتم توعدون" اس سے مراد عام مسلمان ہیں۔ یہ جامع مانع آیت ہے جس میں کامل انسانوں کے مختلف مراتب بیان کیے گئے۔ اگر ہمیں لوگوں کی طرف سے ضرر اور نقصان پہنچانے کا اندیشہ نہ ہوتا تو ہم تمہیں اس آیت کے اور بھی بہت سارے عجائب بتاتے۔" (۴۴۳)

اس طرح کی بیشمار تاویلات ہیں جو صوفی علم باطن کی آڑ میں کرتے ہیں اور یہ عقیدہ بھی

انہوں نے دیگر عقائد کی طرح شیعوں سے لیا ہے۔ شیعوں نے اس طرح کے عقائد یہودیوں سے اخذ کئے ہیں۔ گویا کہ تصوف میں بالواسطہ یہودی عقائد بھی شامل ہیں۔ صوفیوں کی بالخصوص مشابہت شیعوں کے فرقہ اسماعیلیہ اور نصیریہ سے ہے۔ شعرانی، فرقہ اسماعیلیہ کے بارے میں کہتا ہے ''اس قوم کو باطنیہ بھی کہا جاتا ہے اور ان کا عقیدہ تھا کہ ہر چیز کا ایک ظاہر اور باطن ہے۔'' (۴۴۴)

صوفی ان تمام لوگوں کو' جو ان کی باتوں کو نہیں مانتے' چاہے علماء ہوں' فقہاء یا عام مسلمان۔ انہیں اہلِ ظاہر یا عام کہتے ہیں اور یہ الفاظ ان کی کتابوں میں بکثرت ملتے ہیں۔ چنانچہ ابن عربی کہتے ہیں ''اللہ تعالیٰ کی مخلوق کو سب سے زیادہ نقصان پہنچانے والے یہ عام علماء ہیں' اور یہی لوگ اہل اللہ اور اللہ کے مقربین کی ایذا رسانی کا باعث بنتے ہیں۔ وہ اہل اللہ جو حق تعالیٰ کے معرفت سے سرشار ہوتے ہیں اور اس کے اقوال کے اسرار و رموز سے آگاہ ہوتے ہیں۔ یہ لوگ اہل تصوف اور اہل اللہ کے اتنے ہی مخالف تھے' جیسا کہ سابق انبیاء کے دور میں فرعون ان کی مخالفت کیا کرتے تھے۔'' (۴۴۵)

لسان الدین ابن الخطیب کہتا ہے ''سارے لوگ رسم و رواج کے پیچھے پڑ گئے' جبکہ صوفیاء حقائق کو جاننے پر لگے ہوئے ہیں۔ گویا صوفی اہل حقائق اور عام لوگ رسم و رواج والے ہیں۔'' (۴۴۶)

کمشخانوی کہتا ہے ''جو لوگ صرف شریعت کو مانتے ہیں اور صرف عام ہیں' اور دین کی حقیقی سمجھ انہیں نہیں ہے۔'' (۴۴۷)

حکیم ترمذی اپنی کتاب ''خاتم الاولیاء'' میں لکھتے ہیں ''شریعت کے اکثر احکام عام لوگوں کی سمجھ کیلئے نازل ہوئے ہیں۔'' (۴۴۸)



شریعت واحکامِ شریعت کا منسوخ اور ختم ہونا

شیعوں کا ایک اور عقیدہ بھی ہے جس میں وہ کہتے ہیں کہ شریعت منسوخ ہو چکی ہے اور شریعت کے احکام یعنی انسان جن چیزوں کا مکلف تھا' وہ اب ختم ہو چکی ہیں۔ تمام باطنی فرقے شریعت کے نسخ پر متفق ہیں' اگرچہ بظاہر وہ اس کا اقرار نہیں کرتے مگر ان کے اقوال وعقائد سے اس کی تصدیق ہوتی ہے' جیسا کہ غزالی نے اپنی کتاب میں نقل کیا ہے۔ (۴۴۹) اسی طرح مشہور اسماعیلی امام المعز لدین اللہ نے اپنی کتاب ''ہفتے بھر کی دعائیں'' میں بھی اسی طرح کے اقوال نقل کیے ہیں۔ (۴۵۰)

ابو یعقوب السجستانی لکھتے ہیں ''امام شریعت کو ختم کر دیتا ہے۔'' (۴۵۱)

شیعوں کے دیگر فرقے جیسے نصیریہ وغیرہ سے بھی یہی منقول ہے۔

جہاں تک شرعی احکام کے ختم ہونے کی دلیل ہے' تو مشہور اسماعیلی مصنف طاہر بن ابراہیم الحارثی الیمانی کہتا ہے ''رات کو قیام کرنے والے ہی دراصل اہل باطن ہیں۔ ان کے بلند مرتبے کی وجہ سے ان پر سے احکام شریعت ختم ہو گئے۔'' (۴۵۲)

جعفر بن محمد الباقر کے بارے میں بھی کہا جاتا ہے کہ انہوں نے کہا ''جس نے باطن کی معرفت حاصل کر لی' تو اس سے ظاہری احکام ساقط ہو گئے۔'' (۴۵۳)

شیعوں کے دیگر فرقوں جیسے خطابیہ اور جناحیہ کا بھی یہی عقیدہ ہے۔ (۴۵۴)

شیعہ اور صوفی شرعی احکام کے خاتمے کے بارے میں قرآن پاک کی ایک آیت سے استدلال کرتے ہیں' اللہ تعالیٰ نے فرمایا ''یرید اللہ ان یخفف عنکم'' (۴۵۵) اللہ تعالیٰ چاہتا ہے کہ تمہارے بوجھ کو ہلکا کرے۔ اسی طرح ایک اور آیت ہے ''لیس علی الذین آمنوا وعملوا الصالحات جناح فیما طعموا اذا ما اتقوا و آمنوا'' (۴۵۶) ایمان والوں کیلئے کوئی حرج نہیں جو اس سے پہلے وہ کھا چکے ہیں' اگر وہ اب ایمان لائے اور تقویٰ اختیار کیا۔''

ان دو آیات کو لے کر شیعوں نے تاویلات کا دروازہ کھول دیا۔ حرام چیزوں کا ارتکاب

شروع کر دیا۔ اثنا عشری شیعہ اپنے اماموں کے بارے میں ایک جھوٹی روایت نقل کرتے ہوئے کہتے ہیں، جسے کلینی نے اپنی کتاب ''الکافی'' میں نقل کیا ہے۔ وہ کہتا ہے کہ جعفر بن محمد الباقر نے اپنے ایک متبع اور مقلد سے کہا ''انسان کا نامہ اعمال کسی عمل کے بغیر بھی مکمل ہو جاتا ہے۔'' (۴۵۷)

بلکہ ''وہ قیامت کے دِن انبیاء کرام کے ساتھ ہوں گے۔'' (۴۵۸)

ابن بابویہ القمی نے علی بن موسیٰ الرضا سے نقل کیا ہے، جو شیعوں کے آٹھویں امام ہیں، کہ انہوں نے کہا ''شیعوں کے اعمال پر سے قلم اٹھا لیا گیا ہے۔ میں نے پوچھا جناب وہ کیسے؟ تو انہوں نے کہا اس لئے کہ انہیں تقیہ کا پردہ عطا کیا گیا۔ لوگ اس پردے کی وجہ سے برا بھلا کہتے ہیں، کوئی بھی شیعہ کسی گناہ کا ارتکاب کرتا ہے تو اس کے بدلے میں اسے دنیا میں ہی غم عطا کیا جاتا ہے جس سے اس کا وہ گناہ ختم ہو جاتا ہے۔ اگرچہ یہ گناہ بارش کے قطروں، ریت کے ذروں اور درخت کے کانٹوں جتنا ہی کیوں نہ ہو۔'' (۴۵۹)

ایک اور مشہور شیعہ مفسر علی بن ابراہیم القمی نے جعفر سے نقل کیا ہے کہ وہ کہتے ہیں ''قیامت کے دِن سب سے پہلے امیر المومنین علی علیہ السلام کو پکارا جائے گا، اس کے بعد اماموں کو، پھر شیعوں کو۔ چنانچہ اماموں کو ماننے والے اپنے اماموں کے ساتھ کھڑے ہوں گے۔ پھر فاطمہ علیہ السلام کو بلایا جائے گا، پھر ان کی اولاد اور انہیں ماننے والی خواتین کو بلایا جائے گا اور یہ سب لوگ بغیر حساب کتاب کے جنت میں داخل ہو جائیں گے۔'' (۴۶۰)

مزید مطالعہ کیلئے ہماری کتاب ''الشیعہ واہل بیت'' پڑھیں۔ (۴۶۱) مصنف ہی کی ایک اور کتاب ''الشیعہ و السنہ'' کے نام سے بھی لکھی گئی ہے، وہ بھی اس سلسلے میں انتہائی مفید ہے۔ (۴۶۲)

شیعوں کی طرح صوفی بھی شریعت کی منسوخی اور احکام کے خاتمے کے قائل ہیں۔

''بعض صوفی ایسے ہیں جن کا عقیدہ یہ ہے کہ مسلسل عبادت کرنے کے بعد ایک مقام ایسا آجاتا ہے جہاں مزید عبادت کی ضرورت نہیں رہتی اور صوفیوں کیلئے زنا وغیرہ تمام محرمات حلال ہو

جاتے ہیں۔"(۴۶۳)

نیز یہ بھی کہتے ہیں "جب تم یقین کے مقام پر پہنچ جاؤ تو عبادت تم سے ساقط ہو جاتی ہے' اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں فرمایا: تم عبادت کرو یہاں تک کہ تمہیں یقین کا درجہ حاصل ہو جائے۔"(۴۶۴)

ایک مشہور صوفی خود ان عقائد کی تشریح کرتے ہوئے لکھتے ہیں "بعض لوگ ایسے ہیں جن کے دِل سے شریعت کا احترام اٹھ گیا ہے۔ چنانچہ اب وہ کم ہی پرواہ کرتے ہیں۔ وہ حلال وحرام میں تمیز نہیں کرتے۔ قابل احترام چیزوں کا احترام نہیں کرتے۔ عبادات کی ادائیگی میں سستی کرتے ہیں اور نماز روزے کی زیادہ پرواہ نہیں کرتے۔ اس کے بجائے وہ غفلت اور شہوت میں پڑے رہتے ہیں' اور بازاریوں' عورتوں اور بادشاہوں کی صحبت کو پسند کرتے ہیں۔ ان کا خیال یہ ہے کہ اب وہ اس مقام پر پہنچ گئے ہیں کہ انہیں عبادت کی ضرورت نہیں رہی۔ خدا تعالیٰ نے اپنے اسرار و رموز سے انہیں آگاہ کر دیا ہے اور تمام بشری احکام ان سے ہٹا لئے ہیں۔ بہت سے صوفی اس طرح کے قبیح اعمال میں ڈوبے ہوئے ہیں۔"(۴۶۵)

طوسی اپنی کتاب میں صوفیوں کے بارے میں لکھتا ہے کہ انہوں نے حرام چیزوں کو حلال کر دیا ہے' چنانچہ وہ کہتا ہے "بعض گمراہ فرقوں نے حرام چیزوں کو حلال قرار دے دیا' ان کا مؤقف تھا کہ ہر چیز میں اصل اباحت ہوتی ہے۔ حرمت اس وقت واقع ہوتی ہے جب کسی چیز میں غلو کیا جائے۔ اگر غلو نہ ہو تو ہر چیز مباح ہے۔ اپنے اس غلط مطلب کی تاویل کیلئے وہ قرآن پاک کی اس آیت کو بطور دلیل پیش کرتے ہیں "فانبتنا فیھا حبا. وعنبا وقضبا. وزیتونا ونخلا. و حدائق غلبا. وفاکھة وابا. متاعا لکم ولانعامکم" کہ اس میں اللہ تعالیٰ نے تمام چیزوں کو اجمالاً اور مطلقاً بیان کیا ہے۔ عام مسلمانوں کیلئے یہ چیزیں حرام ہیں مگر ان کیلئے جائز ہیں۔ دراصل صوفی شریعت کے بنیادی اصول کو بھلا بیٹھے تھے جس کی وجہ سے وہ اس طرح کی خرافات کہنے لگے۔ اپنی جہالت کی وجہ سے وہ احکام شریعت کو سمجھنے سے قاصر تھے' چنانچہ شیطان نے' ان گمراہ کن عقائد کی طرف ان کی رہنمائی کی اور انہوں نے تاویل' حیلوں

بہانوں اور جھوٹ کا سہارا لیا۔"(٤٦٦)

سہروردی کہتا ہے" بعض گمراہ لوگوں نے اپنا نام ملامتی رکھا اور صوفیوں والا لباس پہنا تا کہ انہیں بھی صوفی کہا جائے' حالانکہ وہ صوفی نہیں ہیں۔لباس تو انہوں نے صوفیوں والا پہن لیا مگر ان کا عمل قطعاً اس کیخلاف ہے۔وہ بھی ہر چیز میں اباحت کے قائل ہیں اور ان کا مؤقف ہے کہ خدا تعالیٰ کی پیدا کی ہوئی ہر چیز مباح ہے۔ان کا خیال ہے کہ شریعت کے مکلّف عامۃ الناس ہیں' وہ نہیں۔شریعت کے مکلّف وہ لوگ ہیں جو ذہنی اعتبار سے اس مقام پر نہیں ہیں کہ وہ شریعت کے احکام کو سمجھ سکیں۔ان کے کمتر اور تنگ ذہن شریعت کی باتوں کو نہیں سمجھ پاتے۔ایسے خیالات رکھنے والے لوگ بلاشبہ ملحد اور زندیق ہیں۔اس لئے کہ جو بھی شخص کسی بھی بہانے سے شریعت کا رد کرے گا وہ زندیق ہوگا۔ان صوفیوں کا خیال یہ ہے کہ شریعت بندگی کا حق ہے جبکہ حقیقت بندگی کی حقیقت ہے۔اور جو شخص حقیقت والا ہو جائے تو اس پر بندگی لازم نہیں رہتی۔اس لئے کہ اس نے اپنی گردن سے غلامی کا طوق نکال پھینکا ہے۔یہ لوگ گمراہی کے اعلیٰ درجے پر ہیں اور انہی کا خیال ہے کہ اب اپنی نام نہاد کوششوں اور محنتوں کی وجہ سے انہیں شریعت کی ضرورت نہیں ہے۔ یہی وہ لوگ ہیں جو حلول کے قائل ہیں اور ان لوگوں نے ہی عیسائیوں سے بہت ساری اصلاحات مثلاً لاہوت اور ناسوت اخذ کی ہیں۔بعض ایسے بھی ہیں جو خوبصورت عورتوں کی طرف نظر کرنے کو حلال اور جائز سمجھتے ہیں کہ وہ حسنِ الٰہی کا مظہر ہیں۔"(٤٦٧)

انہی کے بارے میں ابن الجوزی کہتے ہیں" جان لو کہ بہت سارے صوفیوں نے عورتوں کو دیکھنا بھی چھوڑ دیا اور نکاح کرنے کی بجائے اتنے وقت میں عبادت کرنے کو پسند کیا' مگر ان کی صحبت میں کم عمر کے لڑکے (امرد) آنے جانے لگے' شیطان نے ان صوفیوں کی توجہ عورتوں کی بجائے ان لڑکوں کی طرف کر دی۔ان صوفیوں کی سات قسمیں ہیں:

پہلی قسم: سب سے گھٹیا لوگ وہ ہیں جنہوں نے صوفیوں کی شکل اختیار کی' یہ لوگ حلول کے قائل ہیں۔چنانچہ مجھے محمد بن عبدالباقی بن احمد بن سلیمان نے بتایا کہ انہوں نے ابوعلی الحسین بن محمد بن الفضل الکرمانی سے سنا' انہوں نے سہل بن علی الخشاب سے نقل کیا' انہوں نے ابونشر عبداللہ بن

السراج سے نقل کیا کہ وہ کہتے ہیں کہ بعض لوگ ایسے ہیں جو عقیدہ حلول کے قائل ہیں اوران کا خیال ہے کہ حق تعالیٰ نے چند لوگوں کو منتخب کیا اوران لوگوں میں حق تعالیٰ کا حلول ہوا۔ بعض لوگ ایسے بھی ہیں جو کہتے ہیں حق تعالیٰ نے خوبصورت عورتوں میں حلول کیا۔ ابوعبداللہ بن حامد نے بعض صوفیوں کے حوالے سے نقل کیا ہے کہ وہ کہتے ہیں، ہم نے حق تعالیٰ کو دنیا میں ہی دیکھ لیا کہ وہ انسانوں کی شکل میں نظر آتا ہے۔ وہ خوبصورت شکلوں میں بلکہ بعض دفعہ سیاہ حبشی کی شکل میں بھی نظر آتا ہے۔

دوسری قسم: وہ لوگ ہیں جو بظاہر صوفی ہیں مگران کا اصل مقصد گناہ کا ارتکاب کرنا ہوتا ہے۔

تیسری قسم: وہ لوگ ہیں جو خوبصورت لڑکوں کی طرف دیکھنے کو حلال سمجھتے ہیں۔ ابوعبدالرحمٰن السلمی نے ایک کتاب ''سنن الصوفیہ'' کے نام سے لکھی اوراس کے آخر میں لکھا کہ بعض چیزیں صوفیوں کیلئے جائز ہیں اوراس میں ان کیلئے رخصت ہے مثلاً رقص' گانا بجانا' اور خوبصورت چہروں کو دیکھنا۔ اس میں انہوں نے حضورؐ کی طرف ایک جھوٹی حدیث منسوب کی ہے کہ حضور نے فرمایا خوبصورت چہرے والوں سے خیر طلب کرو۔ نیز حضور نے ایک اور مقام پر فرمایا تین چیزوں سے نگاہ تیز ہوتی ہے' سبزے کو دیکھنا' پانی کو دیکھنا اور خوبصورت چہرے کو دیکھنا۔ (۴۶۸)

السلمی نے اس کتاب کے آخر میں بہت سے ایسے صوفیوں کے واقعات بھی نقل کئے ہیں جو اس طرح کی خرافات اور گناہ کے مرتکب ہوتے رہے۔ مثلاً ایک امرد لڑکے کا واقعہ نقل کیا' اس نے کہا کہ فلاں صوفی نے میری بات کا جواب دیتے ہوئے کہا تھا اے بیٹے خدا تیری شکل میں ظاہر ہوتا ہے اسی وجہ سے میں تیری طرف متوجہ ہوتا ہوں۔ ایک اور واقعہ نقل کرتے ہوئے وہ کہتا ہے صوفیوں کی ایک جماعت احمد غزالی کے پاس آئی وہ ایک کمرے میں بیٹھا تھا اور کمرے میں صرف اس کے ساتھ ایک نوخیز لڑکا تھا احمد غزالی اور لڑکے کے درمیان گلاب کا ایک پھول بھی پڑا ہوا تھا' کبھی احمد غزالی اس پھول کو دیکھتا اور کبھی اس نوخیز لڑکے کو۔ جب وہ صوفی آکر بیٹھ گئے تو ان میں سے ایک کہنے لگا شاید ہمارے آنے سے آپ کی طبیعت مکدر ہوگئی' وہ کہنے لگے ہاں اللہ کی قسم۔ یہ سنتے ہی صوفیوں کی ساری جماعت پر وجد طاری ہوگیا۔ ابوالحسین بن یوسف نے حکایت نقل کی ہے کہ اس نے احمد غزالی کو ایک خط بھیجا جس میں اس نے لکھا ''تمہیں اپنے ترکی غلام سے محبت

ہے۔" احمد غزالی نے وہ رقعہ پڑھا تو اپنے ترکی غلام کو بلایا' اس کی طرف محبت پاش نگاہوں سے دیکھتا رہا' اس کی دونوں آنکھوں کے درمیان بوسہ لیا اور کہا "یہ اس خط کا جواب ہے۔"

کیا یہ بیہودگی کی انتہا نہیں ہے؟ یہ حرکت کرتے ہوئے اس شخص کو ذرا بھی حیا اور غیرت نہ آئی۔ مجھے تو حاضرین پر بھی حیرت ہوتی ہے کہ وہ بھی جانوروں کی طرح خاموش بیٹھے خلافِ شریعت اس حرکت کو دیکھتے رہے۔ دراصل ان صوفیوں کے دِلوں میں اب شریعت تو رہی ہی نہیں۔ (۴۶۹)

صوفیوں کی شاعری دیکھی جائے' ان کے وہ اشعار جنہیں سن کر وہ رقص شروع کر دیتے ہیں اور ان پر حال طاری ہو جاتا ہے' وہ بھی بیہودگیوں سے بھرے ہوئے ہیں۔ چنانچہ ایک شاعر کہتا ہے:

"تمہیں وہ وقت یاد ہے جب ہم اکٹھے
صبح تک ساع کے گرد بیٹھے رہے
گانوں کے جام ہمارے درمیان گھوم رہے تھے
اور ہم پر پئے بغیر ہی بیہوشی طاری ہوگئی
ہم پر سرور طاری ہوگیا
اور لفظ سرور بھی شاید اس موقع پر کم ہے
جب نشے میں مست ساتھیوں نے آواز لگائی
نشے کی آواز تھی حی علی الفلاح
ہمارے پاس ہیجان خیز چیزیں ہی تھیں
کچھ دیر کے سرور کیلئے ہم نے انہیں ہی بہا دیا" (۴۷۰)

یوسف بن الحسین نے اپنے مریدین کو نصیحت کرتے ہوئے کہا "جو تم مجھے کرتے ہوئے دیکھو تم بھی کر لیا کرو' صرف نوعمر لڑکوں کی صحبت سے بچو' اس لئے کہ وہ بہت بڑا فتنہ ہیں۔ سو سے زائد مرتبہ میں نے اپنے رب سے عہد کیا کہ میں آئندہ نوعمر لڑکوں کی صحبت میں نہیں بیٹھوں گا' مگر رخساروں کے حسنِ نے مجھے چین سے نہ بیٹھنے دیا' مست آنکھیں مجھے اپنے قریب بلاتی رہیں' خدا

شاہد ہیں کبھی ان کے پاس کسی گناہ کی نیت سے نہیں گیا۔ پھر شیخ نے یہ اشعار پڑھے:

رخساروں کے پھول اور پتلے پتلے ہونٹ

ہونٹوں کے اندر اولوں جیسے دانت

رخساروں میں پڑے گہرے گڑھے

اور سینوں پہ ابھرتے ہوئے انار

یہ سب دیکھ کر میں ہوش وحواس کھو بیٹھا

اس لئے میں گانے بجانے کی صحبت میں نہیں بیٹھتا'' (۴۷۱)

یہی وہ لوگ ہیں جن کے بارے میں شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ''انبیاء اور رسول تو اللہ کی عبادت کی طرف بلاتے تھے' ان کا پیغام تو یہ ہوتا تھا کہ اللہ کی عبادت کرو اور رسول کی اطاعت کرو۔ جو رسول اللہ کی اطاعت نہیں کرے گا اور لوگوں کو اپنی اطاعت کا حکم دے گا' حلال کو حرام اور حرام کو حلال کرے گا تو وہ کافر اور دائرہ اسلام سے خارج ہے۔ اسی طرح وہ سارے لوگ جو دِین اور شریعت کے احکام سے نکلتے ہیں' جو خدا اور رسول کی اطاعت سے انکار کرتے ہیں' عام ہوں یا خاص' ہما شما ہو یا نام نہاد ولی اللہ' جو شخص بھی شریعت کے احکام سے نکلے گا' ان کا اتباع نہیں کرے گا تو وہ گمراہ اور بد بخت آدمی ہے۔ اگرچہ وہ زہد اور تقوے کا دعویٰ کرتا ہو۔'' (۴۷۲)

حافظ ابن حزم الظاہری رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں ''بعض صوفیوں کا دعویٰ ہے کہ اولیاء اللہ انبیاء اور رسول سے بھی افضل ہیں۔ چنانچہ ان کا خیال ہے کہ جو شخص ولایت کے اعلیٰ مقام پر فائز ہو جائے اس پر شریعت کے احکام یعنی نماز روزہ زکوٰۃ وغیرہ ساقط ہو جاتے ہیں اور زنا' شراب' عورتیں وغیرہ اس کیلئے حلال ہو جاتی ہیں۔ وہ کہتے ہیں ہم اللہ کو دیکھتے ہیں اور اس سے ہمکلام ہوتے ہیں' ہمارے دِل میں جو بھی خیال آتا ہے وہ حق ہوتا ہے۔ ابن شمعون نامی ایک شخص کے بارے میں میں نے سنا کہ وہ کہتا تھا اللہ تعالیٰ کے سو نام ہیں اور یہ سب نام چھتیس حروف کے ذریعے پورے ہوتے ہیں۔ یہ چھتیس حروف حروف تہجی نہیں ہیں' ان میں سے صرف ایک حرف ہی حروف تہجی میں

شامل ہے۔اسی ایک حرف کے ذریعے صوفی حق تعالیٰ تک پہنچتے ہیں۔

ایک اور صوفی کے بارے میں منقول ہے کہ ایک دِن وہ ٹانگیں لمبی کر کے بیٹھا ہوا تھا کہ اسے آواز آئی ''بادشاہوں کی مجلسوں میں ایسے بیٹھتے ہیں؟'' اس کے بعد اس نے کبھی بھی اپنی ٹانگیں لمبی نہیں کیں۔یعنی وہ ہمیشہ اللہ تعالیٰ کی مجلس میں بیٹھا رہتا تھا' اس لئے وہ ٹانگیں لمبی نہیں کرتا تھا۔'' (۴۷۳)

اسی لئے ابوعلی وفا کہتے ہیں ''جب تو فنافی اللہ ہو جائے تو پھر جو چاہے' جیسے چاہے کر۔تیرا علم جہالت نہیں کہلائے گا اور تیری کوئی بھی حرکت گناہ نہیں ہوگی۔'' (۴۷۴)

ڈاکٹر عبدالحلیم محمود صوفیوں کا ایک اصول بیان کرتے ہوئے کہتے ہیں ''صوفیوں کا ایک اصول ہے' اللہ کی معرفت حاصل کرلو اور پھر جو چاہے کرلو۔'' (۴۷۵)

صوفیوں کی کتابوں میں بیشمار ایسے واقعات اور حکایات موجود ہیں جس سے پتہ چلتا ہے کہ صوفی برائیوں کے ارتکاب کو ممنوع نہیں سمجھتے تھے' وہ جی بھر کر برائیوں کا ارتکاب کرتے تھے' واجب اور احکامِ خداوندی کو ترک کرتے تھے' اس کے باوجود وہ اولیاء اللہ اور مستجاب الدعوۃ کہلاتے تھے' اگر یہی ولایت کی علامت ہے تو پھر ہر فاسق و فاجر ہی ولی اللہ ہے۔

شعرانی جسکے بارے میں کہا جاتا ہے ''قطب ربانی' ہیکل صمدانی' عارف باللہ'' وہ اپنے طبقات میں اپنے شیخ علی وحیش کے بارے میں کہتے ہیں ''میرے شیخ مجذوب اور صاحبِ حال تھے' وہ شہروں میں گھومتے رہتے' ان کی بہت ساری کرامات اور خارقِ عادت چیزیں لوگوں میں مشہور تھیں۔

شیخ محمد الطنیخی نے مجھے بتایا کہ شیخ وحیش جب ہمارے پاس آتے تو بدکار عورتوں والے سرائے میں ٹھہرتے۔جو بھی وہاں سے نکلتا' اسے بلا کر کہتے میرے پاس کھڑے ہو جاؤ' تاکہ یہاں سے نکلنے سے پہلے ہی میں اللہ کے ہاں تمہاری شفاعت کرسکوں۔کئی بار ایسا ہوتا کہ وہ بعض لوگوں کو کمرے میں لے جا کر کئی روز رکھتے اور اس وقت انہیں چھوڑتے جب ان کی شفاعت قبول ہو جاتی۔ایک دِن اس نے ان بدکار عورتوں سے کہا سب اس سرائے سے نکل جاؤ' اس لئے کہ یہ سرائے گرنے والا ہے' صرف ایک عورت نے اس کی بات مانی اور فوراً وہاں سے نکل گئی' اس

کے نکلنے کے ساتھ ہی سرائے کی چھت گر گئی اور ساری مر گئیں۔

جب شیخ اپنے شہر میں کسی نئے شیخ کو دیکھتے تو اسے اس کی سواری گدھی سے نیچے اتار کر کہتے کہ اس کا سر پکڑو تا کہ میں اس کے ساتھ کروں۔ اگر وہ شیخ ایسا کرنے سے انکار کر دے تو شیخ وحیش اسے مسمرائز کر کے اسے اس جگہ پر ہی بت بنا دیتے تھے۔ اور اگر وہ شیخ کی بات مان لے تو شہر بھر میں اس کی بدنامی ہو جاتی تھی۔ اس کے علاوہ بھی شیخ کی اور بہت ساری کرامات ہیں۔" (۴۷۶)

شعرانی کی اس روایت کے بعد اس طرح کے آدمیوں کے بارے میں کیا کہا جا سکتا ہے؟ شعرانی جس طرح اس فاجر اور خبیث آدمی کی تعریفیں کر رہا ہے' اسے مجذوب اور صاحبِ حال بتا رہا ہے' اس کی کرامات اور مستجاب الدعوات ہونے کو ببانگ دہل بیان کر رہا ہے' اسے ولی کامل اور صاحبِ شفاعت کہہ رہا ہے۔ کیا یہ احکامِ شریعت کے ساتھ مذاق نہیں ہے؟ کیا یہ احکام خداوندی کا کھلواڑ نہیں؟ اس سے بڑی بھی کوئی بدکاری اور بدبختی کی بات ہو سکتی ہے؟ ایسے شخص سے بڑا بھی کوئی زندیق' ملحق' فاجر اور فاسق ہو سکتا ہے؟ اس طرح کی بیہودگیوں کی مثال تو شیعوں کے ہاں بھی نہیں ملتی۔ شاگرد اپنے استاد سے بھی دو قدم آگے بڑھ گیا' مرید نے مرشد کو بھی مات دے دی۔ طالبعلم اپنے مربی کو سکھانے لگا۔ یہ بدبختی کی انتہا نہیں تو اور کیا ہے؟

ایک اور شیخ جس کا نام قطب الواصلین عبدالعزیز دباغ ہے' وہ کہتا ہے "ایک مرید نے اپنے شیخ سے کہا جناب مجھے کوئی ایسی چیز بتائیں کہ میں اللہ کا قرب حاصل کر لوں' تو شیخ نے کہا اگر تو اللہ کا قرب حاصل کرنا چاہتا ہے تو خدائی صفات اپنا لے' جب تو خدائی صفات اپنا لے گا تو قیامت کے دِن اللہ تجھے اپنے قریب' اپنے اولیاء کے درمیان بٹھائے گا۔ تو جہنم میں اس کے دشمنوں کے ساتھ رہنے کے بجائے جنت میں اس کے دوستوں کے ساتھ رہے گا۔ مرید نے کہا جناب میں حق تعالیٰ کی کوئی سی صفت اپناؤں کہ اس کی صفتیں بیشمار ہیں۔ شیخ کہنے لگا کوئی بھی اپنا لے۔ شاگرد نے پھر کہا جناب آپ ہی بتا دیں' تو شیخ نے کہا تو حق کہنے والوں کا ساتھی بن جا' ہمیشہ حق کہنا' حق تعالیٰ کی ایک صفت یہ بھی ہے کہ وہ ہمیشہ حق اور سچ بات کہتا ہے' تو بھی حق اور سچ کہہ' اللہ تجھ پر اپنی رحمتوں کی بارش کر دے گا' چنانچہ مرید نے شیخ سے پکا وعدہ کر لیا کہ وہ ہمیشہ سچ ہی بولے گا۔ اس کے

بعد مرید اپنے راستے پر چل پڑا۔ مرید کے پڑوس میں ہی ایک لڑکی رہتی تھی۔ ایک دِن شیطان نے مرید کو بہکایا' وہ لڑکی کے پاس گیا اور اس سے زنا کرلیا۔ حالانکہ لڑکی بھی اس کام کیلئے راضی تھی' مگر راز افشا ہونے کے ڈر سے اس نے اپنے باپ کو بتا دیا اور مرید پر الزام لگا دیا کہ اس نے میرے ساتھ یہ یہ کیا ہے۔ اِس کا باپ مرید کو پکڑ کر قاضی کے پاس لے گیا کہ اس نے میری بیٹی کے ساتھ زنا کیا ہے' حاکم نے مرید سے پوچھا تم اس بات کو مانتے ہو؟ تم اس الزام کو تسلیم کرتے ہو؟ مرید پر شیخ کے ساتھ کئے ہوئے وعدے کا غلبہ تھا' وہ جھوٹ نہ بول سکا' کہنے لگا یہ شخص سچ کہہ رہا ہے اور میں نے زنا کیا ہے۔ قاضی نے جب اس کی بات سنی تو کہا جاؤ اسے پاگل خانے لے جاؤ' اس لئے کہ کوئی عقل مند آدمی تو اس طرح کا اقرار نہیں کرسکتا۔ چنانچہ اسے پاگل خانے لیجایا گیا جہاں قاضی کے جاننے والے کسی شخص نے اس کی سفارش کی اور اس کی جان چھوٹی۔'' (۴۷۷)

ایک اور مشہور صوفی جس کا نام شہید التصوف الامام الاجل نجم الملۃ والدین قطب الاسلام والمسلمین' برھان السنہ' محی الحق نجم الدین الکبری ہے' اپنے فسق و فجور کا خود اعلان کرتے ہوئے کہتا ہے ''بلادِ مغرب میں جب پہنچا تو ایک لڑکے سے مجھے عشق ہو گیا' اسے دیکھ کر میری ہمت جواب دے جاتی تھی' میں اسے پکڑ کر اپنے گھر لے آیا اور اسے ایک ستون کے ساتھ باندھ دیا تاکہ میرے علاوہ اسے کوئی بھی نہ دیکھ سکے۔ اس کے اور بھی بہت سارے رقیب تھے' وہ شور نہیں کرتا تھا' زیادہ تر خاموش ہی رہتا تھا' زبانِ حال سے گفتگو کرتا تھا اور اس کی آنکھوں سے ہی میں اس کی بات کا مطلب سمجھ جاتا۔ جس طرح وہ آنکھوں ہی آنکھوں میں مجھ سے باتیں کرتا تھا' ایسے ہی میں بھی اس سے باتیں کرتا تھا' ایک وقت آگیا کہ میں اس کی محبت میں فنا ہو گیا' مجھے لگا کہ میں وہ اور میں وہ بن گیا۔ یہ عشق دل کی گہرائیوں سے تھا' میری روح اس عشق کی گندگیوں سے آلودہ نہیں ہوئی' ایک دِن اس کی روح ہوا کے ایک جھونکے کی طرح میرے پاس آئی' اس کا چہرہ گرد آلود تھا اور وہ مجھ سے کہنے لگی شیخ بچاؤ بچاؤ' مجھے بچاؤ۔ میں نے کہا کیا ہوا؟ تو وہ روح کہنے لگی اگر تم مجھے چھوڑ دو تو میں آکر تمہارے پاؤں چوموں۔ میں نے اسے چھوڑ دیا' اس روح نے آکر میرے پاؤں چومے اور پھر وہ روح میرے روبرو کھڑی ہوگئی' میں نے اس کے بوسے لئے یہاں تک کہ اس روح کو سکون

آ گیا اور میرا دِل بھی اطمینان سے بھر گیا۔'' (۴۷۸)

پتہ نہیں ان صوفیوں کو کیا ہو گیا کہ یہ دِل کی باتیں چھپا ہی نہیں پائے اور سر عام اپنے معاشقوں اور فسق و فجور کی کہانیاں سنانے لگے۔ احکامِ شریعت سے روگردانی نے ان کی عقل ہی مار دی ہے۔

اب ہم آتے ہیں شیخِ اکبر محی الدین ابن عربی کی طرف۔ وہ اپنی شخصیت پر سے پردہ اٹھاتے ہیں جس طرح ان کے شاگرد نجم الدین الکبری نے فسق و فجور کی کہانیاں سنائی تھیں، یہ بھی اسی طرح کی کہانیاں سناتے ہوئے اپنے ایک دیوان کی تشریح کرتے ہیں۔ اس دیوان میں وہ تفصیل سے بتاتے ہیں کہ جب وہ مکہ پہنچے تو وہاں کے ایک بڑے شیخ کی بیٹی سے انھیں عشق ہو گیا، اس لڑکی کی تعریف میں ابن عربی آسمان و زمین کے قلابے ملاتے، مزے لے لے کر اس کے حسن و جوانی کی کہانیاں سناتے۔ یہ دیوان اتنا مقبول ہوا کہ ان کے شاگرد ان سے دیوان مانگنے لگے۔ (۴۷۹)

انھوں نے بہت کوشش کی کہ ان کے دِلی جذبات ظاہر نہ ہوں اور ان کا شوق اور دِل کی بھڑکتی ہوئی آگ لوگوں پر ظاہر نہ ہو۔ تصوف کی آڑ میں انھوں نے انہیں چھپانے کی کوشش کی لیکن پھر بھی وہ الفاظ خود اونچی آواز سے بول رہے تھے، ذرا آپ بھی سنئے ''سن 598ھ کو میں مکہ پہنچا، وہاں مجھے صوفیاء اور فضلاء کی جماعت کے درمیان بیٹھنے کا موقع ملا، اولیاء اور صلحاء میں سے مرد بھی تھے اور عورتیں بھی۔ سب اپنے اپنے معمولات میں مصروف تھے، ان اولیاء میں سے شیخ العالم امام ابو شجاع زاہر بن رستم بن ابی الرجاء الاصفہانی بھی تھے، شیخ کی ایک کنواری خوبصورت لڑکی تھی کہ عنفوان شباب اس سے ٹپکتا تھا، آنکھیں اسے دیکھ کر پھٹی کی پھٹی رہ جاتی تھیں، اس کا نام نظام اور لقب عین الشمس تھا۔ اس کے گرد ہر وقت خواتین عابدات اور بڑی بڑی تہجد گزار عورتیں بیٹھی ہوتی تھیں، پری وش چہرہ، بڑی بڑی آنکھیں، برابر دانت۔ آنکھیں اسے دیکھتے ہوئے نہ تھکیں، بولے تو عرب کا مشہور شاعر قس بن ساعدہ بھی اس کے سامنے گونگا لگے۔ اگر میرے دِل میں خوف خدا نہ ہوتا اور مجھے یہ ڈر نہ ہوتا کہ ان باتوں کو سن کر لوگ فتنے میں پڑ جائیں گے، تو میں خدا کی تخلیق کردہ اس کے حسن کی اور بھی تشریح کرتا۔ وہ حُسن جو تھکی آنکھوں کیلئے ٹھنڈ کا باعث ہے۔ سب علماء اور

زہاد کے درمیان گویا چمکتا سورج ہے۔ لڑی میں پروئے موتی اور ہیرے جیسے اس کے دانت' نایابِ زمانہ' والدین کی آنکھوں کی ٹھنڈک' اس کے ایک ایک عضو سے معارف اور لطائف ٹپکتے تھے' میں بہت عرصہ اس کی صحبت کے ساتھ ساتھ اس کے والد اور پھوپھی کی صحبت میں بھی رہا۔

اپنی اس کتاب میں ہم نے اس خاتونِ یکتا و یگانہ کے اوصاف حمیدہ کو انتہائی مناسب الفاظ میں بیان کیا ہے، کہ وہ تھی ہی اسی قابل۔ اس کی خوشبو بھری سانسیں' اس کی پرندوں کی چہچہاہٹ جیسی آواز' اس کی آنکھوں کی اٹھان اور پلکوں کا گرانا......... اپنی اس کتاب میں' میں اسی کی تعریف بیان کروں گا' میری ساری تعریفیں اسی کے گرد گھومیں گی۔'' (۴۸۰)

ایک لڑکی نے ہی ابن عربی کا دِل نہیں لوٹا' ایک اور بھی لڑکی تھی جس کے ساتھ شیخِ مذکور نے بیت اللہ میں کعبہ کے پڑوس میں عشق فرمایا۔ ذرا ملاحظہ فرمایئے ''ایک رات میں بیت اللہ کا طواف کر رہا تھا' اچانک میرے دِل میں موج و مستی کا خیال آیا' مجھ پر وجد اور حال سا طاری ہونے لگا' لوگوں کو تکلیف دینے کے ڈر سے میں وہاں سے نکل کر ایک طرف ہو گیا' موج و مستی کی کیفیت اتنی بڑھی کہ میرے دِل میں اشعار جیسے صفیں باندھ کر آن کھڑے ہوئے' میں نے اپنے آپ کو سناتے ہوئے بلند آواز میں اشعار پڑھنے شروع کر دیئے۔ اشعار یہ تھے:

''کاش میرے اشعار کو پتہ ہوتا
کس غمزدہ دِل میں آ رہے ہیں
کاش میرے دِل کو پتہ ہوتا
کس راستے پر یہ چل رہے ہیں
پتہ نہیں اب میں کامیاب ہوں
یا ہلاکت کی راہ پر گامزن ہوں
خداوندانِ عیش و عشرت حیران ہیں
عیش میں مست اور پریشان ہیں

اچانک مجھے اپنے کندھے پر ریشم سے نرم ہاتھ کا احساس ہوا' میں نے مڑ کر دیکھا ایک

رُومی باندی تھی' اتنی خوبصورت باندی میں نے آج تک نہیں دیکھی' جب وہ بولنے لگی تو اس کے منہ سے گویا موتی جھڑ رہے تھے' اس کے اعضاء کے حاشیے' اس کی آنکھوں کی ساخت' اس کے اشاروں کی پہنچ' اس کے الفاظ کی تک بندی' کیا کہوں...... اچانک اس کے منہ سے پھول جھڑنے لگے' کہنے لگی سیدی ابھی آپ نے کیا کہا تھا؟ میں نے کہا میں تو شعر پڑھ رہا تھا'' کاش میرے اشعار کو پتہ ہوتا' کس غمزدہ دِل میں آ رہے ہیں'' کہنے لگی آپ تو عارفِ زمانہ ہیں پھر بھی ایسی بات کہتے ہیں۔ آپ سوچ رہے ہیں کہ وہ شعر کس دِل کے مالک ہیں' آپ تو صاحبِ معرفت ہیں' معرفت کا دِل بھی بھلا کسی کی ملکیت ہوتا ہے؟ کیا اسے بھی کبھی عدم آتا ہے؟ آپ جیسا آدمی اس طرح کی بات کیسے کہہ سکتا ہے؟ اچھا بتائیں اس کے بعد آپ نے کیا کہا؟ میں نے کہا'' کاش میرے دِل کو پتہ ہوتا' کس راستے پر یہ چل رہے ہیں'' تو وہ کہنے لگی شیخ یہ راستہ ہی تو معرفت سے مانع ہے۔ اس رکاوٹ کو آپ دُور کریں گے تو پھر ہی معرفت کا راستہ ملے گا۔ یہ بات آپ نے کیوں کہی؟ اس کے بعد آپ نے کیا کہا؟ میں نے کہا'' پتہ نہیں اب میں کامیاب ہوں' یا ہلاکت کی راہ پر گامزن ہوں'' کہنے لگی شیخ وہ تو کامیاب ہو گئے تم اپنی بتاؤ' تم کامیاب ہو یا ہلاکت کی طرف جا رہے ہو؟ اچھا بتاؤ اس کے بعد کیا ہے؟ میں نے کہا'' خداوندانِ عیش وعشرت حیران ہیں' عیش میں مست اور پریشان ہیں'' کہنے لگی یا للعجب! دعویٰ معرفت کا کرتے ہو اور دوسروں کے بھید جانتے' جو حق تعالیٰ کی محبت میں مصروف ہو کبھی معرفت کے سمندر میں ڈوبے ہوئے شخص کو بھی ارد گرد دیکھنے کا موقع ملا؟ ارے یہ محبت یہ معرفت تو عقل کو مبہوت کر دیتی ہے۔ تم کیسے ارد گرد دیکھ رہے تھے؟ میں نے کہا خالہ کی بیٹی تیرا نام کیا ہے؟ کہنے لگی قرۃ العین یعنی آنکھوں کی ٹھنڈک۔ میں نے کہا ہاں میری آنکھوں کی۔ وہ مجھے سلام کر کے چلی گئی۔ کچھ عرصہ بعد پھر اس سے میری ملاقات ہوئی' میں اس کے ساتھ رہنے لگا اور اس کی قربت میں مجھے معرفت کی وہ باتیں نصیب ہوئیں جو میں نے کبھی سنی اور نہ ہی کبھی دیکھی تھیں۔'' (۴۸۱)

پتہ نہیں یہ سب کچھ پڑھنے اور سننے کے بعد ابن عربی کو شیخ المشائخ کیسے قرار دیتے ہیں؟ پھر بھی وہ شیخِ اکبر کہلاتے ہیں۔ جب شیخ خود یہ سب کام کرتے تھے تو ان کے ماننے والے کیوں نہیں

کرتے ہوں گے؟

یہ صوفیوں کے اعترافات ہیں جو اپنے بارے میں وہ خود کر رہے ہیں۔ اب ہم ایک اور قصہ بیان کرتے ہیں۔

احمد بن المبارک، عبدالعزیز دباغ سے روایت نقل کرتے ہیں کہ ان کا منشی اپنے بھائی کے ساتھ ایک دِن مدرسے کی چھت پہ چڑھا، پھر کیا ہوا؟ انہی کی زبانی سنئے:

''ہم چھت پر چڑھے تو ہم نے بہت ساری عورتیں دیکھیں جو مختلف جگہوں پر کھڑی تھیں، ہم ان کو دیکھ کر ان کے بارے میں باتیں کرنے لگے، کبھی ہنستے، کبھی اونچی اونچی آواز میں باتیں کرتے، ہم میں سے ایک پر اچانک خواہشِ نفسانی غالب آگئی، مگر بدقت ہم واپس لوٹے، جب ہم اپنے شیخ کے پاس مجلس میں پہنچے تو ہمیں دیکھ کر شیخ اونچی اونچی آواز سے ہنسنے لگے اور کہا وہ شیخ ہی کیا جسے کشف نہ ہو؟ پھر انہوں نے ہم سے پوچھا سچ سچ بتاؤ، جھوٹ نہ بولنا، تم کہاں تھے؟ ہم نے انہیں ساری کہانی سنائی، شیخ خود ہی ہمیں وہاں کی ساری باتیں بتانے لگے کہ کتنی لڑکیاں تھیں؟ کہاں کہاں کھڑی تھیں؟ اور پھر انہوں نے ہماری وہ حالت بھی بتادی جب ہم پر خواہش نفسانی غالب آگئی تھی۔ اتنی تفصیل سے انہوں نے سارے واقعات بتائے گویا وہاں وہ بذاتِ خود موجود تھے۔'' (۴۸۲)

پاک و ہند کے بھی کچھ صوفیاء ایسے ہیں جو آج بھی مرجع خلائق اور بڑے بڑے مزاروں کے مالک ہیں، ان کے مزاروں پر ہر سال عرس بھی ہوتا ہے، ایک ایسے ہی شیخ کے بارے میں ہم بتاتے ہیں جن کا عرس پاکستان کے اہم عرسوں میں شمار ہوتا ہے اور شاید پاکستان میں سب سے بڑا ہوتا ہے، یعنی مشہور صوفی مادھو لعل حسین۔ صوفیاء نے کتابوں میں اس کے بارے میں لکھا ہے کہ یہ ولی اللہ اور مستجاب الدعوات تھا، اس نے رب سے جو مانگا اسے ملا، وہ حافظ قرآن، عالم اور فقیہ تھا۔ ایک دِن اپنے شیخ کے پاس بیٹھا تفسیر پڑھ رہا تھا، جب قرآن پاک کی آیت ''انما الحیاۃ الدنیا لھو و لعب'' دنیا کی زندگی تو لہو ولعب ہے، پر پہنچا تو اس پر وجد طاری ہوگیا، اس نے رقص شروع کردیا، کہنے لگا جب دنیا کی زندگی لہو ولعب ہے تو میں لہو ولعب میں مصروف کیوں نہ ہو جاؤں؟ کتابیں اٹھا کر کنویں میں ڈالی، داڑھی مونچھیں منڈوادیں، شراب کے جام چڑھانے لگا، سڑکوں اور

بازاروں میں رقص کرتا پھرتا تھا' پھر اس نے بدکار عورتوں کے گھروں میں جا کر وقت گزارنا شروع کر دیا' یہاں تک کہ ایک دِن اس کی نظر ایک خوبصورت ہندو امرد لڑکے پر پڑی' اُسے دیکھتے ہی وہ بے قابو ہو گیا اور اس کے عشق میں مبتلا ہو گیا۔ سولہ برس تک اس کے گھر کا چکر لگاتا رہا' اس ہندو لڑکے کے عشق میں اتنا مبتلا ہوا کہ اس کا نام اپنے نام کا حصہ بنالیا' پہلے صرف حسین نام تھا' اب مادھو لعل حسین بن گیا۔ اس کی وفات کے بعد اس کا مزار مرجع خلائق اور برکات کے نزول کا محور و مرجع بن گیا۔'' (۴۸۳)

دوبارہ شعرانی کی طرف چلتے ہیں جو ایک صاحبِ کشف کے بارے میں کہتے ہیں ''جناب شریفؒ رمضان کے دِنوں میں کھانا کھالیا کرتے تھے اور کہتے تھے مجھے خدا نے آزاد کر دیا ہے۔'' (۴۸۴)

اسی طرح بایزید بسطامی کے بارے میں منقول ہے کہ اپنی آستین سے ایک روٹی نکالی اور شہر میں ہی اسے کھانا شروع کر دیا۔ یہ رمضان کے مہینے کا واقعہ ہے۔ (۴۸۵)

شبلی سے یہ بھی منقول ہے کہ وہ کہتے ہیں ''ہائے افسوس میں نماز پڑھوں' تو رب کے حکم کی نافرمانی کروں' اور اگر نہ پڑھوں تو کافر ہو جاؤں۔ کروں تو کیا کروں؟'' (۴۸۶)

واقعات اور حکایتیں تو بیشمار ہیں جن سے ثابت ہوتا ہے کہ صوفی خود کو شریعت کا مکلف نہیں سمجھتے' اور بھی اس طرح کی بہت ساری باتیں ہیں مگر ہم انہیں اس کتاب کے دوسرے حصے میں بیان کریں گے۔

ابھی اور بھی بہت سارے ایسے عقائد ہیں جن سے واضح طور پر پتہ لگ جاتا ہے کہ صوفیوں اور شیعوں میں کوئی فرق نہیں۔ صوفیوں نے شیعوں سے سارے عقائد لئے اور انہیں اسلام کا جامہ پہنایا۔ شیعوں اور صوفیوں کے الفاظ و عبارات اور اصطلاحات ایک ہیں جسے شیعہ' صوفی حتیٰ کہ مستشرقین بھی تسلیم کرتے ہیں۔ آخر میں ہم چند حوالہ جات نقل کرنا چاہیں گے جو خود شیعوں کی کتابوں سے نقل کیے گئے ہیں۔

ایران کے مشہور شیعہ محقق ڈاکٹر قاسم غنی لکھتے ہیں ''بعض لوگوں کا خیال ہے کہ تصوف

دراصل ایرانی تہذیب وثقافت کا پرتو ہے' ان کی باتوں کا خلاصہ یہ ہے کہ قادسیہ' جلولاء' حلوان اور نہاوند میں جب ایرانیوں کو عربوں کے ہاتھوں شکست ہوئی تو ایرانیوں کو اس امر کا شدت سے احساس ہونے لگا کہ عربوں کی طاقت اور قوت کی وجہ سے ان کی شہنشائیت اور ان کی شان وشوکت ختم ہوگئی۔ اگرچہ عرب ان پر غالب آگئے تھے مگر وہ ان کی سوچ اور فکر کو نہ بدل سکے۔ عربوں نے کوشش تو کی مگر اس کوشش کا نتیجہ یہ نکلا کہ اسلام اور شیعیت کا ملا جلا ایک ملغوبہ سامنے آیا جسے تصوف نے اپنا کر اسے اسلام کی جدید شکل قرار دیا۔ اس فکر اور سوچ کا پہلا نام شیعیت اور دوسرا نام تصوف ہے۔ عربوں نے ایرانیوں کو اپنی سوچ پر ڈھالنے کی جو کوشش کی' اس کا الٹ نتیجہ ظاہر ہوا اور عرب مسلمان ایرانی سوچ اور فکر میں ڈھلتے چلے گئے۔'' (۴۸۷)

شیعہ مصنف ڈاکٹر کامل مصطفیٰ الشیبی نے صوفیوں پر شیعیت کے اثرات کے حوالے سے مستقل ایک کتاب لکھی جس میں وہ کہتا ہے ''ہمیں اس دور کو یاد کرنا چاہئے جب فارسی یعنی ایرانیوں نے سب سے پہلے اپنے مذہب کو سیاست میں داخل کرنے کی کوشش کی' انہوں نے المختار کی حمایت کی' پھر سلطنت عباسیہ میں ابوہاشم کا ساتھ دیا' ایران میں عبداللہ بن معاویہ کی حمایت کی' اس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ فارسیوں نے اہل بیت کا تحفظ کرتے ہوئے سیاسی اور دینی قوت حاصل کی' انہوں نے حضرت علی کیلئے ولایت ثابت کی' اور پھر یہ ولایت نسل در نسل منتقل ہونے لگی۔ صوفیوں نے شیعوں والے الفاظ اور اصطلاحات کو اپناتے ہوئے اس ولایت کو اپنے رہنماؤں کیلئے ثابت کیا۔'' (۴۸۸)

شیخ الاسلام ابن تیمیہ اور ابن خلدون وغیرہ کی آراء تو ہم پہلے ہی نقل کر چکے ہیں' اس کے علاوہ ہم نے مشہور مستشرقین نیکلسن اور گولڈزیہر کے اس بارے اقوال بھی نقل کئے۔ (۴۸۹)

آخر میں ہم ایک اور مستشرق براؤن کا ایک جملہ نقل کرنا چاہیں گے' جو میرے خیال میں اس پورے موضوع اور کتاب کا خلاصہ ہے۔ براؤن کہتا ہے ''شیعیت اور تصوف ایرانیوں کے دو ہتھیار تھے جس کے ذریعے انہوں نے عربوں کا مقابلہ کیا۔'' (۴۹۰)

☆......(ختم شد)......☆

حوالہ جات باب3

(۱)''رجال الکشی''ص101 'مطبوعہ: مؤسسۃ الاعلمی' کربلا عراق۔ نیز''تنقیح المقال''مصنف مامقانی'جلد2' ص184 'مطبوعہ: تہران۔ نیز''فرق الشیعہ''مصنف نوبختی'ص44-43 'مطبوعہ: المطبعۃ الحیدریہ' نجف عراق 1379ھ۔ نیز''کتاب المقالات والفرق''مصنف سعد بن عبداللہ القمی'ص21 'مطبوعہ: تہران 1962ء۔ نیز ''رجال الطوسی'' ص51' مطبوعہ: نجف۔ نیز ''تحفۃ الاحباب'' ص184۔ نیز ''ناسخ التواریخ'' جلد3' ص393 'مطبوعہ: ایران۔ نیز''کتاب الرجال''مصنف الحلی'ص469 'مطبوعہ: تہران 1383ھ۔ نیز''منہج المقال''مصنف استر آبادی'ص303۔ نیز''شرح ابن ابی''مصنف ابوالحدید'جلد2 'ص309۔ اس کے علاوہ بھی شیعوں کی بہت سی کتب میں یہ حوالہ مذکور ہے۔

(۲)''طرائق الحقائق''مصنف الحاج معصوم علی'جلد1 'ص101

(۳) ''دائرۃ المعارف الاسلامیہ''اردو' جلد6' ص419' مطبوعہ: پنجاب یونیورسٹی پاکستان' پہلا ایڈیشن 1962ء۔ نیز''التصوف''مصنف ماسینئن'عربی ترجمہ ص26 'مطبوعہ: دار الکتاب اللبنانی 1984ء

(۴)''فی التصوف الاسلامی وتاریخہ''ترجمہ ڈاکٹر ابوالعلا العفیفی'ص11

(۵)''دائرۃ المعارف الاسلامیہ''جلد7 'ص6' پی کراؤس اور میم پلیسنر کا تذکرہ

(۶)''دائرۃ المعارف الاسلامیہ''اردو'جلد7 'ص6

(۷)''کتاب الرحمۃ'' کا مقدمہ۔''المنشور''مصنف ہوم یارڈ۔ نیز''کتاب البیان''وغیرہ

(۸)''اعیان الشیعہ''مصنف محسن امین الشیعی'جلد15 'ص88-87 'مطبوعہ: دار التعارف للمطبوعات بیروت

(۹)مذکورہ بالا حوالہ'ص102

(۱۰)مذکورہ بالا حوالہ'ص105

(۱۱)''اعیان الشیعہ''جلد15 'ص87

(۱۲)''الذریعہ الی تصانیف الشیعہ''جلد10 'ص171

(۱۳)''الفہرست''مصنف ابن الندیم'ص499-498 'مطبوعہ: دار المعرفہ لبنان

(۱۴)مذکورہ بالا حوالہ

(۱۵)''خلاصۃ الاثر''مصنف المحی' جلد1 'ص213

(۱۶)جابر بن حیان کے رسائل کا انتخاب'ص78

(۱۷)''وفیات الاعیان''مصنف ابن الخلکان

(۱۸)''الصلہ بین التصوف والتشیع'' جلد 1 'ص 289 'مطبوعہ: دارالاندلس بیروت 'تیسرا ایڈیشن 1982ء

(۱۹)''الفہرست'' 'ابن الندیم 'ص 503

(۲۰)''اخبار الحکماء'' 'مصنف القطفی 'ص 111

(۲۱)''تاریخ العرب'' 'مصنف الہتی 'جلد 2 'ص 22

(۲۲)''دائرۃ المعارف الاسلامیہ'' 'اردو 'جلد 6 'ص 419 ۔ نیز ''التصوف'' 'مصنف ماسینئن 'عربی ترجمہ 'ص 27

(۲۳)''تاریخ التصوف فی الاسلام'' 'مصنف ڈاکٹر قاسم غنی 'عربی ترجمہ ص 65-64

(۲۴)''الانساب'' 'سمعانی 'ص 293

(۲۵)''الصلہ بین التصوف والتشیع' جلد 1 'ص 293

(۲۶)''التنبیہ والرد'' 'مصنف الملطی 'تحقیق محمد زاہد الکوثری 'ص 1 'مطبوعہ: مصر 1360ھ

(۲۷)''طرائف الحقائق'' 'مصنف حاجی معصوم علی 'جلد 1 'ص 101

(۲۸)''الرسالہ القشیریہ'' 'مصنف ابوالقاسم عبدالکریم القشیری 'تحقیق عبدالحلیم محمود 'مطبوعہ: دارالکتب الحدیثہ القاہرہ

(۲۹)''نفحات الانس'' 'مصنف الجامی 'ص 33 'فارسی ایڈیشن 'ایران

(۳۰)''النجوم الزاہرہ'' 'مصنف تغری البردی الاتابکی 'جلد 2 'ص 320 'مطبوعہ: وزارت الثقافہ مصر

(۳۱)''الرسالہ القشیریہ'' 'تحقیق عبدالحلیم محمود 'مطبوعہ: القاہرہ

(۳۲)''فی التصوف الاسلامی وتاریخہ'' 'مصنف نیکلسن 'عربی ترجمہ ابوالعلا العفیفی 'ص 7 'مطبوعہ: القاہرہ

(۳۳)''سیر اعلام النبلاء'' 'مصنف الذہبی 'جلد 11 'ص 533

(۳۴)مذکورہ بالا حوالہ 'ص 534

(۳۵)مذکورہ بالا حوالہ 'ص 533

(۳۶)''تذکرۃ الاولیاء'' 'مصنف فریدالدین عطار 'ص 69 'مطبوعہ: پاکستان ۔ نیز ''فی التصوف الاسلامی وتاریخہ'' 'مصنف نیکلسن 'ص 9

(۳۷)''ابن الندیم'' 'ص 504-503

(۳۸)''اخبار العلماء باخبار الحکماء'' 'ص 185

(۳۹)''فی التصوف الاسلامی وتاریخہ''

(۴۰)مذکورہ بالا حوالہ 'ص 9

(۴۱)''حلیۃ الاولیاء وطبقات الاصفیا'' 'مصنف الاصفہانی 'ص 29-28 'مطبوعہ: دارالکتاب العربی بیروت

(۴۲)''طبقات ابن سعد'' جلد 3' ص 195

(۴۳) مذکورہ بالاحوالہ

(۴۴) مذکورہ بالاحوالہ' ص 196

(۴۵)''حلیۃ الاولیاء'' جلد 1' ص 38

(۴۶)''البدایۃ والنہایۃ'' مصنف ابن کثیر' جلد 7' ص 135-134

(۴۷)''طبقات ابن سعد'' جلد 3' ص 358

(۴۸)''منہاج السنہ النبویہ'' مصنف شیخ الاسلام ابن تیمیہ' جلد 4' ص 129 تا 131

(۴۹)''کشف المحجوب'' مصنف الہجویری' عربی ترجمہ ڈاکٹر اسعاد عبدالہادی' ص 274' مطبوعہ: بیروت 1980ء

(۵۰)''تذکرۃ الاولیاء'' مصنف فریدالدین عطار' ص 185' مطبوعہ: پاکستان

(۵۱)''اللمع'' مصنف طوسی' ص 179

(۵۲)''جمہرۃ الاولیاء'' مصنف منوفی الحسینی' جلد 1' ص 122

(۵۳) مذکورہ بالاحوالہ' ص 159

(۵۴)''الفتوحات المکیہ'' ابن عربی' جلد 1' ص 260

(۵۵)''درر الغواص'' مصنف شعرانی' ص 73

(۵۶)''اللمع'' مصنف طوسی' ص 179

(۵۷)''الفتوحات المکیہ'' مصنف ابن عربی' جلد 3' ص 315

(۵۸)''طبقات الشعرانی'' جلد 2' ص 44

(۵۹)''غزلیات شمس تبریزی'' مطبوعہ: تہران' منقول از ''الصلہ بین التصوف والتشیع'' ص 85-84

(۶۰)''طرائق الحقائق'' مصنف معصوم علی شاہ' جلد 1' ص 251

(۶۱)''قوت القلوب'' مصنف ابوطالب مکی' جلد 1' ص 267

(۶۲)''آئین جوانمردی'' مقدمہ ہنری کاربن' ص 8۔ نیز ''فتوت نامہ'' مصنف عبدالرزاق کاشانی' ص 29' مطبوعہ: تہران 1363ھ۔ نیز ''طبقات الشعرانی'' جلد 2' ص 92۔ نیز ''جامع الاصول فی الاولیاء'' مصنف کمشخانوی' ص 7

(۶۳)''عوارف المعارف'' مصنف سہروردی' ص 98۔ نیز ''الرسالۃ القشیریہ'' جلد 2' ص 747۔ نیز ''فوائح الجمال'' مصنف جمال الدین الکبری' ص 282۔ نیز ''الانوار القدسیہ'' مصنف شعرانی' ص 49

(۶۴)''مقدمہ ابن خلدون''ص 473

(۶۵)''تہذیب التہذیب''مصنف ابن حجر۔ نیز''التذکرہ''مصنف ذہبی۔ نیز''الرسائل والمسائل''مصنف ابن تیمیہ۔ نیز''التصوف''مصنف ماسینئن

(۶۶)''جمہرۃ الاولیاء''مصنف المنوفی' جلد 1 'ص 89

(۶۷)مذکورہ بالاحوالہ'ص 89 تا 122

(۶۸)''طبقات الشعرانی''جلد 2 'ص 14

(۶۹)''جمہرۃ الاولیا''جلد 1 'ص 163

(۷۰)''التعرف لمذہب اہل التصوف''الکلاباذی'ص 36

(۷۱)''طبقات الشعرانی''جلد 1 'ص 37

(۷۲)''تذکرۃ العطار''ص 150 'مطبوعہ: پاکستان

(۷۳)''الرسالہ القشیریہ''جلد 1 'ص 65 'تحقیق ڈاکٹر عبدالحلیم محمود' محمود بن الشریف' مطبوعہ: القاہرہ۔ نیز ''طبقات الشعرانی''جلد 1 'ص 71

(۷۴)''طبقات الصوفیہ''مصنف ابوعبدالرحمٰن السلمی' ترتیب احمد الشرباصی' مطبوعہ: مطابع الشعب۔ نیز''نفحات الانس''مصنف الجامی''ص 39 'فارسی ایڈیشن

(۷۵)''طبقات الاولیاء''مصنف ابن الملقن' المتوفی 804ھ'ص 493 'مطبوعہ: مکتبہ الخانجی قاہرہ' پہلا ایڈیشن 1393ھ

(۷۶)''الرسالۃ القشیریہ''ص 65

(۷۷)''قلادۃ الجواہر فی ذکر الرفاعی واتباعہ الاکابر''مصنف محمد ابوالہدیٰ الرفاعی'ص 375۔ نیز''المنہج الموصل الی الطریق الانہج''مصنف مصطفیٰ الصاد

(۷۸)''المجالس الرفاعیہ''مصنف احمد رفاعی'ص 108 'مطبوعہ: مطبعۃ الارشاد بغداد 1971ء

(۷۹)''کتاب الحجۃ الکافی''ص 505 'مطبوعہ: تہران

(۸۰)مذکورہ بالاحوالہ'ص 339

(۸۱)مذکورہ بالاحوالہ'ص 378-377.

(۸۲)جلد نمبر 3 'ص 199-198

(۸۳)امام مہدی کے ذکر والے باب میں

(۸۴)مذکورہ بالاحوالہ

(۸۵) مذکورہ بالا حوالہ

(۸۶) ''فرق الشیعہ'' مصنف نوبختی' ص 119-118' مطبوعہ: کربلا عراق

(۸۷) ''الیواقیت والجواہر فی بیان عقائد الاکابر'' جلد 2' ص 143

(۸۸) ''المجالس الرفاعیہ'' مقدمہ سید خاشع الراوی الرفاعی' ص 6

(۸۹) ''الفتح المبین'' مصنف ظہیر الدین القادری' ص 18

(۹۰) اسماعیلیوں کا عقیدہ یہ ہے کہ نبوت حضورؐ اور حضرت علی کے درمیان تقسیم ہے۔ حضورؐ نبوت کے بارے میں ناطق یعنی زبان سے بتانے والے تھے' جبکہ حضرت علی صامت یعنی خاموش رہنے والے تھے۔ مزید تفصیل کیلئے ہماری کتاب ''الاسماعیلیہ تاریخ وعقائد'' کا مطالعہ کریں

(۹۱) اس لئے کہ ان کا عقیدہ یہ ہے کہ جبریل علیہ السلام غلطی سے حضرت علی کی بجائے حضورؐ کے پاس آ گئے اور وحی ان پر نازل ہوئی۔ ان کا ایک فرقہ یہ بھی کہتا ہے کہ حضرت علی کی شکل میں خدا تعالیٰ زمین پر نازل ہوا۔

(۹۲) یہ شیعوں کی مشہور کتاب اور چار بنیادی کتابوں میں شمار ہوتی ہے

(۹۳) ''الاصول من الکافی' جلد 1' ص 197-196' مطبوعہ: ایران

(۹۴) ''بصائر الدرجات'' مصنف الصفار باب 16' ص 430' مطبوعہ: ایران

(۹۵) مذکورہ بالا حوالہ' ص 431

(۹۶) اس حوالے سے ہم سیر بحث گفتگو اپنی کتاب ''الشیعہ والسنہ'' میں کر چکے ہیں جس کے تقریباً اکتیس سے زائد ایڈیشن اب تک چھپ چکے ہیں۔ اسی طرح اس موضوع پر ہماری کتاب ''الشیعہ واہل البیت'' نیز ''الشیعہ والتشیع فرق وتاریخ'' نیز ''بین الشیعہ والسنہ'' کا مطالعہ بھی فائدے سے خالی نہ ہوگا

(۹۷) ''کتاب الحجہ من اصول الکافی'' جلد 1' ص 175' مطبوعہ: ایران

(۹۸) ''الکافی فی الاصول'' جلد 1' ص 261' مطبوعہ: ایران

(۹۹) ایک اور باب بھی مصنف نے اسی موضوع پر قائم کیا جس کا عنوان ہے ''امام ماضی کی سب باتوں کو جانتے ہیں' ان سے کوئی بھی چیز چھپی ہوئی نہیں ہوتی۔'' جلد 1' ص 261' مطبوعہ: ایران

(۱۰۰) ''الفصول المہمہ فی اصول الائمۃ'' مصنف حر العاملی' ص 152' مطبوعہ: ایران

(۱۰۱) ''ولایت فقیہ در خصوص حکومت اسلامی'' مصنف نائب امام خمینی' ص 58' مطبوعہ: تہران

(۱۰۲) ''المواقف الالہیہ'' مصنف ابن قضیب البان' المتوفی 1040' ص 160' مطبوعہ: وکالۃ المطبوعات کویت 1976

(۱۰۳) عصمت کے بارے میں ہم علیحدہ ایک باب بھی قائم کریں گے

(۱۰۴)''الابریز''مصنف عبدالعزیز الدباغ'ص 151 'مطبوعہ:مصر

(۱۰۵)''الیواقیت والجواہر فی بیان عقائد الاکابر''مصنف الشعرانی'جلد 2 'ص 85 'مطبوعہ:مصطفیٰ البابی الحلبی القاہرہ

(۱۰۶)''المنقذ من الضلال''مصنف غزالی'ص 127 'مطبوعہ:دارالکتاب

(۱۰۷)''الجواب المستقیم''مصنف ابن عربی'مطبوعہ:کیتھولک پبلشرز'بیروت

(۱۰۸)''فوائح الجمال وفواتح الجلال''نجم الدین الکبریٰ'ص 10

(۱۰۹)''الابریز''مصنف دباغ'ص 151

(۱۱۰)''غیث المواہب العلیہ''مصنف نفزی الرندی'جلد 1 'ص 262

(۱۱۱)''الاخلاق المتبولیہ''مصنف شعرانی'تحقیق ڈاکٹر منیع عبدالحلیم محمود'جلد 1 'ص 454 'مطبوعہ:مطبعہ حسان قاہرہ

(۱۱۲)''مواقع النجوم''مصنف ابن عربی'ص 102 'پہلا ایڈیشن 1325ھ'مطبوعہ:مطبعۃ السعادہ مصر

(۱۱۳)''الابریز''مصنف الدباغ'ص 151

(۱۱۴)''الاخلاق المتبولیہ''مصنف شعرانی'ص 100

(۱۱۵)''عوارف المعارف''مصنف سہروردی'ص 27

(۱۱۶)''حکمت الاشراق''شہاب الدین سہروردی'ص 242 تا 244

(۱۱۷)''اللمحات''مصنف شہاب الدین سہروردی'چھٹا ایڈیشن'ص 173-172 'مطبوعہ:مرکز تحقیقاتِ فارسی 1984

(۱۱۸)''ختم الاولیاء''مصنف حکیم الترمذی'ص 346 'مطبوعہ:کیتھولک پبلشرز بیروت

(۱۱۹)''مواقع النجوم''مصنف ابن العربی'ص 171 'مطبوعہ:مطبعۃ السعادہ مصر 1325ھ

(۱۲۰)''المواقف الالہیہ''ابن البان'ص 164 تا 169

(۱۲۱)''الاسراء''ابن عربی'ص 18

(۱۲۲)''فوائح الجمال وفواتح الجلال''مصنف نجم الدین الکبری

(۱۲۳)مذکورہ بالا حوالہ'ص 13

(۱۲۴)''الانسان الکامل''مصنف الجیلی'باب 49 'جلد 2 'ص 13-12

(۱۲۵)''مذکورہ بالا حوالہ'ص 66-65

(۱۲۶)''الطبقات''محمد ضیف اللہ الجعلی الفضلی'ص 105 'مطبوعہ:لبنان

(۱۲۷)مذکورہ بالاحوالہ'ص89

(۱۲۸)''الوصیۃ الکبریٰ''مصنف عبدالسلام الفیتوری'ص74'مطبوعہ:طرابلس لیبیا1976ء

(۱۲۹)''الجواب المستقیم''مصنف ابن عربی

(۱۳۰)''النفحۃ العلیۃ فی اوراد الشاذلیہ''ص230

(۱۳۱)''زبدۃ الحقائق''عزیزالدین نسفی'ص58'مطبوعہ:کتاب خانہ طہوری تہران

(۱۳۲)''الانسان الکامل'' مصنف الجیلی' ص64-65' چوتھا ایڈیشن' مطبوعہ: مطبعۃ مصطفیٰ البابی الحلبی' 1402ھ

(۱۳۳)''الجواہر والدرر''الشعرانی'ص286۔نیز''ذخائرالاعلاق''مصنف ابن عربی'ص153

(۱۳۴)''قوت القلوب''مصنف ابوطالب المکی' جلد2'ص70۔نیز''محاسن المجالس''مصنف ابن العریف' ص77۔نیز''غیث المواہب العلیہ''مصنف نفزی الرندی'ص305

(۱۳۵)''اللمع''مصنف الطوسی'ص461

(۱۳۶)''روضۃ التعریف''لسان الدین ابن الخطیب'ص538-537'مطبوعہ:دارالفکر العربی قاہرہ

(۱۳۷)''طبقات الشعرانی''جلد2'ص200

(۱۳۸)''التعرف لمذہب اہل التصوف'' تحقیق محمود امین النواوی' ص 172' مطبوعہ: القاہرہ' دوسرا ایڈیشن1980

(۱۳۹)''الاخلاق المتبولیہ''شعرانی'جلد1'ص482

(۱۴۰)''قلادۃ الجواہر فی ذکر الرفاعی واتباعہ الاکابر''مصنف سید محمد ابوالہدیٰ الرفاعی'ص180

(۱۴۱)''المدرسہ الحدیثہ الشاذلیہ و امامہا ابوالحسن الشاذلی'' مصنف ڈاکٹر عبدالحلیم محمود' ص35-34' مطبوعہ: دارالکتب الحدیثہ القاہرہ

(۱۴۲)''تذکرۃ الاولیاء''مصنف العطار'ص74'مطبوعہ:پاکستان

(۱۴۳)''الوصیۃ الکبریٰ''مصنف عبدالسلام الفیتوری'ص75'مطبوعہ:طرابلس لیبیا

(۱۴۴)مذکورہ بالاحوالہ

(۱۴۵)''الطبقات الکبریٰ''مصنف الشعرانی'جلد1'ص180

(۱۴۶)مذکورہ بالاحوالہ'جلد1'ص180

(۱۴۷)''الاخلاق المتبولیہ''مصنف شعرانی'جلد1'ص100

(۱۴۸)''الابریز''مصنف الدباغ'ص156

(۱۴۹)''الطبقات''مصنف الجعلی الفضلی'ص107

(۱۵۰)''طبقات الشعرانی'' جلد2'ص69

(۱۵۱)''تنبیہ المغترین''مصنف الشعرانی'ص136

(۱۵۲)''مواقع النجوم''مصنف ابن عربی'ص164 پہلا ایڈیشن'1335'مطبوعہ:مطبعۃ السعادہ مصر

(۱۵۳)سورۃ الانعام' آیت59

(۱۵۴)سورۃ ہود' آیت103 - نیز سورۃ النحل' آیت77

(۱۵۵)سورۃ الفاطر' آیت38

(۱۵۶)سورۃ الرعد' آیت9

(۱۵۷)سورۃ التغابن' آیت18

(۱۵۸)سورۃ النحل' آیت65

(۱۵۹)سورۃ الانعام' آیت50 - نیز سورۃ ہود' آیت31

(۱۶۰)سورۃ الاعراف' آیت188

(۱۶۱)سورۃ المائدۃ' آیت116

(۱۶۲)''رسالۃ الترتیب السلوک''مصنف القشیری'المتوفی 465ھ'مطبوعہ:المعہد المرکزی للابحاث الاسلامیہ' پاکستان1384ھ

(۱۶۳)''التعرف''مصنف الکلاباذی'ص33

(۱۶۴)''ایقاظ الہمم''مصنف ابن عجیبہ الحسنی'ص77

(۱۶۵)''الانسان الکامل''مصنف الجیلی' جلد1'ص63-64

(۱۶۶)''حیات القلوب''مصنف عماد الدین الاموی'ص261

(۱۶۷)مذکورہ بالاحوالہ'ص275-276

(۱۶۸)''الابریز''مصنف الدباغ'ص151

(۱۶۹)سورۃ لقمان' آیت34

(۱۷۰)''الابریز''ص167

(۱۷۱)مذکورہ بالاحوالہ'ص242

(۱۷۲)مذکورہ بالاحوالہ'ص274

(۱۷۳)''قلادۃ الجواہر فی ذکر الرفاعی واتباعہ الاکابر''ص148

(۱۷۴)''الطبقات الکبریٰ''مصنف الشعرانی'جلد 1'ص 142

(۱۷۵)''الانسان الاکامل''مصنف الجیلی'جلد 1'ص 122

(۱۷۶)سورۃ الانعام'آیت 59

(۱۷۷)سورۃ الاحقاف'آیت 9

(۱۷۸)سورۃ ہود'آیت 49

(۱۷۹)سورۃ الکہف'آیت 24-23

(۱۸۰)سورۃ البقرہ'آیت 32

(۱۸۱)سورۃ البقرہ'آیت 33

(۱۸۲)''جمہرۃ الاولیاء''مصنف المنوفی الحسینی'ص 242

(۱۸۳)''ابوالحسن الشاذلی''مصنف ڈاکٹر عبدالحلیم محمود'ص 614

(۱۸۴)''الاخلاق المتبولیہ''مصنف الشعرانی'جلد 1'ص 99

(۱۸۵)مذکورہ بالاحوالہ'جلد 3'ص 145

(۱۸۶)''طبقات الشعرانی''جلد 1'ص 156

(۱۸۷)''الطبقات فی خصوص الاولیاء والصالحین والعلماء والشعراء فی السودان''مصنف محمد ضیف اللہ الجعلی الفضلی'المتوفی 1224ھ'مطبوعہ: مکتبہ الثقافیہ بیروت لبنان

(۱۸۸)''شرح المسائل الروحانیہ''مصنف ابن عربی'ص 143-142'مطبوعہ: کیتھولک پبلشرز بیروت

(۱۸۹)''التجلیات''مصنف ابن عربی'ص 22'مطبوعہ: حیدرآباد دکن انڈیا 1367ھ

(۱۹۰)''التدبیرات الالہیہ''ص 118'مطبوعہ: لیڈن 1336ھ

(۱۹۱)''مواقع النجوم''مصنف ابن عربی'ص 82

(۱۹۲)مذکورہ بالاحوالہ'ص 148

(۱۹۳)مذکورہ بالاحوالہ'ص 149

(۱۹۴)''انشاء الدوائر''ابن عربی'ص 35'مطبوعہ: لیڈن 1336ھ

(۱۹۵)''التدبیرات الالہیہ''مصنف ابن عربی'ص 159

(۱۹۶)''رسالۃ النصوص''مصنف محمد بن اسحٰق القونوی'ص 41-40'مطبوعہ: مشہد ایران

(۱۹۷)''الالواح العمادیہ''مصنف سہروردی'ص 64'مطبوعہ: مرکز تحقیقات فارسیہ ایران'پاکستان

(۱۹۸)''روضۃ التعریف''لسان الدین ابن الخطیب'ص 463'عبدالقادر احمد عطا'مطبوعہ: دار الفکر العربی

(۱۹۹) ''شرح مقدمہ التائیہ الکبریٰ'' مصنف داؤد القیصری

(۲۰۰) ''ختم الولایہ'' مصنف حکیم الترمذی' ص362

(۲۰۱) ''الانسان الکامل'' مصنف الجیلی' ص122

(۲۰۲) ''روضۃ التعریف'' مصنف لسان الدین ابن الخطیب' ص520-519

(۲۰۳) ''جامع الاصول فی الاولیاء'' مصنف کمشخانوی' ص5' مطبوعہ: مطبعۃ الوہبیہ' طرابلس لیبیا1398

(۲۰۴) ''الفتح المبین'' مصنف ابوظفر ظہیر الدین القادری' ص52' مطبوعہ: المطبعۃ الخیریہ مصر' پہلا ایڈیشن 1306ھ

(۲۰۵) مذکورہ بالا حوالہ' ص70

(۲۰۶) ''الفتوحات الالٰہیہ'' مصنف ابن عجیبہ الحسنی' ص264' مطبوعہ: عالم الفکر 1983

(۲۰۷) مذکورہ بالا حوالہ' ص116

(۲۰۸) ''الابریز'' مصنف الدباغ' ص276۔ نیز ''جمہرۃ الاولیاء'' مصنف المنوفی' جلد1' ص266۔ نیز ''طبقات الشعرانی'' جلد2' ص16۔ نیز ''الفتوحات الالٰہیہ'' مصنف ابن عجیبہ' ص261۔ نیز ''الانسان الکامل'' مصنف الجیلی' جلد1' ص124

(۲۰۹) ''الانسان الکامل' مصنف الجیلی' جلد1' ص124۔ نیز ''الجواہر والدرر'' ص286۔ نیز ''الجواب المستقیم'' مصنف ابن عربی' ص247

(۲۱۰) ''لطائف المنن والاخلاق'' مصنف شعرانی' جلد1' ص125۔ نیز ''شرح شطحیات'' فارسی ایڈیشن' ص132' مطبوعہ: تہران 1981ء

(۲۱۱) ''طبقات الشعرانی'' جلد1' ص68' مطبوعہ: دار العلم للجمیع

(۲۱۲) ''التجلیات'' ص20' مطبوعہ: انڈیا

(۲۱۳) ''الفتوحات المکیہ'' مصنف ابن عربی' جلد2' ص257-256

(۲۱۴) ''فصوص الحکم'' مصنف ابن عربی' جلد1' ص135' مطبوعہ: دار الکتاب العربی بیروت

(۲۱۵) ''الفص العزیزی'' ص135

(۲۱۶) مذکورہ بالا حوالہ

(۲۱۷) ''فصوص الحکم'' مصنف ابن عربی' ص62 تا 64

(۲۱۸) ''الرسائل والمسائل'' مصنف ابن تیمیہ' جلد4' ص57' مطبوعہ: دار الکتب العلمیہ' بیروت لبنان

(۲۱۹) ''فتاویٰ شیخ الاسلام'' جلد11' ص444

(۲۲۰) ''الفتوحات المکیہ'' مصنف ابن العربی' جلد 4' باب 43' ص 71' مطبوعہ: الہیئہ المصریہ العامہ للکتاب 1975ء

(۲۲۱) ''ختم الولایہ'' فصل 10' ص 347-346

(۲۲۲) ''ختم الولایہ'' فصل 9' ص 345-343

(۲۲۳) مذکورہ بالا حوالہ' ص 367

(۲۲۴) ''نوادر الاصول'' مصنف الترمذی' ص 158-157

(۲۲۵) ''شرح الفصوص'' مصنف قیصری

(۲۲۶) ''نص النصوص'' مصنف حیدر الآملی' ص 91

(۲۲۷) ''زبد الحقائق'' مصنف النسفی' فارسی ایڈیشن' ص 59' مطبوعہ: ایران 1405ھ

(۲۲۸) مذکورہ بالا حوالہ' ص 110

(۲۲۹) ''کشف الحقائق'' مصنف عزیز الدین النسفی' فارسی ایڈیشن' ص 59 مطبوعہ: ایران 1359ھ

(۲۳۰) مذکورہ بالا حوالہ' ص 102

(۲۳۱) ''جہل مجلس'' مصنف علاؤ الدین سمنانی' ص 46-45

(۲۳۲) ''غیث المواہب العلیہ'' مصنف نفزی الرندی' جلد 1' ص 235' تحقیق ڈاکٹر عبد الحلیم محمود

(۲۳۳) ''فرق الشیعہ'' مصنف نوبختی' ص 70۔ نیز ''کتاب المقالات والفرق'' مصنف الاشعری القمی' ص 47-46

(۲۳۴) ''الاحزاب المعارضہ الدینیہ السیاسیہ فی صدالاسلام'' مصنف وِل ہوزن' ص 249' عربی ترجمہ بدوی

(۲۳۵) سورۃ الاحزاب' آیت 40

(۲۳۶) سورۃ المائدہ' آیت 3

(۲۳۷) سورۃ سباء' آیت 28

(۲۳۸) سورۃ الاعراف' آیت 158

(۲۳۹) اخرجہ ابوداؤد والترمذی

(۲۴۰) اخرجہ مسلم

(۲۴۱) متفق علیہ

(۲۴۲) ''الفتوحات المکیہ'' مصنف ابن عربی' جلد 2' ص 90

(۲۴۳) الحکم میگزین' مطبوعہ: 10 اپریل 1930

(۲۴۴) رواہ ابوداؤد والترمذی

(۲۴۵) ''الفتوحات المکیہ'' مصنف ابن عربی جلد 2 ص 3

(۲۴۶) ''الجواب المستقیم عما سال عنہ الحکیم'' سوال نمبر 18 ص 168-167۔ کتاب ختم الاولیاء

(۲۴۷) ''المقدمات'' مصنف الفرغانی مطبوعہ: بیروت

(۲۴۸) ''مجموعہ فی الحکمۃ الشرقیہ' مصنف سہروردی ص 24-23

(۲۴۹) ''منہاج الکرامہ'' مصنف الحلی ص 71

(۲۵۰) ''اعتقادات الصدوق'' ص 108

(۲۵۱) ''حق الیقین'' مصنف المجلسی ص 39

(۲۵۲) ''عیون اخبار الرضا'' مصنف ابن بابویہ القمی جلد 1 ص 64 مطبوعہ: تہران

(۲۵۳) ''الامالی'' مصنف مفید ص 60-59 مطبوعہ: قم ایران 1403

(۲۵۴) ''کتاب الخصال'' مصنف ابن بابویہ القمی جلد 1 ص 310 مطبوعہ: ایران

(۲۵۵) ''منہاج السنۃ النبویہ'' مصنف شیخ الاسلام ص 176-174

(۲۵۶) ''کتاب التراجم'' مصنف ابن العربی ص 4

(۲۵۷) ''الفتوحات المکیہ'' مصنف ابن عربی جلد 3 ص 183

(۲۵۸) ''کتاب القصد'' مصنف الشاذلی جلد 1 ص 417

(۲۵۹) ''طبقات الصوفیہ'' مصنف السلمی ص 104 مطبوعہ: مطابع الشعب قاہرہ 1380ھ

(۲۶۰) ''غیث المواہب العلیہ'' مصنف نفزی الرندی جلد 1 ص 160 حاشیہ 2

(۲۶۱) ''عوارف المعارف'' مصنف سہروردی ص 404 مطبوعہ: دار الکتاب العربی بیروت 1983ء

(۲۶۲) ''مناقب العارفین'' مصنف افلاکی جلد 1 ص 286

(۲۶۳) ''التعرف'' مصنف الکلاباذی ص 110

(۲۶۴) ''الاخلاق المتبولیہ'' مصنف الشعرانی جلد 3 ص 261

(۲۶۵) ''طبقات الشعرانی'' جلد 2 ص 12

(۲۶۶) ''روضۃ التعریف'' مصنف لسان الدین بن الخطیب ص 423

(۲۶۷) ''غیث المواہب العلیہ'' مصنف نفزی الرندی جلد 2 ص 153۔ نیز ''جمہرۃ الاولیاء'' مصنف منوفی الحسینی جلد 2 ص 241

(۲۶۸) ''غیث المواہب العلیہ'' جلد 2 ص 153

(۲۶۹)''الرسالہ القشیریہ'' جلد 2' ص 521۔ نیز ''روضۃ التعریف'' ص 521۔ نیز ''مواقع النجوم'' مصنف ابن عربی' ص 80 ۔ نیز ''غیث المواہب'' مصنف النفزی الرندی' ص 131۔ نیز ''جمہرۃ الاولیاء'' جلد 1' ص 97۔ نیز ''مشارق انوار القلوب'' مصنف الدباغ' ص 103۔ نیز ''فوائح الجمال'' مصنف نجم الدین الکبری' ص 82 وغیرہ

(۲۷۰)''التعرف'' مصنف کلاباذی' ص 147

(۲۷۱) مذکورہ بالا حوالہ' ص 48

(۲۷۲) مذکورہ بالا حوالہ' ص 155

(۲۷۳)''الرسالۃ القشیریہ'' جلد 2' ص 520

(۲۷۴) مذکورہ بالا حوالہ' جلد 2' ص 665-664

(۲۷۵)''ختم الاولیاء'' مصنف الترمذی' ص 139

(۲۷۶)''ایقاظ الہم'' مصنف ابن عجیبہ الحسنی' ص 168' تیسرا ایڈیشن 1982ء القاہرہ

(۲۷۷)''کشف المحجوب'' مصنف الہجویری' ص 342' عربی ترجمہ ڈاکٹر اسعاد عبدالہادی قندیل' مطبوعہ: دار النہضہ بیروت 1980ء

(۲۷۸) مذکورہ بالا حوالہ

(۲۷۹)''الانوار القدسیہ فی معرفۃ القواعد الصوفیہ'' مصنف الشعرانی' جلد 1' ص 174

(۲۸۰)''الانوار القدسیہ'' جلد 1' ص 176-175

(۲۸۱)''سیدی احمد الدردیر'' مصنف ڈاکٹر عبدالحلیم محمود' ص 119' مطبوعہ: دار الکتب الحدیثہ القاہرہ

(۲۸۲) سورۃ آل عمران' آیت 8

(۲۸۳)''سیدی احمد الدردیر'' مصنف ڈاکٹر عبدالحلیم محمود' ص 119 تا 121

(۲۸۴)''غیث المواہب العلیہ'' مصنف النفزی الرندی' جلد 1' ص 197

(۲۸۵)''کشف المحجوب'' مصنف الہجویری' ص 252۔ نیز ''غیث المواہب'' جلد 1' ص 197۔ نیز ''صوم القلب'' مصنف عمار البدلیسی۔ نیز ''کتاب العروہ'' مصنف سمنانی' ص 489۔ نیز ''الفتوحات الالہیہ'' مصنف ابن عجیبہ الحسنی' ص 173

(۲۸۶)''الرسالہ القشیریہ'' جلد 2' ص 736۔ نیز ''التدبیرات الالہیہ'' مصنف ابن عربی' ص 226۔ نیز ''جامع الاصول'' مصنف کمشخانوی' ص 2

(۲۸۷)''الفتوحات الالہیہ'' ص 163

(۲۸۸)''قلادۃ الجواہر''مصنف محمد ابوالہدیٰ الرفائی'ص135 'مطبوعہ: دار الکتب العلمیہ بیروت

(۲۸۹)''الاصول من الکافی''مصنف الکلینی'المتوفی 1329ھ'جلد1 'ص180 'مطبوعہ: دار الکتب الاسلامیہ تہران'تیسرا ایڈیشن 1388

(۲۹۰)''کتاب الحجہ''جلد1 'ص179

(۲۹۱)''عیون اخبار الرضا''مصنف ابن بابویہ القمی 'جلد1 'ص272 'مطبوعہ: انتشارات جہاں تہران

(۲۹۲)''کمال الدین وتمام النعمۃ''ابن بابویہ القمی 'باب 21 'جلد1 'ص202 'مطبوعہ: دار الکتب الاسلامیہ' دوسرا ایڈیشن 1395ھ

(۲۹۳)''بحار الانوار''مصنف المجلسی 'جلد23

(۲۹۴)''قوت القلوب فی معاملۃ المحبوب''مصنف ابوطالب المکی'جلد1 'ص134

(۲۹۵)''اللمع''مصنف الطوسی' تحقیق عبدالحلیم محمود' طہ عبدالباقی' ص458 'مطبوعہ: دار الکتب الحدیثہ' مصر 1960۔ نیز''جمہرۃ الاولیاء''مصنف المنوفی الحسینی'جلد2 'ص32

(۲۹۶)''ختم الاولیاء''مصنف ترمذی الحکیم'ص360۔نیز''قواعد التصوف''ابن زروق'ص48 'مطبوعہ: قاہرہ 1976ء

(۲۹۷)''طبقات الصوفیہ''ص7

(۲۹۸)''عقلۃ المستوفز''مصنف ابن عربی'ص97 'مطبوعہ: لیڈن

(۲۹۹)''العروۃ''مصنف سمنانی

(۳۰۰)''جمہرۃ الاولیاء''جلد1 'ص7

(۳۰۱)مذکورہ بالا حوالہ'جلد1 'ص94

(۳۰۲)''روضۃ التعریف''مصنف لسان الدین ابن الخطیب'ص580

(۳۰۳)''الاخلاق المتبولیہ''مصنف شعرانی'جلد2 'ص117-116

(۳۰۴)''فتاویٰ شیخ الاسلام ابن تیمیہ''جلد11 'ص439 'مطبوعہ 398،ھ

(۳۰۵)''الرسالہ الباہرہ فی العترۃ الطاہرہ''منقول از''مقدمۃ البرہان''ص20

(۳۰۶)''تلخیص الشافی''مصنف الطوسی'جلد4 'ص132-131

(۳۰۷)''الفصول المہمہ فی معرفۃ الائمہ''مصنف حر العاملی المتوفی 1104ء'مطبوعہ: مکتبہ بصیرتی قم ایران

(۳۰۸)''الرسالہ القشیریہ''جلد2 'ص735۔نیز''عوارف المعارف''مصنف سہروردی'ص96۔نیز''جامع الاصول فی الاولیاء''مصنف کمشخانوی'ص120۔نیز''الفتوحات الالہیہ''مصنف ابن عجیبہ'ص88۔نیز''سیدی

احمد الدردیر''ص 100 ۔ نیز ''قلادۃ الجواہر'' مصنف محمد الرفاعی' ص 143

(۳۰۹) ''روضۃ التعریف'' مصنف لسان الدین بن الخطیب' ص 469 'مطبوعہ: دار الفکر العربی

(۳۱۰) ''الامر المحکم المربوط فیما یلزم اھل طریق اللہ من الشروط'' مصنف ابن عربی' ص 266-265 'مطبوعہ: القاہرہ

(۳۱۱) ''الانوار القدسیہ'' مصنف الشعرانی' ص 174-173 'مطبوعہ: دار احیاء التراث العربی بغداد العراق

(۳۱۲) ''الاخلاق المتبولیہ'' مصنف الشعرانی' جلد 1 'ص 130-129

(۳۱۳) ''الکافی'' مصنف الکلینی' جلد 1 'ص 181

(۳۱۴) ''فی التصوف الاسلامی وتاریخہ'' مصنف نیکلسن' عربی ترجمہ ابو العلا العفیفی' ص 19

(۳۱۵) ''اصول کافی'' مصنف کلینی' جلد 1 'ص 192

(۳۱۶) ''بصائر الدرجات الکبریٰ'' مصنف صفار دوسرا حصہ' ص 83 'مطبوعہ: منشورات الاعلمی تہران' 1404ھ

(۳۱۷) ''الکافی'' مصنف الکلینی' جلد 1 'ص 192

(۳۱۸) ''بحار الانوار'' مصنف المجلسی' جلد 2 'ص 114

(۳۱۹) ''اللمع'' مصنف الطوسی' ص 19

(۳۲۰) ''جمہرۃ الاولیاء'' مصنف المنوفی الحسینی' جلد 1 'ص 102

(۳۲۱) مذکورہ بالا حوالہ' ص 103

(۳۲۲) ''ایقاظ الہمم'' مصنف ابن عجیبہ' ص 272

(۳۲۳) ''المواقف الالہیہ'' مصنف ابن قضیب البان' ص 190

(۳۲۴) ''الفتوحات المکیہ'' مصنف ابن عربی' جلد 1 'ص 70 'مطبوعہ: الھیئۃ المصریۃ العامۃ للکتاب 1985ء

(۳۲۵) ''بصائر الدرجات الکبریٰ'' مصنف الصفار' حصہ 9 'ص 357 ۔ نیز ''الفصول المہمہ فی اصول الائمہ'' مصنف حر العاملی' ص 155 ۔ نیز ''الاصول من الکافی'' جلد 1 'ص 227

(۳۲۶) ''بصائر درجات'' ساتواں حصہ' ص 359

(۳۲۷) مذکورہ بالا حوالہ' ص 362

(۳۲۸) ''طبقات الشعرانی'' جلد 1 'ص 166

(۳۲۹) ''حیات القلوب'' مصنف عماد الدین الاموی' جلد 2 'ص 275

(۳۳۰) ''الانوار القدسیہ فی معرفۃ القواعد الصوفیہ'' مصنف الشعرانی' جلد 2 'ص 115 'مطبوعہ: دار احیاء التراث العربی بغداد العراق

(۳۳۱)''طبقات الشعرانی'' جلد 1 'ص 136

(۳۳۲)''زہر المعانی'' عماد الدین 'باب 17 'ص 74

(۳۳۳)'' مشارق انوار الیقین '' مصنف حافظ رجب البرسی' ص 161 ' مطبوعہ: دار الاندلس' بیروت۔ نیز ''طرائق الحقائق'' مصنف حاجی معصوم شیرازی' جلد 1 'ص 78-77 تہران 1339ھ

(۳۳۴)''بیت الدعوۃ الاسلامیہ'' ص 10

(۳۳۵)''اجزاء عن العقائد الاسماعیلیہ'' مطبوعہ: نیشنل پریس 1784ء

(۳۳۶)''الانسان الکامل'' مصنف الجیلی' جلد 2 'ص 75-74

(۳۳۷)''فصوص الحکم'' مصنف ابن عربی' ص 319 تا 321

(۳۳۸)''المقدمات'' مصنف الفرغانی' ص 11 تا 14

(۳۳۹)''الابریز'' مصنف الدباغ' ص 204

(۳۴۰)''طبقات الشعرانی'' جلد 2 'ص 3

(۳۴۱)''جمہرۃ الاولیاء'' مصنف منوفی الحسینی' جلد 2 'ص 264

(۳۴۲)''طبقات الشعرانی'' جلد 1 'ص 181-180

(۳۴۳)مذکورہ بالا حوالہ۔ نیز ''النفحۃ العلیہ فی اوراد الشاذلیہ'' مصنف عبد القادر ذکی' ص 256 'مطبوعہ: مکتبہ المتنبی القاہرہ

(۳۴۴)''الوصیۃ الکبریٰ'' مصنف عبد السلام الفتیوری' ص 75-4 ، 'مطبوعہ: طرابلس لیبیا' 1396ھ

(۳۴۵)''تذکرۃ الاولیاء'' مصنف فرید الدین عطار' ص 99 'مطبوعہ: پاکستان

(۳۴۶)''مشارق انوار الیقین'' مصنف حافظ رجب البرسی' ص 159 ' مطبوعہ: دار الاندلس بیروت' گیارہواں ایڈیشن

(۳۴۷)''الجواہر والدرر'' مصنف شعرانی' جلد 2 'ص 311 'مطبوعہ: مصر

(۳۴۸)''روضۃ التعریف'' ص 432

(۳۴۹)''کشف المحجوب'' مصنف الہجویری' عربی ترجمہ ص 448-447

(۳۵۰)''التعریفات'' مصنف الجرجانی' ص 154

(۳۵۱)''الفتوحات المکیہ'' مصنف ابن عربی' جلد 2 'ص 40

(۳۵۲)مذکورہ بالا حوالہ' ص 48

(۳۵۳)مذکورہ بالا حوالہ' ص 107

(۳۵۴)مذکورہ بالا حوالہ'ص 57

(۳۵۵)''شرح مقدمہ التائیہ الکبریٰ''مصنف القیصری'منقول از''ختم الاولیاء''مصنف ترمذی الحکیم'ص 495'
مطبوعہ:بیروت

(۳۵۶)''التصوف''مصنف ماسینئن'عربی ترجمہ ص 46-45

(۳۵۷)''الرسائل والمسائل''مصنف ابن تیمیہ'جلد 1'ص 57 تا 60'مطبوعہ بیروت 1983۔نیز''فتاویٰ
ابن تیمیہ''جلد 11'ص 433 تا 439

(۳۵۸)''مقدمہ ابن خلدون''گیارہویں فصل'ص 473'مطبوعہ:القاہرہ

(۳۵۹)''ضحیٰ الاسلام''مصنف احمد امین'ص 245'مطبوعہ:القاہرہ 1952ء

(۳۶۰)''اساس التاویل''مصنف قاضی نعمان المغربی'ص 71-70'مطبوعہ:دار الثقافہ بیروت

(۳۶۱)مذکورہ بالا حوالہ'ص 252

(۳۶۲)''تحفۃ القلوب''ص 144

(۳۶۳)''الخطوط العریضۃ للاسس التی قام علیھا مذہب الشیعۃ الاثنی عشریۃ''ص 8'چھٹا ایڈیشن

(۳۶۴)''منہاج السنۃ النبویۃ''مصنف شیخ الاسلام ابن تیمیہ'جلد 1'ص 159'مطبوعہ:پاکستان

(۳۶۵)''رجال الکشی''ص 218'مطبوعہ:مؤسسۃ الاعلمی'کربلا عراق

(۳۶۶)''الاصول من الکافی''مصنف کلینی'جلد 2'ص 224-223'مطبوعہ:ایران

(۳۶۷)''الاعتقادات''مصنف ابن بابویہ قمی'ص 44

(۳۶۸)''شرح اعتقادات الصدوق''ص 241

(۳۶۹)سورۃ التکویر'آیت 24

(۳۷۰)رواہ البخاری وابوداؤد والترمذی وابن ماجہ واحمد وغیرھم

(۳۷۱)''الانسان الکامل''مصنف عبدالکریم الجیلی'جلد 1'ص 117'چوتھا ایڈیشن 1402'مطبوعہ:مصر

(۳۷۲)''اللمع''مصنف الطوسی'ص 159

(۳۷۳)''طبقات الشعرانی''جلد 2'ص 98

(۳۷۴)''الاصول من الکافی''جلد 1'ص 402۔نیز''بصائر الدرجات الکبریٰ''مصنف الصفار'ص 40

(۳۷۵)نہج البلاغہ

(۳۷۶)''الاصول من الکافی''جلد 1'ص 402

(۳۷۷)''ایقاظ الہمم''مصنف ابن عجیبہ الحسنی'ص 145'مطبوعہ:مصر

(۳۷۸) مذکورہ بالا حوالہ

(۳۷۹) ''غیث المواہب العلیہ'' مصنف نفزی الرندی' جلد 1 'ص 214

(۳۸۰) ''روضۃ التعریف بالحب الشریف'' ص 432

(۳۸۱) ''التعرف لمذہب اہل التصوف'' مصنف الکلاباذی' ص 172 'مطبوعہ: القاہرہ

(۳۸۲) ''الیواقیت والجواہر'' مصنف الشعرانی' جلد 2 'ص 93 'مطبوعہ: مصطفیٰ البابی الحلبی' مصر 1378

(۳۸۳) ''طبقات الشعرانی'' جلد 2 ص 75

(۳۸۴) الوصیۃ الکبریٰ'' مصنف عبدالسلام الفیتوری' ص 105 مطبوعہ: مکتبۃ النجاح طرابلس لیبیا' پہلا ایڈیشن

(۳۸۵) ''الیواقیت والجواہر'' مصنف الشعرانی' ص 17 'مطبوعہ: مصطفیٰ البابی الحلبی' مصر

(۳۸۶) ''الابریز'' مصنف الدباغ' ص 12

(۳۸۷) تذکرۃ الاولیاء'' مصنف فرید الدین عطار' ص 252 'مطبوعہ: پاکستان

(۳۸۸) ''شرح حال الاولیاء'' مصنف عز الدین المقدسی' ص 251

(۳۸۹) ''اربعۃ نصوص'' ص 19 'تحقیق ماسینئن' مطبوعہ: پیرس

(۳۹۰) ''قواعد التصوف'' مصنف ابن زروق' ص 11 'مطبوعہ: القاہرہ۔ نیز ''ایقاظ الہمم'' مصنف ابن عجیبہ' ص 144

(۳۹۱) ''الاصول من الکافی'' جلد 1 'ص 65 'تہران

(۳۹۲) ''اساس التاویل'' مصنف قاضی نعمان' ص 28 'مطبوعہ: دار الثقافۃ بیروت

(۳۹۳) ''اعلام النبوۃ'' مصنف ابوحاتم الرازی' مطبوعہ: انجمن فلسفہ ایران 1397ھ

(۳۹۴) ''الذخیرہ فی الحقیقہ'' مصنف علی بن الولید الاسماعیلی' المتوفی 612ھ' ص 113 'مطبوعہ: دار الثقافہ بیروت

(۳۹۵) ''الافتخار'' مصنف ابویعقوب السجستانی' ص 71 'مطبوعہ: لبنان

(۳۹۶) ''کتاب الحجہ من اصول الکافی'' مصنف الکلینی' جلد 1 'ص 374 'مطبوعہ: تہران

(۳۹۷) ''الخصال'' ابن بابویہ القمی' ص 572

(۳۹۸) الاصول من الکافی'' جلد 1 'ص 4

(۳۹۹) ''الملل والنحل'' مصنف شہرستانی' جلد 1 'ص 201

(۴۰۰) ''الفتوحات الالہیہ'' مصنف ابن عجیبہ' ص 333

(۴۰۱) ''اللمع'' مصنف طوسی' ص 43-44

(۴۰۲)''لطائف المنن''مصنف ابن عطاء اللہ الاسکندری' ص248 ۔ نیز''عوارف المعارف''مصنف سہروردی' ص25 ۔ نیز''روضۃ التعریف''مصنف لسان الدین بن الخطیب' ص431 ۔ نیز''ایقاظ الہمم''مصنف ابن عجیبہ ص461 ۔ نیز''جمہرۃ الاولیاء''مصنف المنوفی''جلد1' ص160 ۔ نیز''تفسیر ابن عربی''جلد1' ص2

(۴۰۳)''جمہرۃ الاولیاء''مصنف المنوفی الحسینی' جلد1' ص159

(۴۰۴)''درر الغواص علی فتاوی سیدی علی الخواص''ص73

(۴۰۵)''مطالع المسرات''مصنف محمد مہدی بن احمد' مطبوعہ: مصطفیٰ البابی' 1970ء

(۴۰۶)''جمہرۃ الاولیاء''مصنف المنوفی الحسینی' جلد2' ص28

(۴۰۷)مذکورہ بالا حوالہ' ص209

(۴۰۸)''دیوان ابن الفارض''ص81' مطبوعہ: مکتبۃ القاہرہ 1399

(۴۰۹)''تفسیر ابن عربی''جلد2' ص184

(۴۱۰)''کشف المحجوب''مصنف الہجویری' عربی ترجمہ ص274-273

(۴۱۱)''اللمع''مصنف الطوسی' ص179

(۴۱۲)مذکورہ بالا حوالہ' ص182

(۴۱۳)''حیات القلوب''مصنف عماد الدین الاموی' جلد1' ص259 تا 261

(۴۱۴)''الفتوحات الالہیہ''مصنف ابن عجیبہ' ص333

(۴۱۵)''قواعد التصوف''

(۴۱۶)''التعرف''مصنف الکلاباذی' ص106-105

(۴۱۷)''قوت القلوب''مصنف ابوطالب المکی' جلد1' ص120

(۴۱۸)''جامع الاصول فی الاولیاء''مصنف کمشخانوی' ص258

(۴۱۹)''جمہرۃ الاولیاء''مصنف منوفی الحسینی' جلد1' ص88

(۴۲۰)''مقدمہ التائیہ الکبریٰ''مصنف القیصری' ص208-207

(۴۲۱)''غیث المواہب العلیہ''مصنف نفزی الرندی' جلد2' ص239-238

(۴۲۲)''قوت القلوب''مصنف ابوطالب المکی' جلد1' ص158

(۴۲۳)''جامع الاصول فی الاولیاء''مصنف کمشخانوی' ص258

(۴۲۴)''فی التصوف الاسلامی وتاریخہ''مصنف نیکلسن' عربی ترجمہ ابو العلا العفیفی' ص77-76

(۴۲۵)''اللمع''مصنف الطوسی' ص500

(۴۲۶) مذکورہ بالا حوالہ ص 499

(۴۲۷) مذکورہ بالا حوالہ ص 497

(۴۲۸) ''لطائف المنن'' مصنف ابن عطا الاسکندری ص 248 مطبوعہ: مطبعۃ حسان القاہرہ

(۴۲۹) ''الانسان الکامل'' مصنف الجیلی ص 102-101

(۴۳۰) مذکورہ بالا حوالہ جلد 2 ص 134

(۴۳۱) ''التعرف'' مصنف کلاباذی ص 120

(۴۳۲) ''الالواح العمادیۃ'' مصنف شہاب الدین سہروردی ص 72

(۴۳۳) مذکورہ بالا حوالہ ص 74

(۴۳۴) ''ابن عربی'' مصنف ڈاکٹر ابو العلا العفیفی ص 13

(۴۳۵) ''تفسیر الظلال'' جلد 1 ص 18

(۴۳۶) ''تفسیر ابن عربی'' جلد 1 ص 5

(۴۳۷) ''تذکرۃ الحفاظ'' مصنف الذہبی جلد 3 ص 249 مطبوعہ: القاہرہ

(۴۳۸) ''تفسیر السلمی'' ص 17

(۴۳۹) ''لطائف الاشارۃ'' مصنف القشیری جلد 1 ص 53

(۴۴۰) ''الانسان الکامل'' مصنف عبد الکریم الجیلی جلد 2 ص 139-138

(۴۴۱) ''المدرسہ الشاذلیہ وامامہا ابو الحسن الشاذلی'' مصنف عبد الحلیم محمود ص 403 مطبوعہ: القاہرہ

(۴۴۲) ''ایقاظ الہمم'' مصنف ابن عجیبہ ص 452-451 مطبوعہ: القاہرہ

(۴۴۳) ''درر الغواص'' مصنف الشعرانی ص 50 مطبوعہ: مصر

(۴۴۴) ''الیواقیت والجواہر'' مصنف الشعرانی جلد 2 ص 128

(۴۴۵) ''الفتوحات المکیہ'' مصنف ابن عربی باب نمبر 54

(۴۴۶) ''روضۃ التعریف'' ص 370

(۴۴۷) ''جامع الاصول فی الاولیاء'' مصنف کمشخانوی ص 89

(۴۴۸) ''ختم الاولیاء'' مصنف ترمذی ص 237 مطبوعہ: کیتھولک پبلشرز بیروت

(۴۴۹) ''فضائح الباطنیہ'' ص 46 مطبوعہ: مؤسسۃ دار الکتب الثقافیہ کویت

(۴۵۰) ہماری کتاب ''الاسماعیلیہ القدامی تاریخ وعقائد'' باب نمبر 5 کا مطالعہ کیجئے۔ نیز ''زہر المعانی'' مصنف ادریس الاسماعیلی

(۴۵۱)''النصرة''مصنف بجستانی'ص 201'مطبوعہ:دار الثقافہ بیروت

(۴۵۲)''الانوار الطیفہ''دوسرا باب'ص 102

(۴۵۳)''الہفت الشریف''مصنف المفضل الجانی'ص 42'تحقیق مصطفیٰ غالب الاسماعیلی'مطبوعہ:دار الاندلس بیروت

(۴۵۴)''فرق الشیعہ''مصنف نوبختی۔نیز''المقالات والفرق''سعد بن عبداللہ القمی

(۴۵۵)سورۃ النساء'آیت 28

(۴۵۶)سورۃ المائدہ'آیت 93

(۴۵۷)''الروضہ من الکافی''مصنف الکلینی'جلد 1'ص 78'مطبوعہ:ایران

(۴۵۸)''مقدمۃ البرہان فی تفسیر القرآن''مصنف ہاشم البحرانی'ص 21'مطبوعہ:تہران

(۴۵۹)''عیون اخبار الرضا''مصنف ابن بابویہ القمی'ص 236'جلد 2

(۴۶۰)''تفسیر القمی''جلد 1'ص 128

(۴۶۱)مذکورہ بالا حوالہ'ص 230

(۴۶۲)مذکورہ بالا حوالہ'ص 52-51

(۴۶۳)''مقالات الاسلامیین''مصنف الاشعری'ص 289'مطبوعہ:ہیلمٹ ٹریڈرز'دوسرا ایڈیشن'1980ء

(۴۶۴)''اتحاف السادۃ''مصنف الزبیدی'جلد 8'ص 278

(۴۶۵)''الرسالۃ القشیریہ''جلد 1'ص 22 تا 24'تحقیق ڈاکٹر عبدالحلیم محمود

(۴۶۶)''اللمع''مصنف الطوسی'ص 539-538

(۴۶۷)''عوارف المعارف''مصنف سہروردی'ص 79-78

(۴۶۸)''تلبیس ابلیس''مصنف ابن الجوزی'ص 296-295'مطبوعہ:دار الوعی العربی'بیروت لبنان

(۴۶۹)مذکورہ بالا حوالہ'ص 298

(۴۷۰)مذکورہ بالا حوالہ'ص 299

(۴۷۱)مذکورہ بالا حوالہ'ص 305

(۴۷۲)''الرسائل والمسائل''شیخ الاسلام ابن تیمیہ'ص 45-44

(۴۷۳)''الفصل فی الملل والاہواء والنحل''مصنف حافظ ابن حزم'جلد 4'ص 226

(۴۷۴)''سیدی احمد الدردیر''مصنف ڈاکٹر عبدالحلیم محمود'ص 95'مطبوعہ:دار الکتب الحدیثہ القاہرہ

(۴۷۵)''المدرسہ الشاذلیہ الحدیثہ وامامہا ابو الحسن الشاذلی''ص 53'مطبوعہ:القاہرہ

(۴۷۶)''طبقات الشعرانی'' جلد2'ص151-150

(۴۷۷)''الابریز'' مصنف الدباغ'ص43'مطبوعہ:مصر

(۴۷۸)''فوائح الجمال'' مصنف نجم الدین الکبری'ص65-64

(۴۷۹)''مقدمہ ذخائر الاعلاق'' مصنف محمد عبدالرحمٰن الکروی'ص(و)'مطبوعہ:مطبعة السعادة المصر

(۴۸۰)''ذخائر الاعلاق'' مصنف ابن عربی'ص1تا4

(۴۸۱)مذکورہ بالاحوالہ'ص8-7

(۴۸۲)''الابریز'' مصنف عبدالعزیز الدباغ'ص27

(۴۸۳)''تذکرہ اولیائے پاک وہند'' مصنف ڈاکٹر ظہور الحسن شارب' جلد2'ص259

(۴۸۴)''طبقات الشعرانی'' جلد2'ص151

(۴۸۵)''کشف المحجوب'' مصنف الہجویری' عربی ترجمہ ص262

(۴۸۶)''التعرف'' مصنف الکلاباذی'ص163

(۴۸۷)''تاریخ التصوف فی الاسلام'' مصنف ڈاکٹر قاسم غنی' عربی ترجمہ' صادق نشات'ص14'مطبوعہ: مکتبہ النہضہ المصریہ'1970ء

(۴۸۸)''الصلہ بین التصوف والتشیع'' مصنف ڈاکٹر کامل مصطفیٰ الشیبی' جلد1'ص372'مطبوعہ: دارالاندلس بیروت

(۴۸۹)''العقیدہ والشریعہ فی الاسلام'' مصنف گولڈزیہر'ص139

(۴۹۰)Brown: A Literary History of Persia VOL.1, P410.



مصادر و مراجع

صوفیاء کی کتب:

☆ ''الابریز'' مصنف عبدالعزیز' مطبوعہ: مصر۔

☆ ''احاسن المجالس'' مصنف ابواسحاق ابراہیم' مطبوعہ: المکتبۃ السلفیہ مکہ مکرمہ 1390ھ۔

☆ ''احمد بن مخلوف الشابي'' مصنف الشابي' مطبوعہ: المکتبۃ الشابیۃ' الجزائر 1979ء۔

☆ ''احوال و آثار فرید الدین مسعود گنج شکر'' اُردو ایڈیشن' مطبوعہ: پاکستان۔

☆ ''احوال و اقوال شیخ'' مصنف ابوالحسن الخرقانی' فارسی ایڈیشن' تیسرا ایڈیشن' 1363ھ قمری ایران۔

☆ ''احوال ابدال'' مصنف محمد عبدالعزیز مزنکوری'' اُردو ایڈیشن' مطبوعہ: پاکستان۔

☆ ''احیاء علوم الدین'' مصنف غزالی' مطبوعہ: دارالقلم بیروت۔

☆ ''الاخلاق المتبولیہ'' مصنف وہاب الشعرانی' مطبوعہ: دارالتراث العربی قاہرہ۔

☆ ''آداب الصوفیہ'' مصنف نجم الدین کبری' فارسی ایڈیشن' مطبوعہ: کتاب فروشی زوار ایران۔

☆ ''استاذ السائرین الحارث بن اسد المحاسبی'' مصنف ڈاکٹر عبدالحلیم محمود' مطبوعہ: دارالکتب الحدیثہ قاہرہ۔

☆ ''اسرار الاولیاء'' مصنف فرید الدین' مطبوعہ: پاکستان۔

☆ ''اسرار نامہ'' فارسی' مصنف عطار نیشاپوری' مطبوعہ: ایران۔

☆ ''الاسراء'' مصنف ابن عربی' مطبوعہ: حیدر آباد دکن ہند' 1367ھ۔

☆ ''الاسم الاعظم'' مصنف غزالی' مطبوعہ: مکتبۃ نصیر قاہرہ۔

☆ ''اصطلاحات الصوفیہ'' مصنف کمال الدین عبدالرزاق قاسانی' مطبوعہ: الھیئۃ المصیریۃ العامۃ للکتاب بمصر۔

☆ ''الالواح العمادیۃ'' مصنف سہروردی' تحقیق نجف قلی' مطبوعہ: مرکز تحقیقات فارسی ایران و پاکستان۔

☆ ''الامر المحکم المربوط فیما یلزم اہل الطریق'' مصنف ابن عربی، تحقیق محمد عبدالرحمٰن الکردی، مطبوعہ: قاہرہ۔

☆ ''الانتصار لطریق الصوفیۃ الاخیار'' مصنف زمزمی بن محمد، مطبوعہ: دار مرجان للطباعۃ مصر۔

☆ ''الانسان الکامل'' مصنف عبدالکریم الجیلی، چوتھا ایڈیشن 1981ء

☆ ''انشاء الدوائر'' مصنف ابن عربی، مطبوعہ: مطبعۃ بریل لیڈن 1336ھ

☆ ''اوراد الاحباب وفصوص الآداب'' مصنف ابوالمفاخر یحییٰ باخرزی، مطبوعہ: تہران 1966ء

☆ ''الانوار القدسیۃ فی معرفۃ القواعد الصوفیۃ'' مصنف عبدالوہاب الشعرانی، مطبوعہ: داراحیاء التراث العربی بغداد 1983ء

☆ ''ایقاظ الہمم فی شرح الحکم'' مصنف ابن عجیبہ الحسنی، مطبوعہ: مصطفیٰ البابی الحلبی قاہرہ۔

☆ ''ایہا الولد'' مصنف غزالی، مطبوعہ: دار الاعتصام قاہرہ۔

☆ ''آئینہ شاہ ناصر اولیاء'' مصنف محمد انور بدخشانی، مطبوعہ: کراتشی پاکستان۔

☆ ''بایزید الانصاری'' مصنف ڈاکٹر میر ولی خان، مطبوعہ: مجمع البحوث الاسلامیہ پاکستان 1396ھ

☆ ''البرہان المؤید'' مصنف احمد رفاعی، مطبوعہ: قاہرہ۔

☆ ''بیان الاحکام فی السجادۃ ولاخرقۃ والاعلام'' مصنف علی بن میمون الغربی۔

☆ ''تایید الحقیقۃ الجلیۃ'' مصنف سیوطی۔

☆ ''تاریخ مشائخ چشت'' اُردو، مصنف: خلیق احمد نظامی، مطبوعہ: پاکستان۔

☆ ''التجلیات'' مصنف ابن عربی، مطبوعہ: دکن انڈیا۔

☆ ''التدبیرات الالہیہ'' مصنف ابن عربی، مطبوعہ: لیڈن 1336ھ

☆ ''تذکرۃ الاولیاء'' اُردو، مصنف فرید الدین عطار، مطبوعہ: پاکستان۔

☆ ''تذکرہ اولیائے پاک وہند'' اُردو' مصنف ڈاکٹر ظہور حسن شارب' مطبوعہ: پاکستان۔

☆ ''تذکرہ اولیائے برصغیر'' اُردو' مصنف مرزا محمد اختر دہلوی' مطبوعہ: پاکستان۔

☆ ''تذکرہ اولیائے کرام'' مصنف صباح الدین عبدالرحمٰن' اُردو' مطبوعہ: پاکستان۔

☆ ''تذکرہ صوفیائے بلوچستان'' مصنف ڈاکٹر انعام الحق کوثر' اُردو' مطبوعہ: پاکستان۔

☆ ''تذکرہ صوفیائے پنجاب'' اُردو' مصنف اعجاز الحق قدوسی' مطبوعہ: پاکستان۔

☆ ''تذکرہ غوثیہ'' اُردو' مصنف شاہ گل حسن قادری' مطبوعہ: پاکستان۔

☆ ''التراجم'' مصنف ابن عربی' مطبوعہ: دکن انڈیا۔

☆ ''ترتیب السلوک'' مصنف القشیری' مطبوعہ: المعہد المرکزی للابحاث الاسلامیہ اسلام آباد پاکستان۔

☆ ''ترتیب السلوک الی ملک الملوک'' مصنف جمال الدین محمد بن عمر بحرق الحضرمی' مطبوعہ: پنجاب یونیورسٹی لاہور پاکستان۔

☆ ''ترصیع الجواہر المکیہ'' مصنف عبدالغنی الرافعی' مطبوعہ: المطبعۃ العامریہ' مصر 1301ھ۔

☆ ''تحقیق الاسفار الاربعہ'' مصنف حسن نوری' مطبوعہ: شیراز ایران۔

☆ ''التصوف فی الاسلام'' مصنف عرجون محمد الصادق' مطبوعہ: مکتبہ الکلیات الازہریہ قاہرہ 1967ء۔

☆ ''التصوف والامیر عبدالقادر الحسنی الجزائری'' مصنف جواد المرابط' مطبوعہ: دار الیقظہ دمشق 1966ء۔

☆ ''التصوف الاسلامی والامام الشعرانی'' مصنف طٰہٰ عبدالباقی سرور' مطبوعہ: دار النہضہ مصر۔

☆ ''التصوف فی تراث ابن تیمیہ'' مصنف ڈاکٹر محمد سعد طبلاوی' مطبوعہ: الہیئہ المصریہ العامیہ للکتاب 1984ء۔

☆ ''التصوف الاسلامی الخالص'' مصنف المنوفی' مطبوعہ: دار نہضہ مصر۔

☆ ''تصوف اسلام'' اُردو' مصنف مولانا عبدالماجد دریا آبادی' مطبوعہ: پاکستان۔

☆ ''التعرض لمذہب اہل التصوف'' مصنف ابوبکر محمد الکلاباذی' تیسرا ایڈیشن' مطبوعہ: مکتبہ کلیات الازہریہ القاہرہ 1400ھ۔

☆ ''التعریفات'' مصنف الجرجانی۔

☆ ''تفسیر ابن عربی'' مطبوعہ: انتشارات ناصر خسرو تہران۔

☆ ''تنبیہ المغترین'' مصنف عبدالوہاب الشعرانی' مطبوعہ: مصر۔

☆ ''تنبیہ الغافلین'' مصنف ابواللیث بن نصر محمد' مطبوعہ: مصطفیٰ البابی الحلبی قاہرہ' 1933ء۔

☆ ''ثلاث رسائل'' مصنف شہاب الدین سہروردی' مطبوعہ: مرکز تحقیقات فارسی ایران وپاکستان۔

☆ ''جامع الاصول فی الاولیاء'' مصنف احمد الکمشخانوی' مطبوعہ: المطبعۃ الوہبیۃ طرابلس شام' 1298ھ۔

☆ ''جامع کرامات الاولیاء'' مصنف ابن عربی' مطبوعہ: دارِ صادر بیروت۔

☆ ''جامی'' فارسی' مصنف علی اصغر حکمت' مطبوعہ: انتشارات' توس ایران۔

☆ ''جمہرۃ الاولیاء'' مصنف ابوالفیض المنوفی الحسینی' مطبوعہ: مؤسسۃ الحلبی قاہرہ۔

☆ ''الجواب المستقیم'' مصنف ابن عربی۔

☆ ''الجواہر والدرر'' مصنف شعرانی' مطبوعہ: مصر۔

☆ ''الجواہر اللماعۃ'' مصنف علی المرزوقی' مطبوعہ: مصطفیٰ البابی الحلبی مصر۔

☆ ''جہل مجلس'' مصنف علاؤالدین سمنانی۔

☆ ''الحدیقۃ الندیۃ شرح الطریقۃ المحمدیۃ'' مطبوعہ: پاکستان۔

☆ ''الحب الالٰہی فی التصوف الاسلامی'' مصنف محمد مصطفیٰ حلمی' مطبوعہ: قاہرہ 1960ء۔

☆ ''حضرات القدس'' فارسی، مصنف بدرالدین سرہندی، مطبوعہ: لاہور 1971ء۔

☆ ''حقائق عن التصوف'' مصنف عبدالقادر عیسیٰ، چوتھا ایڈیشن، مطبوعہ: المطبعة الوطنیة عمان 1401ھ۔

☆ ''حکمة الاشراق'' مصنف شہاب الدین سہروردی۔

☆ ''حلیة الاولیاء وطبقات الاصفیاء'' مصنف ابونعیم الاصبہانی، مطبوعہ: دارالکتاب الاعربی بیروت 1980ء۔

☆ ''الحلاج'' مصنف طٰہٰ عبدالباقی سرور، مطبوعہ: دار نہضة مصر قاہرہ۔

☆ ''حیات القلوب فی کیفیة الوصول الی المحبوب'' مطبوعہ: دارِ صادر بیروت۔

☆ ''الخبر الدال علی وجود القطب والاوتاد'' مصنف سیوطی۔

☆ ''ختم الولایہ'' مصنف حکیم الترمذی، مطبوعہ: کیتھولک پبلشرز بیروت۔

☆ ''خزینة الاصفیاء'' اُردو، مصنف مفتی غلام سرور قادری، مطبوعہ: پاکستان۔

☆ ''خزینہ معرفت'' اُردو، مصنف صوفی محمد ابراہیم قصوری، مطبوعہ: پاکستان۔

☆ ''درر الغواص علی فتاوی سیدی علی الخواص'' مصنف عبدالوہاب شعرانی، مطبوعہ: مصر۔

☆ ''الدر المنظم فی الاسم الاعظم'' مصنف السیوطی، مطبوعہ: مکتبہ نصیر قاہرہ۔

☆ ''الدرر الثمین والمورد المعین'' مصنف محمد بن احمد المالکی، مطبوعہ: مصطفیٰ البابی الحلبی 1954ء۔

☆ ''الدرر السنیہ فی الطریقہ التجانیہ'' مصنف محمد سعد الرباطابی، مطبوعہ: مکتبہ القاہرہ۔

☆ ''دلائل الخیرات'' مطبوعہ: مصطفیٰ البابی الحلبی 1346ھ۔

☆ ''دیوان ابن عربی'' مطبوعہ: مکتبہ محمد رکابی الرشیدی القاہرہ۔

☆ ''دیوان ابن فارض'' مطبوعہ: مکتبہ القاہرہ 1399ھ۔

☆ ''دیوان البرعی'' مطبوعہ: مصطفیٰ البابی الحلبی قاہرہ۔

☆ ''دیوان البوصیری'' مصنف شرف الدین بوصیری، مطبوعہ: مصطفیٰ البابی الحلبی مصر۔

☆ ''دیوان الحلاج'' دوسرا ایڈیشن، بغداد 1404ھ۔

☆ ''دیوان منصور حلاج'' فارسی، مطبوعہ: انتشارات کتاب خانہ سنائی تہران۔

☆ ''دیوان فرید الدین عطار نیشاپوری'' فارسی، مطبوعہ: کتاب خانہ سنائی تہران۔

☆ ''ذخائر الاعلاق'' مصنف ابن عربی مطبوعہ: مکتبہ الکلیات الازہریہ القاہرہ۔

☆ ''راحۃ القلوب'' ملفوظات فرید الدین گنج شکر، اُردو، مطبوعہ: پاکستان۔

☆ ''الرسالۃ القشیریہ'' مصنف عبدالکریم القشیری، مطبوعہ: دار الکتب الحدیثہ القاہرہ 1974ء۔

☆ ''رسالۃ النصوص'' مصنف محمد بن اسحاق القونوی، مطبوعہ: مشہد ایران۔

☆ ''الرستمیات'' فارسی، مصنف ابو سعید محمد بن محمد الرستمی، مطبوعہ: مجمع البحوث الاسلامیہ اسلام آباد پاکستان۔

☆ ''روح السنہ وروح النفوس المطمئنہ'' مصنف احمد بن ادریس، مطبوعہ: دار احیاء الکتب العربیہ مصر۔

☆ ''روضۃ التعریف بالحب الشریف'' مصنف لسان الدین بن الخطیب، مطبوعہ: دار الفکر العربی۔

☆ ''زبدۃ الحقائق'' مصنف عزیز الدین النسفی، پیشکش حق وردی ناصری، مطبوعہ: کتاب خانہ طہوری تہران۔

☆ ''ساعۃ مع العارفین'' مصنف سعید الاعظمی، مطبوعہ: دار الاعتصام قاہرہ۔

☆ ''سبیل الاذکار والاعتبار'' مصنف عبداللہ باعلوی الحداد، مطبوعہ: مطبعۃ احیاء الکتب العربیہ القاہرہ۔

☆ ''سبیل الجنہ فی التربیۃ بالطریقہ القادریہ'' مصنف محمد ناصر، مطبوعہ: انڈیا۔

☆ ''سر سبر دکانہ'' فارسی، مصنف محمد علی، مطبوعہ: کتاب خانہ منوشری ایران۔

☆ ''سیدی احمد الدردیر'' مصنف ڈاکٹر عبدالحلیم محمود، مطبوعہ: دار الکتب الحدیثہ القاہرہ۔

☆ ''السید البدوی بین الحقیقۃ والخرافہ'' مصنف ڈاکٹر احمد صبحی منصور' پہلا ایڈیشن' مطبوعہ: مطبعۃ الدعوۃ الاسلامیہ مصر۔

☆ ''السید بدوی'' مصنف احمد محمد حجاب' مطبوعہ: مؤسسہ سعید للطباعہ مصر۔

☆ ''سیر الاقطاب'' اُردو' مصنف عبدالرحیم' مطبوعہ: پاکستان۔

☆ ''سیر الاولیاء'' مصنف محمد بن مبارک علوی' مطبوعہ: مؤسسہ انتشارات اسلامی پاکستان۔

☆ ''سیر العارفین'' اُردو' مصنف حامد بن فضل اللہ جمالی' مطبوعہ: لاہور پاکستان۔

☆ ''شجرۃ الکون'' مصنف ابن عربی' مطبوعہ: پاکستان 1980ء۔

☆ ''شرح الحجب والاستار'' مصنف ابو محمد رزبہان' مطبوعہ: حیدر آباد انڈیا 1333ھ۔

☆ ''شرح الزیارۃ للجماعۃ الکبیرہ'' مصنف احمد بن زین الدین' مطبوعہ: السادات ایران۔

☆ ''شرح المسائل الروحانیہ'' مصنف ابن عربی' مطبوعہ: کیتھولک پبلشرز بیروت۔

☆ ''شرح مقدمہ التائیہ الکبریٰ'' مصنف داؤد القیصری۔

☆ ''شرح شطحیات'' فارسی' مصنف ''بقلی شیرازی' تصحیح ہنری کاربن' مطبوعہ: تہران۔

☆ ''شرح الفصوص'' مصنف القیصری۔

☆ ''شرح حال الاولیاء'' مصنف عزالدین المقدسی۔

☆ ''الشریعہ والحقیقہ'' مصنف ڈاکٹر حسن محمد شرقاوی' مطبوعہ: قاہرہ۔

☆ ''شموس الانوار'' مصنف ابن الحاج تلمسانی' مطبوعہ: مصطفیٰ البابی الحلبی القاہرہ۔

☆ ''شہاب الدین السہروردی'' مصنف ڈاکٹر ابراہیم مدکور' مطبوعہ: الہیئۃ المصریہ العامہ للکتاب۔

☆ ''صنوم القلب'' مصنف عمار بدلیسی۔

☆ ''الصلوۃ الکبریٰ'' مصنف ابن عربی۔

☆ ''الطبقات'' مصنف سلمی' مطبوعہ: مطابع الشعب قاہرہ' 1380ھ۔

☆ ''طبقات الاولیاء''مصنف ابن ملقن'مطبوعہ: مکتبہ الخانجی القاہرہ 1393ھ۔

☆ ''الطبقات الکبریٰ للشعرانی'' مصنف دارالعلم للجمیع' المطبعہ العامریہ العثمانیہ' 1305ھ القاہرہ۔

☆ ''الطبقات الصغریٰ'' مصنف الشعرانی' مطبوعہ: مکتبہ القاہرہ' پہلا ایڈیشن 1390ھ۔

☆ ''الطبقات فی خصوص الاولیاء والصالحین والعلماء والشعراء فی السودان'' مصنف محمد صیف اللہ الجعلی الفضلی'مطبوعہ: المکتبہ الثقافیہ بیروت لبنان۔

☆ ''الطریق الی اللہ'' مصنف ابوسعید الخراز'مطبوعہ: دارالکتب الحدیثہ مصر۔

☆ ''طریق النجاۃ''' فارسی' مصنف کریم خان کرمانی' مطبوعہ: مطبع السادات ایران 1396ھ۔

☆ ''طہارۃ القلوب''مصنف عبدالعزیز الدرینی'مطبوعہ: مصطفیٰ البابی الحلبی القاہرہ۔

☆ ''الطواسین''مصنف الحلاج''مطبوعہ: المعارف پاکستان۔

☆ ''عبداللہ الانصاری الہروی''مصنف ڈاکٹر محمد سعید عبدالمجید'مطبوعہ: دارالکتب الحدیثہ مصر۔

☆ ''عبداللہ خویشگی قصوری''اُردو'مصنف محمد اقبال مجددی'مطبوعہ: پاکستان۔

☆ ''عبدالرحمٰن الثعالبی والتصوف'' مصنف عبدالرزاق قسوم' مطبوعہ: الشرقہ الوطنیہ جزائر۔

☆ ''العظۃ والاعتبار فی حیاۃ السید البدوی''مصنف احمد الحجاب'مطبوعہ: القاہرہ۔

☆ ''العروہ''مصنف سمنانی۔

☆ ''عقلۃ المستوفز''مصنف ابن عربی'مطبوعہ: لیڈن 1336ھ۔

☆ ''عقیدۃ اہل المعانی فی شرح قصیدۃ بدء الامالی'' مصنف ابوالحسن محمد الدوسی'مطبوعہ: مکتبہ ایشیق ترکی۔

☆ ''العقل وفہم القرآن'' مصنف حارث بن اسد المحاسبی' مطبوعہ: دار الکندی الطبعۃ الثالثۃ 1402ھ۔

☆ ''العلوم الالہیۃ والاسرار الربانیہ'' مصنف ابن عربی' مطبوعہ: نصیر القاہرہ۔

☆ ''عوارف المعارف لعبد القاہر'' مصنف سہروردی' مطبوعہ: دار الکتاب العربی بیروت 1403ھ۔

☆ ''غزلیات شمس تبریزی'' فارسی' مطبوعہ: تہران۔

☆ ''غیث المواہب العلیہ فی شرح الحکم العطائیہ'' مصنف نفزی الرندی' مطبوعہ: دار الکتب الحدیثۃ القاہرہ 1970ء۔

☆ ''الفتح الربانی والفیض الرحمانی'' مصنف عبد القادر جیلانی' مطبوعہ: مصطفی البابی الحلبی القاہرہ۔

☆ ''الفتح المبین فیما یتعلق بتریاق المحبین'' مصنف ابو الظفر قادری' الطبعۃ الاولی المطبعۃ الخیریۃ مصر' 1306ھ۔

☆ ''الفتح الربانی'' مصنف عبد العزیز نابلوسی' مطبوعہ: الکاثولیکیہ بیروت 1960ء۔

☆ ''الفتوحات الالہیہ'' مصنف ابن عجیبہ الحسنی' مطبوعہ: عالم الفکر قاہرہ۔

☆ ''الفتوحات المحمدیہ'' مصنف مبارک علی' مطبوعہ: پاکستان 1981ء۔

☆ ''الفتوحات المکیہ'' مصنف ابن عربی' مطبوعہ: الہیئۃ العامۃ للکتاب 1405ھ

☆ ''فتوحات نامہ'' مصنف عبد الرزاق کاشانی' فارسی' مطبوعہ: تہران۔

☆ ''فرائد اللآلی من رسائل الغزالی'' تحقیق محمد بخیت' مطبوعہ: فرج اللہ ذکی الکردی' مصر 1344ھ

☆ ''فرحۃ الناظرین'' مصنف محمد اسلم' اردو' مطبوعہ: پاکستان۔

☆ ''فصوص الحکم'' مصنف ابن عربی' مطبوعہ: دار الکتاب العربی بیروت۔

☆ ''فوائح الجمال وفواتح الجلال'' مصنف نجم الدین کبری۔

☆ ''فوائد الفواد'' ملفوظات خواجہ نظام الدین اولیاء' اُردو' مطبوعہ: اوقاف لاہور پاکستان۔

☆ ''الفوائد فی الصلات والعوائد'' مصنف شہاب الدین الشرجی الیمنی'' مطبوعہ: مصطفیٰ البابی الحلبی' مصر 1388ھ

☆ ''فوائد العز الاسنی فی شرح اسماء اللہ الحسنیٰ وخواصھا'' مصنف محمد الشمر اوی الشافعی' مطبوعہ: مصطفیٰ البابی الحلبی' مصر۔

☆ ''قرۃ العیون ومفرح القلب المحزون'' مصنف ابوالليث سمرقندی' مطبوعہ: داراحیاء الکتب العربیہ مصر۔

☆ ''القصد'' مصنف شاذلی۔

☆ ''قلادۃ الجواہر فی ذکر الرفاعی واتباعہ الاکابر'' مصنف محمد ابوالہدیٰ الرفاعی' مطبوعہ: بیروت' 1400ھ۔

☆ ''قوائد التصوف'' محمد احمد بن زروق' مطبوعہ: مکتبہ الکلیات الازہریہ قاہرہ 1967ء۔

☆ ''قوانین حکم الاشراق'' مصنف ابوالمواہب الشاذلی' مطبوعہ: مکتبۃ الکلیات الازہریہ مصر۔

☆ ''قوت القلوب'' مصنف ابوطالب المکی' مطبوعہ: دارصادر بیروت۔

☆ ''کتاب الاستبصار لاھل الاذکار'' مصنف احمد محمود زین الدین الحسینی' مطبوعہ: مطبعۃ الانوار القاہرہ۔

☆ الربان الازہر فی مناقب الشیخ الاکبر'' مصنف محمود رجب۔

☆ ''المخاطبات'' مصنف محمد بن عبدالجبار النفری' مطبوعہ: مطبعۃ دارالکتب المصریہ قاہرہ۔

☆ ''المواقف'' مصنف محمد عبدالجبار' مطبوعہ: مطبعۃ دارالکتب المصریہ قاہرہ۔

☆ ''کشف الحجاب'' مصنف احمد بن الحاج العیاشی' مطبوعہ: 1381ھ مطابق 1934ء۔

☆ ''کشف الحقائق'' مصنف النسفی، تصحیح ڈاکٹر احمد مہدی، مطبوعہ: تہران 1359ھ۔

☆ ''کشف الغمہ عن جمیع الائمہ'' مصنف الشعرانی، مطبوعہ: مصطفیٰ البابی الحلبی قاہرہ۔

☆ ''کشف المحجوب'' مصنف ہجویری، عربی ترجمہ، مطبوعہ: دار النہضہ العربیہ بیروت۔

☆ ''کفایۃ الاتقیاومنہاج الاصفیاء'' مصنف بکری مکی الدمیاطی، مطبوعہ: دار الکتب العربیہ الکبریٰ مصر 1325ھ۔

☆ ''گلزار ابرار'' مصنف محمد غوثی شطاری، اُردو، مطبوعہ: پاکستان۔

☆ ''گلزارِ صوفیاء'' اُردو، مصنف عالم فقری، مطبوعہ: پاکستان۔

☆ ''کلمۃ الحق'' مصنف عبدالرحمٰن، اُردو، مطبوعہ: لکھنو انڈیا 1883ء۔

☆ ''کلیات و دیوان شمس تبریزی'' فارسی، مصنف جلال الدین محمد بلخی، مطبوعہ: نشر طلوع ایران۔

☆ ''الکندی و آراوہ الفلسفیہ'' مصنف ڈاکٹر عبدالرحمٰن شاہ ولی، مطبوعہ: مجمع البحوث العلمیہ پاکستان۔

☆ ''گنجینہ گوہر'' فارسی، ملا احمدی قاضی، مطبوعہ: مطبعۃ الحوادث ایرانے۔

☆ ''لطائف المنن والاخلاق'' مصنف عبدالوہاب الشعرانی، مطبوعہ: القاہرہ۔

☆ ''لطائف المنن'' مصنف ابن عطاء اللہ الاسکندری، مطبوعہ: مطبعۃ حسان قاہرہ۔

☆ ''اللطف الدانی'' مصنف عبدالوہاب محمد امین، مطبوعہ: القاہرہ۔

☆ ''اللمع'' مصنف سراج الطوسی، مطبوعہ: دار الکتب الحدیثہ مصر۔

☆ ''اللمحات'' مصنف شہاب الدین سہروری، مطبوعہ: مرکز تحقیقاتِ فارسی ایران و پاکستان 1984ء۔

☆ ''اللمعات'' مصنف فخر الدین عراقی، فارسی، مطبوعہ: ایران۔

☆ ''لوائح'' عبدالرحمٰن جامی، فارسی، مطبوعہ: لاہور پاکستان۔

☆ ''المثنوی العربی النوری'' مصنف سعید النوری، مطبوعہ: مطبعۃ الزہراء بغداد۔

☆ ''المجالس الرفاعیہ'' مصنف احمد الرفاعی' مطبوعہ: مطبعۃ الارشاد بغداد۔

☆ ''مجموع مخطوط بالفاتیکان'' عربی' نمبر 1242۔

☆ ''مجموعۃ فی الحکمہ المشرقیۃ'' شہاب الدین سہروری۔

☆ ''المحبۃ والشوق'' مصنف غزالی' مطبوعہ: مصطفٰی البابی الحلبی قاہرہ۔

☆ ''محاسن المجالس'' مصنف ابن العریف' مطبوعہ: پیرس' 1933ء۔

☆ ''محمد سلیمان تونسوی'' اُردو' مصنف ڈاکٹر محمد حسین للہی' مطبوعہ: پاکستان۔

☆ ''محی الدین ابن عربی'' فارسی' مصنف ڈاکٹر محسن جہانگیری' دوسرا ایڈیشن' تہران۔

☆ ''محی الدین ابن عربی'' مصنف طٰہٰ عبدالباقی سرور' مطبوعہ: القاہرہ۔

☆ ''مختصر تذکرۃ القرطبی'' مصنف عبدالوہاب الشعرانی' مطبوعہ: دار احیاء الکتب العربیہ مصر۔

☆ ''المدرسۃ الحدیثۃ الشاذلیۃ و امامہا ابوالحسن الشاذلی'' مصنف ڈاکٹر عبدالحلیم محمود' مطبوعہ: دار الکتب الحدیثۃ القاہرہ۔

☆ ''مدینۃ الاولیاء'' اُردو' مصنف محمد دین کلیم قادری' مطبوعہ: پاکستان۔

☆ ''مشتہی الخارف الجانی'' مصنف محمد الخضر الشنقیطی۔

☆ ''مصباح العلوم فی معرفۃ الحی القیوم'' مصنف احمد بن حسن الرصاص' مطبوعہ: دار الاعتصام' القاہرہ۔

☆ ''مطالع المسرات'' مصنف محمد المہدی بن احمد' مطبوعہ: مصطفٰی البابی الحلبی 1970ء۔

☆ ''معارج المقربین'' مصنف محمد ماضی ابوالعزائم' مطبوعہ: دار الثقافہ العربیہ للطباعۃ مصر۔

☆ ''المعارضہ والرد'' مصنف سہل بن عبداللہ التستری'' مطبوعہ: دار الانسان القاہرہ۔

☆ ''المقدمات'' مصنف الفرغانی۔

☆ ''مقصود المومنین'' مصنف بایزید الانصاری' مطبوعہ: مجمع البحوث الاسلامیہ اسلام آباد پاکستان۔

☆ ''مکاشفۃ القلوب'' مصنف غزالی' مطبوعہ: الشعب القاہرہ۔

☆ ''مناقب العارفین'' مصنف الافلاکی' فارسی' مطبوعہ: دنیائے کتاب' دوسرا ایڈیشن 1362ھ

☆ ''مناقب الصوفیہ'' مصنف قطب الدین المروزی' مطبوعہ: تہران۔

☆ ''مناقب الصوفیہ'' فارسی' مصنف ابوالمظفر المروزی' مطبوعہ: تہران۔

☆ ''مناقب الصوفیہ'' فارسی' مصنف منصور بن اردشیر' مطبوعہ: ایران۔

☆ ''مناقب العارفین'' مصنف الافلاکی' فارسی' مطبوعہ: دنیائے کتاب' ایران۔

☆ ''من اعلام التصوف الاسلامی'' مصنف طٰہٰ عبدالباقی سرور' مطبوعہ: دار نہضۃ مصر۔

☆ ''المنتخبات من مکتوبات المجدد'' فارسی' مکتبہ ایشیق ترکی۔

☆ ''المنقذ من الضلال'' مصنف غزالی' مطبوعہ: دار الکتاب لبنان بیروت۔

☆ ''المنقذ من الضلال'' مجموعہ مؤلفات عبدالحلیم محمود' مطبوعہ: دار الکتاب البنانی بیروت۔

☆ ''منازل السائرین مع العلل والمقامات'' مصنف عبداللہ الانصاری الہروی' مطبوعہ: ایران۔

☆ ''منبع اصول الحکمہ'' مصنف ابوالعباس احمد بن علی بونی' مطبوعہ: مصطفیٰ البابی الحلبی۔

☆ ''منح المنۃ'' مصنف عبدالوہاب الشعرانی' مطبوعہ: مکتبہ عالم الفکر القاہرہ 1399ھ۔

☆ ''منطق الطیر'' مصنف فریدالدین عطار' مطبوعہ: دار الاندلس بیروت۔

☆ ''منہاج العابدین'' مصنف غزالی' مطبوعہ: مصطفیٰ البابی الحلبی۔

☆ ''المنہج الموصل الی الطریقۃ الانہج'' مصنف مصطفیٰ الصادقی۔

☆ ''المواقف الالٰہیہ'' مصنف ابن قضیب البانی' مطبوعہ: کویت۔

☆ ''مولانا رومی'' مصنف بشیر محمود اختر' اُردو' مطبوعہ: ادارہ ثقافت اسلامیہ پاکستان۔

☆ ''مواقع النجوم''مصنف ابن عربی'مطبوعہ:مطبعۃ السعادۃ مصر'1325ھ۔

☆ ''مہر منیر''مصنف مہر علی شاہ'اردو'مطبوعہ:پاکستان۔

☆ ''نزہۃ المجالس'' مصنف عبدالرحمٰن الصفوری' مطبوعہ: مکتبہ الشرق الجدید بغداد عراق۔

☆ ''نساء فاضلات''مصنف عبدالبدیع صقر'مطبوعہ:دارالاعتصام قاہرہ۔

☆ ''نسیم الانس''مصنف زین الدین بن رجب۔

☆ ''نشاط التصوف الاسلامی'' مصنف ابراہیم بسیونی' مطبوعہ: دارالمعارف القاہرہ 1969ء۔

☆ ''النصائح الدینیہ''مصنف عبداللہ باعلوی الحداد'مطبوعہ:مطبعۃ داراحیاء الکتب العربیہ القاہرہ۔

☆ ''نص النصوص''مصنف حیدر الاملی۔

☆ ''النفحۃ العلیہ فی اورادالشاذلیہ''مصنف عبدالقادر ذکی'مطبوعہ:مکتبۃ المثنی قاہرہ۔

☆ ''نفحۃ الروح وتحفۃ الفتوح''مصنف موید الدین جندی'مطبوعہ:تہران 1362ھ۔

☆ ''نفحات الانس''فارسی'مصنف عبدالرحمٰن جامی'مطبوعہ:ایران 1337ھ۔

☆ ''نوادرالاصول''مصنف حکیم الترمذی۔

☆ ''الوصیۃ الکبریٰ''مصنف عبدالرحمٰن الاسمر الفیتوری'مطبوعہ:مکتبۃ النجاح طرابلس لیبیا 1976ء

☆ ''الیواقیت والجواہر فی بیانہ عقائد الاکابر''مصنف عبدالوہاب الشعرانی'مطبوعہ:مصطفیٰ البابی الحلبی القاہرہ 1378ھ۔

صوفیوں کے علاوہ دیگر مسلم مصنفین کی کتب

☆ ''ابن سبعین و فلسفۃ الصوفیہ'' مصنف ڈاکٹر ابوالوفا الغنیمی التفتازانی' مطبوعہ: دارالکتاب لبنان بیروت 1973ء۔

☆ ''ابو نعیم وکتابہ الحلیۃ'' مصنف محمد لطفی الصباغ، مطبوعہ: دار الاعتصام قاہرہ۔

☆ ''اتحاف السادۃ'' مصنف الزبیدی، مطبوعہ: المکتب الاسلامی بیروت 1974ء

☆ ''اخبار الحکماء'' مصنف القفطی۔

☆ ''ادیان الہند الکبری'' مصنف شبلی، مطبوعہ: القاہرہ 1964ء۔

☆ ''اساس البلاغہ'' مصنف الزمخشری، مطبوعہ: احیاء المعاجم العربیہ قاہرہ۔

☆ ''اضواء علی التصوف'' مصنف ڈاکٹر طلعت غنام، مطبوعہ: عام الکتب قاہرہ۔

☆ ''الاعتصام'' مصنف شاطبی، مطبوعہ: السعادہ مصر۔

☆ ''الانساب'' مصنف السمعانی، مطبوعہ: محمد امین، بیروت، دوسرا ایڈیشن 1400ھ۔

☆ ''الانسان الکامل فی الاسلام'' مصنف ڈاکٹر عبدالرحمٰن بدوی، مطبوعہ: وکالۃ المطبوعات کویت۔

☆ ''البدایہ والنہایہ'' مصنف ابن کثیر، مطبوعہ: بیروت۔

☆ ''بین التصوف والحیاۃ'' مصنف عبدالباری الندوی، مطبوعہ: دار الفتح دمشق 1963ء۔

☆ ''بوارق الاسماع فی الحادمن یحل السماع'' اُردو، مصنف میر عالم، مطبوعہ: مطبع منشی فخر الدین، مطبوعہ: پاکستان۔

☆ ''تاریخ التصوف الاسلامی'' مصنف ڈاکٹر عبدالرحمٰن بدوی، مطبوعہ: وکالۃ المطبوعات الکویت، 1978ء۔

☆ ''تاریخ التصوف فی الاسلام'' مصنف ڈاکٹر قاسم غنی، عربی ترجمہ صادق نشات، مطبوعہ: مکتبہ النہضۃ المصریہ، قاہرہ۔

☆ ''تاریخ تصوف'' مصنف ڈاکٹر محمد اقبال، اُردو، مطبوعہ: لاہور پاکستان۔

☆ ''التبصیر فی الدین'' مصنف الاسفرائینی، مطبوعہ: القاہرہ۔

☆ ''تذکرۃ الحفاظ'' مصنف الذہبی، مطبوعہ: القاہرہ۔

☆ ''التراث الیونانی فی الحضارۃ الاسلامیہ'' مصنف ڈاکٹر عبدالرحمان بدوی' مطبوعہ: وکالۃ المطبوعات کویت۔

☆ ''الصوف الاسلامی فی الادب والاخلاق'' مصنف ڈاکٹر ذکی مبارک' مطبوعہ: دارالجیل لبنان۔

☆ ''التصوف بین الحق والخلق'' مصنف محمد فہر شفقہ' مطبوعہ: الدار السلفیہ کویت۔

☆ ''التصوف بین الدین والفلسفہ'' مصنف ڈاکٹر ابراہیم ہلال' مطبوعہ: دار النہضہ العربیہ قاہرہ۔

☆ ''التصوف فی تہامۃ'' مصنف محمد بن احمد العقیلی' مطبوعہ: دار البلاد جدہ۔

☆ ''التنبیہ والرد'' مصنف الملطی' تحقیق زاہد الکوثری' مطبوعہ: مصر 1360ھ۔

☆ ''تلبیس ابلیس'' مصنف ابن جوزی' مطبوعہ: دار الوعی بیروت۔ مطبوعہ: دار القلم بیروت۔

☆ ''تہذیب التہذیب'' مصنف حافظ ابن حجر العسقلانی' مطبوعہ: بیروت۔

☆ ''جستجو در تصوف ایران'' فارسی' مصنف ڈاکٹر عبدالحسن زرین کوب' مطبوعہ: مؤسسہ انتشارات امیر کبیر تہران 1363ھ

☆ ''حادی الارواح ابن القیم الجوزیہ'' مطبوعہ: دار القلم بیروت لبنان۔

☆ ''الخضر فی الفکر'' مصنف صوفی عبدالرحمٰن عبدالخالق' مطبوعہ: الدار السلفیہ کویت۔

☆ ''الخطوط العریضہ للاسس التی قام علیھا مذہب الشیعہ الاثنی عشریہ'' مصنف سید محب الدین الخطیب۔

☆ ''خلاصۃ الاثر'' مصنف المحی۔

☆ ''دائرۃ المعارف الاسلامیہ'' اُردو' مطبوعہ: پنجاب یونیورسٹی لاہور پاکستان۔

☆ ''دراسات فی التصوف الاسلامی'' مصنف ڈاکٹر محمد جلال شرف' مطبوعہ: دار النہضہ العربیہ بیروت 1980ء۔

☆ ''دنبالہ جستجو در تصوف'' فارسی' ڈاکٹر عبدالحسین زرین کوب' مطبوعہ: ایران۔

☆ ''ذم ما علیہ مدعو التصوف'' مصنف ابو محمد موفق الدین'' مطبوعہ: المکتب الاسلامی بیروت۔

☆ ''روضۃ المحبین ''مصنف ابن قیم الجوزیہ' مطبوعہ: دارالکتب العلمیہ بیروت۔

☆ ''سیر اعلام النبلاء ''مصنف امام ذہبی' مطبوعہ: بیروت۔

☆ ''الشیعہ واہل البیت ''مطبوعہ: ادارہ ترجمان السنہ لاہور پاکستان۔

☆ ''الشیعہ والسنہ''مطبوعہ: ادارہ ترجمان السنہ لاہور پاکستان۔

☆ ''صحیح البخاری''۔

☆ ''صحیح مسلم''۔

☆ ''الصوفیہ الوجہ الآخر'' مصنف ڈاکٹر محمد جمیل غازی' مطبوعہ: القاہرہ۔

☆ ''الصوفیہ والفقراء'' مصنف شیخ الاسلام ابن تیمیہ' مطبوعہ: دار الفتح قاہرہ۔

☆ ''الصوفیہ فی ضوء الکتاب والسنہ'' مصنف عبدالجید محمد' مطبوعہ: القاہرہ۔

☆ ''الصوفیہ فی نظر الاسلام'' مصنف سمیع عاطف الدین' مطبوعہ: دار الکتاب البنانی بیروت۔

☆ ''ضحیٰ الاسلام'' مصنف احمد امین' مطبوعہ: قاہرہ 1952ء۔

☆ ''الطبقات'' مصنف ابن سعد' مطبوعہ: بیروت۔

☆ ''الفرقان بین اولیاء الرحمٰن واولیاء الشیطان'' مصنف ابن تیمیہ' مطبوعہ: ادارہ ترجمان السنہ لاہور پاکستان۔

☆ ''الفصل فی الملل والاہواء والنحل'' مصنف حافظ ابن حزم' مطبوعہ: بیروت۔

☆ ''فضائح الباطنیہ'' مصنف الغزالی' مطبوعہ: مؤسسہ دار الکتب الثقافیہ کویت۔

☆ ''فلسفہ الہند القدیمہ'' مصنف محمد عبدالسلام' مطبوعہ: رام پور انڈیا۔

☆ ''الفلسفۃ الصوفیہ فی الاسلام'' مصنف ڈاکٹر عبدالقادر محمود' مطبوعہ: دار الفکر العربی

القاہرہ۔

☆ ''القادیانیہ''مطبوعہ:ادارہ ترجمان السنہ لاہور پاکستان۔

☆ ''القاموس المحیط''مصنف فیروز آبادی'مطبوعہ:مصطفیٰ البابی الحلبی القاہرہ۔

☆ ''القول المنبی فی تکفیر ابن عربی''مصنف السخاوی۔

☆ ''لسان العرب''مصنف ابن منظور الافریقی'مطبوعہ:دار الصادر بیروت۔

☆ ''مجموعۃ الرسائل والمسائل'' مصنف ابن تیمیہ' مطبوعہ: دار الکتب العلمیہ بیروت لبنان۔

☆ ''مدخل الی التصوف الاسلامی''مصنف ابوالوفا الغنیمی'مطبوعہ:مصر۔

☆ ''المسند''مصنف امام احمد۔

☆ ''مقدمہ ابن خلدون''مطبوعہ:مطبعۃ مصطفیٰ محمد'مصر۔

☆ ''الملامتیہ واہل الفتوۃ الصوفیہ''مصنف ابوالعلا العفیفی'مطبوعہ:دار احیا الکتب العربیہ مصر۔

☆ ''منہاج السنۃ النبویہ''مصنف شیخ الاسلام ابن تیمیہ'مطبوعہ:لاہور پاکستان۔

☆ ''الملل والنحل''مصنف شہرستانی'مطبوعہ:بیروت۔

☆ ''الموطا''مصنف امام مالک۔

☆ ''نشاۃ الفلسفۃ الصوفیہ'' مصنف ڈاکٹر عرفان عبدالحمید' مطبوعہ: المکتب الاسلامی بیروت 1974ء۔

☆ ''النجوم الزاہرہ''مصنف تغری بردی الاتابکی'مطبوعہ:وزارتِ ثقافۃ مصر۔

☆ ''وفیات الاعیان''مصنف ابن خلکان'مطبوعہ:بیروت۔

☆ ''الوافی بالوفیات''۔

☆ ''ولایۃ اللہ والطریق الیہا''مصنف امام شوکانی'مطبوعہ:القاہرہ۔

☆ ''ھذہ ھی الصوفیہ''مصنف عبدالرحمٰن الوکیل'مطبوعہ:دار الکتب العلمیہ۔

شیعہ اور اسماعیلی مصنفین کی کتب:

☆ ''اجزاء عن العقائد الاسماعیلیہ'' مصنف ابراہیم' مطبوعہ: امبرین نیشنل پریس 1784ء۔

☆ ''اربعۃ نصوص اسماعیلیہ'' نامعلوم اسماعیلی مصنف' تحقیق ماسینئن' مطبوعہ: پیرس۔

☆ ''اساس التاویل'' مصنف قاضی نعمان اسماعیلی' مطبوعہ: دار الثقافہ بیروت۔

☆ ''الاصول من الکافی'' مصنف الکلینی' مطبوعہ: دار الکتب الاسلامیہ' تہران 1388ھ۔

☆ ''اعلان النبوہ'' مصنف ابوحاتم الرازی' تحقیق صلاح الصادی' مطبوعہ: ایران 1397ھ۔

☆ ''اعیان الشیعہ'' مصنف محسن امین' مطبوعہ: دار التعارف للمطبوعات بیروت۔

☆ ''اعتقادات الصدوق'' مصنف ابن بابویہ القمی' مطبوعہ: ایران۔

☆ ''الافتخار'' مصنف ابویعقوب السجستانی' مطبوعہ: بیروت۔

☆ ''الامالی'' مصنف المفید' مطبوعہ: قم ایران۔

☆ ''بحار الانوار'' مصنف المجلسی' مطبوعہ: ایران۔

☆ ''البرہان فی تفسیر القرآن'' مصنف ہاشم البحرانی' مطبوعہ: ایران۔

☆ ''بصائر الدرجات الکبری'' مصنف صفار' مطبوعہ: منشورات الاعلمی' تہران 1404ھ۔

☆ ''بیت الدعوۃ الاسماعیلیہ''۔

☆ ''بین التصوف والتشیع'' مصنف ہاشم معروف حسینی' مطبوعہ: دار القلم بیروت۔

☆ ''تلخیص الشافی'' مصنف الطوسی' مطبوعہ: قم ایران۔

☆ ''تنقیح المقال'' مصنف المامقانی' مطبوعہ: تہران۔

☆ ''حق الیقین'' فارسی' مصنف المجلسی' مطبوعہ: ایران۔

☆ ''حدیقۃ الشیعہ'' فارسی، مصنف احمد بن محمد اردبیلی، مطبوعہ: تہران۔

☆ ''الخصال'' مصنف ابن بابویہ القمی، مطبوعہ: ایران۔

☆ ''الذریعہ الی تصانیف الشیعہ'' مصنف آقا بزرگ الطہرانی، مطبوعہ: ایران۔

☆ ''الرجال'' مصنف الحلی، مطبوعہ: ایران۔

☆ ''رجال الطوسی'' مطبوعہ: نجف عراق۔

☆ ''رجال الکشی'' مطبوعہ: کربلا۔

☆ ''الزہد'' مصنف حسین بن سعید الاہوازی، مطبوعہ: ایران۔

☆ ''شرح نہج البلاغہ'' مصنف ابن عربی الحدید، مطبوعہ: ایران۔

☆ ''شرح اعتقادات الصدوق'' مطبوعہ ایران۔

☆ ''الصلہ بین التصوف والتشیع'' مصنف ڈاکٹر کامل مصطفیٰ الشیبی، مطبوعہ: بیروت، 1982ء۔

☆ ''طرائق الحقائق'' مصنف حاجی معصوم علی شاہ، مطبوعہ: ایران۔

☆ ''عیون اخبار الرضا'' مصنف ابن بابویہ القمی۔

☆ ''فرق الشیعہ'' مصنف نوبختی، مطبوعہ: المطبعۃ الحیدریہ، نجف عراق۔

☆ ''الفصول المہمہ فی معرفۃ الائمہ'' مصنف حر العاملی، مطبوعہ: مکتبہ بصیرتی قم ایران۔

☆ ''الفکر الشیعی والنزعات الصوفیہ'' مصنف ڈاکٹر کامل مصطفیٰ الشیبی، مکتبہ النہضۃ البغداد۔

☆ ''کمال الدین وتمام النعمہ'' مصنف ابن بابویہ القمی، مطبوعہ: دار الکتب الاسلامیہ تہران 1395ھ۔

☆ ''مشارق وانوار الیقین'' مصنف حافظ رجب البرسی، مطبوعہ: دار الاندلس بیروت۔

☆ ''المقالات والفرق'' مصنف سعد بن عبد اللہ الاشعری القمی، مطبوعہ: تہران۔

☆ ''منہج المقال'' مصنف استرآبادی، مطبوعہ: ایران۔

☆ ''منهاج الکرامہ''، مصنف الحلی، مطبوعہ: پاکستان۔

☆ ''النصرہ''، مصنف بجستانی، مطبوعہ: دار الثقافہ بیروت۔

☆ ''نہج البلاغہ''، منسوب الی علی ابن ابی طالب، تحقیق صبحی صالح بیروت۔

☆ ''الہفت الشریف''، مصنف المفضل الجعفی، تحقیق مصطفیٰ غالب الاسماعیلی، مطبوعہ: بیروت۔

☆ ''ثلاث رسائل فی الحکمۃ الاسلامیہ''، مصنف محمد کاظم عصار، مطبوعہ: المکتبۃ المرتضویہ، ایران۔

غیر مسلم مصنفین کی کتب:

☆ ''انجیل''۔

☆ ''آئین جوانمردی''، فارسی، مصنف ہنری کاربن، مطبوعہ: ایران۔

☆ ''ابن عربی حیاتہ و مذہبہ''، مصنف آسین بلیتھس، عربی ترجمہ ڈاکٹر عبدالرحمٰن بدوی، مطبوعہ: وکالۃ المطبوعات کویت۔

☆ ''التاریخ العام للتصوف ومعالمہ''، مصنف میرکس۔

☆ ''تاریخ العربی''، مصنف ہیٹی۔

☆ ''التصوف الاسلامی وتاریخہ''، مصنف نیکلسن، عربی ترجمہ ڈاکٹر عبدالوفا العفیفی، مطبوعہ: قاہرہ۔

☆ ''التصوف''، مصنف ماسینگن، مطبوعہ: دار الکتاب اللبنانی بیروت، 1984ء۔

☆ ''العقیدہ والشریعہ فی الاسلام''، مصنف گولڈزیہر۔

☆ ''فلسفہ یوگا''، مصنف راما شاراکا، مطبوعہ: القاہرہ۔

☆ ''الفکر العربی ومکانتہ فی التاریخ''، مصنف اولیری، عربی ترجمہ تمام حسان، مطبوعہ: القاہرہ۔

☆ ''قصۃ الحضارہ''، مصنف ول ڈیورنڈ، عربی ترجمہ محمد بدران، مطبوعہ: القاہرہ 1964ء۔

☆ ''للت دستر'' مصنف گوتم بدھ' مطبوعہ: انڈیا۔

☆ ''ھذہ ھیی الوجودیہ'' مصنف پال پولکیب۔

☆ Oxford history of Church 1953

☆ The story of Christian Church 1933

☆ A short history of our Religion - London 1922

☆ Origin Chiristian Church Art Oxford 1933

☆ Buildings L6 EB Lib

☆ History of an Cient Art, Finlay 195

☆ The Buddha and the Cristle, by B H Streeter London 1932

☆ Borwn a literary History of Persia